فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

شمس الفقہ

کہ جس میں تمام عبادات و معاملات کے ہر مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے
ہر امام کے مسلمہ اقوال کو شرح اردو زبان میں مولوی سید شمس الدین احمد صاحب
اودہپوری شاگرد جناب مولوی عبد الغنی خاں صاحب رامپوری نے
سنہ ۱۳۲۰ ہجری میں جمع کرکے تالیف فرمایا

اور بار اول سنہ ۱۹۱۰ء میں

حسب فرمائش کارخانہ پیسہ اخبار لاہور

کارخانہ پیسہ اخبار کی خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی نظام الدین پرنٹر و پبلشر کے چھپا

قیمت فی جلد

فہرست مضامین کتاب شمس الفقہ

مختصر فہرست کتب مطبوعہ کارخانہ پیسہ اخبار لاہور

علاوہ شمس الفقہ کے بہت سی کتابیں فقہ و شرائع اسلام و نیز تاریخ و تذکرہ اسلام کارخانہ پیسہ اخبار سے شائع ہو چکی ہیں جن میں بعض کی مختصر فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے مفصل فہرست کتب کارخانہ پیسہ اخبار لاہور سے طلب کرنے پر ارسال کی جائے گی۔

زیور ایمان فقہ اسلام کی اکثر کتب مستند اردو سے تمام ضروری اور معتبر مسائل اختصار کے ساتھ اردو زبان میں منشی عبد الکریم صاحب پیش امام جامع مسجد جلہ گاؤں نے عرق ریزی اور محنت سے جمع کئے ہیں۔ ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ ۳۰۰ صفحہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

مذاہب اسلام مسلمانوں کے کل فرقوں کے تاریخی حالات اور اعتقادات بڑی تحقیق سے مولوی محمد نجم الغنی صاحب رامپوری نے لکھے ہیں۔ ابتدا سے لیکر مرزائی۔ نیچری۔ سوڈانی تک قیمت عہ

پنج بنائے اسلام مسلمانوں کی نماز روزہ حج و زکوٰۃ پر مستند کتاب اور ارکان اسلام کے ادا کرنے کے طریقے لکھے ہیں مصنفہ مولوی غلام رسول صاحب قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر

رسالہ توحید من القرآن مولوی محمد حسن صاحب ساکن امروہہ نے بڑی قابلیت سے قرآن مجید سے مسئلہ توحید کو حل کیا ہے ۴۸ صفحہ قیمت ۲ر

کشف الستور مسئلہ طواف قبور پر علما کے فتوے جمع کرکے فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ اسلام میں طواف قبور جائز نہیں ۸ صفحہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر

معجزات القرآن علامہ مولوی محمد حسن صاحب جیلانی مصنف تفسیر غایۃ البرہان نے بڑی تحقیق سے معجزات قرآن شریف پر یہ رسالہ مدون فرمایا۔ ۲۴ صفحہ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۱ر

رسالہ شطرنج شطرنج کے کھیل کو از روئے شرع اسلام جائز ثابت کرنے کے متعلق یہ بحث لکھی گئی ہے۔ اور پچیس کتب اور اہل نامور علمار صحابہ و ائمہ دین کا نام لکھا ہے جنہوں نے اس کو جائز بتلایا ہے حجم ایک سو چالیس صفحہ قیمت ۱۲ر

رسالہ حل الغنا مولوی احمد مکرم صاحب چریاکوٹی نے شادی وغیرہ کے موقعہ پر ایک حقیقی بحث کتب معقول جواب لکھے ہیں قیمت

لغات القرآن اسمیں قرآن شریف کے تمام الفاظ کے معانی بہت سے دیگر فوائد کے معلوم ہو سکتے ہیں ۱۳۶ صفحہ قیمت ۶ر

صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون

صفحہ	مضمون

صفحہ	مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین

الحمد للہ الذی جعل الشریعۃ المصطفویۃ روضۃ خضریۃ بالالوان
المختلفۃ مکونۃ من حیث اختلاف الآراء الاجتہادیۃ فی مسائل
الشریعۃ السنیۃ وھذہ الاختلافات فی طلب الحق شفقۃ کما
قال صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف امتی رحمۃ وھی لکل الاثمرۃ
مشحونۃ وھو الذی فاطر السموات والارض والشجر وزین اللیل
والنہار بالشمس والنجوم مع القمر والبدر الشکر لمن انزل الکتاب المبین
علی رسولہ خاتم النبیین وخاتم المرسلین لہدایۃ جمیع العباد المتقین
والصلوۃ والسلام علی نبیہ وحبیبہ محمدن المصطفی صاحب المعراج واللواء
سید البشر شفیع یوم المحشر الملقب بخطاب طٰہٰ ویٰس وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین وما قال الشاعر فی شانہ المتین ؎ لامع نورک
فی الدجی کما الضحی ✦ ولقد انزلک اللہ علینا ما ھما ✦ وعلی آلہ الطیبین
الطاہرین واصحابہ الراشدین الفائزین المہدیین ○ ✦

اس زمانہ پر آشوب میں جہاں تک غور کے ساتھ دیکھا گیا تو اکثر کوتہ نظر آدمی تقلید
مذہب سے آزاد ہونے کا خیال رکھتے ہیں اور اپنی رائے ناقص کو نافہمی سے قابل اجتہاد
سمجھ کر مسائل شرعیہ میں رائے زنی کیا کرتے ہیں چنانچہ کئی رسالے مباحث متفرقہ میں
طبع ہو چکے ہیں اگرچہ تقلید کسی مجتہد کی فرض و واجب حجت قطعی سے ثابت نہیں تاہم

لہ آپ کا نور عالم میں ایسا روشن ہے کہ نہیں چھپتا اور سب جہان کی چیزوں سے اشد
بڑھ کر چمکتا ہے ✦

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝

للہ الحمد ہر آنچہ کہ خاطر میخواست — آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

الحمد للہ والمنۃ اس زمانہ سعادت آغاز ومبارک انجام میں یہ کتاب فیض انتساب کہ جسمیں تمام عبادات ومعاملات کے ہر مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے ہر امام کے مسلسل اقوال کو شرح اردو زبان میں مولوی سید شمس الدین احمد صاحب آدہپوری شاگرد جناب مولوی عبد الغنی خانصاحب رامپوری ابن جناب مولوی عبد العلیخانصاحب بن جناب مولوی عبد الرحمن خانصاحب بن جناب مولانا حاجی محمد سعید صاحب محدث تلمیذ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ۱۳۲۰ھ ہجری میں تالیف فرماکر نام اس کا

شمس الفقہ

رکھا۔ اور ۱۳۲۲ھ ہجری قدسی میں حسب فرمائش

کارخانہ پیسہ اخبار لاہور

مطبع دخانی خادم التعلیم لاہور میں باہتمام کارپردازان

طبع ہوا

کی نظر سے دیکھا جاوے تو ظاہر ہے کہ کسی مجتہد اعلے بیدار مغز کی تقلید مسائل اجتہادیہ میں قطع نظر پابندی دینی بطریق انتظام دنیوی ضرور ہونا چاہئے عوام کو بلکہ اس زمانہ میں خواص کو بمعنی تقلید کسی عالم و مجتہد سلف کے چارہ نہیں کیونکہ مسائل شرعیہ بظاہر علم منقولی ہے معقولی نہیں پس بحکم مفتی عقل ادنیٰ کی تقلید سے اعلےٰ کی تقلید بہر حال اولےٰ اور افضل ہے چونکہ طریقہ شاہراہ اہل سنت و جماعت میں مذاہب اربعہ زیادہ مشہور اور معروف اسی لئے ہیں کہ مکہ معظمہ یعنے بیت اللہ شریف میں چار مصلے انہیں چار اماموں کے نام سے نامزد ہیں یعنے امام ابی حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمد حنبلؒ کے نام پر سبب اس کا یہ ہے کہ اجتہاد مسائل میں ان کا نمبر سیکڑوں اماموں مجتہدوں سے بڑہا ہوا پایا گیا اور اکثر کا رجحان انہیں ائمہ اربعہ کی جانب دیکھا گیا چنانچہ اکثر رائیں مختلف ہونے کی وجہ سے اور اجتہادات کی کثرت کے سبب سے انتظام دین کی ضرورت کے لئے چار مصلے خانہ کعبہ شریف میں قرار دئے گئے[۵] اس لئے مذاہب اربعہ باجماع اُمت حق ملنے جاتے ہیں بلکہ بڑے بڑے اسلامی حصوں کی سلطنتوں میں انہیں کے اقوال مسلم الثبوت قانون بنے ہوئے ہیں کہ جن پر سیکڑوں برسوں سے عرب اور عجم میں آجتک عمل درآمد برابر چلا آتا ہے غرضیکہ اس کمترین خادم العلماء کو مدت سے اس کی تلاش تھی کہ کوئی کتاب علم فقہ میں ایسی ہو کہ جسمیں ہر ایک مسئلہ پر عموماً اقوال مجتہدین خصوصاً مذاہب اربعہ کا حکم پایا جاوے چنانچہ اندنوں بتائید آلہی کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ مطبوعہ مصر از تالیف قاضی علامہ صدر الدین ابی عبد اللہ دمشقی شافعی المذہب قاضی القضات مصر زبان عربی میں دستیاب ہوئی لہٰذا حسب ترغیب استادی و مولوی عبد الغنی خانصاحب مرحوم

---

[۵] اہل سنت کا انحصار ان مذاہب اربعہ میں نہیں بلکہ دیگر اصحاب مذاہب کو بھی شامل ہے جیسے سفیان ثوری اور داؤد ظاہری وغیرہ بلکہ سفیان ثوری کا مذہب انکے سلوک میں چھپ گیا ہے تاج المکلل میں لکھا ہے کہ فرج بن برقوق چرکسی نے جسکا لقب ناصر ہوا ۸۰۱ ہجری میں پیدا ہو نہا چاروں مصلے بیت الحرام میں قائم کئے تھے اور کتاب بحر عمیق میں لکھا ہے کہ ۸۰۱ آٹھ سو سات ہجری میں جماعت ثانیہ مدینہ منورہ میں جاری ہوئی اور ۹۲۳ میں محراب حنفیہ مدینہ منورہ میں بعہد سلطان سلیمان خان طیار ہوئی ۱۲ منہ

رامپوری ابن مولوی محمد عبد العلیخان صاحب بن مولوی عبد الرحمن خان صاحب بن مولانا
حاجی محمد سعید صاحب محدث شاگرد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بنظر
افادہ عام وخاص کتاب موصوفہ بالا کی عبارت کو زبان اُردو میں اپنے طور پر مع چند فوایٔد
وزوائد کے ترتیب دیکر اُس کا نام بستان شریعت محمدی معروف بہ گلستان شمسی و
شمس الفقہ رکھا امید کہ خداوند عالم اس گلستان سرسبز کو مقبول خلائق فرماکر ہر ایک
کو اس کے فائدہ سے ہمیشہ بہرہ مند اور محظوظ فرماوے۔ اور خاکسار کو اپنے فضل وکرم
سے بندگان خاص میں داخل وشامل گردانے آمین ۵ این دعا از من و ز جملہ جہاں
آمین باد۔ جہاں کہیں سہو بشری سے کچھ خطا واقع ہوئی ہو صاحبان علم سے امید کہ
بنظر ثواب قلم اصلاح رقم سے درست فرماویں عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوویں ؎

راقم آثم

مسکین باب صمد سید شمس الدین احمد بن سید علاؤ الدین محمد حنفی المذہب
اُودہی پوری عفا اللہ عنہ

مقدمہ مشتمل بر چند فوائد

تعریف علم فقہ

فقہ کے لغوی معنی سمجھنے اور دانشمندی کے ہیں اور اصطلاح فقہا میں وہ علم ہے جسمیں مسائل احکام شرع شریف تصریحاً اور توضیحاً مجتہدوں نے ازروے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ و اجماع و قیاس ضروری جمع کئے ہوں۔

موضوع علم فقہ

احکام شرعیہ و مسائل دینیہ۔

منفعت علم فقہ

احکام شرعیہ سے واقف ہونا یعنے حلال اور حرام و فرض و واجب وغیرہ کو جان لینا

غرض علم فقہ

احکام شرعیہ پر اعتقاد فرمان برداری اللہ پاک وحدہ لاشریک کے عمل کرنا موجب نجات ہو۔

پہلی حجت شرعی کا بیان

واضح ہو کہ اول حجت شرع شریف میں قرآن یعنے کلام اللہ تعالی ہے جو حضرت پیغمبر صاحب پر بذریعہ وحی نازل ہوا ہے کہ جسکی عبارت کے فقرہ کو آیت کہتی ہیں چنانچہ اصول فقہ میں آیت کی آٹھ قسمیں ہیں جنکی تفصیل مندرج ذیل ہے۔

ظاہر۔ وہ ہے کہ جس کے معنے ظاہر المراد ہوں اور احتمال تخصیص یا تاویل کا ہو۔

نص۔ وہ ہے کہ جسکے معنے ظاہر المراد ہوں اور احتمال تخصیص یا تاویل کا نہ ہو۔

مفسر۔ وہ ہے کہ جس کے معنے ظاہر المراد ہوں اور احتمال نسخ کا ہو

عزیز۔ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسکو ہر زمانہ میں دو راویوں نے بیان کیا ہو۔
غریب۔ وہ حدیث ہے کہ کسی زمانے میں اس کی روایت ایک ہی راوی سے ہو

تنبیہ

حدیث متواتر سے علم الیقینی حاصل ہوتا ہے اور احاد سے علم ظنی مگر بعض صورتوں میں جنکو معرفت حدیث حاصل ہے ان کو ان سے بھی علم الیقینی حاصل ہوتا ہے۔ اور حدیث آحاد میں اگر راوی کا صدق اور ثقاہت معلوم ہو تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ مردود۔
اور جو احاد مقبول ہے اس کی دو قسم ہے صحیح۔ اور حسن۔
صحیح۔ وہ حدیث ہے کہ جسکو پرہیزگار دیندار خوب یاد رکھنے والوں نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو اور اسمیں کوئی عیب پوشیدہ نہ ہو اور معتبر لوگوں کی مخالفت بھی نہ ہو۔

فائدہ

صحیح حدیث کے لئے درجے ہیں کہ جنکو ترتیب وار ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔
(۱) بخاری اور مسلم دونوں نے جسکو اپنی کتاب میں لکھا ہو۔
(۲) فقط بخاری نے اس کو روایت کیا ہو۔
(۳) فقط مسلم نے اس کو بیان کیا ہو۔
(۴) بخاری اور مسلم کی شرط اور ان کے طریقہ پر ہو۔
(۵) فقط بخاری کے طور پر ہو۔
(۶) فقط مسلم کے طور پر ہو۔
(۷) بخاری اور مسلم کے سوا اور ایمہ مذہب نے اس کو صحیح جانا ہو جیسے صحیح ابن حبان وغیرہ مگر ان سب سے مؤطا امام مالک مدنی امام دار الہجرہ مدینہ کے محققین کے نزدیک زیادہ صحیح مانی گئی ہے بعضوں کے نزدیک شرط بخاری اور مسلم کی یہ ہے کہ حدیث کے راوی خوب ضبط کرنیوالے اور پرہیزگار ہوں غفلت اور مخالفت ثقات وغیرہ سے خالی ہوں اور بعضوں کے نزدیک شرط مسلم کی یہ ہے کہ دو تابعی ثقہ نے دو صحابیوں سے روایت کی ہو اور اسیطرح دو تابعی سے دو طبع تابعین نے روایت کی ہو الیٰ ہی

محکم۔ وہ ہے کہ معنی اُس کے ظاہر المراد ہوں اور احتمال نسخ کا نہ ہو۔
خفی۔ وہ ہے کہ جس کے معنی میں بعارض خفا یعنے پوشیدگی ہو۔
مشکل۔ وہ ہے کہ جس کے معنی میں خفا ہو اور تامل سے اس کے معنے سمجھنے میں آویں
مجمل۔ وہ ہے کہ جسکے معنے میں خفا ہو اور اُس کے معنے سمجھنے میں اُمید ہو۔
متشابہ۔ وہ ہے کہ جسکے معنی میں خفا ہو اور کسی طرح سمجھ میں نہ آسکیں۔

دوسری حجت شرعی یعنے حدیث کا بیان

تعریف حدیث

حدیث اُس کو کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب نے جو اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہو یا خود کیا ہو یا کوئی فعل آپ کے روبرو ہوا ہو اور اُس کو آپنے منع نہ کیا ہو پس اس اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہوئیں۔ قولی۔ و فعلی۔ و تقریری۔ تفصیل اس کی اسطرح ہے۔
قولی۔ وہ حدیث ہے کہ جس کو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہو۔
فعلی۔ وہ حدیث ہے کہ جس کو آنحضرت صلعم نے خود کیا ہو۔
تقریری۔ وہ ہے کہ جو فعل آنحضرت صلعم کے سامنے ہوا ہو اور آپنے منع نہ کیا ہو
الغرض دیکھا جاوے تو حدیث شریف باعتبار روایات کئی قسم ہیں چنانچہ اقسام حدیث شریف درج ذیل ہیں۔

متواتر

وہ حدیث ہے کہ اس کو ہر زمانہ میں اسقدر لوگوں نے بیان کیا ہو کہ عقلاً احتمال کذب کا اس کی طرف محال ہے۔

احاد

وہ حدیث ہے کہ جسکی روائیت میں اسقدر کثرت نہو اُسکی تین قسمیں ہیں مشہور۔ عزیز۔ غریب۔
مشہور۔ وہ حدیث ہے کہ جسکو ہر زمانہ میں تین یا زیادہ راویوں نے روایت کیا

مُدرج

اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسمیں راوی نے کچھ اپنا کلام بھی شامل کر دیا ہو۔

مُعنعن

اس کو کہتے ہیں کہ جو ایک نے دوسرے سے برابر بلفظ عن روایت کیا ہو۔

شاذ

وہ حدیث ہے کہ جو معتبر لوگوں کی روایت کے مخالف ہو۔

معلول

اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسمیں کسی طرح کی علت جو صحت حدیث کو قدح کرتی ہو پائی جاتی ہو۔

متابع

اس حدیث کو کہتے ہیں کہ ایک راوی نے دوسرے راوی کے مطابق روایت کی ہو کہ جس کو شاہد بھی کہتے ہیں۔

فائدہ

مرفوع۔ وہ حدیث ہے جو آنحضرت صلعم کا کلام یا فعل ہو کیونکہ رفع آنحضرت صلعم کے قول یا فعل کے ذکر کرنے کو کہتے ہیں۔

موقوف۔ اس کو کہتے ہیں جو صحابی کا قول یا فعل ہو کس لئے کہ وقف صحابی کے قول و فعل کے ذکر کرنے کو کہتے ہیں۔ علاوہ اس کے حدیث کی اور بھی کئی قسمیں ہیں وہ حدیث کی مبسوط کتابوں میں درج ہیں یہاں اسی قدر سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

سب طبقوں میں دو شخص ثقہ روایت کرتے چلے آئے ہوں۔
حسن۔ اس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح کی طرح پر ہو لیکن راویوں کا درجہ حفظ و یا د وغیرہ میں صحیح کے راویوں سے کم ہو مگر عمل کرنے میں دونوں برابر ہیں اور دونوں حجت ہیں البتہ رتبہ میں صحیح سے کم ہے۔

ضعیف

اس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اس کے راوی میں کوئی ضعف کی مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہوگیا ہو یا اس کے راوی پر لوگ طعن کرتے ہوں اس حدیث کی کئی قسمیں ہیں۔
(ا) معلق۔ وہ حدیث ہے کہ جسکا راوی اول سے ساقط ہو۔
(ب) مرسل۔ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسکا راوی انتہا سے ساقط ہو جیسا صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور تابعی اس کو بیان کرے۔
(ج) معضل۔ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کے دو راوی برابر ساقط ہوں
(د) منقطع۔ وہ حدیث ہے کہ جس کے دو راوی برابر ساقط نہوں اور کبھی منقطع کو مرسل اور مرسل کو منقطع بھی کہتے ہیں۔
(ہ) موضوع۔ اس کو کہتے ہیں کہ جس کا راوی جھوٹا ہو۔
(و) متروک۔ اس کو کہتے ہیں کہ اس کے راوی پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو
(ز) منکر۔ وہ حدیث ہے جس کا راوی بہت غلطی کرتا ہو یا غافل ہو یا اس کی غلطی بہت ہو یا اس کی روایت سچے لوگوں کی روایت کے مخالف ہو یا فاسق یا بدعتی

مُدَلَّس

وہ حدیث ہے کہ جسکی روایت میں راوی نے اپنے شیخ کو کسی مصلحت سے پوشیدہ رکھا ہو اور

مضطرب

(ا) حدیث ہے کہ جس ... راویوں نے سند یا متن میں اختلاف کیا

جب آپ مدینہ منورہ گئے اور روضۂ پاک کے قریب جا کر کہا السلام علیک یا امام الانبیاء تو جواب وعلیک السلام یا امام المسلمین آیا اور بیت اللہ میں اخیر مرتبہ طواف کر گئے تو ایک پاؤں سے کھڑے ہو کر نصف قرآن شریف اور دوسرے پاؤں سے کھڑے ہو کر دوسرا نصف قرآن شریف ختم کیا تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ابی حنیفہ تجکو معہ تابعین تیرے کے بخشا۔ پیدائش آپکی سنہ ۸۰ ہجری میں ہوئی اور وفات سنہ ۱۵۰ ہجری میں اس حساب سے عمر شریف آپکی ستر برس کی تھی جس رات آپکا انتقال ہوا اوسی رات امام شافعی پیدا ہوئے بعضوں کا بیان ہے کہ خلیفہ ابو جعفر عباسی نے آپ کو زہر دلوایا اس گمان پر کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن مثنی کے خروج میں آپ مشیر تھے اور اس قدر متقی تھے کہ درے لگے اور قید ہی جو مگر عہدۂ قضا قبول نہ فرمایا۔ مزار آپکا شہر بغداد کہنہ کے متصل ہے۔ امام ابی یوسف جو آپکے شاگرد رشید تھے ان کا نام یعقوب بن ابراہیم تھا انکی اصل کوفی کی ہے۔ پہلے قاضی القضاۃ یہی ہوئے اور عتبہ صحابی کی اولاد سے تھے۔ باوجود قضا کے کام انجام دینے کے دو سو رکعت نفل روزانہ پڑھتے تھے وفات آپکی سنہ ۱۸۲ ہجری میں ستائیسویں رجب کو ہوئی عمر آپکی ستر برس کی ہوئی قبر شریف بغداد میں ہے۔ امام محمد بن حسن جو شاگرد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں انکی پیدائش واسط میں ہوئی اور کوفہ میں تعلیم پائی تمام عالم میں امام اعظمؒ کے علوم کو انہوں نے پھیلایا آپ صاحب تصانیف معتبرہ ہوئے ہیں ۹۹۹ نو سو ننانوے کتابیں لکھیں موطا محمد و کتاب الآثار یہ دونوں کتابیں علم حدیث میں انہیں کی تصنیف سے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انہیں کے ربیب فرزند اور شاگرد تھے آپ کی ہمرکابی میں چلتے اور انہیں کی کتب سے امام شافعی فقیہ اور امام فقہ ہوئے آپ کی وفات چودھویں جمادی الاخر سنہ میں ہوئی۔ قبر شریف رے میں ہے۔

مختصر حال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کنیت آپکی ابو عبداللہ ہے نام شریف آپکا مالک بن انس بن مالک ہے آپ مدینہ ...

ملحقہ: ... انس بن مالک ... حضرت رسالت ... تھے

تیسری حجت شرعی اجماع امت

اجماع امت وہ ہے کہ جس کام کو صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ عنہم و تابعین و تبع تابعین و اکابر امت قرناً بعد قرنٍ باتفاق کرتے چلے آئے ہیں اونکا عمل درآمد بھی ایک حجت شرعی ہے

چوتھی حجت شرعی قیاسات مجتہدین

قیاس کی اس وقت ضرورت ہوئی کہ جب کوئی مسئلہ کتاب اور حدیث میں نہ پایا اور صحابہ یا تابعین کو مختلف طریقہ پر اس کا عمل کرتے دیکھا پس جیسا جس مجتہد کے خیال میں صواب معلوم ہوا اس کے مطابق اپنی رائے ظاہر کی اس لئے یہ بھی ایک حجت شرعی مانی جاتی ہے۔ پس یہی دلائل اربعہ مذکورہ اصل اصول علم فقہ ہیں چونکہ اس کتاب میں مذہب اربعہ کا خاص طور پر اختلاف بیان کیا ہے لہذا ہر ایک امام کا مختصر حال بغرض لکھتا ہوں تاکہ ہر شخص اون کے حال سے واقف رہے۔

مختصر حال امام ابی حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا

نام آپکا نعمان بن ثابت کوفی ہے کنیت آپکی ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم ہے اور ائمہ اربعہ سے اول امام ہیں اور تابعین سے ہیں۔ آپ انس رضؓ بن مالک اور جابر بن عبداللہ وغیرہ صحابہ سے کئی مرتبہ طفلی میں تیرہ برس کی عمر میں ملے ہیں اور اون سے کئی حدیثیں مثل اَلْعِلْمُ فَرِیْضَۃٌ وَحُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وغیرہ سنی ہیں۔ آپ علم فقہ میں حماد و حسان بن ثابت و امام جعفر صادقؒ کے شاگرد تھے اور آپ کے والد جناب علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد تھے۔ اور امام ابی یوسف و محمد بن حسن و زفر آپ کے شاگرد رشید تھے۔ امام ابی یوسف و محمد بن حسن صاحبین کہلاتے ہیں امام ابی یوسف نے اپنی مسند میں اور امام محمد نے اپنی موطا میں حضرت امام اعظمؒ کی روایت سے حدیثیں درج کی ہیں اور بہت بڑے بڑے عالم اور محدث آپکی شاگردی سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ حضور سرور کائنات نے آپ کے ہی لئے ارشاد فرمایا تھا کہ جَاءَ بِیْ مِنْ بَعْدِیْ سِرَاجُ الْاُمَّۃِ آپ ہر شب ہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے تیس برس تک صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی ہے

کی طرح اُس کو بھی دھونا چاہیئے اگر ایک دفعہ دھونے سے پلیدی دور ہوئے کا ظن غالب ہو تو کافی ہے ورنہ یہاں تک دھویا جاوے کہ اس کے پاک ہونے کا گمان غالب ہو جاوے اور امام مالک کے نزدیک جس برتن میں کتے نے پانی پیا ہو وہ ناپاک نہیں ہے مگر احتیاطاً دھو لینا ضرور ہے۔ اور جس برتن میں کتے نے ہاتھ یا پاؤں ڈالا ہو اُس کو سات دفعہ دھونا واجب ہے بخلاف امام مالک کیونکہ ان کے نزدیک خاصکر پانی پی لینے میں دھویا جاتا ہے۔

مسئلہ۔ سُور کا حکم مثل کتے کے ہے اصح مذہب امام شافعی میں ہے کہ جس کو ناپاک کیا ہو اُس کو سات مرتبہ دھویا جاوے اور امام نووی کا قول ہے کہ سُور کا ناپاک کیا ہوا ایک ہی دفعہ بلا مٹی لگائے دھونا کافی ہے اور یہی قول مختار اکثر علماء کا ہے کیونکہ جب تک حکم شرع واجب نہ کرے واجب نہیں ہوتا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مثل اور ناپاکی کے دھو ڈالا جاتا ہے اور امام مالک زندہ سور کو ناپاک نہیں جانتے۔

مسئلہ۔ مذہب امام ابی حنیفہ و مالک و شافعی میں برتن اور کپڑے اور بدن کو نجاست دھونے میں سوائے کتے اور سُور کی ناپاکی کے گنتی ضرور نہیں اور امام احمد سے کئی روائتیں ہیں مشہور یہی ہے کہ گنتی واجب ہے کل ناپاکیوں کے دھونے میں سوائے زمین کے۔ پس ظروف سات مرتبہ دھوئے جاویں و بروایتے تین دفعہ اور ایک روائت سے تعداد ضرور نہیں ہے سوائے کتے اور سُور کے۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اس لڑکے کے پیشاب پر کہ جس کی خوراک بجز دودھ اور نہیں ہے پانی بہا دینا کافی ہے اور لڑکی کا پیشاب دھویا جاوے اور امام مالک کے نزدیک خواہ لڑکا ہو خواہ لڑکی۔ دو پیشاب دھویا جاتا ہے اور امام احمد کا قول ہے کہ جو لڑکا غذا نہیں کھاتا فقط اس کا پیشاب پاک ہے۔

مسئلہ۔ مذہب امام ابی حنیفہ میں ہر مردہ جانور کی کھال پکانے سے پاک ہو جاتی ہے اور سُور کی کھال پاک نہیں ہوتی اور امام مالک کی مشہور روایت یہ ہے کہ سُور کی کھال پاک نہیں ہوتی۔ مگر اس کا استعمال خشک چیزوں و پانی و تمام مائعات میں کیا جاتا ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک ہر ایک کھال دباغت دینے سے پا۔

اختیار کیا ہے مثل بغوی اور امام الحرمین اور غزالی اور نووی نے شرح مہذب میں اسی قول کو قوی بیان کیا ہے۔

مسئلہ۔ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال کھانے پینے اور وضو میں مردوں اور عورتوں کے لئے بالاتفاق منع ہے اور قول امام شافعی سے حرام ہے اور قول داؤد سے خاصکر اسمیں پینا حرام ہے۔ اور امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک انکا لینا حرام ہے اور یہی مذہب امام شافعی میں اصح ہے اور کھانے پینے کے برتنوں پر سونا لگانا بالاتفاق حرام ہے۔ اور چاندی لگانا امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جب حرام ہے کہ بہت سی چاندی زیب و زینت کے لئے لگائی گئی ہو اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک چاندی حرام نہیں ہے۔

مسئلہ۔ مسواک کرنا بالاتفاق سنت ہے اور قول داؤد سے واجب اور اسحق نے کہا ہے کہ عمداً مسواک نہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی اور روزہ دار کے لئے بعد زوال مکروہ ہے مگر امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ اور امام احمد سے دونوں طرح روایتیں ہیں۔ اور ختنہ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک واجب ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مستحب۔

باب النجاست

مسئلہ۔ شراب کے ناپاک ہونے پر اماموں کا اتفاق ہے مگر قول داؤد سے باوجود حرام ہونے کے پاک ہے۔ اور جب شراب خودبخود سرکہ بنایا گیا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک پاک نہیں ہوتا اور امام مالک کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا مکروہ ہے اور اگر خودبخود سرکہ ہو جاوے تو پاک اور حلال ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک شراب کا سرکہ بنانا مباح ہے اور جب سرکہ ہو جاوے پاک اور حلال ہے۔

مسئلہ۔ کتا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ناپاک ہے جس برتن میں کتے نے پانی پیا ہو اس کو سات مرتبہ دھونا چاہیئے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دوسری ناپاکی

شئے ناپاک نہیں ہوتی کیونکہ یہ جانور فی نفسہ پاک ہیں - اور مذہب امام شافعی میں
راجح یہ ہے کہ وہ شئے ناپاک نہیں ہوتی مگر وہ جانور مرنے سے ناپاک ہوجاتے
ہیں اور یہی مذہب امام احمد کا ہے - اور امام شافعی کے نزدیک جو کیڑا جس کہانے
کی چیز میں پیدا ہوا اور اسکی میں مرگیا تو وہ ناپاک نہیں ہے اُس شئے کے ساتھ
اُس کا کہانا جائز ہے - اور پانی کا جانور چنانچہ مینڈک تھوڑے سے پانی میں
مرگیا تو وہ پانی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناپاک ہوگیا بخلاف امام ابی حنیفہ -
مسئلہ - مچھلی اور ٹڈی بالاتفاق پاک ہے - مردہ انسان کے لئے امام شافعی کے
ہر دو قول سے اصح یہ ہے کہ ناپاک نہیں ہے اور یہی مذہب امام مالک اور احمد کا
ہے اور امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ ناپاک ہوجاتا ہے مگر غسل دینے سے پاک ہوتا
ہے بے غسل آدمی یا حیض والی عورت یا مشرک انہیں سے کوئی پانی کے برتن میں
ہاتھ ڈال دیوے تو بالاجماع پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے -
مسئلہ - کتے اور سؤر کا جھوٹا امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک ناپاک ہے
اور سوائے ان کے سب کا جھوٹا پاک اور اصح مذہب امام احمد میں یہ ہے
جھوٹا ناپاک ہے اور مذہب امام مالک میں مطلق جھوٹا پاک ہے اور ائمہ ثلاثہ کا اتفاق
ہے کہ خچر اور گدھے کا جھوٹا خود پاک ہے مگر دوسرے شئے کو پاک نہیں کرتا
اور امام ابی حنیفہ سے حکایت کی گئی ہے کہ دوسری شئے کے پاک کرنے میں شک
ہے اس سے فائدہ یہ نکلا کہ اگر کسی کو پانی نہ ملا تو اس سے وضو کرے تیمم کرے اور
اصح مذہب امام احمد میں یہ ہے کہ وہ نجس ہے - اور بلی اور وہ جانور جو صورت
میں بلی کی طرح ہیں اونکا جھوٹا بالاتفاق پاک ہے - اور امام ابی حنیفہ سے حکایت
کی گئی ہے کہ بلی کا جھوٹا مکروہ ہے اور اوزاعی اور ثوری سے حکایت کی گئی
کہ جسکا گوشت نہیں کھایا جاتا اُس کا جھوٹا ناپاک ہے مگر آدمی کا پاک ہے -
مسئلہ - مذہب امام شافعی میں کل نجاستیں برابر ہیں خواہ کم ہوں یا زیادہ سب
دہوئی جاتی ہیں مگر جس سے بچنا مشکل ہو جیسے پھنسی و پھوڑے و زخم و
اور پسو کا لہو اور فصد اور پچھنے کی جگہ کا خون اور یہی مذہب امام مالک کا
ہے مگر ذرا سا خون کا چھینٹا ہو تو معاف ہے اور امام ابی حنیفہ کے

ہو جاتی ہے مگر سئور اور کتّے کی کہال پاک نہیں ہوتی اور نہ اُس کی جو کتّے اور سئور کی جفتی سے پیدا ہوا ور نہ اُس کی جو کتّے اور سئور سے پیدا ہو خواہ آنسے کسی نے جفتی کی ہو یا اُنہوں نے کسی اور سے۔ اور امام احمد کی دونوں روائیتوں میں مشہور روایت یہ ہے کہ پاک نہیں ہوتی اور نہ اُس سے فائدہ لینا مباح ہے جیسے مردار گوشت سے اور قول زہری سے ہر مردہ جانور کی کہال دباغت نادادہ سے فایدہ اُٹھانا جائز ہے۔

مسئلہ۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک جسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اسپر عمل ذبح نہیں ہے اور اگر ذبح کیا جاوے تاہم مردار ہے۔ اور امام مالک کے یہاں عمل ذبح سب میں ہے مگر سئور میں نہیں اور جب کسی درندہ یا کتّے کو ذبح کیا جاوے تو اُس کی کہال پاک ہے اُس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اُس کے پانی سے وضو درست ہے اگرچہ دباغت نہ دی گئی ہو اور ایسا ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہے کہ اُس کی کہال پاک ہے اور گوشت اُس کا حرام مگر مذہب امام مالک میں اُس کا گوشت مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک مرے ہوؤں کے بال سوائے انسان کے ناپاک ہیں اور پشم اونٹ اور بکری مردہ کی بھی ناپاک ہے اور امام مالک کے نزدیک پاک بلکہ کتّے اور سئور کے بال بھی ان کے یہاں پاک ہیں خواہ زندہ کے ہوں یا مردہ کے۔ اور مذہب امام احمد میں صحیح یہ ہے کہ بال اور پشم اونٹ اور بکری وغیرہ کی پاک ہیں اور ایسا ہی مذہب حنیفہ میں ہے بلکہ سینگ اور دانت اور پر اور ہڈی امام ابی حنیفہ کے نزدیک پاک ہیں کیونکہ انہیں روح نہیں ہے اور حسن اور اوزاعی سے حکایت کی گئی ہے کل بال ناپاک ہیں مگر دہونے سے پاک ہو جاتے ہیں سئور کے بالوں سے موزہ وغیرہ سینے میں اماموں کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ و مالک جائز رکھتے ہیں اور امام شافعی منع فرماتے ہیں اور امام احمد مکروہ جانکر فرماتے ہیں کہ ریشہ خرما سے موزہ سینا میرے نزدیک بہتر ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک وہ جانور جنمیں خون بہتا ہوا نہیں ہے جیسے شہد کی مکھی اور چیونٹی اور کیڑے اور بچھو کسی بہلی چیز میں مر جاویں تو وہ

۱۰ مسئلہ ۔ بہت سے پانی کے برتن رکھے ہوئے ہیں بعض اُن میں پاک اور بعض ناپاک ہیں اور پانی پاک کی نسبت شبہ ناپاک کا ہو گیا تو اجتہاد رائے کرنا چاہئے یا نہیں بقول امام شافعی اس میں اپنی فکر کرے پس جس پر ظن غالب پاک کا ہو اس سے وضو کرے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر برتن پاک پانی کے زیادہ ہوں ناپاک سے اس وقت فکر کرنا جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ کچھ نہ سوچے بلکہ برتنوں سے پانی پھینکدیوے یا ان سب کو ملا دیوے اور تیمم کرے اور امام مالک کے اقوال مختلف ہیں ان سے منقول ہے کہ کچھ فکر نہ کرے ۔ اور اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہیں ایک پاک اور دوسرا ناپاک اور پھر اس میں شبہ ہو گیا کہ کون سا پاک اور کون ناپاک ہے تو امام مالک اور احمد کے نزدیک چاہے جس میں نماز پڑھ لے برخلاف امام ابی حنیفہ ۔ شافعی کے کیونکہ انکے نزدیک اس میں فکر کرے جسکے نسبت گمان غالب پاک ہونے کا ہو اس سے نماز پڑھے ۔

باب اسباب الحدث یعنے جن سببوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔

۱۱ مسئلہ ۔ پاخانہ و پیشاب کے آنے سے یا جماع و وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ اور کبھی اتفاقاً پاخانہ کی راہ سے کیڑا نکلنے اور پیشاب راہ سے ہوا خارج ہونے اور پتھری نکل آنے اور استحاضہ ہو جانے اور مذی نکل جانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ مگر امام مالک کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ۔ البتہ امام ابو حنیفہ نے قبل سے ہوا خارج ہونے کو استثنا کیا ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور منی نکلنے سے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتا اگرچہ غسل واجب ہوتا ہے ۔

۱۲ مسئلہ ۔ جس نے اپنی فرج کو کسی عضو سے بجز ہاتھ کے مس کیا تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹتا ۔ البتہ کسی نے اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ سے چھوا تو اسمیں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک کسی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام شافعی کے نزدیک جس نے ہاتھ کی ہتھیلی سے مس کیا اور کوئی شئے حائل نہ تھی ۔ خواہ شہوت ہو یا نہ ہو ۔

نزدیک جوں اور پسّو اور مچھر کا خون پاک ہے اور کل ناپاکیاں اگر درہم سے کم ہوں اور نہ دھوئی جاویں تو معاف ہے۔

مسئلہ۔ جو رطوبت معدہ سے نکلتی ہے وہ بالاتفاق ناپاک ہے اور امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ پاک ہے اور مذہب شافعی میں مطلق پاخانہ اور پیشاب ناپاک ہے۔ و مذہب امام مالک اور احمد میں جنکا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جن پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اونکی بیٹ پاک ہے چنانچہ کبوتر چڑیا اور ایسا ہی قول قدیم امام شافعی کا ہے اور سوائے اُن کے ناپاک ہے اور نخعی سے حکایت ہے کہ تمام چارپایوں کا پیشاب پاک ہے۔

مسئلہ۔ انسان کی منی امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک ناپاک ہے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ منی خشک ہو یا تر اس کو دھو دیا جاوے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ تر کو دھویا جاوے اور خشک کو ملکر جھاڑ دیا جاوے اور مذہب امام شافعی میں اصح یہ ہے کہ مطلق منی پاک ہے مگر کتے اور سئور کی ناپاک ہے اور زیادہ صحیح مذہب امام احمد میں یہ ہے کہ انسان کی منی پاک ہے۔

مسئلہ۔ اگر کنوئیں میں مرا ہوا چوہا نکلے اور اس سے پہلے اُس کے پانی سے وضو کیا تھا تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ پھٹ گیا ہو تو تین دن کی نماز پھیر کر پڑھنا چاہیے ورنہ ایک رات دن کی اور مذہب امام شافعی اور احمد میں یہ ہے کہ اگر پانی کنوئیں میں کم ہے تو وہاں تک کی نماز لوٹا کر پڑھنا چاہیے کہ جہاں تک اس کے گرنے کے بعد وضو کرنے کا گمان غالب ہو اور اگر پانی بہت ہے اور رنگ نہ بدلا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر رنگ بدل گیا ہو تو جس وقت سے پانی کا رنگ بدلا ہو اُس وقت کی نماز کا اعادہ کرنا چاہیے۔ اور مذہب امام مالک میں یہ ہے کہ اگر پانی اُس کا نکلتا رہتا ہے اور اوصاف اسکے متغیر نہوئے ہوں تو پاک ہے۔ نماز کا لوٹانا کچھ ضرور نہیں۔ اور اگر اسمیں سے پانی نہ نکلتا ہو تو ابن قاسم کہتے ہیں کہ اصحاب امام مالک کا قول ہے کہ وہ ناپاک ہے۔

غلط و بہ نگب سطرہ

حالت پر سوگیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا جبتک کہ کسی پہلو پر نہ لڑھک
جاوے یا چت نہ ہو جاوے اگرچہ نیند زیادہ ہو ۔ اور قول امام مالک سے یہ ہے کہ رکوع
اور سجود میں اگر نیند گہری آگئی تو وضو ٹوٹ جائیگا قیام اور قعود کی حالت میں نہ ٹوٹے
گا اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ سونے والے کی مقعد اگر جگہہ پر لگی ہوئی ہے
تو وضو نہیں ٹوٹیگا ورنہ ٹوٹ جائیگا اور قول قدیم یہ ہے کہ نماز کی ہیئتوں مثل
رکوع و سجود وغیرہ کی کسی ہیئت پر ہو اور نیند آگئی تو وضو نہ ٹوٹے گا اور امام احمد سے
کئی روایتیں ہیں مختار یہ ہے کہ قاعد اور قائم اور راکع اور ساجد کو زیادہ نیند آگئی
تو دوبارہ وضو کرے ۔ خطابی کے نزدیک یہی صحیح ہے اور امام شافعی کے نزدیک
نیند زیادہ ہو یا کم کچھ فرق نہیں ہے جب تک کہ سونے والے کی مقعد زمین پر
لگی ہوئی ہو ۔ البتہ نیند میں ظن بے وضو ہونے کا ہے ورنہ نیند فی نفسہ بے
وضو نہیں کرتی ۔

مسئلہ ۔ بدن انسان سے بجز راہ پاخانہ اور پیشاب کوئی شئے نجس نکلے جیسے
نکسیر اور قے اور فصد اور حجامت میں تو امام شافعی و مالک کے نزدیک وضو
نہیں جاتا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر جما ہوا خون یا قے منہ بھر کر نہیں
ہے تو وضو نہیں ٹوٹتا ۔ اور اگر خون بہتا ہوا نکلا یا قے منہ بھر کر آئی تو وضو ٹوٹ
جائیگا پھر وضو واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک اگر کثرت کے ساتھ ہو
تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اگر کمی کے ساتھ ہے تو دونوں طرح روایت ہے یعنے وضو
ٹوٹتا ہے اور نہیں بھی ٹوٹتا ۔

مسئلہ ۔ قہقہہ نماز کو بالاجماع باطل کردیتا ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک
قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔
جو شئے آگ پر پکی ہوئی ہو جیسے روٹی وغیرہ اس کے کہانے سے بالاتفاق
وضو نہیں ٹوٹتا مگر بعض صحابہ سے حکایت کی گئی ہے مثل ابن عمر و ابی ہریرہ
و زید بن ثابت سے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے اور مذہب امام شافعی میں قول جدید یہ صحیح
ہے اونٹ کے گوشت کہانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی قول امام ابی حنیفہ اور
مالک کا ہے اور امام احمد کے نزدیک ٹوٹ جاتا ۔ اور یہی قول قدیم مختار اصحاب

وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک ہاتھ کی ہتھیلی اور پشت کے چھونے
سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور راجح مذہب امام مالک میں یہ ہے کہ شہوت کے
وقت چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ۔ جس نے غیر کی فرج کو چھوا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک چھونے والے
کا وضو ٹوٹ جائیگا ممسوس خواہ صغیر ہو یا کبیر مردہ ہو یا زندہ اور امام مالک کے
نزدیک اگر ممسوس صغیر ہے تو نہیں ٹوٹے گا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک کسی
حال سے نہیں ٹوٹے گا۔ اور امام مالک کے نزدیک ممسوس کا وضو ٹوٹ جائیگا
اور مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد میں ممسوس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور
جس نے اپنے انثیین کو چھوا اور کوئی شے حائل نہ تھی تو بالاجماع وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور
ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اسپر بھی وضو واجب نہیں ہے کہ جس نے امرد کو مس کیا
اگرچہ شہوت کی حالت ہو۔ اور امام مالک کے نزدیک وضو واجب ہوگا اور حلقہ
دبر کے چھونے میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک وضو نہیں
ٹوٹتا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے اور دیگر قول امام شافعی
و روایت امام احمد سے نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے عورت کے بدن کو مس کیا یعنے چھوا اور کوئی شے حائل نہ تھی
تو مذہب امام شافعی میں وضو ٹوٹ جائیگا مگر محرمات مستثنیٰ ہیں۔ اور مذہب امام
مالک اور احمد میں وضو جب ٹوٹتا ہے کہ حالت شہوت ہو ورنہ نہیں ٹوٹتا۔ اور مذہب
امام ابی حنیفہ میں جب ٹوٹتا ہے کہ وقت لمس کسی عورت کے آلہ تناسل منتشر ہو
ورنہ نہیں اور قول امام محمد بن الحسن وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ انتشار ذکر ہو۔ اور قول
قدیم یہ ہے کہ کسی غیر عورت کا لمس کیا تو وضو جاتا رہیگا مگر اپنی زوجہ یا لونڈی
کے چھونے سے نہیں جاتا اور مذہب امام شافعی میں راجح یہ ہے کہ ملموس
مثل لامس کے ہے اور یہی مذہب امام مالک کا ہے اور امام احمد سے دونوں
طرح روایت ہے۔

مسئلہ۔ جب لیٹے ہوئے یا تکیہ لگائے ہوئے کو نیند آگئی تو بالاتفاق وضو ٹوٹ
جائیگا اور اگر نماز میں کسیکو نیند آگئی یا نماز کے رکوع سجود وغیرہ کی حالتوں سے کسی

بالاجماع جائز ہے مثلاً ٹھیکری اینٹ ۔ لکڑی ۔ اور قول داؤد سے پتھر کے سوا اور سے بھی جائز ہے اور مذہب امام شافعی میں ہڈی اور لید سے جائز نہیں لیکن امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ان سے نکرے

باب الوضو

مسئلہ ۔ تمام علماء کے نزدیک غسل اور وضو اور تیمم میں نیت واجب ہے بغیر نیت طہارت صحیح نہیں ۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ انمیں نیت کی حاجت نہیں مگر تیمم میں ضرور ہے اور نیت دل سے ہے اور دل میں جو کچھ نیت کی ہے اسکو زبان سے کہدینا کمال نیت کا ہے امام مالک نے فرمایا کہ بالاتفاق جسقدر دل میں نیت کی اس سے کسیقدر زبان سے زیادہ کہنا مکروہ ہے بخلاف کم کہنے کے

مسئلہ ۔ وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑہنا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے نہ واجب اور اصح روایت امام احمد سے واجب ہے ۔ اور قول داؤد سے بغیر بسم اللہ وضو ناجائز ہے خواہ عمداً ترک کرے یا سہواً ۔ اور قول اسحٰق سے یہ ہے کہ اگر سہواً تسمیہ ترک کیا تو وضو ہو گا ورنہ نہیں ۔ اور وضو سے پہلے ہاتھوں کا دہونا بالاتفاق مستحب ہے نہ واجب اور امام احمد سے حکایت کی گئی کہ رات کو خواب سے اُٹھے تو ہاتھ دہونا واجب ہے ۔ اور اگر دن میں سوکر اوٹھے تو واجب نہیں اور بعض اہل ظاہر کے قول سے تعبداً واجب ہے نہ بوجہ نجاست ۔ پس کسی نے پانی کے گھڑے میں بغیر ہاتھ دہوئے ہاتھ ڈال دیا تو حسن بصری کے نزدیک پانی خراب نہ ہوا ۔ اور مضمضہ اور استنشاق غسل اور وضو میں امام مالک اور شافعی کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد کے نزدیک واجب ۔ اور وضو کرتے وقت گہری داڑھی میں خلال کرنا بالاتفاق سنت ہے ۔

مسئلہ ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک چہرہ کی حد پیشانی کے اوپر کے بالوں سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک طول اور ایک کان سے لیکر دوسرے کان تک عرض ہے ۔ اور امام مالک کے نزدیک داڑہی کے بالوں اور کان کے درمیان کا سفید خط چہرہ میں شمار نہیں ہے اور نہ اس کو وضو کے ساتھ دہونا واجب ہے اور بالاتفاق دہونا

امام شافعی کا ہے۔ میت کے غسل دینے سے ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور امام احمد کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے۔
مسئلہ۔ جسکو وضو کا یقین ہوا اور پھر شک ہوگیا تو وضو اس کا باقی ہے مگر امام مالک کے نزدیک پھر وضو کرے اور حسن کا قول یہ ہے کہ حالت نماز میں وضو کا شک پیدا ہو تو نماز پڑھ لے پھر وضو کی حاجت نہیں اور اگر نماز میں نہیں ہے تو شک کی حالت میں وضو کر لے۔
مسئلہ۔ بے وضو قرآن شریف چھونا اور اٹھانا بالاجماع ناجائز ہے اور داؤد وغیرہ سے حکایت کی گئی کہ چھونا جائز ہے اور جزدان یا غلاف وغیرہ کے ساتھ اٹھانا بھی جائز ہے مگر امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں البتہ امام شافعی کے نزدیک قرآن شریف کو اسباب اور تفاسیر اور اشرفیوں کے شامل اٹھانا جائز ہے اور قرآن شریف کے ورق لکڑی سے پلٹنا۔
مسئلہ۔ امام شافعی اور مالک کے نزدیک جنگل میں قبلہ کی طرف منہ کر کے یا پیٹھ کر کے پاخانہ یا پیشاب کرنا حرام ہے اور امام احمد کی مشہور روایات سے بھی ایسا ہی مشہور ہے اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک مکروہ ہے خواہ جنگل ہو یا آبادی۔ اور قول داؤد سے جائز ہے خواہ جنگل ہو یا شہر۔
مسئلہ۔ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک استنجا واجب ہے لیکن امام مالک سے روایت ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھی اور استنجا نہ کیا تو نماز ہو جاویگی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ استنجا سنت ہے واجب نہیں اور ایسے ہی ایک روائیت امام مالک سے ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر کسی نے بغیر استنجا کئے نماز پڑھی تو نماز ہو جاویگی اور محل استنجا کو مثل دیگر پلیدی جمیع مواضع کے قدر درہم بغلی کے اعتبار کیا جاوے گا۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک پتھروں سے استنجا کرنے میں تین ڈھیلوں سے کم لینا جائز نہیں اگرچہ تین سے کم میں صاف ہوجاے اور تین ڈھیلوں سے تین دفعہ پونچھنا ہے مثلاً ایک پتھر تکون ہے تو وہی کافی ہے اور جب تین ڈھیلوں سے جگہ صاف نہو تو چوتھا پانچواں زیادہ کرنا چاہئے یہاں تک کہ جگہ صاف ہوجاوے جو شے پتھر کے قایم مقام ہو اس سے استنجا کرنا

مسئلہ۔ بالاتفاق وضو میں دونوں قدموں کو باوجود قدرت دھونا فرض ہے اور امام احمد اور اوزاعی اور ثوری اور ابن جریر سے حکایت کی گئی ہے کہ دونوں قدموں پر مسح جائز ہے۔ اور انسان کو اختیار ہے چاہے مسح کرے یا دھوئے اور ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ فقط مسح کرنا فرض ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک وضو میں ترتیب واجب نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک واجب ہے اور پے در پے اعضاء کا دھونا امام ابی حنیفہ کے نزدیک سنت ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک اور مشہور قول امام احمد سے واجب ہے۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ سنت ہے۔ اور بالاتفاق اعضاء کا کپڑے سے پوچھنا نہ مستحب ہے نہ مکروہ مگر امام احمد کی ایک غیر مشہور روایت سے مکروہ ہے۔ بالاتفاق وضو کرنیکے بعد جبتک وہ وضو نہ ٹوٹے اُس وضو سے چاہئے جتنی نمازیں پڑھے اور نخعی سے حکایت کیگئی کہ ایک وضو سے پانچ نمازوں کے سوا نہ پڑھے اور قول عبید بن عمیر ہے ہر نماز کیلئے نیا وضو واجب ہے جیسا کہ آیۃ پاک میں حکم ہے اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم الخ

ف

وضو میں مذہب احناف میں چار چیز فرض ہیں منہ کا دھونا۔ ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا سر کا مسح کرنا پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔

باب الغسل

مسئلہ۔ اتفاق ائمہ کا اسپر ہے کہ جب مرد عورت سے جماع کرے اور دونوں کی شرمگاہ ملجاوے پس فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوگا اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ اور داؤد سے حکایت ہے کہ ایک جماعت صحابہ کا قول ہے کہ اگر انزال نہ ہوا تو غسل نہ ہوگا۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک شرمگاہ آدمی اور چارپائے میں کچھ فرق نہیں ہے ور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ

سلہ اس بارہ میں نص شرالعقہ میں ہی دو نول امام کی بزرگی ثابت ہے تو اسکا بیان کے مصنف نے بہت سہی دیکھا لکھی تھا۔

کنپٹیاں وضو کے اندر ہاتھ دھونے میں شامل ہیں اور زفر کے نزدیک شامل نہیں ہے
مسئلہ - امام شافعی کے نزدیک سر کے مسح میں فقط چھو لینا بمقدار کافی ہے اور مذہب امام مالک اور احمد میں ظاہر روایت یہی ہے کہ تمام سر کا مسح واجب ہے امام ابو حنیفہ سے دو روایت ہیں مشہور یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح ضرور ہے - تین انگلیوں سے اگر دو انگلیوں سے تمام سر کا بھی مسح کیا تو ناجائز ہے اور عمامہ کے اوپر مسح کرنا امام ابی حنیفہ اور مالک و شافعی کے نزدیک بغیر عذر جائز نہیں اور امام احمد کی ایک روایت سے جائز ہے بشرطیکہ حلق کے پاس وہاں بند لگا ہو - اور عمامہ کا طہر کی حالت میں پہنا شرط ہے یا نہیں اسمیں بھی امام احمد سے دو روایت ہیں شرط بھی ہے اور نہیں بھی ہے اور اگر عمامہ گول ہے اور اس میں وہاں بند نہیں ہے تو اس پر مسح جائز نہیں - اور اسی طرح عورت کے برقع یا مقنعہ کا وہ پردہ جو گول ہو کر حلق کے پاس لگا ہوا ہے اس کی نسبت جائز و ناجائز دونوں طرح روایت ہے - امام ابی حنیفہ اور مالک و احمد کے نزدیک سر کا مسح ایک دفعہ کرنا سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک تین دفعہ -

مسئلہ - امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک کانوں کا مسح سر کے مسح کے ساتھ کرنا سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک سر کے مسح کے بعد نیا پانی لیکر علیحدہ کرنا سنت ہے اور قول زہری سے دونوں کانوں کو منھ دھونے کے ساتھ اندر باہر دھو لیا جاوے کیونکہ کان بھی چہرہ کی حد میں داخل ہیں - اور قول امام شافعی اور ایک جماعت کا یوں ہے کہ کانوں کا جو رخ منہ کی طرف ہے منہ کے ساتھ دھو لیا جاوے اور پیچھے رخ کو سر کے مسح کے ساتھ مسح کر لیا جاوے - اور بالاجماع سر کے مسح کے عوض کانوں کے مسح پر اختصار کرنا جائز نہیں - امام ابی حنیفہ اور مالک اور ایک روایت امام احمد سے کانوں کے مسح میں تکرار نہیں یعنے ایک دفعہ مسح کرنا سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک اور دیگر روایت امام احمد سے تین دفعہ کرنا سنت ہے - گردن کا مسح مذہب امام ابی حنیفہ میں سنت ہے اور مذہب امام مالک اور شافعی میں سنت نہیں اور بقول بعض شافعیہ اور ایک روایت امام احمد سے سنت ہے -

مالک کے نزدیک ایک آیت تک پڑھنا جائز ہے۔ اور داؤد کے نزدیک کل قرآن کا پڑھنا جائز ہے جسقدر چاہے پڑھے ۔

باب التیمم

مسئلہ ۔ بالاجماع ایسے وقت میں کہ جب پانی میسر نہو یا پانی کے استعمال سے کسی قسم کا خوف ہو تو پاک صعید سے تیمم کرتا ہے البتہ صعید میں اماموں کا اختلاف ہے امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ صعید مٹی کو کہتے ہیں پس مٹی پاک اور ریگ غبار آلود کے سوا اور سے تیمم جائز نہیں ۔ امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ صعید زمین اور اس کے اجزا کو کہتے ہیں اگرچہ پتھر ہو اور اسپر مٹی نہو اور ریگ بے غبار آلود ہو بلکہ امام مالک نے اتنا اور بھی فرمایا ہے کہ جو شے متصل زمین کے ہو اُس سے بھی تیمم جائز ہے مثلاً روئیدگی ۔

مسئلہ ۔ امام شافعی اور مالک کے نزدیک اگر پانی نہو تو صحت تیمم کے لئے پانی کی تلاش شرط ہے ۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں تلاش شرط نہیں اور امام احمد سے دونوں روائیتیں ہیں اصح یہ ہے کہ تلاش واجب ہے بے وضو کی طرح بے غسل کو بھی بالاجماع تیمم جائز ہے اگر کوئی شخص سفر میں ہے اور اس کے پاس فقط پینے کے لایق پانی ہے تو پانی کو رہنے دیوے اور تیمم کر لیوے ۔

مسئلہ ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک تیمم میں دونوں ہاتھوں کا مسح کہنیوں تک ہوتا ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک اور قول جدید امام شافعی سے کہنیوں تک مسح کرنا مستحب ہے اور دونوں ساق دست تک یعنے ساعد جسے ذراع بھی کہتے ہیں مسح کرنا واجب ۔ اور زہری کے نزدیک مسح بغل تک ہے ۔

مسئلہ ۔ اگر بے وضو نے تیمم کیا اور پھر اس کو پانی ایسے وقت میسر آیا کہ ابھی نماز میں داخل نہوا تھا تو بالاجماع اُس کا تیمم باطل ہوگا اور پھر پانی سے وضو کرنا لازم ہوگا ۔ اور اگر نماز میں داخل ہو گیا اور پھر پانی دستیاب ہوا ایسی صورت میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک اگر وہ مسافر ہے تو نماز ادا کر لیوے و .. نماز توڑ کر وضو کرنا افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک نماز ادا کر لے اور نماز

چار پائے سے وطی کرنے میں غسل واجب نہ ہوگا مگر انزال ہونے پر واجب ہوگا - اور شافعی کے نزدیک منی نکلنے سے واجب ہوتا ہے اگرچہ لذت حاصل نہ ہوئی ہو - اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں غسل واجب نہیں ہے مگر لذت کے ساتھ انزال ہونے سے - اور اگر کسی جنب نے غسل کیا اور پھر منی نکلی تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اگر بعد پیشاب نکلی تو غسل نہیں ہے اور اگر پیشاب کے پہلے نکلی تو غسل واجب ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک دونوں حالت میں غسل واجب ہوگا اور امام مالک کے نزدیک دونوں حالت میں واجب نہ ہوگا - اگر منی کو ذکر نکلے یا بغیر کودے تو امام شافعی کے نزدیک غسل واجب ہوگا - اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد میں ہے کہ اگر بغیر کودے نکلے تو غسل واجب نہیں ہے اور اگر انتقال منی کا احلیل یعنے سر ذکر کی طرف ہونے کا حس ہو اور منی ذکر سے باہر نہ نکلے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غسل واجب نہیں اور اگر ذکر سے باہر نکل آوے تو غسل واجب ہوگا مگر امام احمد کے نزدیک چاہے باہر نکلے یا نہ نکلے غسل واجب ہوگا - اور جب کافر اسلام قبول کرلے تو بعد اسلام لانے کے امام مالک کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور نزدیک امام ابی حنیفہ اور شافعی کے غسل مستحب ہے -

مسئلہ - غسل جنابت میں بدن پر ہاتھ پھیرنا مستحب ہے نہ واجب مگر امام مالک کے نزدیک واجب ہے اور جنب اور حائض کے نہانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر امام احمد کے نزدیک آدمی کو عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں جبتک کہ نہ مشاہدہ کیا ہو - برخلاف عورت کے کہ آدمی اور عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے - اور بے غسل عورت کو حیض آیا اور پھر پاک ہوگئی تو بالاجماع ایک ہی غسل کافی ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک دو غسل کرے -

مسئلہ - بے غسل کو بالاجماع ممانعت ہے کہ قرآن شریف کو نہ اٹھاوے اور نہ چھوئے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک قرأت قرآن کی بھی نہ کرے خواہ کم ہو یا زیادہ اور نزدیک امام ابی حنیفہ اگر بعض آیت کا پڑھ لے تو جائز ہے اور امام

تو مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں تیمم جائز ہے بلا اعادہ اور یہی راجح مذہب امام شافعی سے ہے۔ اور عطاء اور حسن کہتے ہیں کہ مرض کے لیئے ہرگز مباح نہیں ہے اور نہ مریض کو تیمم جائز ہے مگر پانی نہ ملنے پر۔ اور اگر کسیکو پانی ملا مگر اس کو کفایت نہیں کرتا ہے تو راجح قول امام شافعی سے یہ ہے کہ قبل تیمم پانی کا استعمال کرے اور پھر تیمم کرے اور قول امام احمد یہ ہے کہ جس قدر پانی سے دھو سکے دھولے اور باقی تیمم کرے۔ اور باقی ائمہ کا قول ہے کہ ایسے وقت پانی کو ترک کرے اور تیمم کر لے۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص کے عضو میں قرحہ یا زخم ہے یا عضو ٹوٹ گیا ہے اور اسپر پٹی لگی ہوئی ہے اور اس پٹی کے اکھڑنے سے ہلاکی کا خوف ہے تو امام شافعی کے نزدیک پٹی پر مسح کرے اور تیمم کرے اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اگر اکثر جسم صحیح ہے اور قریح اور جریح کم ہے تو صحیح جگہ کو دھووے اور قریح اور جریح کو چھوڑ دیوے مگر پانی سے مسح کرنا مستحب ہے۔ اور اگر صحیح جگہ کم اور زخم دار زیادہ ہے تو تیمم کر لے اور امام احمد کا قول ہے کہ صحیح کو دھووے اور غیر صحیح کا تیمم کرے اور پٹی پر مسح کر کے نماز پڑھے تو اس کا اعادہ نہیں ہے مگر دو قول امام شافعی سے قول راجح یہ ہے کہ اگر پٹی حدث کی حالت میں رکھی اور اب اس کا دور کرنا مشکل ہوا تو پھر پٹی دور ہونے پر اعادہ کرے۔

مسئلہ۔ کوئی شخص شہر میں قید کیا گیا کہ وہاں اس کو پانی نہیں ملتا تو امام مالک اور احمد کے نزدیک تیمم کر کے نماز پڑھے اور پھر اعادہ نہ کرے اور امام ابی حنیفہ سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ نماز نہ پڑھے جبتک قید سے نہ نکلے یا پانی پر قادر نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ تیمم کر کے نماز پڑھے اور پھر اعادہ کرے۔ اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور بعض روایت امام مالک میں ہے کہ اعادہ نہ کرے اور اگر اعادہ کرے تو اچھا ہے اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے قول سے اعادہ نہیں ہے اور ایسا ہی قول قدیم امام شافعی کا ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسیکو نہ پانی میسر آیا اور نہ مٹی اور وقت نماز کا آگیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز پڑھے جبتک کہ پانی یا مٹی وضو اور تیمم کو نہ ملے۔ اور امام مالک سے

نہ توڑے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تیمم اس کا باطل ہوگیا چاہئے کہ نماز سے نکلکر وضو کرلے۔ مگر جنازہ اور عیدین میں نماز کو توڑے اور امام احمد کے نزدیک مطلقاً تیمم باطل ہو جاتا ہے۔ اور اگر بعد نماز ادا کرنے کے پانی دیکھا تو بالاجماع اعادہ نماز کا نہیں ہے اگرچہ وقت باقی ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق تیمم بے وضوئی کو دور کرتا ہے اور داؤد کے نزدیک حدث جاتا رہتا ہے مگر پانی ملنے پر تیمم باطل ہو جاتا ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک دو فرض نمازیں ایک تیمم سے جائز نہیں خواہ سفر ہو یا حضر اور ایسا ہی ایک جماعت اکابر صحابہ و تابعین کا قول ہے اور امام ابی حنیفہ اور ثوری وحسن کے نزدیک تیمم مثل وضو کے ہے جب تک تیمم نہ ٹوٹے یا پانی نہ ملے جبتک اسی تیمم سے نمازیں پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع نیت کرنا صحت تیمم کے لئے شرط ہے اور اتفاق ہے کہ تیمم حدث کو علی الاستمرار رفع کرتا ہے بلکہ نماز پڑھنا مباح ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں حدث رفع ہو جاتا ہے اور بالاجماع صاحب تیمم کو جائز ہے کہ اصحاب وضو اور اصحاب تیمم کی امامت کرے مگر ربیعہ و محمد بن الحسن منع کرتے ہیں اور مذہب امام مالک و شافعی اور احمد میں قبل وقت کے تیمم جائز نہیں برخلاف امام ابی حنیفہ۔

مسئلہ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تیمم نماز عیدین و جنازہ کے لئے حضر میں جائز نہیں ہے اگرچہ انکے فوت ہونے کا خوف ہو مگر امام ابو حنیفہ نے اجازت دی ہے اور حضر میں اختلاف ہے چنانچہ وقت کے فوت ہونے کا خوف ہے اور پانی دور ہے یا کنویں سے نکالنے تک آفتاب نکل آتا ہے تو امام شافعی کے نزدیک تیمم کرکے نماز پڑھے اور جب پانی ملجاوے تو نماز کا اعادہ کرے۔ اور امام مالک کے نزدیک تیمم کرکے نماز پڑھے اور اعادہ نہ کرے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز ترک کرے اور پھر پانی سے وضو کرکے فرض ادا کرے۔

مسئلہ۔ اگر کسکو پانی کے استعمال کرنے سے ہلاکی کا خوف ہو تو بلا خلاف جائز ہے کہ پانی کو ترک کرے اور تیمم کرے۔ اور اگر ہلاک ہونے کا خوف نہیں ہے۔ مگر مرض زیادہ ہونے یا صحت میں تاخیر ہونے یا مرض پیدا ہونے کا خوف ہے۔

مسئلہ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک موزے کے اوپر اور نیچے مسح کرنا سنت ہے اور امام احمد کے نزدیک موزے کے اوپر مسح سنت ہے اور اگر کسی نے اوپر ہی مسح کیا اور نیچے نہ کیا تو بالاتفاق کافی ہے اور اگر نیچے ہی کیا اور اوپر نہ کیا تو بالاجماع جائز نہیں ہے اور مسح کرنے کے اندازہ میں اختلاف ہے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک مسح جائز نہیں مگر تین انگلیوں یا ہتھی سے اور امام شافعی کے نزدیک فقط چھولینا کافی ہے اور امام احمد کے نزدیک اکثر کا مسح کافی ہے اور امام مالک کے نزدیک محل فرض میں بالاستیعاب مسح کرنا ہے۔ اگر مسح کرنے میں خلل کیا یعنے ماتحت قدم کے محاذی میں کوئی جگہ رہگئی تو اعادہ نماز کا اسی وقت میں کرنا مستحب ہے اور اسپر اتفاق ہے کہ موزوں پر ایک ہی دفعہ مسح کرنا کافی ہے۔ اور اگر ایک پاؤں کا موزہ نکالا تو دوسریکا نکالنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ۔ ابتداء مدت مسح کی بالاتفاق پہننے کے بعد حدث سے ہے نہ وقت مسح سے اور ایک روائیت امام احمد سے وقت مسح سے ہے اور اسکو منذری نے پسند کیا ہے اور نووی فرماتے ہیں کہ دلیل کی رو سے یہی راجح ہے اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ پہننے کے وقت سے شمار ہے اور جب مدت مسح کی گذر جائیگی تو بالاتفاق طہارت باطل ہو جائیگی مگر نزدیک امام مالک کے باطل نہیں کیونکہ رعائیت وقت ضرور نہیں ہے اور اگر حضر میں مسح کیا اور پھر سفر کیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام کرے مسح مقیم کا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تمام کرے مسح مسافر کا۔

مسئلہ۔ اور اگر موزہ تھوڑا سا پھٹا ہوا سوائے کعبین کے ہے اور کسیقدر پاؤں دکھتا ہے تو قول جدید راجح امام شافعی سے جائز نہیں اور یہی مذہب امام احمد کا ہے اور قول امام مالک سے جائز ہے جبتک کہ اچھی طرح سے نہ ظاہر ہو اور ایسا ہی قدیم قول امام شافعی کا ہے اور قول داؤد سے پھٹے ہوئے موزے پر ہر حالت میں مسح جائز ہے اور قول ثوری وغیرہ سے مسح جائز ہے جبتک کہ اُس کو پہنکر چل سکتا ہو۔ اور قول اوزاعی ہے کہ جہاں موزہ ثابت ہے وہاں اور باقی پاؤں پر مسح جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر تین انگل کے مقدار کے برابر پھٹا ہوا ہے تو جائز نہیں اور اگر تین انگل سے کم ہے تو جائز ہے۔

تین روایت ہیں ایک امام ابی حنیفہ کے موافق۔ دوسرے یہ کہ جس حالت میں ہو نماز پڑھے اور جب پانی یا مٹی ملجاوے اعادہ کرے اور یہی قول جدید راجح امام شافعی سے ہے اور ایسا ہی ایک روایت امام احمد سے ہے اور قول قدیم امام شافعی کا مثل مذہب امام ابی حنیفہ ہے اور امام احمد سے دوسری روایت صحیح یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اعادہ نہ کرے اور ایسا ہی قول ثالث امام مالک کا ہے۔ اور اگر کسی کے بدن پر نجاست ہے اور اُس کو ایسی شئے پاک کرنے والی میسر نہیں کہ جس سے اُس کو دور کرے تو امام احمد کے نزدیک اُس کے لئے تیمم کرلے مثل حدث کے اور اعادہ نہ کرے۔ اور قول امام ابی حنیفہ اور مالک و شافعی ہے کہ نجاست کے لئے تیمم نہ کرے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں ہے کہ جب تک اُس نجاست کو زائل نہ کرے نماز نہ پڑھے۔ اور مذہب امام شافعی میں ہے کہ نماز پڑھے اور پھر اعادہ کرے۔

مسئلہ۔ تیمم میں اندازۂ اجزا میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ دو ضرب مارے ایک ضرب مُنہ کے لئے دوسری ضرب ہاتھوں کی کہنیوں تک کے لئے اور مذہب امام شافعی میں صحیح اصح مثل مذہب امام ابی حنیفہ ہے بلکہ شیخ ابو حامد اسفرا ینی لکھتے ہیں کہ منصوص قدیم اور جدید یہی ہے کہ منہ کا مسح کرے اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دو ضرب سے یا کئی ضرب سے اور مشہور قول امام مالک اور احمد کا یہ ہے کہ ایک ہی ضرب کافی ہے کہ باطن انگلیوں کا منہ کے لئے اور باطن ہتھیلیوں کا دونوں ہاتھوں کی کف کے لئے۔

باب موزوں کے مسح میں

مسئلہ۔ سفر میں موزوں پر مسح کرنا بالاجماع جائز ہے مگر خوارج منع کرتے ہیں۔ اور حضر میں مسح کرنے پر ائمہ کا اتفاق ہے مگر ایک روایت امام مالک سے۔ اور موزہ پر مسح کرنا ایک وقت تک ہے یعنے امام ابی حنیفہ و شافعی و احمد کے نزدیک مسافر کے لئے تین رات دن ہیں اور مقیم کے لئے ایک رات دن اور امام مالک کے نزدیک کچھ وقت کی حد نہیں ہے بلکہ موزہ پہننے والا مسافر ہو یا مقیم مسح کرتا رہے جبتک کو اُنکو نہ نکالے یا حالت جنابت ہو اور یہی قول قدیم امام شافعی کا ہے۔

ہوں یا اور جگہ کی حیض بند ہو جاتا ہے اور دوسری روایت سے مطلق ساٹھ برس
اور تیسری سے یہ ہے کہ اگر عورتیں عربی ہیں یا نبطی ساٹھ برس اور اگر عجمی ہیں تو
پچاس برس۔
مسئلہ۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک کم سے کم مدت حیض کی ایک رات و دن
ہے اور اکثر مدت پندرہ روز اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اقل مدت حیض کی
تین روز اور اکثر مدت دس دن۔ اور امام مالک کے نزدیک اقل مدت کے لئے
کوئی حد جائز نہیں ہے کہ ایک ساعت ہو اور اکثر مدت پندرہ روز اور امام ابی حنیفہ
اور شافعی کے نزدیک کم سے کم دو حیض کے درمیانی فاصلہ پندرہ روز ہے اور
امام احمد کے نزدیک تیرہ روز اور امام مالک فرماتے ہیں کہ درمیانی فاصلہ کے وقت
کی خبر نہیں بعض اصحاب مالک کہتے ہیں کہ دس روز ہیں اور بالاجماع زیادہ فاصلہ
کے لئے کوئی حد نہیں۔
مسئلہ۔ حیض والی عورت سے ازار کے اوپر مباشرت کرنا درست ہے اور بغیر
ازار ناف کے نیچے سے لیکر زانو تک مقاربت کرنا امام ابی حنیفہ اور شافعی کے
نزدیک حرام ہے اور قول امام احمد اور محمد بن الحسن اور بعض اکابر مالکیہ اور بعض
اصحاب شافعیہ یہ ہے کہ حائضہ سے فائدہ لینا اور وطی کرنا سوائے فرج کے جائز ہے
ہے اور عمداً فرج میں وطی کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ اور اگر کسی نے حیض والی عورت
سے محبت کی تو بقول امام ابی حنیفہ و مالک و قول جدید راجح مذہب امام شافعی سے
اور ایک روایت امام احمد سے یہ ہے کہ توبہ کرے اور استغفار خدا تعالےٰ سے
کرے۔ اور کچھ تاوان نہیں ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اگر
اس نے خون بہنے کی حالت میں وطی کی تو دو دینار[1] اور اگر خون تھمے ہوئے حالت
میں وطی کی تو ایک دینار صدقہ دیوے۔ اور قول قدیم امام شافعی سے اوسپر تاوان
ہے اور تاوان میں دو قول ہیں ایک یہ کہ خون بہنے کی حالت میں ایک دینار اور
نہ بہنے کی حالت میں نصف دینا۔ دوسرے قول سے ایک غلام آزاد کرے خواہ

[1] دینار ساڑھے تین ماشہ سونے کا سکہ ہے ۱۲

مسئلہ۔ جرموق جو ایک طرح کی کفش ہے اوسپر مسح کرنا اصح مذہب امام شافعی
اور راجح مذہب امام مالک جائز نہیں اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک
جائز ہے اور ایک روایت امام مالک اور ایک قول امام شافعی سے بھی جائز
ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک و شافعی کے نزدیک پائتابہ پر مسح جائز نہیں
مگر چمڑے کے ہوں تو جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک دونوں پر جائز ہے
بشرطیکہ ایسے سخت بنے ہوئے ہوں کہ جننے پاؤں نہ پونچھ سکیں۔
مسئلہ۔ اگر کسی نے مسح کرنے کے بعد طہر کی حالت میں پاؤں سے موزہ نکالا تو امام
ابی حنیفہ اور راجح مذہب امام شافعی سے دونو کف پا دھوئے جاوینگے خواہ
مدت لگالینے کی زیادہ ہوئی ہو یا کم اور امام احمد کے نزدیک بجائے اس کے
از سر نو پاؤں دھولیوے اگر مدت لگالینے کی طول ہوگئی ہو۔ اور قول حسن اور
داؤد سے دھونا واجب نہیں اور نہ از سر نو طہارت کرے اور اسیطرح نماز
پڑھے جبتک کہ وضو نہ ٹوٹے۔

باب الحیض

مسئلہ۔ بالاتفاق حیض والی عورت کو مدت حیض تک نماز معاف ہے اوسپر اس
کی قضا واجب نہیں اور اوسپر خانہ کعبہ کا طواف اور مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے اور اس
کے ساتھ جماع کرنا بھی حرام ہے۔
مسئلہ۔ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک عورت کو حیض کم سے کم نو برس
کی عمر میں آجاتا ہے ایسا ہی مذہب امام ابی حنیفہ میں مختار ہے۔ عورت کا حیض کتنے
برسوں کے بعد منقطع ہو جاتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ فرماتے
ہیں کہ ساٹھ برس کی عمر میں حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور محمد بن الحسن نے رومی عورتوں
کے لئے کہا ہے کہ پچپن ۵۵ برس میں اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی کچھ
حد نہیں ہے اور تحقیق یہی ہے کہ شہروں میں عادتوں پر منحصر ہے کیونکہ ہر شہر
کی آب و ہوا کا اختلاف ہے کہیں سردی کہیں گرمی کم زیادہ ہوا کرتی ہے امام
احمد سے تین روایتیں ہیں ایک روایت میں مطلق پچاس برس ہیں عرب کی عورتیں

کر سکتی ہے تو اُس کے تمیز کی طرف رجوع کیا جاویگا اور اگر وہ تمیز نہیں کر سکتی تو اس صورت میں دو قول ہیں ایک یہ کہ عورتوں کی اکثر عادت کہ چھ یا سات دن ہوتی ہے حیض میں شمار کیئے جاوینگے اور امام احمد سے بھی دو روایت ہیں مشہور یہ ہے کہ عورتوں کی اکثر عادت تک تاخیر کیجاویگی اور اسیکو خرقی نے پسند کیا ہے۔ اور عورت ممیزہ اگر خون حیض اور خون استحاضہ میں فرق کر سکے بسبب رنگ و قوام و ریح اسطرح پر کہ خون حیض سیاہ اور غلیظ اور خون استحاضہ سرخ و رقیق بغیر بدبو ہے تو نزدیک امام مالک اور شافعی کے خوب حیض آنے کی حالت میں نماز ترک کرے اور جب تھم جاوے تو غسل کرے اور حلال ہووے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک دنوں کی گنتی پر عمل کرے۔

مسئلہ۔ عورت مستحاضہ میں بھی اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر اُسکو عادت ہے تو عادت کیطرف رد کیا جاوے گا۔ اور اگر عادت نہیں ہے تو تمیز کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اقل مدت حیض تک تاخیر ہوگی۔ اور امام مالک کے نزدیک عادت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اعتبار تمیز کا ہے اگر وہ تمیز کر سکتی ہے تو اُس کی تمیز کی طرف رد کیا جاویگا ورنہ حیض ہرگز نہ سمجھے اور ہمیشہ نماز پڑھے مگر یہ بات دوسرے اور تیسرے مہینہ کے لیئے ہے اور اول ماہ کے واسطے دو روایت ہیں مشہور یہ ہے کہ اکثر مدت حیض تک تاخیر کرے اور ظاہر مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ اگر اُس کو عادت بھی ہے اور تمیز بھی تو تمیز کو عادت پر مقدم کرے اور اگر تمیز نہیں ہے تو عادت کا اعتبار کیا جاویگا اور اگر نہ عادت ہے نہ تمیز تو وہ مبتدئہ ہوگی کہ جس کا حکم پہلے بیان ہو چکا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر اُس کو عادت اور تمیز دونوں ہیں تو عادت کا اعتبار ہوگا اور اگر عادت نہیں ہے تو تمیز کا اور اگر نہ عادت ہے اور نہ تمیز تو دو روایت ہیں ایک یہ کہ اقل مدت حیض تک تاخیر کرے دوسرے یہ کہ عورتوں کی اکثر عادت کہ چھ سات روز ہوتی ہے تاخیر کرے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور مالک کے نزدیک مستحاضہ سے صحبت جائز ہے چنانچہ روزہ نماز۔ اور امام احمد کے نزدیک صحبت فرج میں ناجائز ہے مگر جبکہ اُس کے خاوند کو زنا کا خوف ہو تو اصح روایتوں سے جائز ہے۔

کسی حالت میں صحبت کی ہو اور امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے خون بہنے کی حالت ہو یا نہو۔

مسئلہ۔ حائضہ کے خون بند ہونے پر صحبت جائز نہیں جبتک کہ غسل نہ کرے اگرچہ معمول سے زیادہ روز میں خون بند ہوا ہو۔ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے اور قول ابن منذر سے یہ بات مثل اجماع کے ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر خون معمول سے زیادہ دنوں میں بند ہوا تو قبل غسل کے صحبت کرنا جائز ہے اور گر معمول سے کم دنوں میں بند ہوا تو جائز نہیں جب تک کہ غسل نہ کرے یا نماز کا وقت نہ گذر جاوے۔ اور اوزاعی اور داؤد کے نزدیک فرج دہونے کے بعد وطی جائز ہے۔ اگر عورت حیض سے پاک ہوئی اور پانی دستیاب نہوا تو امام ابی حنیفہ سے یہی مشہور ہے کہ وطی جائز نہیں یہانتک کہ تیمم کر کے نماز پڑھے اور امام مالک کے نزدیک وطی جائز نہیں جبتک کہ غسل نہ کرے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک تیمم کرنے سے حلال ہو جاویگی اگرچہ نماز نہ پڑھے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق نماز میں حیض والی مثل بے غسل کے ہے اور امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک قرآن پڑھنے میں بھی بے غسل کی طرح ہے اور امام مالک سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ چھوٹی آیتیں پڑھے دوسری روایت ان کے اکثر اصحاب نے یوں نقل کی ہے کہ جس قدر چاہے پڑھے اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے۔

مسئلہ۔ حاملہ عورت کے حیض آنے میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حاملہ کو حیض نہیں ہوتا اور امام مالک کے نزدیک ہوتا ہے۔ اور امام شافعی سے دونوں طرح قول ہیں اصح یہ کہ حیض ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ مبتدیہ میں اختلاف ہے یعنے جس عورت کو پہلے ہی دفعہ حیض آیا اور خون اقل مدت سے تجاوز کر گیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک دس روز تک مدت حیض شمار کیجاویگی اور امام مالک کی دو روایتوں سے زیادہ مشہور روایت موافق روایت ابن القاسم وغیرہ کے یہ ہے کہ مدت حیض پندرہ روز قرار دیجاویگی اس سے زیادہ ہو تو عارضہ استحاضہ شمار کیا جاویگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وہ عورت ممیزہ ہے یعنی خون تمیز

وہ توبہ نہ کرے تو قتل کیا جاوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ قید کیا جاوے یہانتک کہ نماز پڑھے ہے۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں انکے اکثر اصحاب نے پسند کیا ہے اور اُن سے نقل کیا ہے کہ ایک نماز ترک کرنے پر تلوار سے قتل کیا جاوے اور اُن کے جمہور اصحاب سے مختار یہی ہے کہ وہ بسبب کفر قتل کیا جاوے مثل مرتد کے اور بعد قتل اُسپر احکام مرتد کے جاری کئے جاویں یعنے اُس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھی جاوے اور نہ اُس کا مال میراث میں تقسیم کیا جاوے بلکہ اُس کا مال غنیمت کے طور پر ہوگا۔

مسئلہ۔ بالاجماع نماز اون فرضوں سے ہے کہ جنکے لئے کسی نفس اور مال سے نیابت صحیح نہیں ہے اور جب کوئی کافر نماز پڑھے تو اُس کو مسلمان کہیں یا نہیں سو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر اُس نے مسجد میں جماعت کے ساتھ یا تنہا نماز پڑھی تو اُسکو مسلمان کہینگے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اُس کے اسلام کا حکم نہیں ہوگا مگر جب کہ اُس نے دار حرب میں نماز پڑھی ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اُس نے سفر میں خوف جان کے سبب نماز پڑھی ہو اُس کے اسلام کا حکم نہیں ہوگا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جب اُس نے نماز پڑھ لی خواہ جماعت سے یا تنہا خواہ مسجد میں یا اور جگہ خواہ دار اسلام میں یا غیر دار اسلام میں تو علے الاطلاق اُس کے اسلام کا حکم ہوگا

مسئلہ۔ بالاتفاق نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لئے اذان اور اقامت شرط ہے اور پھر اسمیں اختلاف بھی آیا ہے مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی میں اذان اور اقامت سنت ہیں اور مذہب امام احمد میں اہل شہر پر فرض کفایہ ہے اور داؤد کے نزدیک واجب ہے مگر اُن کے ترک کرنے پر نماز ہو جاتی ہے اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ سہواً اذان نہ کہی اور نماز پڑھ لی گئی اگر وقت باقی ہے تو اعادہ نماز کا کرے اور عطا فرماتے ہیں کہ اگر اقامت بھول گیا تو نماز پھیر لے۔ اور بالاتفاق عورتوں کے لئے اذان نہ مشروع ہے نہ سنت اور امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک عورتوں کے حق میں اقامت سنت نہیں اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک قضا نمازوں میں اذان اور اقامت کی جاتی ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اقامت کی جاوے۔ اور اذان

مسئلہ۔ بالاجماع جو چیزیں حیض میں حرام ہیں وہی نفاس میں حرام ہیں اور نفاس کی مدت میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اور ایک روایت امام مالک سے چالیس روز اور امام شافعی و مالک کے نزدیک ساٹھ روز اور قول لیث بن سعد سے ستر روز۔ اگر خون نفاس قبل مدت تمام ہونے کے بند ہوگیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بغیر کراہت وطی جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک اس طہر میں وطی جائز نہیں جب تک چالیس روز پورے نہ ہوں۔

کتاب الصلوۃ یعنے نماز کے بیان میں

مسئلہ۔ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ منجملہ ارکان خمسہ اسلام کے ایک رکن نماز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اور رات دن میں پانچ نمازیں ہیں اور وہ سترہ رکعت ہیں انکو اللہ تعالٰی نے ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض کیا ہے مگر حیض اور نفاس والی عورت کو معاف ہے یہ فرض مکلفین کے ذمہ سے معاف نہیں ہوتا جبتک کہ موت نہ آوے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک معاف ہوتا ہے جبکہ سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہو۔

مسئلہ۔ کوئی شخص کسی مرض کے سبب یا کسی فعل مباح کی وجہ سے بیہوش ہوگیا تو علی الاطلاق امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس کو بیہوشی حالت کی قضا معاف ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر وہ بیہوشی ایک رات دن تک یا زیادہ ہے تو معاف ہے ورنہ قضا واجب ہوگی اور امام احمد کے نزدیک قضا واجب ہے خواہ کیسی ہی حالت ہو۔

مسئلہ۔ بالاجماع کسی شخص نے واجب کو دانستہ ترک کر کے اس کے وجوب سے انکار کیا تو وہ شخص کافر ہے اور سزائے کفر میں اس کو قتل کیا جاوے اور اگر کسی نے واجب کو ترک کیا مگر اس کو واجب ہونے سے انکار نہیں ہے بلکہ کاہلی اور ہلکا سمجھنے سے ترک کیا تو اس میں اختلاف ہے امام مالک اور شافعی کے نزدیک از روئے حد تلوار سے قتل کیا جاوے نہ از روئے کفر اور بعد قتل اسپر احکام مسلمین جاری کئے جاویں یعنے غسل اور نماز جنازہ اور دفن اور میراث اور صحیح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک نماز بلا ضرورت کے ترک کی تو اس سے توبہ کرائی جاوے اور اگر

لحن کرے تو اذان ہو جاویگی اور بعض اصحاب امام احمد کا قول ہے کہ اذان نہیں ہوگی
مسئلہ۔ سورج ڈھلنے پر ظہر کا وقت بالاجماع ہو جاتا ہے اور قبل زوال ظہر نہیں
پڑہی جاتی لیکن امام شافعی اور مالک کے نزدیک سورج ڈھلنے پر ظہر واجب ہوگی
یہانتک کہ ہر شئے کا سایہ اُس کے برابر ہو جاوے اور یہی آخر وقت ظہر کا ہے
اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وجوب صلوٰۃ ظہر آخر وقت سے متعلق ہے اور
اوّل وقت میں نفل برخلاف عبدالوہاب مالکی و جمیع فقہا۔ اور مختار مذہب امام
مالک اور قول امام ابی حنیفہ میں آخر وقت ظہر کا اسوقت ہے کہ جب ہر شئے کا
سایہ اُس کے برابر ہو جاوے اور ایسا ہی مذہب امام شافعی میں ہے مگر مقیم کے
لئے یہ وقت تنگ ہے۔

مسئلہ۔ آخر وقت ظہر کا وہی اول وقت عصر کا علے سبیل الاشتراک ہے پس
جسنے نماز ظہر نہ پڑہی اور ایسا وقت ہو گیا کہ سایہ ہر شئے کا مثل اُس کے ہو گیا
تو اُسوقت نماز ظہر پڑہنا شروع کرے تو گنہگار نہیں ہے اور امام شافعی فرماتے
ہیں کہ جو شخص ظہر پڑہکر اسی وقت میں فارغ ہوا کہ سایہ ہر شئے کا مثل اُس کے
ہے تو نماز اسکی وقت کے اندر ادا ہو گئی اور اُس کے بعد یعنے سایہ برابر سے
زیادہ ہوا تو نیا وقت عصر کا شروع ہے اور اصحاب امام ابی حنیفہ کا قول ہے
کہ اوّل وقت عصر کا اسوقت سے ہے کہ سایہ ہر شئے کا دوچند ہو اور آخر وقت
عصر کا آفتاب غروب ہونے تک ہے۔

مسئلہ۔ امام مالک کے نزدیک نماز مغرب کا وقت بعد غروب آفتاب ہو جاتا
ہے پہر نماز میں تاخیر نہ کرے اور امام شافعی کے دو قول ہیں قول قدیم مرجح متاخرین
اصحاب امام شافعی یہ ہے کہ آخر وقت مغرب شفق کی سرخی چھپنے تک ہے اور
امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ مغرب کے دو وقت ہیں ایک شفق کی سُرخی
تک بعد غائب ہونے سرخی کے امام شافعی اور مالک کے نزدیک عشاء کا وقت
ہو جاتا ہے اور دوسرا قول امام ابی حنیفہ اور احمد کا یہ ہے کہ بعد شفق احمر شفق ابیض
تک ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع صبح کی نماز کا اوّل وقت صبح صادق ہے یعنے جسوقت سفید روشنی

نہ کہی جاوے - اور امام احمد کے نزدیک پہلے نماز کے لئے اذان کہی جاوے اور باقی کے لئے فقط اقامت کہی جاوے - اور اگر اہل شہر اذان اور اقامت ترک کر دیویں تو بالاتفاق وہ قتل کیئے جاویں کیونکہ شعار اسلام کو ترک کرنا روا نہیں ہے -

مسئلہ - اذان کے لفظ مشہور ہیں لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ اول دو دفعہ تکبیر کہے اور اقامت میں اختلاف ہے مذہب امام ابی حنیفہ میں مثل اذان دو دو دفعہ کہے اور قول امام مالک یہ ہے کہ اقامت میں ہر لفظ ایک دفعہ کہے اسیطرح مذہب امام شافعی اور احمد میں ہے لیکن لفظ اقامت دو دفعہ - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اذان میں ترجیع سنت ہے یعنے شہادتین کو آہستہ کہنے کے بعد بلند کہنا اور پھر حلق میں آواز پھیرنا -

مسئلہ - نماز کے وقت سے پہلے اذان نہ کہی جاوے مگر صبح کو قبل فجر جائز ہے اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ قبل فجر اذان کہنا خاصکر ماہ رمضان میں مکروہ ہے -

مسئلہ - بالاجماع تثویب مشروع ہے خصوصاً اذان فجر میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے اور مذہب امام شافعی میں دو قول ہیں قول جدید مختار یہی ہے کہ سنت ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تثویب یہ ہے کہ بعد حی علی کے الصلوٰۃ خیر من النوم دو دفعہ کہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بعد فراغ اذان کہے مگر بجز اذان صبح کے نامشروع ہے اور قول حسن بن صالح سے تثویب اذان عشاء میں مستحب ہے اور قول نخعی سے تمام نمازوں کی اذان میں مستحب ہے - بالاجماع صلوٰۃ عیدین اور کسوفین اور استسقاء میں الصلوٰۃ جامعۃ پکارنا سنت ہے -

مسئلہ - بالاجماع اذان مسلم عاقل کی کافی ہے اور عورت کے اذان کا اعتبار نہیں اور اس لڑکے کی اذان جو آدمیوں میں شمار کیا جاوے کافی ہے ایسے ہی بے وضو کی اذان کا حکم ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بے غسل کی اذان کافی ہے اور امام احمد کی ایک روایت سے کسی صورت سے کافی نہیں یہی مختار ہے امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اذان کی اُجرت لینا جائز نہیں ہے اور امام مالک اور اکثر اصحاب امام شافعی جائز رکھتے ہیں - اور مؤذن اذان میں

کچھ صحت نماز کے لئے شرط نہیں۔ اگر کسی مکشوف العورت نے عمداً نماز پڑھی تو نماز ہو جائیگی مگر وہ گنہگار رہوگا۔ اور متاخرین اصحاب امام مالک کے نزدیک مختار یہی ہے کہ مکشوف العورت کی نماز کسی حالت سے صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع نماز کے ارکان سات ہیں اور نماز میں داخل ہیں۔ نیت[۱] تکبیرۃ[۲] الاحرام قیام[۳] باوجود قدرت۔ قرأت[۴]۔ رکوع[۵]۔ سجود[۶]۔ قعدہ اخیرہ[۷]۔ اور سوائے ان ارکان سبعہ کے اور دمیں اختلاف ہے۔

مسئلہ۔ شروط و ارکان جو فرائض نماز ہیں خواہ متصلہ یعنے داخلہ ہوں یا منفصلہ یعنے شرائط سب کی تفصیل ضرور ہے۔ اول نیت نماز کے لئے بالاجماع فرض ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک تکبیر سے کسی قدر پہلے جائز ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک متصل تکبیر ہونا اول ہو نہ بعد۔ اور قول قفال جو امام متقدمین شافعیوں سے ہیں یہ ہے کہ نیت کے ساتھ ہی تکبیر شروع کر دے تو نماز منعقد ہو جاویگی اور نودی امام متاخرین شافعیہ کہتے ہیں کہ مختار یہی ہے کہ مقارنت عرفیہ عامیہ ہو اس حیثیت سے کہ اول اقتداء والوں سے سستی کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاوے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق تکبیرۃ الاحرام نماز میں فرض ہے بغیر لفظ صحیح نہیں۔ زہری سے حکائیت کی گئی کہ بغیر تکبیر بھی و نیت نماز منعقد ہو جاویگی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایسے لفظوں سے بھی نماز منعقد ہو جاویگی جو مقتضی تعظیم اور تفخیم کے ہوں جیسے عظیم اور جلیل اور اگر کسی نے فقط لفظ اللہ کہا اور کچھ لفظ زیادہ نہ کیا تو نماز منعقد ہو جائیگی۔ اور امام شافعی کے نزدیک نماز منعقد ہوتی ہے اللہ اکبر کہنے سے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک فقط اللہ اکبر کہنے سے اور جب کوئی عربی جانتا ہو اور بغیر الفاظ مذکورہ بالا تکبیر کہے تو نماز منعقد نہ ہوگی مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک منعقد ہو جائیگی۔ بالاجماع تکبیر کے وقت رفع یدین سنت ہے مگر اسکی حد میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک کانوں کے برابر ہاتھ اٹھانا ہے۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک کندھوں کے برابر اور امام احمد سے تین روائیت ہیں اول مشہور یہ ہے کہ کندھوں کے برابر دوسرے کانوں کے برابر تیسرے ہاتھ اٹھانیوالیکو

آسمان کے کناروں پر پھیلی ہوئی معلوم ہو کہ جس کے بعد اندھیر امٹ جاوے اور فجر کا اخیر وقت مختار صبح کی سپیدی تک ہے اور آخر وقت جواز آفتاب نکلنے تک اور قول امام مالک اور شافعی اور ایک روائیت امام احمد سے نماز فجر صبح کی تاریکی میں پڑھنا بہتر ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تاریکی اور سپیدی کے درمیان بہتر ہے اور اگر ایسا وقت جاتا رہے تو سپیدی اولے ہے تاریکی سے مگر مزدلفہ میں تاریکی اولے ہے اور امام احمد سے دوسری روائت یہ ہے کہ اگر نمازی کو تاریکی شاق گذرے تو سپیدی کا وقت افضل ہے پس تاریکی کے وقت افضل ہونے پر اجماع ہے۔

مسئلہ۔ ایام گرمی میں ظہر کو دیر کر کے پڑھنا افضل ہے جبکہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہے اصح اصحاب امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ گرم شہروں کے لئے ایسی اجازت ہے کہ جہاں مسجد میں دور سے لوگ جماعت کی نماز کو آتے ہوں اور عصر کی نماز میں تعجیل افضل ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں ہے۔ اور عشاء کی نماز میں تاخیر افضل ہے مگر قول امام شافعی سے نہیں ہے اور یہی اصحاب امام شافعی کے نزدیک اصح ہے۔ اور صلوٰۃ وسطےٰ میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک نماز عصر ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک نماز فجر ہے مگر مختار اصحاب امام شافعی کے نزدیک نماز عصر ہے۔

باب نماز کے شروط اور ارکان اور صفت میں

مسئلہ۔ اماموں کا اجماع ہے کہ نماز بدوں شرائط صحیح نہیں ہوتی۔ نماز سے پہلے چار شرطیں ہیں پانی سے وضو کرنا اور صورت نہ ہونے پانی کے تیمم کرنا۔ نماز کی جگہ پاک ہونا۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ وقت پہچاننا۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک پانچویں شرط ستر عورت ہے۔ اور بعض اصحاب امام مالک کہتے ہیں کہ ستر عورت شرط ہے باوجود یاد ہونے اور قدرت ہونے کے اگر کسی کشف العورت نے باوجود قدرت ستر کے عمداً نماز پڑھی تو نماز اس کی باطل ہے اور بعض اصحاب امام مالک کا یہ قول ہے کہ ستر عورت فی نفسہ فرض واجب ہے

ابی حنیفہ کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور مالک اور شافعی کے نزدیک سینہ سے نیچے اور ناف سے اوپر اور امام احمد کی دونوں روائت میں سے مشہور روائیت مثل مذہب امام ابی حنیفہ کی ہے اور اسی کو خرقی نے پسند کیا ہے اور نماز میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دعاء استفتاح سنت ہے اور امام مالک کے نزدیک سنت نہیں بلکہ بعد تکبیر قرارت پڑھے امام ابی حنیفہ کے نزدیک الفاظ دعاء کے یہ ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔ امام شافعی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا الآیتین۔ مگر وانا من المسلمین کہے اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ انا من المسلمین دونوں دعاؤں کے درمیان کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ قبل قرارت پڑھنے میں اختلاف ہے مذہب امام ابی حنیفہ میں اول رکعت میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں پڑھے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ فرضوں میں اَعُوْذُ نہ پڑھے۔ اور نخعی اور ابن سیرین سے حکائیت کی گئی کہ بعد قراءت اَعُوْذُ پڑھے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق قراءت فرض ہے امام ہو خواہ اکیلا فجر کی دونوں رکعت میں اور علاوہ فجر کے اول کی دو رکعت میں اور دوسری رکعتوں میں اختلاف ہے مذہب امام شافعی اور احمد میں صلوٰۃ خمسہ کی ہر رکعت میں قراءت واجب ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اول کی دو رکعت کے سوا دوسری رکعتوں میں واجب نہیں۔ اور امام مالک سے دو روائیت ہیں ایک موافق مذہب امام شافعی اور احمد کے اور دوسری روائیت یہ ہے کہ اگر کسی ایک رکعت میں قراءت چھوڑ دی تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جاویگی اور اگر صبح کی دو رکعت میں سے ایک رکعت میں قراءت چھوڑ دی تو نماز از سر نو شروع کرے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک مقتدی پر قراءت واجب نہیں خواہ امام جہر کرے یا خفا بلکہ کسی حالت مین امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت سنت نہیں ہے

اختیار ہے کہ کانوں تک یا کندھوں تک اٹھا دے ۔ یہی مختار خرقی ہے اور تکبیرات رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک سنت ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں ۔

مسئلہ ۔ بالاتفاق نماز میں قیام فرض ہے اگر باوجود قادر ہونے کے قیام نہ کیا تو نماز نہ ہوگی ۔ اور اگر قیام سے عاجز ہے تو بیٹھکر پڑھے ۔ اور کیفیت نشست میں امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ پالتھی مار کر بیٹھے اور پڑھے اسیطرح حکایت امام مالک اور احمد اور ایک روایت امام ابی حنیفہ سے ہے اور قول دویم یہ ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا کرے اور بائیں پیر کو بچھا کر اسپر بیٹھے جیسا کہ قعدہ میں بیٹھتے ہیں اور یہی اصح ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جسطرح بیٹھ سکے اوسیطرح بیٹھکر پڑھے اور اگر بیٹھکر پڑھنے سے بھی عاجز ہے تو مذہب امام شافعی میں داہنے پہلو پر لیٹ کر قبلہ کی طرف منہ کرکے پڑھے اور اگر اسطرح بھی نہ پڑھ سکے تو چت لیٹے اور قبلہ کی طرف پاؤں کرلے تاکہ مُنہ قبلہ کی جانب رہے یہی قول امام مالک اور احمد کا ہے ۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں یہ ہے کہ چت لیٹے اور پاؤں کو قبلہ کی طرف اسطرح کرے کہ رکوع اور سجود کا اشارہ قبلہ کی جانب ہو ۔ اور یہ بھی نہو سکے تو سر سے اشارہ رکوع اور سجود کا کرے یا رکوع اور سجود کی طرف کوئی شئے ہو تو اوس کی طرف ۔ اور جب ایسے حالت ہو جاوے کہ یہ بھی نہ کر سکے تو نماز معاف ہے اور کشتی میں قیام کرنا فرض پڑھنے والے کو واجب ہے جبکہ غرق ہونے اور سر میں چکر آنے کا خوف نہ ہو ۔ مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک قیام واجب نہیں ۔

مسئلہ ۔ بالاجماع نماز میں اس طرح ہاتھ باندھنا کہ سیدھا ہاتھ اُلٹے ہاتھ پر رکھے سنت ہے مگر ایک مشہور روائیت امام مالک سے یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دئے جاویں[1] اور قول اوزاعی ہے کہ ہاتھ چھوڑے یا باندھ لے اختیار ہے امام

---

[1] ۔ اگرچہ موطا میں اس کی حدیث کوئی پائی نہیں گئی تاہم مالکیہ کا یہی عمل درآمد حرمین میں ہے ۱۲ مولوی عبد الغنی صاحب مرحوم ۔

تو اپنی زبان میں پڑھنا کافی ہے اور اگر کسی نے نماز میں قرآن میں دیکھکر قراءت پڑھی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک جائز اور امام احمد سے دو روائیت ہیں ایک موافق مذہب امام شافعی کے دوسرے یہ کہ نماز نفل میں جائز ہے نہ فرض میں اور ایسا ہی مذہب امام مالک کا ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک سورہ فاتحہ کے بعد آمین پکار کر نہ کہے خواہ امام ہو یا مقتدی۔ اور امام مالک کے نزدیک مقتدی پکار کر کہے اور امام کے بارہ میں دونوں طرح روایت ہے اور امام شافعی کے نزدیک امام پکار کر کہے اور مقتدی کے لیے دو قول ہیں اصح اُن میں سے قول قدیم مختار یہی ہے کہ آمین پکار کر کہے اور امام احمد کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں پکار کر کہیں۔

مسئلہ۔ بالاتفاق قراءت سورہ بعد فاتحہ فرض کی دو رکعت میں اور دوسری نمازوں میں دو رکعت اوّل میں سنت ہے۔ اور باقی رکعتوں میں ایمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت نہیں اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح قول قدیم مختار یہ ہے کہ سنت نہیں۔ اور بالاتفاق جنمیں جہر ہے وہاں جہر سے اور جنمیں خفا ہے وہاں خفا سے پڑھنا سنت ہے اور اگر عمداً جہر میں اخفا کیا اور اخفا میں جہر تو نماز باطل نہ ہوگی مگر تارک سنت ہوا لیکن بعض اصحاب امام مالک سے حکایت کی گئی ہے کہ اگر عمداً ایسا کیا تو نماز باطل ہوجائیگی اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اکیلا نماز پڑھنے والا جہر کی جگہ اگر جہر سے پڑھے تو مستحب ہے اور امام احمد سے مشہور یہ ہے کہ مستحب نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اسکو اختیار ہے چاہے اسقدر جہر سے پڑھے کہ خود ہی سنے یا بلند آواز سے پڑھے اور چاہے پوشیدہ یعنے آہستہ پڑھے۔

مسئلہ۔ بالاجماع رکوع اور سجود نماز میں فرض ہیں اور رکوع میں یہاں تک جھکنا مشروع ہے کہ دونوں ہتیلیاں دونوں گھٹنوں پر پہونچیں اور اوسمیں تکبیر کہنا سنت ہے مگر سعید بن جبیر اور عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اُس میں تکبیر نہیں ہے مگر شروع کرتے وقت اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک طمانیت رکوع اور سجود میں سنت ہے

اور امام مالک اور احمد کے نزدیک کسی حالت میں مقتدی پر قراءت واجب نہیں ہے بلکہ امام مالک کے نزدیک امام پکار کر پڑھے اسوقت مقتدی کو قراءت مکروہ ہے خواہ وہ امام کی قراءت سنے یا نہ سنے اور امام احمد نے اسقدر فرق بیان کیا ہے کہ جب امام قراءت کو پکار کر نہ پڑھے اسوقت مقتدی کو قراءت پڑھنا مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک مقتدی پر قراءت واجب ہے جبکہ امام پوشیدہ پڑھے اور دونوں قول امام شافعی سے راجح یہ ہے کہ مقتدی پر قراءت حالت جہریہ میں واجب ہے۔ اور حسن بن صالح سے حکائیت کی گئی ہے کہ قراءت سنت ہے۔

مسئلہ۔ تعیین قراءت میں اختلاف ہے مذہب امام مالک اور شافعی میں اور مشہور روایت امام احمد سے یہ ہے کہ قراءت فاتحہ کی متعین کرے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بغیر فاتحہ جو قراءت آسان ہو پڑھ لے تو نماز صحیح ہوگی۔ اور مذہب امام شافعی اور احمد میں بسم اللہ ایک آئیت سورہ فاتحہ کی ہے اس لئے فاتحہ کے ساتھ اس کا پڑھنا واجب ہے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں بسم اللہ فاتحہ سے نہیں ہے اس لئے فاتحہ کے ساتھ پڑھنا واجب نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک بسم اللہ کو فاتحہ کے ساتھ پکار کر پڑھنا ہے اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک آہستہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ کا ترک کرنا اور الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرنا مستحب ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے اختیار دیا ہے خواہ ترک کرے یا نہ کرے اور نخعی کے نزدیک بسم اللہ کو فاتحہ کے ساتھ پکار کر پڑھنا بدعت ہے۔

مسئلہ۔ کوئی شخص فاتحہ یا قرآن سے کسی سورت کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا ہے تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک بقدر فاتحہ کھڑا رہے اور امام شافعی کے نزدیک اسی انداز تک تسبیح پڑھتا رہے اور اگر کوئی فارسی زبان میں اسی مضمون کو پڑھے تو ناجائز ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک چاہے فارسی میں پڑھے چاہے عربی میں جائز ہے۔ اور ابی یوسف اور محمد کے نزدیک اگر فاتحہ کو عربی میں پڑھ سکتا ہے تو بغیر عربی پڑھنا کافی نہیں اور اگر عربی میں نہیں پڑھ سکتا ہے

احمد کی منجملہ دو روائیت کے ایک سروائیت سے کافی ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کی دوسری روائت سے کافی نہیں ہے یہاں تک کہ پیشانی کو اپنے سجود کی جگہ ملا دے۔ اور سجدہ میں ہاتھوں کا کشادہ کرنا مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد میں واجب نہیں ہے اور مذہب امام مالک میں واجب ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ واجب نہیں۔

مسئلہ۔ دونو سجدوں کے درمیان بیٹھنا مذہب امام ابی حنیفہ میں سنت ہے اور مذہب امام شافعی اور مالک اور احمد میں واجب ہے اور امام شافعی کے دو قول سے اصح یہ ہے کہ جلسہ استراحت سنت ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب نہیں ہے بلکہ سجدہ سے کھڑا ہو جاوے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو زمین پر ٹکا کر کھڑا ہونا ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہاتھوں کو زمین پر نہ ٹکاوے اور کھڑا ہو جاوے۔

مسئلہ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول تشہد مستحب ہے اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے اور تشہد اول میں جلوس افتراش یعنے بائیں پاؤں کو بچھا کر داہنے پاؤں کو کھڑا کرے۔ اور تشہد ثانی میں جلوس تورک یعنی سرین پر بیٹھے اور دونوں پاؤں کو داہنے طرف نکالدیوے امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں تشہدین میں جلوس افتراش معاً سنت ہے اور مذہب امام مالک میں جلوس تورک سنت ہے۔ اور بالاتفاق کافی ہے ہر ایک تشہد سے جو نبی صلعم سے مروی ہے صحابہ ثلاثہ کے طریقوں سے یعنے عبداللہؓ بن عمر بن الخطاب و عبداللہؓ بن مسعود۔ و عبداللہؓ بن عباس رضی اللہ عنہم پس امام شافعی اور احمد نے تشہد حضرت ابن عباس کا اختیار کیا ہے اور امام ابو حنیفہ نے تشہد جناب ابن مسعود کا اور امام مالک نے تشہد جناب ابن عمر کا پس ابن عباس کا یہ ہے۔ التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ اس کو مسلم نے روائیت کیا ہے۔ اور تشہد ابن مسعود کا یہ ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات

واجب نہیں اور مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں فرض ہے مثل رکوع اور سجود کے اور بالاجماع دونوں ہاتھوں کا دونوں گھٹنوں پر رکھنا سنت ہے درمیان گھٹنوں کے ہاتھوں کو دور رکھے۔ اور ابن مسعود سے حکایت کی گئی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو مطابق کر کے گھٹنوں کے درمیان رکھے۔ التسبیح رکوع میں سنت ہے اور مذہب امام احمد میں تسبیح رکوع اور سجود میں ایک دفعہ واجب ہے اسی طرح سمع اللہ لمن حمدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان رب اغفرلی کہنا مگر سہواً ترک ہو جاوے تو نماز باطل نہ ہوگی بالاتفاق تین مرتبہ تسبیح سنت ہے اور ثوری کے نزدیک امام پانچ مرتبہ تسبیح کہے تاکہ مقتدی تین مرتبہ کہنے پر قادر ہو۔

مسئلہ۔ رکوع سے اٹھنا اور اس میں اعتدال کرنا مذہب امام شافعی اور احمد میں واجب ہے اور ایسا ہی مشہور معمول علیہ مذہب امام مالک سے ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں بلکہ اس کو بکراہت کافی ہے کہ رکوع سے سجدے میں چلا جاوے۔ اور رکوع سے اٹھتے وقت یہ کہنا امام شافعی کے نزدیک سنت ہے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد ملاء السموات وملاء الارض وملاء ما شئت من شیٔ بعد امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک امام سمع اللہ لمن حمدہ سے اور مقتدی ربنا لک الحمد سے زیادہ نہ کہے اور امام مالک کے نزدیک اگر اکیلا ہو تو زیادہ کہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق سجدہ سات اعضا پر مشروع ہے۔ منہ۔ دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کنارے پر اور انکے فرض ہونے میں اختلاف ہے مذہب امام ابی حنیفہ میں پیشانی اور ناک سجدہ کی جگہ ٹکانا فرض ہے۔ اور امام شافعی کے ایک قول سے پیشانی رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء میں دو قول ہیں ظاہر یہی ہے کہ واجب ہے ایسا ہی مذہب امام احمد سے مشہور ہے مگر ناک میں اختلاف اور امام مالک سے مختلف روائتیں ہیں۔ ابن القاسم سے روائیت ہے کہ فرض متعلق پیشانی و ناک سے ہے پس اس میں خلل واقع ہوا تو استحباباً نماز کا اعادہ اسیوقت بین کر لے اور اگر وقت گذر گیا تو اعادہ نہ کرے۔ اگر کسی نے عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک اور امام

کے نزدیک کوئی نص نہیں ہے کہ جسپر اعتماد کیا جاوے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سلام میں نیت جانبین کے فرشتوں سے اور اسپر جو یمین و یسار ہے کیجاتی ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ امام اور منفرد نیت کرے نماز سے باہر آنے کی اور مقتدی اوّل نیت نماز سے باہر آنے کی کرے۔ اور دوسری نیت امام کو سلام کرنے کی کرے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ منفرد سلام کی نیت اُنکے واسطے کرے جو اُس کے دائیں بائیں ملائکہ و جن و انس سے ہیں۔ اور امام اوّل نیت نماز سے باہر آنے کی کرے اور پھر مقتدیوں پر سلام کی اور مقتدی امام پر رو کرے۔ اور امام احمد اپنی مشہور روایت میں فرماتے ہیں کہ نیت نماز سے باہر ہونے کی کرے اور کوئی شئے اُس کے ساتھ نہ ملاوے۔

مسئلہ۔ صبح کی نماز میں دعا رقنوت پڑھنا سنت ہے اُسکو امام شافعی نے خلفائے راشدین سے روایت کی ہے اور یہی قول امام مالک کا ہے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں صبح کی نماز میں سنت نہیں ہے۔ اور مذہب امام احمد میں ائمہ کے لئے ہے کہ لشکروں کے لئے دعا کرتے ہیں اگر کسی نے پڑھ لیا تو ڈر نہیں ہے اور اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے حوادث کے وقت اور ائمہ اس کی دعا نہیں پڑھتے ہیں۔ اور کسی نے قنوت پڑھنے والے کے پیچھے صبح کی نماز کی اقتداء کی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک ماموم امام کی متابعت قنوت میں نہ کرے۔ اور امام احمد کے نزدیک امام کی متابعت کرے۔ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب امام قنوت پڑھے تو مقتدی بھی قنوت پڑھے۔ اور امام مالک کے نزدیک قنوت میں رفع یدین نہ کرے اور اُس کو امام شافعی نے مستحب جانا ہے امام شافعی کے نزدیک قنوت بعد رکوع کے پڑھے اور امام مالک کے نزدیک قبل رکوع۔

مسئلہ۔ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔ اور تسمیع اور تحمید رکوع سے اُٹھتے وقت کرنا اور درمیان سجدوں کے سوال مغفرت اور تکبیرات بالاتفاق مشروع ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد کے نزدیک مشہور روایت سے ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اور بالاتفاق ادنے کمال تسبیحیں تین دفعہ ہے اور بالاتفاق تکبیرات نماز میں داخل ہیں

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الی اٰخرہ (رواہ البخاری و المسلم فی صحیحہا) اور تشہد ابن عمر یہ ہے۔ التحیات للہ الزاکیات للہ الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ اور اس میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ ہے اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور نووی نے اسانید صحیحہ سے کہا ہے کہ والصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ والسلم۔ تشہد اخیر میں امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور امام احمد منجملہ روائیتوں کے مشہور روائیت میں فرماتے ہیں کہ جس نے اس کو ترک کیا اس کی نماز باطل ہے۔

مسئلہ۔ سلام بالاتفاق مشروع ہے اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک رکن ہے بخلاف امام ابی حنیفہ۔ اور امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ دو سلام ہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ دو سلام ہیں اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک سلام نماز میں سے ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز میں سے نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک سلام اول امام اور منفرد پر فرض ہے اور شافعی کے نزدیک امام اور منفرد اور مقتدی تینوں پر فرض ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فرض نہیں اور امام احمد کی منجملہ روائیتوں کے مشہور یہ ہے کہ دونوں سلام واجب ہیں۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور علی الاصح امام شافعی اور احمد کے نزدیک سلام ثانی سنت ہے اور امام مالک کے نزدیک امام اور منفرد پر سنت نہیں البتہ مقتدی کو مستحب ہے کہ تین سلام کرے ایک سیدھی طرف دوسری بائیں طرف تیسری امام کی طرف منہ کرکے۔

مسئلہ۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک اور امام شافعی کے منجملہ دو قولوں کے ایک قول ہے نماز سے نکلنے کی نیت کرنا واجب ہے اور اصح مذہب امام شافعی سے واجب نہیں اور نمازی کا نماز سے خارج ہونے کا فعل کرنے میں اصحاب امام ابی حنیفہ کا اختلاف ہے اسکی فرضیت وعدم فرضیت میں امام ابی حنیفہ

ہوگی۔ اور اگر اس سے زیادہ ہے تو باطل ہو جاویگی اور اگر ران چوتہائی سے کم
کہل گیئ تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور امام شافعی کے نزدیک تہوڑی یا بہت کہلنے
پر بہی نماز ٹوٹ جائیگی۔ اور مذہب امام احمد میں تہوڑی سی کہلنے پر نماز باطل
نہیں ہوگی۔ اور اگر زیادہ کہل جاوے تو باطل ہو جاویگی۔ اور امام مالک کے
نزدیک کوئی شخص مکشوف العورت نماز پڑہتا ہو اور اُس کو خبر ہو اور ڈہانکنے
پر قادر ہو تو نماز باطل ہو جاویگی۔ اور امام احمد کے نزدیک فرضوں میں کندہوں
کا ڈہانکنا واجب ہے اور نفل میں دونوں طرح روائیت ہے اور مذہب امام
مالک اور شافعی میں اگر کسی برہنہ کو کپڑا انہیں ملا تو لازم ہے کہ کہڑا ہو کر نماز
پڑہے اور رکوع اور سجود کرے اُس کی نماز ہو جائیگی اور مذہب امام ابی حنیفہ
میں ایسا شخص کہڑا ہو کر پڑہے چاہے بیٹہکر پڑہے اور مذہب امام احمد میں
بیٹہکر پڑہے اور ارکان اشاروں سے ادا کرے۔
مسئلہ:۔ بالاجماع نمازی کو کپڑا اور بدن اور جگہ پاک کرنا واجب ہے مگر مذہب
امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد اور جمہور علماء میں صحت نماز کے لئے شرط ہے
اور امام مالک سے تین روائیت ہیں مشہور اور اصح یہ ہے کہ بغیر پاکی دانستہ
نماز پڑہی تو صحیح نہیں ہے اور اگر نادانستہ بہول کر پڑہی تو نماز ہو جاویگی
اور یہی قول قدیم امام شافعی کا ہے اور قول ثانی یہ ہے کہ اگر دانستہ قصداً پڑہی
تو نماز مطلقاً صحیح ہوگی اور قول ثالث یہ ہے کہ مطلقاً نماز باطل ہوگی۔ اور حالت
بے وضوئی میں وضو کرنا صحت نماز کے لئے بالاجماع شرط ہے۔ اور کسی بے
غسل نے قوم کے ساتھ نماز پڑہی یعنے امام ہو کر تو بلا خلاف اُس کی نماز باطل
ہوگی خواہ داخل ہوتے وقت اپنی حالت جنابت کو جانتا ہو یا بہولا ہوا ہو اور
اگر مقتدی کو نماز میں داخل ہوتے وقت امام کی جنابت کا علم ہو تو بلا خلاف
اُس کی نماز بہی باطل ہوگی اور اگر وہ عالم نہیں اور نہ امام کو علم ہے تو امام شافعی
اور مالک کے نزدیک نماز ہو جاویگی۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں
ہوگی۔ اور اگر نماز میں بے وضو ہوا تو اصح قول امام شافعی سے نماز باطل ہے
اور یہی قول امام مالک اور احمد کا ہے اور قول قدیم امام شافعی سے باطل نہیں

مگر حکائت کی گئی کہ امام ابی حنیفہ کے نزدیک تکبیر افتتاح یعنے ابتدا میں تکبیر تحریمہ نماز سے نہیں ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سجدہ کرتے وقت گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھنا سنت ہے اور امام مالک کے نزدیک ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھے۔

مسئلہ۔ بالاجماع اندام شرم کو آنکھوں سے چھپانا واجب ہے اور صحت نماز کے لئے شرط ہے مگر مذہب امام مالک میں نماز کے لئے واجب ہے نہ صحت نماز کے لئے شرط۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک شرمگاہ کی حد ناف سے لیکر گھٹنوں تک ہے اور مذہب امام مالک اور امام احمد سے منجملہ دو روائیتوں کے ایک روائیت سے ناف اور گھٹنوں کے درمیان۔ اور دوسری روائیت سے قبل اور دبر۔ اور بالاتفاق آدمی کی ناف شرمگاہ میں داخل نہیں ہے۔ اور گھٹنہ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک شرمگاہ میں داخل نہیں ہے امام ابو حنیفہ اور بعض اصحاب امام شافعی فرماتے ہیں کہ شرمگاہ میں داخل ہے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک آزاد عورت کا کل جسم شرمگاہ میں داخل ہے مگر منہ اور ہتھیلیاں۔ اور دونوں قدم اور ایک روائیت امام ابی حنیفہ سے دونوں قدم بھی داخل ہیں اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک سوائے وجہ اور کفین کے کل جسم شرمگاہ میں شامل ہے اور امام احمد سے دو روائیت ہیں ایک مثل امام مالک اور شافعی کے اور دوسری روائیت سے خاصکر سوائے منہ کے سب جسم عورت ہے۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک لونڈی کی شرمگاہ مثل آدمی کی شرمگاہ کے ہے۔ اور بعض اصحاب امام شافعی کا قول ہے کہ کل جسم شرمگاہ ہے مگر مواضع تقلیب یعنے سر اور ساعدین اور ساقین اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ ناف اور گھٹنوں کے درمیان اور دوسری یہ کہ قبل اور دبر۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک لونڈی کی شرمگاہ مثل اندام شرم آدمی ہے اور اسقدر اور بھی زیادہ بیان کیا ہے کہ تمام پیٹ اور پیٹھ اندام شرم میں شامل ہے۔

مسئلہ۔ اگر بعض اندام شرم سے منکشف ہو گیا تو نماز باطل نہیں ہے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اگر دونوں جانب سے قدر درہم کھلا ہوا ہے تو نماز باطل نہیں

مگر سہواً کھانے سے نہیں ہوتی اسیطرح پینے سے مگر امام احمد کے نزدیک نماز نفل پینے سے باطل نہیں ہوتی۔

مسئلہ۔ جب کوئی شئے نمازی کو نماز میں پیش آجاوے تو چاہیئے کہ نمازی آدمی ہو تو تسبیح پڑہے اور عورت ہو تو دستک دیوے اور امام مالک کے نزدیک دونوں تسبیح پڑہیں اور آدمی تسبیح سے اذن یا علیحدہ ہونیکو سمجھ گیا تو نماز باطل نہ ہوگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں باطل ہوگی۔ مگر جب امام کی تنبیہ کا قصد ہو یا سامنے سے گذرنے والیکو روکنے کی غرض ہو۔ اور جب کوئی نمازی کو سلام کرے تو اشارہ سے جواب دیدے یا بالاتفاق سلام کا جواب نمازی پر واجب نہیں اور قول ثوری اور عطاء کا ہے کہ بعد فراغ نماز سلام کا جواب دے۔ اور سعید بن مسیب اور حسن کہتے ہیں کہ لفظاً سلام کا جواب دیوے۔ اور نمازی کے سامنے سے کوئی گذر جاوے تو عند الثلاثہ نماز باطل نہ ہوگی اگرچہ حائضہ یا گدہا یا سیاہ کتا گذرا ہو۔ اور امام احمد کے نزدیک نمازی کے سامنے سیاہ کتا گذر جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے مگر گدہے اور عورت کے گذرنے سے تامل ہے اور راوینے کہ جنکے مرور سے ابن عباس اور انس اور حسن نے نماز کے بطلان کو کہا ہے۔

مسئلہ۔ کوئی شخص نماز پڑہتا ہے اور اُس کے برابر عورت ہے تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک نماز اُس آدمی کی جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس سے اُس آدمی کی نماز باطل ہو جاویگی۔ اور بالاجماع نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا مکروہ نہیں ہے اور نخعی سے حکایت ہے کہ مکروہ ہے۔ اور اگر نماز میں کسی نے عمداً کہایا یا پیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہے اور امام احمد سے مختلف روایات ہیں مشہور یہ ہے کہ فرض نماز باطل ہو جاویگی نہ نفل کیونکہ نفل کے لئے آسانی ہے اور سعید بن جبیر اور طاؤس سے حکایت کی گئی ہے کہ نماز نفل میں پانی پینا مضائقہ نہیں اور اجماع اسپر ہے کہ نماز میں اور طرف التفات کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ جن مواضع میں نماز پڑہنا منع ہے وہاں نماز پڑہنا امام ابی حنیفہ کے

ہوتی پس وضو کرکے نماز میں قایم ہو اور یہی قول امام ابی حنیفہ کا ہے اور ثوری کا قول ہے کہ اگر بے وضو تکبیر یا قے آنے سے ہوا تو نماز قایم ہے اور اگر ریح یا ہنسی سے بے وضو ہوا تو نماز کا اعادہ کرے اور نجاست سے بدن کو پاک کرنا صحت نماز کے لئے بالاجماع شرط ہے جبکہ اسپر قادر ہو۔ اور وقت کا پہچاننا اور گمان غالب وقت ہونے پر ہونا صحت نماز کے لئے شرط ہے مگر مذہب امام مالک میں وقت ہونے کا علم ہونا شرط ہے گمان غالب کافی نہیں۔

مسئلہ۔ بالاجماع صحت نماز کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے مگر عذر کی حالت میں نہیں جیسے کہ خوف جنگ ہے اور نماز نفل میں بحالت سفر طویل ضرورتاً سواری پر مگر وقت تکبیر احرام اور متوجہ ہونے کے قبلہ کی طرف مُنہ کرلے اور اگر نمازی کعبہ میں ہے تو خاص کعبہ کی طرف منہ کرے اور اگر قریب کعبہ ہے تو یقیناً مُنہ اُدہر ہی کرے اور اگر کعبہ سے غائب ہے تو اجتہاد کرے یعنے اپنی رائے سے قبلہ کی سمت دریافت کرے یا کسی خبر سے سمت قبلہ دریافت کرلے یا اپنے ہمراہیوں کی تقلید کرے۔ اور بالاجماع اگر کسی نے اپنے اجتہاد رائے سے قبلہ سمجھکر کسی طرف نماز پڑھ لی اور وہ قبلہ کی سمت نہ تھی تو اسپر نماز کا اعادہ نہیں ہے مگر ایک قول امام شافعی سے اعادہ کرے اور یہی اصحاب امام شافعی کے نزدیک راجح ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے نماز میں بات یا سلام کہی خواہ سہو سے خواہ ناواقفیت یعنے اُس کو اس فعل کے حرام ہونے کی خبر نہیں ہے یا سبقت لسانی سے اور کچھ طول نہوا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز ہوجاویگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اگر سہو سے کلام کیا تب ہی نماز نہیں ہوگی اور سلام سے نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ طول ہوا ہو۔ اور راصح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ باطل ہوگی اور مذہب امام مالک میں یہ ہے کہ اگر بقصد مصلحت نماز کے لئے کلام کیا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ چنانچہ امام سہو سے متنبہ نہ ہوا تو اُس کو کلام سے آگاہ کرنا۔ اور اوزاعی کے نزدیک یہ ہے کہ اگر عمداً کسی اور مصلحت سے کلام کیا چنانچہ گم گشتہ راہ کو رہستہ بتانا یا اندھے کو کھڑے وغیرہ سے بچانا تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اور بالاتفاق کہانے سے نماز باطل ہوجاتی ہے

رکعات میں شک واقع ہو جاوے تو ظن غالب پر قائم رہے اور بعد سلام سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ۔ اگر امام کو عدد رکعات میں شک واقع ہوا تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک رکعات اقل جو یقینی ہیں قائم رکھے اور ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ کا پہلے نمازی کے واسطے ہے اور امام کے لئے دو روایت ہیں ایک تو اسیطرح جیسا کہ ذکر ہوا دوسری یہ کہ گمان غالب پر موقوف ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر اول ہی دفعہ شک واقع ہوا تو نماز باطل ہو جاویگی۔ اور مکرر لوٹ کر شک ہوا تو بنا گمان غالب پر ہے اور اگر گمان بھی کسی طرف واقع نہ ہو تو رکعات اقل جو یقینی ہو اسپر موقوف رکھے۔ اور قول حسن بصری ہے کہ رکعات اکثر لیوے اور سجدہ سہو کرے۔ اور قول اوزاعی یہ ہے کہ جب شک ہو جاوے تو نماز باطل ہو جاویگی

مسئلہ۔ اگر کوئی تشہد اول بھول گیا اور کھڑے ہونیکے بعد یاد آیا تو امام شافعی کے نزدیک قعدہ کے لئے عود نہ کرے اور اگر کھڑے ہونے میں رکوع کی حد تک پہونچ گیا مگر کھڑا نہ ہوا اور بیٹھ گیا تو سجدہ سہو کر لے اور امام مالک کے نزدیک اگر چوتڑ زمین سے الگ ہو گئے تو پھر رجوع نہ کرے اور امام احمد کے نزدیک اگر سیدھا کھڑا ہو گیا اور پھر یاد آیا مگر قرأت شروع نہ کی تو اسکو اختیار ہے مگر بہتر یہ ہے کہ رجوع نہ کرے۔ اور قول نخعی یہ ہے کہ جب تک قرأت شروع نہ کرے رجوع کرے۔ اور قول حسن بصری ہے کہ رجوع کرے جب تک کہ رکوع نہ کیا ہو۔ اور اگر پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا اور پھر یاد آ گیا تو امام شافعی کے نزدیک بیٹھ جاوے اگرچہ چوتھی رکعت میں تشہد نہ کیا تھا۔ تو پانچویں میں تشہد کر کے سجدہ سہو کر لے اور اگر چوتھی رکعت میں تشہد پڑھ لیا تھا تو سجدہ سہو کر کے سلام پھیر لے یہی قول امام مالک اور احمد کا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر قبل سجدہ کرنے پانچویں رکعت کے یاد آیا تو جلوس کی طرف رجوع کرے اور اگر پانچویں رکعت میں ایک سجدہ کرنے کے بعد یاد ہوا اور چوتھی رکعت میں قدر تشہد قعدہ کیا تھا تو اسکی نماز پوری ہو گئی اس رکعت پر ایک اور رکعت زیادہ کر لیوے کہ دو رکعت نفل ہو جاوے۔ اور اگر

نزدیک مکروہ ہے اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جاویگی - اور امام مالک کے نزدیک نماز کراہت کے ساتھ ہو جاویگی اگرچہ وہ جگہ پاک ہے تاہم غالباً وہاں کسیقدر نجاست ہوتی ہے - اور مذہب امام شافعی میں وہاں نماز بکراہت ہو جاویگی مگر مقبرہ میں صحیح نہیں اگر وہ مقبرہ منبوشہ یعنے کھدا ہوا ہے تو نماز اسمیں صحیح نہیں ہے - اگر وہ مقبرہ غیر منبوشہ ہے تو نماز بکراہت کافی ہوگی اور امام احمد سے مشہور یہی ہے کہ علے الاطلاق نماز باطل ہوگی - اور جن مواضع کی طرف اشارہ ہے وہ سات ہیں - مقبرہ - مجزرہ - (ذبح گاہ) - مزبلہ (روڑی جہاں میگنیاں وغیرہ ڈالی جاتی ہوں) حمام - قارعۃ الطریق (شاہ راہ) اعطان الابل (یعنے جہاں اونٹ بندھتے ہوں) ظہر الکعبہ یعنے کعبہ کی چھت پر -

باب سجود السہو

مسئلہ - نماز میں سجود سہو کے مشروع ہونے پر اتفاق ہے جس نے نماز میں سہو کیا تو اُس کے عوض میں سجود سہو کرے امام احمد اور اضاف سے کرخی کہتے ہیں کہ وہ واجب ہے - اور امام مالک کے نزدیک جب واجب ہے کہ نماز میں کچھ کم کیا ہو اور اگر کچھ زیادہ کیا تو سنت ہے - اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک علی الاطلاق مسنون ہے - اور اگر سجدہ سہو کو سہواً ترک کیا تو نماز ہو جاویگی مگر ایک روایت امام احمد سے نہیں ہوگی امام ابی حنیفہ کے نزدیک بعد سلام سجود سہو کرے - اور مذہب امام مالک میں اگر نقصان کے عوض ہے تو قبل سلام اور اگر زیادتی کے بدلے میں ہے تو بعد سلام - اور اگر دو سہو مجتمع ہو گئے نقصان اور زیادتی سے تو امام مالک کے نزدیک قبل سلام سجدے کرے اور امام شافعی سے مشہور یہ ہے کہ ہر حالت میں قبل سلام کرے اور امام احمد سے یہی مشہور ہے کہ سجود سہو قبل سلام ہے مگر نماز میں بسبب سہو کچھ کم کرے یا عدد

۵ا منبوشہ وہ مقبرہ ہے کہ کفن وغیرہ نکالنے کی وجہ سے قبریں کھلے دگری پڑی ہوں - ۱۲

اور ایک روایت امام احمد سے ہے۔

باب سجود تلاوت

مسئلہ۔ آیت سجدہ پڑھنے والے اور قصداً سننے والے پر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں واجب ہے۔ اور بغیر قصداً سننے والے پر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت نہیں مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں قصداً سننے والا اور بغیر قصداً سننے والا برابر ہے اُس کو بھی سجدۂ تلاوت کرنا ہوگا اور قول راجح امام شافعی اور احمد ہے اور ایک روایت امام مالک سے سجدات تلاوت چودہ ہیں۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک سورہ حج میں دو سجدے ہیں اور امام ابی حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک ایک سجدہ اول کا ہے دوسرا نہیں۔ اور سورہ ص میں سجدہ شکر ہے یا سجدات عزائم سے ہے۔ رعزائم اُن سجدات کو کہتے ہیں کہ جسکا حکم خدا سے ہے قول امام ابی حنیفہ اور مالک اور ایک روایت امام احمد سے وہ سجدہ عزائم سے ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اور امام احمد کے مشہور روایت سے وہ سجدہ شکر ہے بغیر نماز میں مستحب ہے۔ بالاتفاق مفصل میں تین سجدے ہیں ایک سورہ نجم میں دوسرا انشقاق میں تیسرا علق میں مگر امام مالک کے نزدیک مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے اور باقی دس سجدوں میں سب کا اتفاق ہے۔ اول سورہ اعراف میں دوم سعدۂ رعد میں سوئم سورہ نحل میں چہارم سورہ سبحان الذی میں پنجم سورہ مریم میں ششم سورہ حج میں پہلا ہفتم سورہ فرقان میں ہشتم سورہ نمل میں نہم الم تنزیل یعنے سورہ سجدہ میں دہم سورہ حم میں اور اسحٰق کے نزدیک پندرہ ہیں انھوں نے سجدہ سورہ ص کو بھی شامل کیا ہے۔

مسئلہ۔ آیت سجدہ پڑھنے والا نماز میں نہیں ہے اور کان لگاکر سننے والا نماز میں ہے تو سننے والا اُسوقت اور بعد فراغ نماز سجدہ نہ کرے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جب نماز سے فارغ ہو سجدہ کرے۔ بالاجماع شروط نماز اسمیں شرط ہیں

چوتھی رکعت میں قدر تشہد قعدہ نہ کیا تھا تو فرض باطل ہوجاویگے اور تمام نماز نفل ہوجاویگی۔ اور اگر کسی نے دو رکعت نفل پڑھے اور تیسری رکعت کو کھڑا ہوگیا تو بالاتفاق علمار حاوی الکبیر میں بیان کیا ہے کہ جائز ہے کہ چوتھی رکعت بھی پوری کرلے یا دوسری رکعت کی طرف رجوع کرے اور سلام پھیرلے اور ایسا کرنے پر سجدہ سہو ہوگا۔ اور اگر مغرب کی نماز چار رکعت بھول کر پڑھے تو بالاتفاق سجدہ سہو کرنے پر نماز کافی ہوگی۔ اور قول اوزاعی ہے کہ ایک رکعت اور زیادہ کرے اور سجدہ سہو کرے تاکہ مغرب کی نماز جفت نہو۔

مسئلہ۔ امام کو مقتدی نے خبر دی کہ ایک رکعت ترک کر دی ہے تو مذہب امام شافعی اور احمد میں یہ ہے کہ مقتدی کے قول پر اعتماد نہ کرے اپنے یقین پر عمل کرے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اس کی قول کی طرف رجوع کرے اور اس بارہ میں امام مالک سے مختلف روایات ہیں۔

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک سنت ترک کرنے پر سجدہ سہو نہیں ہے مگر دعاء قنوت اور تشہد اول اور درود ترک کرنے پر سجدہ سہو ہے اسیطرح مذہب امام ابی حنیفہ میں ہے کہ اگر امام بھول کر جہر کی جگہ پوشیدہ اور پوشیدہ کی جگہ جہر سے پڑھ لے تو سجدہ سہو ہوگا۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر جہر بجائے خفا کیا تو بعد سلام سجدہ سہو کرے۔ اور اگر خفا یعنے پوشیدہ کی جگہ جہر کیا تو قبل سلام سجدہ سہو کرے۔ اور امام احمد کے نزدیک اگر سجدہ کیا تو بہتر ورنہ کچھ مضایقہ نہیں۔ اور اگر رکوع یا سجود یا تشہد میں قراءت پڑھے تو سجدہ سہو کرے جیسا کہ شافعی نے ظاہر کیا ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی سے نماز میں مکرر سہو ہوگئے تو سہو کے لئے بالاتفاق دو سجدے سہو کے کافی ہیں۔ اور اوزاعی کے نزدیک اگر سہو دو جنس سے ہیں یعنے نقصان اور زیادتی سے تو ہر سہو کے لئے جدا جدا دو سجدے ہیں۔ اور اگر خلف امام کسی نے سہو کیا تو بالاتفاق سجدہ سہو نہ کرے۔ اور اگر امام نے سہو کیا تو بالاتفاق مقتدی کو بھی سہو لاحق ہوا۔ اور اگر امام نے سجدہ سہو نہ کیا تو امام مالک کے نزدیک مقتدی سجدہ کرے یہی طرح مذہب امام شافعی سے

پڑھی جاوے تو پناہ مانگے۔ مذہب امام ابی حنیفہ میں یہ بات نماز فرض میں مکروہ ہے۔

باب نماز نفل میں

مسئلہ۔ معمولی سنتوں سے موکدہ سنت فرضوں کے ساتھ وتر اور دو رکعت سنت فجر کی ہے۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک وتر میں زیادہ تاکید ہے اور امام احمد کے نزدیک فجر کی دو رکعت سنت میں تاکید زیادہ ہے بہر حال ان نزدیک دونوں سنت ہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے فرض نہیں اور سنن معمولی بالاتفاق یہ ہیں قبل فجر دو رکعت اور قبل ظہر دو رکعت اور بعد ظہر دو رکعت اور بعد مغرب دو رکعت اور بعد عشا دو رکعت اور امام ابو حنیفہ اور شافعی نے قبل عصر چار رکعت زیادہ بیان کی ہیں مگر امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر چاہے دو رکعت پڑھے اور قبل ظہر کامل طور پر چار رکعت ہیں۔ اور قول امام شافعی سے بعد ظہر کامل چار رکعت ہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بعد ظہر چاہے چار رکعت اور چاہے دو رکعت پڑھے اور امام ابو حنیفہ نے اتنا اور بڑھایا ہے کہ قبل عشا چار رکعت اور بعد عشا کامل چار رکعت ہیں اور جمعہ میں چار سنت پہلے اور چار بعد ہیں۔

مسئلہ۔ رات اور دن کے نفلوں میں سنت ہے کہ دو رکعت پڑھنے پر سلام پھیرے۔ پس اگر کوئی ایک ہی رکعت پڑھکر سلام پھیرے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت میں سلام جائز نہیں۔ اور رات میں ایک سلام سے چاہے دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت یا آٹھ رکعت پڑھے اور دن میں ایک سلام سے چار رکعت پڑھے۔

مسئلہ۔ اقل رکعت وتر کی ایک اور اکثر گیارہ رکعت ہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اوسط کمال تین رکعت ہیں اور مذہب امام ابی حنیفہ میں تسلیمہ واحدہ کے ساتھ وتر کی تین رکعت ہیں نہ کم کرے نہ زیادہ اور مذہب امام مالک میں وتر کی اصل ایک رکعت ہے اور قبل اس کے جفت اس سے علیحدہ

ہیں۔ اور ابن المسیب کہتے ہیں کہ جب حائضہ سُنے تو اپنے سر سے اشارتاً سجدہ ادا کرلے اور ذا سطرح کہے سجد وجھی للذی خلقہ وصورہ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سجدہ کی جگہ رکوع نہ کرے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک استحباباً قایم مقام سجدہ رکوع کرلے۔ امام شافعی اور مالک کے نزدیک امام کے لئے قراءت آئت سجدہ کی نماز میں مکروہ نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک خفا پڑھنے کی حالت میں آئت سجدہ پڑھنا مکروہ ہے اور جہر کی حالت میں نہیں۔ اور امام احمد کے نزدیک جس نے آئت سجدہ کو بالاسرار یعنے آہستہ پڑھی تو وہ سجدہ نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک سجدہ تلاوت میں مقتدی نے امام کی متابعت نہ کی تو اُس کی نماز باطل ہوگی چنانچہ امام کے ساتھ قنوت ترک کرنے سے اور اس سجدہ میں امام شافعی سے دو قول ہیں اظہر یہ ہے کہ تکبیر پکار کر کہے اور بدون تشہد سلام پھیرے۔ اور یہی قول امام احمد کا ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں سجدوں کے واسطے اواز سے تکبیر کہے اور ایسا ہی امام مالک نے فرمایا ہے۔ اگر قراءت آئت سجدہ کی مکرر پڑھے اور وہ حالت پاکیزگی میں نہیں ہے۔ تو فی الحال سجدہ نہ کرے اور نہ بعد طہارت سجدہ کرے مگر بعض شا... کا قول ہے کہ طہارت کرکے سب سجدوں کو ادا کرلے۔ آیا سب سجدے .. ...جل میں یا بالتکرار مثل تکرار تلاوت سجدے کرے۔ اس بارہ میں امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایک دفعہ سجدہ کرنا کافی ہے۔ بشرطیکہ تکرار قراءت کی مجلس واحد میں ہو۔

مسئلہ۔ اگر کسی کو کچھ نعمت ملی یا اُس سے کوئی زحمت دفع ہوئی تو امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے کہ سجدہ شکر کرے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ امام ابی حنیفہ کے نزدیک سجدہ شکر نماز میں جائز نہیں اور اونہیں سے محمد روایت کرتے ہیں کہ مکروہ ہے اور امام مالک کے نزدیک بکراہت جائز ہے بشرطیکہ اکیلا نماز پڑھتا ہو۔ اور قاضی عبدالوہاب کے ان سے نقل کیا ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ کچھ مضایقہ نہیں اور یہی صحیح ہے۔ اور نمازی کو مستحب ہے کہ جب آیت رحمت پڑھی یا وے تو رحمت کا سوال کرے اور جب آئت عذاب

امام احمد سے ان کی قضا مثل فرضوں کے پڑھنا سنت ہے اگرچہ وقت مکروہ ہو اور قول امام مالک سے قضا نہ پڑھی جاوے ایسا ہی قول امام شافعی کا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جب فوت ہو جاوے تو فرضوں کے ساتھ قضا پڑھ لی جاوے۔

مسئلہ۔ جب کوئی مسجد میں نماز کو گیا اور اسوقت جماعت ہوتی ہو تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک تحیت المسجد اور سنتیں نہ پڑھے اور جماعت میں شامل ہو جاوے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر صبح کی نماز میں دوسری رکعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو صحن مسجد میں سنت پڑھکر پھر جماعت میں شامل ہو۔

مسئلہ۔ جن وقتوں میں نماز پڑھنا منع ہے امام مالک کے نزدیک چار وقت ہیں دو بسبب فعل کے یعنے وقت ہے مگر اسمیں فعل نماز جائز نہیں اور دو بسبب وقت کے یعنے وہ وقت ہی نماز کا نہیں اوّل بعد عصر آفتاب زرد ہونے تک اور بعد صبح آفتاب طلوع ہونے تک مثلاً کسی نے عصر یا صبح کی نماز نہ پڑھی اور اس کو یہ وقت ملا تو بلا خلاف جائز ہے کہ نماز اسوقت کے اندر جب چاہے پڑھے اور اگر صبح اور عصر کی نماز پڑھ لی تو پھر نماز اسوقت میں نہ پڑھے جبتک کہ آفتاب طلوع یا غروب ہو جاوے یہ تشریح سبب فعل کے دو وقت کی ہوئی دوئم آفتاب نکلنے سے بلند ہونے تک اور زرد ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک۔ یہ تشریح سبب وقت کے دونوں وقت کی ہوئی)

اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک پانچواں وقت دوپہر کا ہے جبتک سورج نہ ڈھلے نماز پڑھنا منع ہے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ فرضوں کی قضا ان وقتوں میں ہو جاتی ہے کہ جنمیں سبب وقت سے پڑھنا منع ہے مگر نفل ان وقتوں میں نہیں پڑھے جاتے ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ سب وقت میں قضا پڑھی جاوے اور وہ نفل بھی پڑھے جاویں کہ جنکے لئے کوئی سبب ہو مثلاً تحیت المسجد و دوگانہ طواف و سجود تلاوت و نماز نذر و تحیت الوضو اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ان وقتوں میں کہ جنمیں سبب وقت سے پڑھنا منع ہے کوئی فرض نماز نہ پڑھی جاوے مگر سورج زرد ہونے کے وقت اس دن کی

اور اس کے قبل جفت کی حد نہیں مگر اس کے پہلے کم سے کم دو رکعت ہیں۔ اور مذہب امام مالک اور شافعی میں اخیر رکعت وتر میں سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں فقط سورہ اخلاص پڑھے اور جب کوئی وتر پڑھ چکے اور پھر تہجد پڑھے تو اصح امام شافعی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں یہ ہے کہ وتر کا اعادہ نہ کرے اور قول امام احمد سے ایک رکعت اور پڑھکر جفت کرلے اور پھر اعادہ کرے۔

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک نصف ثانی رمضان میں آخر وتر میں دعاء قنوت پڑھنا سنت ہے اور یہی امام مالک سے مشہور ہے اور امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ ہمیشہ وتر میں دعا قنوت پڑھے اور ایسا ہی قول ایک جماعت ائمہ شافعیہ کا ہے مثل عبداللہ زبیری وابی الولید نیشا پوری وابی الفضل بن عبدان وابی منصور بن مہران۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک ماہ رمضان میں تراویح سنت ہے اور وہ بیس رکعت دس سلام کے ساتھ ہے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے گھر میں اسقدر پڑھنے پر قادر ہو جتنا کہ امام کے ساتھ پڑھنے میں تو گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے گھر میں قیام رمضان پر قوی ہے اسکو میں دوست رکھتا ہوں اور امام مالک سے روایت کی گئی ہے کہ تراویح کی چھتیس رکعت ہیں۔

مسئلہ۔ بالاتفاق فوت نمازوں کی قضا واجب ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک ان وقتوں میں قضا پڑھنا جائز نہیں کہ جنمیں نماز پڑھنا منع ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے اگر صبح کی نماز پڑھتے میں سورج نکل آیا تو مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں نماز ہوجائیگی مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں ہوگی۔ اور عصر کی نماز پڑھتے میں سورج غروب ہوگیا تو بالاتفاق نماز ہو جاویگی۔

مسئلہ۔ سنت فجر یا وتر فوت ہوگئی تو قول راجح امام شافعی اور ایک روایت

رہ سکتا یا نہر ہے تو مذہب امام مالک اور شافعی میں اقتدا صحیح ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں۔ اگر مسجد میں امام نماز پڑھاتا ہو اور کوئی اپنے گھر میں اس کے پیچھے نماز پڑھے اور کوئی شے ایسی حائل ہے کہ جس سے صفیں دکھائی نہیں دیتی تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک درست نہیں مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک درست ہے۔

مسئلہ۔ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کرے تو بالاتفاق جائز ہے اور فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا کرے تو مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد میں ناجائز ہے اور انہیں کے نزدیک اسکے پیچھے فرض بھی نہیں ہے جو دوسرے فرض پڑھتا ہو۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک تمیز دار لڑکے کے پیچھے سوائے جمعہ کے اقتدا قطعاً صحیح ہے بخلاف ائمہ ثلاثہ کیونکہ اُن کے نزدیک فرض میں اقتدا صحیح نہیں اور نماز نفل میں اُن سے مختلف روائیتیں ہیں اور امام شافعی کے دونوں قول سے راجح یہ ہے کہ اقتدا اُس کے ساتھ جمعہ میں درست ہے۔ اور بلاخلاف لڑکے کی نسبت بالغ امامت کے لئے بہتر ہے۔ اور غلام کی اقتدا جمعہ کے سوا بغیر کراہت درست ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امامت غلام اور اندھے کی بلا کراہت بالاتفاق صحیح ہے مگر ابن سیرین کے نزدیک صحیح نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک اندھا اور سوجتا امامت میں برابر ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بصیر اعمی سے بہتر ہے اسکو شافعیہ میں سے شیرازی نے اور ایک جماعت نے پسند کیا ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولدالزنا کی امامت مکروہ ہے اور مذہب امام احمد میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک فاسق کی امامت کراہت کے ساتھ درست ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اُس کا فسق بغیر تاویل ہے تو امامت اُس کی درست نہیں جس نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی وہ نماز پھیرلے اور اگر اُس کے فسق کی تاویل ہو سکتی ہو تو جب تک وقت باقی ہے نماز پھیرلے اور

اور عصر میں ایسا نہیں ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جس نے نماز جماعت سے پڑھ لی تو پھر نماز کا اعادہ نہ کرے اور جس نے اکیلے نماز پڑھی وہ جماعت کے ساتھ اعادہ کرے مگر نماز مغرب میں اعادہ نہیں ہے اور قول اوزاعی سے صبح اور مغرب میں اعادہ نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز کا اعادہ نہیں کرے مگر ظہر اور عصر کا کر لے۔ اور قول حسن سے اعادہ کرے مگر صبح اور عصر میں نہ کرے۔ اور جب اعادہ کر لیا تو راجح مذہب امام شافعی سے اول نماز فرض ہو گی اور دوسری نفل اور یہی قول امام ابی حنیفہ اور احمد کا ہے اور اوزاعی اور شعبی فرماتے ہیں کہ دونوں نمازیں فرض ہونگی۔

مسئلہ۔ امام رکوع کرنے والا ہے یا تشہد اخیر میں ہے اور اس کو معلوم ہوا کہ اور کوئی نماز میں داخل ہونے والا ہے تو امام شافعی کے دونوں قول سے صحیح یہ ہے کہ اس کا انتظار کرنا مستحب ہے اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ انتظار مکروہ ہے اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے۔ اور جب امام کا وضو ٹوٹ جاوے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کسی مقتدی کو اپنے قائم مقام خلیفہ کر دیوے اور امام شافعی کے دونوں قول سے اصح یہ ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے۔ اور امام کے پیچھے کئی مسبوق ہیں تو جب امام سلام پھیرے تو وہ ان میں سے اس شخص کو امامت کے لئے مقدم کر دیوے کہ جس کے ساتھ ان کی نماز تمام ہو جاوے مگر بالاتفاق نماز جمعہ میں ایسا جائز نہیں ہے اور غیر جمعہ کے لئے مذہب امام شافعی میں تصحیح کا اختلاف اور نقل میں اضطراب ہے۔ اور رافعی اور روضہ میں اصح طور پر منع ہے اور نووی کی شرح مہذب میں صحیح طور پر جائز ہے اور اسپر اعتماد اور عمل ہے۔ اور اگر مقتدی نے امام سے علیحدہ ہونے کی نیت بغیر عذر کی تو راجح مذہب امام شافعی اور قول امام احمد سے اس کی نماز باطل نہیں ہو گی۔ مگر امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک باطل ہو گی۔

مسئلہ۔ جب صفیں ملی ہوئی اور ان کے بیچ میں راستہ یعنے شاہ راہ یا نہر جس میں کشتی چلتی ہو نہیں ہے تو اقتدا ان کی صحیح ہے۔ اور مقتدی اور امام کے درمیان

بعد یہانتک کھڑا رہے کہ صفیں برابر ہو جاویں پھر تکبیر کہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب اقامت میں مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے امام کھڑا ہو جاوے اور مقتدی اقتدا کریں اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہے امام تکبیر تحریمہ کہے اور جب اقامت تمام ہو جاوے امام قرارت پڑھے۔

مسئلہ۔ ایک آدمی مقتدی ہو تو امام کی سیدھی طرف کھڑا ہو اور اگر بائیں طرف کھڑا ہو اور سیدھی طرف دوسرا کوئی نہیں ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز ہو جاویگی اور امام احمد کے نزدیک نہیں ہوگی۔ اور ابن المسیب سے منقول ہے کہ مقتدی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور قول نخعی ہے کہ امام کے پیچھے یہانتک کھڑا ہو کر رکوع میں جب تک اگر لینے میں کوئی اور آگیا تو بہتر ورنہ امام کی سیدھی طرف چلکر کھڑا ہو اور رکوع کرے اور اگر دو آدمی مقتدی ہوں تو بالاتفاق صف باندھکر کھڑے ہوں اور ابن مسعود سے نقل کی گئی ہے کہ امام دونوں کے بیچمیں کھڑا ہو اور اگر مردوں کے ساتھ لڑکے بھی ہوں تو امام شافعی کے نزدیک آدمی اول صف میں کھڑے ہوں اور لڑکے پچھلی صف میں اور بعض اصحاب امام شافعی کہتے ہیں کہ دو آدمیوں کے بیچمیں ایک لڑکا کھڑا ہو تاکہ نماز کی تعلیم پاوے اور یہی قول امام مالک کا ہے اور اگر عورتیں بھی حاضر ہیں تو وہ لڑکوں کے پیچھے کھڑی ہوں۔ اگر عورت اول صف میں آدمیوں میں آکر کھڑی ہو جاوے تو بالاتفاق ان میں سے کسی کی نماز باطل نہیں ہوگی مگر امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ جو شخص اُسکے داہنے اور بائیں اور پیچھے کھڑا ہے اُس کی نماز باطل ہوگی اور اس عورت کی نماز ہو جائیگی۔

مسئلہ۔ اگر اکیلا مقتدی صف کے پیچھے کھڑا ہو تو اس کی نماز ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ ہو جائیگی اور امام احمد کے نزدیک اگر امام نے رکوع کیا اور صف کے پیچھے اکیلا مقتدی ہے تو اس مقتدی کی نماز نہیں ہوگی اور نخعی فرماتے ہیں کہ جس نے صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔

مسئلہ۔ مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو جاوے تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک

امام احمد کی دونوں روایتوں سے مشہور یہی ہے کہ درست نہیں۔ اور بالاتفاق عورت کی امامت آدمیوں کے واسطے فرض نماز میں صحیح نہیں خاصکر نماز تراویح میں عورت کی امامت کے جواز کا اختلاف ہے امام احمدؒ کے نزدیک عورت کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ پیچھے کھڑی ہو۔ دوسرے امام جائز نہیں رکھتے۔

مسئلہ۔ امام کے اولے ہونے میں اختلاف ہے ایا افقہ بہتر ہے یا اقرا۔ امام ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ افقہ وہ ہے جو فاتحہ کو اچھی طرح سمجھکر پڑھتا ہو بہتر ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اقرار وہ ہے کہ جو تمام قرآن بخوبی پڑھتا ہو اور احکام نماز کو جانتا ہو بہتر ہے۔ اگر امّی نماز پڑھا دے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک دونوں کی نماز باطل ہے اور امّی وہ ہے جو فاتحہ کو اچھی طرح سے نہیں پڑھ سکتا۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک فقط امّی قاری کی نماز نہیں ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک امّی کی نماز جماعت کے ساتھ صحیح ہے گر امام ہو تو دونوں قول سے صحیح یہی ہے کہ اس کی نماز باطل ہوگی۔ بے وضو کے پیچھے بالاتفاق نماز جائز نہیں اور اگر اس کو بے وضو ہونے کا علم نہ ہو تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک سوائے جمعہ کے نماز ہو جاویگی۔ اور جمعہ کی جماعت منعقد ہونے کے لئے جتنے آدمیوں کا ہونا چاہئے علاوہ امام کے پورے ہو جاویں تو راجح مذہب امام شافعی ہے اس کے پیچھے نماز ہو جاویگی۔ اور امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ بے وضو کے پیچھے کسی حالت میں نماز نہیں ہوتی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر امام اپنے حدث کو بھولا ہوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جاویگی۔ اور اگر جانتا ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک قائم کی نماز قاعد کے پیچھے درست ہے اور امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے بھی بیٹھ جاویں اور مذہب امام شافعی اور احمد میں جو رکوع اور سجود کو اشاروں سے ادا کرتا ہو اس کی اقتدا رکوع اور سجود کرنے والے کو جائز ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں جائز نہیں۔

مسئلہ۔ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک امام کو چاہئے کہ اقامت کے

فرض پڑھنا بجہہ کی دو منزل کی مسافری میں جائز ہے یعنے دو دن یا ایک رات اور دن کا سفر ہو جس کا اندازہ اڑتالیس میل یعنے چوبیس کوس ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تین منزل سے کم سفر میں قصر نہیں ہے تین منزل کے بہتر میل یعنے چھتیس کوس ہیں۔ اور اوزاعی کا قول ہے کہ ایک دن کے سفر میں ہی قصر ہے اور داؤد فرماتے ہیں کہ سفر طویل ہو خواہ قصیر قصر جائز ہے اور جسکو تین دن کا سفر ہو تو قصر پڑھنا بالاتفاق افضل ہے اگر پوری نماز پڑھے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ایسا ہی قول بعض اصحاب امام مالک کا ہے۔

مسئلہ- امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک قصر شہر کی عمارتوں سے چھوڑنے کے بعد ہے اور امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ شہر کی عمارتوں سے مفارقت کرے اور اس کے داہنے بائیں شہر کے مکانات سے کوئی شے نہو۔ دوسری یہ کہ شہر سے تین میل کا فاصلہ ہو جاوے اسوقت سے قصر پڑھے اور حرث بن ابی ربیعہ سے منقول ہے کہ جب سفر کا ارادہ کیا تو دو رکعت نماز اپنے گھر میں لوگوں کے ساتھ پڑھی اور انہیں سولے اسود کے اصحاب عبد اللہ سے تھے اور مجاہد کا قول ہے کہ اگر دن میں سفر کو نکلا تو جبتک شام نہ ہو قصر نہ پڑھے اور اور اگر رات کو نکلا جبتک دن نہ نکلے قصر نہ کرے۔

مسئلہ- جب مسافر نے مقیم کے پیچھے کسیقدر نماز میں اقتدا کی تو لازم ہے کہ نماز پوری کرے بخلاف امام مالک کیونکہ ان کے نزدیک نماز مقیم سے اگر ایک رکعت ملے تو نماز پوری پڑھنا لازم ہوگا۔ اور اگر ایک رکعت کی قدر نہ ملے تو قصر پڑھے اور قول اسحق بن راہویہ کا یہ ہے کہ مقیم کے پیچھے مسافر کو قصر پڑھنا لازم ہے اور جمعہ کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے مسافر اقتدا کرے نیت ظہر کے قصر کی کرے تاکہ نماز تمام ہو کیونکہ جمعہ کی نماز مقیم کے لئے ہے یہی راجح مذہب امام شافعی سے ہے

مسئلہ- ملاح نے کشتی میں سفر کیا اور اس کے ساتھ بال بچے اور مال بھی ہے تو امام شافعی نے ظاہر کیا کہ وہ قصر کرے یہی مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک کا ہے اور امام احمد کا قول ہے کہ قصر نہ پڑھے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ قصر پڑھے اور افطار

اُس کی نماز نہیں ہوگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اُس کی نماز ہو جاویگی اور امام شافعی کے دونوں قول جدید سے راجح یہ ہے کہ نماز نہیں ہوگی - اور اگر امام اوپر کھڑا ہو اور مقتدی نیچے یا مقتدی اوپر اور امام نیچے تو بالاتفاق نماز مکروہ ہے مگر کسی ضرورت سے ہو تو مکروہ نہیں بلکہ امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے
مسئلہ - مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو امام شافعی کے نزدیک مشاہدہ کا اعتبار نہیں اور نہ اتصال صفوف کا بلکہ امام کی نماز کا علم ہونا کافی ہے - اور اگر بسبب کثرت مسجد سے جماعت باہر تک ہے اور امام دور جگہ کھڑا ہے اور صفیں اُس سے مل رہی ہیں جو مسجد میں ہیں تو نماز صحیح ہے اور اگر صفوں کے درمیان فصل قریب ہے یعنے تین سو ہاتھ کا فاصلہ ہے یا کم اور اُن کو امام کی نماز کا علم ہے تو اُن کی نماز قول راجح سے درست ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ امام مسجد میں نماز پڑھاتا ہو اور کوئی اپنے گھر میں اُس کے پیچھے نماز پڑھے - بشرطیکہ تکبیر سنتا ہو تو اقتدا اُس کی صحیح ہوگی مگر نماز جمعہ میں نہیں کیونکہ نماز جمعہ صحیح نہیں مگر جامع مسجد میں - اور جامع مسجد کے متصل جو کوٹھریاں ہوں انمیں بھی درست ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں جمعہ اور غیر جمعہ میں اقتدا صحیح ہے اور قول عطا یہ ہے کہ امام کی نماز کے علم کا اعتبار ہے نہ مشاہدہ اور نہ حائل ہونا کسی شئے کا اور اسی طرح نخعی اور حسن بصری سے منقول ہے -

باب مُسافر کی نماز میں

مسئلہ - بالاتفاق سفر میں قصر جائز ہے - امام ابی حنیفہ کے نزدیک قصر بطریق جواز نہیں بلکہ بطریق وجوب استحکام اور تشدد ہے - اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک سفر جائز میں جائز ہے اور داؤد سے منقول ہے کہ سفر واجب میں اور خاصکر خوف میں قصر جائز ہے اور سفر معصیت یعنے ناجائز سفر میں قصر امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جائز نہیں اور خود سفر معصیت کسی حالت میں روا نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک سفر ناجائز میں بھی قصر جائز ہے -
مسئلہ - امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک قصر نماز یعنے چار فرض کے دو

مذہب امام ابی حنیفہ میں دو نمازوں کو جمع کرکے عذر سفر سے پڑھنا کسی حالت
میں جائز نہیں۔

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک بارش کے عذر سے ظہر وعصر کو تقدیماً ایک
وقت میں جمع کرکے پڑھنا جائز ہے امام ابوحنیفہ و اصحاب ابوحنیفہ فرماتے
ہیں کہ مطلق جائز نہیں۔ اور امام مالکؒ امام احمد فرماتے ہیں کہ مغرب اور
عشاء ملا کر پڑھنا جائز ہے ظہر وعصر جائز نہیں مگر ایسے حالت میں کہ بارش
کم زیادہ اسقدر ہو کر کپڑا تر ہو جاوے اور یہ اجازت خاص اس کے لئے ہے
جو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتا ہو کیونکہ دوبارہ مسجد میں جانے سے بوجہ
بارش رستہ میں تکلیف ہوتی ہے اور جو شخص مسجد میں رہتا ہو یا اپنے ہی
گھر میں جماعت سے نماز پڑھتا ہو یا مسجد کی طرف کسی آڑ یا پردہ میں جاتا ہو
یا مسجد اُس کے حویلی کے دروازہ میں ہے تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک
اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس کو دو نماز کا جمع کرنا جائز نہیں اور نقل ہے
کہ امام شافعی نے تعلیم کے وقت بیان کیا کہ جائز ہے۔ اور اگر راستہ میں
کیچڑ ہے اور بارش نہیں ہے تو امام شافعی کے نزدیک جمع کرنا جائز نہیں
اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

مسئلہ۔ خوف اور بیماری کے سبب نمازوں کا جمع کرنا ظاہر مذہب امام شافعی
میں جائز نہیں۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور اس جواز کو متاخرین
اصحاب امام شافعی نے ایک وجہ سے پسند کیا ہے۔ شرح مہذب میں نووی
فرماتے ہیں کہ یہ وجہ یقیناً قوی ہے۔ اور ابن سیرین کہتے ہیں کہ بلا خوف و
مرض کسی ضرورت سے جمع کرنا جائز ہے مگر عادت نہ کرے اور ابن منذر
اور ایک جماعت نے بلا خوف و مرض و بارش حضر میں جمع کرنیکو جائز کہا ہے

باب نماز خوف میں

مسئلہ۔ بالاجماع بعد وفات جناب سرور کائنات صلعم کے نماز خوف کا حکم ثابت
ہے۔ اور مزنی فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ

کرے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی اور احمد اور جمہور علماء کے نزدیک سفر میں جو شخص نفل پڑھنے میں قصر کرے تو مکروہ نہیں خواہ معمولی ہوں یا غیر معمولی۔ اور ایک جماعت نے قصر کو جائز نہیں رکھا منجملہ اُن کے عبد اللہ بن عمر سے صحیحین میں ثابت کیا ہے اور جس نے اُس کو جائز رکھا یا کیا اُس کو بُرا سمجھا۔

مسئلہ۔ جس مسافر نے چار روز کے قیام کی نیت سوائے روز داخل اور خارج ہونے کے کی تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک وہ مقیم ہوا۔ اور مذہب امام حنیفہ میں جب پندرہ روز کے قیام کی نیت کریگا تب مقیم ہوگا پندرہ روز سے کم دنوں کی نیت سے مقیم نہیں ہوگا۔ اور ابن عباس کے نزدیک اونس روز ہیں۔ اور امام احمد سے روایت ہے کہ بیس نماز دل سے زیادہ مدت تک کی نیت کی تو وہ مقیم ہوا نماز تمام پڑھے۔۔ اور اگر کوئی شخص کسی شہر میں اس نیت سے ٹھہرا کہ جب مطلب حاصل ہو تو چلا جاؤنگا۔ اور ہر وقت حصول مطلب کا متوقع ہے تو امام شافعی کے اقوال سے ارجح یہ ہے کہ اٹھارہ دن تک قصر پڑھے دوسرا قول یہ ہے کہ چار روز تک قصر پڑھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ ہمیشہ پڑھے یہی مذہب امام ابی حنیفہ کا ہے۔

مسئلہ۔ جب کسی نے حضر میں نماز فوت کی تو اُس کی قضا سفر میں تمام پڑھے اور ابن منذر کا قول ہے کہ میرے نزدیک اسمیں خلاف نہیں مگر سیقد حسن بصری سے منقول ہے۔ مستظہری کا قول ہے کہ مسائل معتبرہ میں مرقی سے یہ منقول ہے کہ قصر پڑھے اور اگر سفر میں نماز فوت ہوئی تو حضر میں اُس کی قضا پڑھنے کے لئے امام شافعی سے دو قول ہیں اول یہ کہ نماز پوری پڑھے اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے دوسرا یہ کہ قصر پڑھے اسی کے موافق امام ابی حنیفہ اور مالک کا قول ہے۔

مسئلہ۔ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک سفر کے عذر سے درمیان ظہر و عصر اور مغرب و عشا تقدیماً و تاخیراً نماز جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔ اور

منقول ہے کہ خاص پہننے میں تحریم ہے۔

باب جمعہ کی نماز میں

مسئلہ۔ بالاتفاق علماء جمعہ کی نماز خاص معتبر شخصوں پر فرض واجب ہے اور جسنے فرض کفایہ بیان کیا ہے اُس نے غلطی کی ہے۔ اور بالاتفاق جمعہ کی نماز مقیم پر واجب ہے مسافر پر نہیں۔ اور زہری اور نخعی سے منقول ہے کہ جب مسافر اذان سُنے تو اُسپر بھی واجب ہے۔ اور لڑکے پر واجب نہیں۔ اور نہ غلام اور مسافر اور عورت پر واجب ہے مگر امام احمد کی ایک روائیت سے خاصکر غلام پر واجب ہے۔ اور قول داؤد سے واجب ہے۔ اور بالاتفاق اندھے پر واجب نہیں جبکہ کوئی مسجد میں لیجانیوالا نہو۔ اور اگر کوئی لے جانیوالا ہو تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اندھے پر بھی واجب ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں۔

مسئلہ۔ جو کوئی شہر کے باہر کسی جگہ رہتا ہے اُسپر جمعہ واجب نہیں اگر اُس نے اذان جمعہ کی سُنی تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اُس کو لازم ہے کہ جمعہ کی نماز کا قصد کرے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جو شخص شہر کے باہر رہتا ہو اُسپر نماز جمعہ واجب نہیں اگرچہ اذان سنے۔ اگر مسافر شہر میں آیا اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو بالاتفاق اُس کو اختیار ہے کہ جمعہ پڑھے یا ظہر۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جو شخص جمعہ کی نماز کو نہیں آسکتا ہے اُس کو ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے بلکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ سنت ہے۔

مسئلہ۔ جمعہ اور عید ایک روز آجاوے تو اصح امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اہل شہر سے بسبب نماز عید جمعہ ساقط نہیں ہوتا اور اہل دیہات سے بقول راجح امام شافعی ساقط ہوجاتا ہے عید کی نماز پڑھکر اپنے گاؤں کو چلے جاویں اور جمعہ ترک کریں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اہل شہر پر جمعہ واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک بوجہ نماز عید اہل شہر اور اہل دیہات سے فرض جمعہ ساقط

اختصاص اس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا بالاتفاق حضر
ہیں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت ہیں اور تمام صفات نماز خوف کی جو نبی
صلعم سے مروی ہیں معتبر ہیں مگر ترجیح میں اختلاف ہے۔
مسئلہ۔ ناجائز قتال میں نماز خوف جائز نہیں۔ مگر ابی حنیفہ کے نزدیک
جائز ہے دوسرے امام اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ جماعت سے پڑھے یا اکیلا مگر
امام ابی حنیفہ کے نزدیک جماعت سے نہ پڑھے۔ اور حضر میں اس کا پڑھنا
درست ہے ایمہ ثلاثہ کے نزدیک امام ایک گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھے
اور پھر دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھے۔ اور امام مالک فرماتے
ہیں کہ نماز خوف حضر میں نہیں ہے مگر اصحاب امام مالک نے اجازت دی ہے۔
مسئلہ۔ جبوقت لڑائی میں طرفین ایک دوسرے پر جاویں اور سخت خوف چھا جاوے
تو امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایسے حالت میں نماز نہ پڑھیں اور نماز میں تاخیر
کریں یہانتک کہ نماز پڑھنے پر قادر ہوں۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد
فرماتے ہیں کہ تاخیر نہ کریں بلکہ جس حالت پر ہوں نماز پڑھیں وہ نماز انکی ہوجاوے
گی۔ اور پیدل اور سوار جس طرح ممکن ہو نماز پڑھیں مستقبل قبلہ ہوں یا نہ ہوں
اور رکوع اور سجود سر کے اشارہ سے کریں۔ ہتھیاروں کا باندھنا نماز خوف
میں جائز ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اور امام شافعی کے
منجملہ دو قول کے اظہر قول سے ہتھیار باندھنا مستحب ہے نہ واجب اور امام مالک
اور شافعی کے منجملہ دو قول کے ایک قول سے واجب ہے۔ اور جبوقت کسی
گروہ کو دیکھا اور گمان کیا کہ یہ دشمن ہیں اور پھر نماز پڑھی اور پھر خلاف گمان جان
لیا کہ وہ گروہ دشمن کا نہیں ہے تو بالاتفاق نماز کا اعادہ کرے مگر قول امام
شافعی اور ایک روائیت امام احمد سے اعادہ نہ کرے۔
مسئلہ۔ بالاتفاق آدمیوں کو ریشمی کپڑا پہننا سوائے جنگ کے جائز نہیں امام
مالک اور شافعی اور ابو یوسف اور محمد نے لڑائی میں پہننے کی اجازت دی ہے
اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک لڑائی میں پہننا مکروہ ہے اور ریشمی کپڑے
پر بیٹھنا اور اس کا تکیہ لگانا بالاتفاق مثل پہننے کے حرام ہے امام ابی حنیفہ سے

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک جمعہ اُس جگہ ہوجائیگا کہ جہان آدمی سکونت
رکھتے ہوں خواہ شہر ہو یا گاؤں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ایسے گاؤں میں
جمعہ واجب ہوگا کہ جسمیں پاس پاس مکانات ہوں اور اُس میں مسجد اور بازار
ہو۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں جمعہ نہیں ہوتا مگر بڑے شہر میں کہ جہاں بادشاہ
ہو۔ اور اگر اہل شہر شہر کے باہر نکلکر جمعہ پڑھیں تو جمعہ صحیح ہوگا مگر امام
ابی حنیفہ کے نزدیک جمعہ ہوجائیگا بشرطیکہ قریب شہر کے ہو جیسے عیدگاہ۔
مسئلہ۔ جمعہ کی نماز بادشاہ کے حکم سے قائم کرنا مستحب ہے اور اگر بغیر اذن
بادشاہ کے جمعہ پڑھا تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جمعہ ہوجائیگا
اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بغیر حکم بادشاہ جمعہ قائم نہ کرے۔
مسئلہ۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک چالیس آدمی ہوں جب جمعہ کی نماز
ہوگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں تین مقتدی اور ایک امام یعنے چار آدمیوں سے
جمعہ کی جماعت ہوجائیگی۔ اور امام مالک کے نزدیک چالیس سے کم ہوں۔
تب بھی جمعہ ہوسکتا ہے تین یا چار پر واجب نہیں اور بقول اوزاعی وابی یوسف
تین آدمیوں سے جمعہ کی جماعت ہوسکتی ہے اور بقول ابو ثور جمعہ مثل تمام نمازوں
کے ہے جس جگہ مقتدی اور خطیب ہو نماز جمعہ ہوجائیگی۔ اور اگر کسی جگہ چالیس
مسافر جمع ہوگئے اور جمعہ قائم کیا تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا مگر مذہب امام ابی حنیفہ
میں ہوجاویگا بشرطیکہ موضع جمعہ میں ہوں۔ اور غلاموں اور مسافروں کے
ساتھ ملکر تعداد پوری ہوجاوے تو مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں جمعہ منعقد
ہوگا اور مذہب امام شافعی اور احمد میں نہیں ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ اور شافعی اور
مالک بروایت اشہب میں فرماتے ہیں کہ مسافر اور غلام جمعہ کے لئے سبب ہوں
یعنے وہ جمعہ کی نماز پڑھیں تو جواز اُنسے فرضیت ساقط ہوجائیگی۔ اور امام مالک
بروایت ابن القاسم میں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ فرضیت ساقط ہونا جائز
نہیں اور جمعہ کی نماز میں لڑکے کے امام ہونے میں امام شافعی سے دو قول
ہیں ایک یہ ہے کہ مثل بالغ کے ہو تو امامت جائز ہے دوسرے یہ کہ بسبب عدم
سقوط فرض جمعہ ناجائز کیونکہ لڑکے پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ اور یہی قول

ہوجاتا ہے وہ ظہر کی نماز پڑہیں اور قول عطار ہے کہ نماز عید پڑہنے کے بعد اس روز نماز جمعہ اور ظہر دونوں ساقط ہوجاتی ہیں پہر نماز عصر پڑہیں۔

مسئلہ۔ جسپر جمعہ واجب ہے اور وہ بعد زوال سفر کا ارادہ کرے تو جایز نہیں ہے مگر اس حالت میں کہ رستہ میں اس کو نماز جمعہ مل سکتی ہو یا اپنے ہمراہیوں سے پیچھے رہ جانے سے اس کو نقصان پہنچتا ہو اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک جمعہ کو قبل زوال سفر کرنا جائز ہے۔ اور امام شافعی کے دونوں قول سے اصح یہ ہے کہ جائز نہیں اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے مگر سفر جہاد میں جائز ہے۔ اور جمعہ کو بعد زوال بیع مکروہ ہے اور بعد اذان ثانی حرام ہے لیکن امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک درست ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک درست نہیں۔

مسئلہ۔ خطیب خطبہ پڑہتا ہے اور کچھ لوگ ایسے دور بیٹھے ہیں کہ ان کو آواز سنائی نہیں دیتی اگر وہ لوگ باتیں کریں تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ چپ رہیں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک باتیں کرنا جائز نہیں خواہ خطبہ سنائی دیتا ہو یا نہ دیتا ہو چپ رہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک چپ رہنا واجب ہے خواہ قریب ہو خواہ دور۔ اور جس کو خطبہ سنائی دیتا ہے اور وہ سن رہا ہے تو قول امام ابی حنیفہ اور مالک اور قول قدیم امام شافعی ہے خطبہ پڑہنے والیکو اور سننے والے کو اس وقت کلام کرنا حرام ہے مگر امام مالک کے نزدیک خطیب کو کلام کی اجازت ہے خاصکر جس میں نماز کے لئے مصلحت ہو مثلاً کوئی آدمیوں کی گردن پر قدم لگاتا ہوا چلا آوے اسکو جہڑکنا۔ اور اگر کسی کو مخاطب بناوے تو جایز ہے کہ وہ جواب بولے جیسا کہ حضرت عثمان نے حضرت عمر کے ساتھ کیا تھا۔ اور ام[1] کے اندر امام شافعی نے فرمایا ہے کہ خاطب اور مستمع پر کلام حرام نہیں البتہ مکروہ ہے۔ اور امام احمد سے مشہور ہے کہ مستمع پر کلام کرنا حرام ہے نہ خاطب پر۔

---

[1] ام۔ کتاب کا نام ہے۔

اور احمد میں اُس کا جمعہ نہیں ہوگا وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اگر کسیقدر مسبوق کو امام کی نماز سے مل گئی تو اُس کا جمعہ ادا ہوجاویگا اور بقول طاؤس جبتک دونوں میں شامل نہو جمعہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ۔ بالاتفاق انعقاد جمعہ کے لئے خطبتین کا ہونا شرط ہے۔ اگر خطبوں کو نماز سے مقدم نہ کیا تو جمعہ نہیں ہوگا اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ دونوں خطبے سنت ہیں اور خطبہ میں ضرور ہے کہ ارکان خمسہ بیان کرے یعنے حمد خداوند تعالےٰ۔ اور درود بر مصطفےٰ اور وصیت بالتقوی اور پڑہنا آیت کا اور دعا مومنین اور مومنات کے لئے کرنا اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر تسبیح اور تہلیل ہی پڑھے تو کافی ہے اور اگر اتنا کہا الحمد للہ اور منبر سے اُتر آیا تو کافی ہے اگرچہ سوائے اس کے اور کچھ نہ پڑہا ہو۔ مگر صاحبین فرماتے ہیں کہ اسقدر پڑہنا ضرور ہے کہ جسپر خطبہ کا اطلاق حسب عادت ہو سکے اور امام مالک سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ فقط تسبیح اور تہلیل کافی ہے دوسرے یہ کہ اسقدر پڑھے کہ عرف میں جسپر خطبہ کا نام آسکے کس لئے کہ کلام مولف سے اُس کے لئے ایک شان ہے۔

مسئلہ۔ خطبتین میں بالاتفاق خطیب کے لئے قیام باوجود قدرت مشروع ہے لیکن واجب ہونیمیں اختلاف ہے امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ قیام واجب ہے اور امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ واجب نہیں ہے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا خاصکر مذہب امام شافعی میں واجب ہے اور خطیب کو حالت خطبہ پڑہنے میں باطہارت نہ ہونا بقول راجح امام شافعی شرط ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد اور مالک میں شرط نہیں ہے اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے۔

مسئلہ۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک جب خطیب منبر پر چڑھے تو حاضرین کو سلام کرے اور امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ حاضرین پر سلام کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ سلام حاضرین پر اسوقت ہے کہ جب خطیب اُن کی طرف ہوکر نکلے حالانکہ ابھی منبر تک نہیں پہنچا ہے اور پھر منبر پر آنے کے بعد سلام کا اعادہ نکرے

ثانی مذہب امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کا ہے اسواسطے کہ ان ایمہ ثلاثہ نے نماز فرض میں لڑکے کو امامت سے منع فرمایا ہے پس جمعہ میں بطریق اولے امامت منع ہے۔ اور مذہب امام شافعی ہیں اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک اصح یہ ہے کہ امامت جائز ہے اور امام الحرمین فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے جب گنتی آدمیوں کی سوا اس کے پوری ہو جاوے تو جائز ورنہ جمعہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ۔ جب امام عدد معتبر کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہکر نماز میں مشغول ہوا پھر لوگ امام کی اقتدا سے چلے گئے تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت پڑھکر سجدہ کر لیا تھا تو جمعہ کی دوسری رکعت تمام کر لیجاوے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بعد تکبیر تحریمہ لوگ چلے جاویں تو بھی جمعہ کی نماز تمام کی جاویگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت اور دو سجدے کر لئے تھے اور بعد کو مقتدی چلے گئے تو نماز جمعہ کی تمام کرے۔ اور امام شافعی کے اقوال سے صحیح یہ ہے کہ جمعہ باطل ہوگا نماز ظہر کی پوری کرے۔ اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے اور اگر وہ خطبہ میں چلے گئے تو بلا خلاف جو خطبہ اُن کی غیبت میں پڑھا گیا وہ شمار نہیں کیا جاویگا۔ اور اگر وہ تھوڑی دیر کے بعد پھر آگئے تو وہ خطبہ قائم رہا ورنہ خطبہ از سر نو شروع کرنا واجب ہے۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر کے وقت میں جمعہ کی نماز درست ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قبل زوال پڑھ لیں تو جائز ہے اور نماز شروع کی اور دراز پڑھی یہانتک کہ وقت جاتا رہا تو امام شافعی کے نزدیک ظہر تمام کریں اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وقت چلے جانے سے نماز باطل ہو جائیگی پھر از سر نو ظہر پڑھ لیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر جمعہ نہیں ملا یہانتک کہ وقت عصر ہو گیا تو اُسی وقت میں جمعہ پڑھیں جبتک کہ سورج غائب نہو وے اگرچہ وقت غروب تک فارغ ہوں اور یہی مذہب امام احمد کا ہے۔

مسئلہ۔ جب کہ مسبوق کو ایک رکعت جمعہ کی جماعت سے ملی تو اُس کا جمعہ ہو گیا اور اگر ایک رکعت سے کم میں آکر شامل ہوا تو مذہب امام مالک اور شافعی

یعنے مقتدیوں میں سے کسی کو اپنے قایم مقام کردے اور قدیم قول امام شافعی سے جایز ہے۔

مسئلہ۔ شہر میں ایک جمعہ کے سوا دوسرا جمعہ بر اصل مذہب امام شافعی قایم نکیا جاویگا اگرچہ شہر بڑا ہو اور یہی مذہب امام مالک کا ہے مگر ہاں اگر شہر میں کئی جامع مسجد ہوں تو نماز جمعہ اس جامع میں قایم کرنا چاہیے جو سب سے اقدم ہو۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اس بارہ میں کوئی قید نہیں ہے ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر شہر دو طرف آباد ہو یعنے درمیان میں کوئی ندی ہو تو اس میں دو جمعہ جایز ہیں اور اگر شہر ایک ہی طرف آباد ہے تو طحاوی فرماتے ہیں کہ صحیح ہمارے مذہب میں یہی ہے کہ شہر میں ایک جگہ کے سوا جمعہ قایم کرنا ناجایز ہے ولیکن لوگونکے جمع ہونے میں تکلیف ہوتی ہو چنانچہ شہر بڑا ہو تو دوسری جگہ جمعہ ہونا جایز ہے ورنہ ایک ہی شہر میں ضرورتاً کئی جگہ جمعہ جائز ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر شہر بڑا ہو اور اوسمیں آدمی بکثرت ہوں چنانچہ بغداد تو وہاں دو جگہ جمعہ ہونا جائز ہے اور اگر اکثر جا لوگونکو جمعہ پڑہنے کی حاجت نہو تو ناجائز ہے اسی گمان پر ابن سریج امام الشافعیہ نے بغداد کی جامع مسجد میں جمعہ پڑہنے کا حکم دیا ہے نقل ہے کہ بغداد در اصل کئی گانوں متفرقہ تھے اور ہر گانوں میں علیحدہ علیحدہ جمعہ ہوتا تھا بعد ازاں اسقدر جدید عمارتیں بنتی گئیں کہ وہ سب گانوں ملکر ایک ہوگئے پس جماعت جمعہ جابجا اسی طرح ہوتی رہی راجح مذہب امام شافعی میں یہی ہے کہ جب شہر بڑا ہو اور ایک جگہ سب شہر والونکا اجتماع مشکل ہو تو دوسری جگہ جمعہ قایم کرنا جایز ہے بلکہ جواز تعداد حسب حاجت ہے اور داؤد فرماتے ہیں کہ جمعہ مثل اور نمازوں کے ہے شہر والوں کو جایز ہے کہ اپنی اپنی مسجد میں جمعہ پڑھ لیں۔

مسئلہ۔ جب نماز جمعہ فوت ہو جاوے تو بالاتفاق نماز ظہر پڑہی جاویگی مگر مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں جدا جدا۔ اور مذہب امام شافعی اور احمد میں جماعت کے ساتھ پڑہی جاوے۔

اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک تحیت المسجد ایسے وقت میں پڑھنا کہ امام خطبہ پڑھتا ہو درست ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے کہ کسی عذر سے خطبہ اور شخص پڑھے اور نماز دوسرا شخص پڑھاوے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ نماز وہی پڑھاوے جو خطبہ پڑھے اور امام شافعی سے دو قول ہیں قول اصح یہ ہے کہ جائز ہے اور امام احمد سے دو طرح روایت ہے۔

مسئلہ۔ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھنا سنت ہے یا سورۃ سبح اور غاشیہ کہ یہ دونوں سنت ہیں اور فعل رسول اللہ سے مشہور ہے اور امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ قرأت کسی سورۃ کی دوسری سورہ سے مختص نہیں ہے۔

مسئلہ۔ تمام فقہاء کے نزدیک جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے مگر داؤد اور حسن کے نزدیک نہیں اور مستحب یہ ہے کہ قریب وقت جمعہ غسل کرے اور امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک صبح کے وقت غسل کر لے تو جائز ہے مگر مذہب امام مالک میں قریب وقت جمعہ غسل جمعہ صحیح ہے ورنہ نہیں یہ استحباب جمعہ کے نمازی کے لئے ہے مگر ابو ثور کہتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے مستحب ہے خواہ جمعہ میں حاضر ہو یا نہ ہو۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جو کوئی جمعہ کا غسل کرے اور وہ جنب ہے او دونوں نیت کر کے غسل کر لے تو کافی ہو گا مگر امام مالک کے نزدیک غیر کافی ہے۔

مسئلہ۔ کوئی شخص بوجہ انبوہ و کثرت آدمیوں کے سجدہ نہیں کر سکتا ہے مگر پشت انسان پر تو مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد اور راجح مذہب امام شافعی سے پشت انسان پر سجدہ کر لے تو جائز ہے اور قول قدیم امام شافعی سے یہ ہے کہ اگر چاہے پشت انسان پر سجدہ کرے اور چاہے تاخیر کرے یہانتک کہ ہجوم مٹ جاوے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تاخیر مکروہ ہے یہانتک کہ زمین پر سجدہ کرے۔

مسئلہ۔ اگر امام نماز میں بے وضو ہو جاوے تو مذہب امام ابی حنیفہ و مالک و احمد میں اور قول جدید راجح امام شافعی سے جائز ہے کہ امام اپنا خلیفہ کسیکو کر دیوے

امام احمد کے نزدیک پھر اکیلا ادا کرلے۔ اور امام شافعی سے کالمذہبین دونوں قول ہیں اصح یہی ہے کہ پوری ادا کرلے مگر قضا کی کیفیت میں اختلاف ہے امام احمد کی مشہور روائیت سے یہ ہے کہ چار رکعت مثل نماز ظہر پڑھ لے۔ اور ایسا ہی محققین اصحاب امام احمد کے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک دو رکعت پڑھے مثل امام کے اور ایسا ہی ایک روایت امام احمد سے ہے اور امام احمد کی روائیت ثالثہ یہ ہے کہ پڑھنے والے کو اختیار ہے چاہے دو رکعت پڑھے چاہے چار رکعت۔

مسئلہ۔ نماز عید شہر کے باہر عیدگاہ میں پڑھنا بالاتفاق سنت ہے مسجد میں نہ پڑھے اور اگر بسبب ضعف مسلمین شہر میں مسجد کے اندر پڑھے تو جائز ہے مگر شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مسجد وسیع ہو تو مسجد میں پڑھنا افضل ہے

مسئلہ۔ جو شخص عید کی نماز میں حاضر ہو تو نزدیک امام ابی حنیفہ قبل نماز عید نفل نہ پڑھے بعد میں چاہے تو پڑھ لے عیدگاہ میں ہو یا اور جگہ خواہ امام ہو یا مقتدی۔ اور نزدیک امام مالک کے اگر نماز عید عیدگاہ میں پڑھے تو قبل و بعد نماز عید نفل نہ پڑھے خواہ امام ہو یا ماموم۔ اور اگر نماز عید مسجد میں پڑھے تو بیک روائیت نفل پڑھے اور ایک دوسری روائیت ہے کہ نہ پڑھے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ نفل پڑھنا جائز ہے قبل اور بعد نماز عید مسجد ہو یا غیر مسجد مگر امام پہلے نہ پڑھے جبکہ لوگوں میں ظاہر آجاوے۔ اور مذہب امام احمد میں مطلقاً قبل اور بعد نماز نفل نہ پڑھے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق الصلوۃ جامعۃ پکارنا مستحب ہے اور ابن زبیر سے ہے کہ اذان دیجاوے اور ابن المسیب کہتے ہیں کہ نماز عید کے لئے سب سے پہلے معاویہ نے اذان دی تھی اور مذہب امام شافعی میں نماز عید کی اول رکعت میں قرأت سورۂ ق اور رکعت ثانیہ میں اقتربت یا اسطرح پر کہ سورہ سبح اور غاشیہ۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اختصاص کسی سورہ کا نہیں ہے۔ اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ سبح اور غاشیہ پڑھے۔

مسئلہ۔ ماہ رمضان کی تیسویں تاریخ بعد زوال کے روئیت ہلال کی گواہی آجاوے کہ

باب عیدین کی نمازمیں

مسئلہ۔ بالاتفاق نماز عیدین مشروع ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اعیان پر واجب ہے چنانچہ نماز جمعہ اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور ایسا ہی ایک روایت امام ابی حنیفہ میں ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ فرض کفایہ ہے۔ اس کی شرائط میں اختلاف ہے۔ امام احمد یہ شرطیں فرماتے ہیں۔ مقیم ہونا۔ تعداد آدمیوں کی پوری ہونا۔ اور ایک روایت سے یہ ہے کہ امام وقت کا اذن ہونا۔ باعتبار اسکے کہ جمعہ میں اس کا اذن ہوتا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ شرطیں ہیں۔ مقیم ہونا۔ تعداد مردم پوری ہونا شہر کا ہونا۔ اور امام شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ یہ شرطیں نہیں ہیں جائز ہے کہ نماز عیدین مرد عورتوں سے جو چاہے اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ پڑھ لے۔

مسئلہ۔ تکبیر احرام جو پہلے پہل ہوتی ہے اسمیں سب کا اتفاق ہے مگر تکبیرات زوائد میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ تین تکبیریں پہلی رکعت میں اور تین ہی رکعت ثانیہ میں ہیں۔ اور مذہب امام مالک اور احمد میں چھ اول میں اور پانچ دوسری میں اور امام شافعی کے نزدیک سات اول میں اور پانچ دوسری میں ہیں۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ درمیان کل تکبیرات کے ذکر مستحب ہے مگر امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ پے در پے تکبیرات ادا کرے۔ اور مذہب امام مالک اور شافعی میں دونوں رکعت میں تکبیرات کو قراءت پر مقدم کرے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک قرارت متواتر پڑھے یعنے تکبیرات رکعت اول میں قبل قراءت اور دوسری رکعت میں بعد قراءت کہے اور امام احمد سے کا لمذہبین دونوں طرح روایت ہے بالاتفاق تکبیرات میں رفع یدین ہے مگر ایک روایت امام مالک سے فقط تکبیرات احرام میں رفع ہے۔

مسئلہ۔ کسیکو امام کے ساتھ نماز عید نہ ملی اور جماعت فوت ہوگئی تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اس کی قضا نہ پڑھے یعنے پھر اس کو ادا نہ کرے۔ اور

تکبیر کہنے والا محل ہو خواہ محرم امام ابو حنیفہ و احمد فرماتے ہیں کہ عرفہ کی صبح کی نماز سے لیکر یوم نحر کی نماز عصر تک تکبیر کہے یعنے تیرہویں تاریخ کے عصر تک اور امام مالک فرماتے ہیں کہ روز عید کے ظہر سے لیکر تیرہویں تاریخ کی صبح کی نماز تک محل ہو خواہ محرم سب کے لئے یہی حکم ہے اور امام شافعی سے کئی قول ہیں مشہور زیادہ قول مثل مذہب امام مالک کے ہے۔ اور جسپر شافعیوں کا عمل ہے وہ قول یہ ہے کہ روز عرفہ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کے عصر تک اور راجح مذہب امام شافعی ہیں محرم مانند محل کے ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع حق محرم وغیر محرم ہیں خلف جماعات تکبیر کہنا سنت ہے یعنے بعد نماز جماعت۔ اور اگر ان وقتوں نہیں کسی نے اکیلے نماز پڑہی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور ایک روائت امام احمد سے تکبیر نہ کہے اور مذہب امام مالک اور شافعی اور دوسری روائیت امام احمد سے تکبیر کہے۔ اور نفلوں کے بعد بالاتفاق تکبیر نہ کہے مگر ایک قول امام شافعی سے کہ جو اصحاب امام شافعی کے نزدیک راجح ہے کہے۔

باب کسوف کی نماز میں

مسئلہ۔ بالاجماع سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑہنا سنت موکدہ ہے۔ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ کل دو رکعت نماز پڑہے اور ہر رکعت میں دو قیام اور دو قرأت اور دو رکوع اور دو سجود ہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ دو رکعت مثل نماز صبح کے ہے۔ اور مذہب امام مالک اور ابی حنیفہ اور شافعی میں قراءت اس نماز کی بالخفا ہے اور امام احمد کے نزدیک بالجہر ہے۔ اور سورج گہن اور چاند گہن میں مذہب امام ابی حنیفہ اور مشہور روائیت امام احمد سے خطبہ پڑہنا سنت نہیں ہے مگر مذہب امام شافعی اور احمد اور مالک میں دونوں خطبے مسنون ہیں۔

مسئلہ۔ اگر سورج گہن کا ایسے وقت میں اتفاق ہوا کہ جسوقت میں نماز پڑہنا مکروہ ہے تو مذہب امام ابی حنیفہ اور مشہور امام احمد سے یہی ہے کہ نماز نہ پڑہے اور بجائے اس کے تسبیح پڑہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہین کہ اسوقت میں

تو اصح قولین امام شافعی سے نماز عید اداکیجائیگی بشرطیکہ وسعت ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر لوگ اس روز جمع نہو دین تو دوسرے روز نماز پڑہی جاویگی اور یہی مذہب امام احمد کا ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں نماز عید فطر دوسری روز پڑہی جاویگی اور نماز عید الضحیٰ دوسرے اور تیسرے روز تک پڑہی جاتی ہے
مسئلہ۔ بالاجماع عید الضحیٰ میں تکبیر مسنون ہے ایسی ہی عید فطر میں مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک مسنون نہیں ہے۔ اور بقول داؤد واجب ہے۔ اور نخعی فرماتے ہیں کہ اسکو جوالکون[۱] کیا کرتے ہیں۔ اور ابن ہبیرہ کہتے ہیں کہ اور نسے عید فطر میں تکبیر موکدتر ہے بقولہ تعالےٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علےٰ ماھداکم۔
امام مالک فرماتے ہیں کہ عید فطر میں ابتدا تکبیر صبح سے لیکر امام کے نکلنے تک ہے یعنے عید کی نماز پڑہانے کے لئے نکلنے تک مگر امام شافعی تکبیر کی ابتدا رویت ہلال کے وقت سے فرماتے ہیں اور انتہا میں کئی اقوال ہیں۔ اول امام کے عید گاہ کیطرف نکلنے تک دوم امام کا نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے تک بلکہ یہی قول راجح ہے سوم نماز سے فارغ ہونے تک۔ اور امام احمد کے نزدیک عید فطر میں ابتدا تکبیر کی رویت ہلال سے ہے اور انتہا امام کے نکلنے تک یا خطبین سے فارغ ہونے تک ہے۔
مسئلہ۔ امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ لفظ تکبیر کے یہ ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ یعنے اول و آخر تکبیر جفت کہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بہ ترتیب تکبیر تین تین دفعہ کہے مگر ایک روائیت میں ایسا ہی فرماتے ہیں کہ تین دفعہ کہے خواہ دو دفعہ۔ اور امام شافعی کے نزدیک اول و آخر بترتیب تین تین دفعہ کہے یعنے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور متاخرین اصحاب امام شافعی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اول تین دفعہ اور آخر دو دفعہ کہے۔
مسئلہ۔ عید الضحیٰ و ایام تشریق کی تکبیر کے ابتدا و انتہا میں اختلاف ہے

---

[۱] جوالکون سے مراد ملک لوک یعنے نوربافتہ ہیں ۱۲

کہ بعد نماز خطبتین پڑھتے ہیں اور استغفار سے شروع کرتے ہیں مثل تکبیر عید اور امام ابوحنیفہ اور احمد نے تحقیق شدہ روائیت میں فرمایا ہے کہ خطبہ نہیں پڑھنا جاوے اسواسطے کہ یہ دعا اور استغفار ہے۔

مسئلہ۔ تحویل ردا خطبہ ثانیہ میں امام اور ماموم کو مستحب ہے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں ہے۔ اور ابویوسف فرماتے ہیں کہ امام کے لئے مشروع ہے ماموین یعنے مقتدیوں کے لئے نہیں ہے۔ اگر اول روز پانی نہ برسا تو دوسرے روز پھر جاویں اور پھر نہ برسے تو تیسرے روز پھر استسقا کے لئے جاویں اسپر سب کا اتفاق ہے اور جب پانی بہت کثرت سے برسنا شروع ہو جاوے کہ جس سے نقصان پہونچے تو بالاجماع خداوند جل علےٰ شانہ سے بارش بند ہونے کا سوال کرنا سنت ہے۔

کتاب الجنایز

مسئلہ۔ اجتماع علماء کا ہے کہ موت کو کثرت کے ساتھ یاد کرنا مستحب ہے اور وصیت کرنا جس کے پاس مال ہو یا اس کے پاس کوئی شئے ہو کہ اسپر وصیت کرنے کی احتیاج ہو تو بحالت صحت اس کی وصیت کر دے۔ اور حالت مرض میں اسکے وصیت کی تاکید ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ جب آدمی کے مرنے پر یقین ہو جاوے تو اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا جاوے اور مشہور امام مالک اور شافعی اور احمد سے ہے کہ آدمی مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ موت سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور جب میت کو غسل دیا جاتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی سے اور ایک روائیت امام احمد سے ہے۔ اور بالاتفاق تجہیز میت کی اس کے راس المال سے کرنا اس کے قرض ادا کرنے پر مقدم ہے۔ اور طاؤس سے منقول ہے کہ اگر مال زیادہ ہو تو راس المال سے ورنہ ثلث مال سے

مسئلہ۔ بالاتفاق میت کا غسل فرض کفایہ ہے امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ غسل میں افضل یہ ہے کہ پیراہن میں غسل دیوے اور ننگا نہ کرے۔ اور مذہب امام شافعی میں تحت سما یعنے آسمان کے نیچے غسل دینا اولے ہے۔ اور ایسا ہی کہا گیا

نماز پڑہے اور امام مالک سے کئی روائیتیں ہیں اول یہ کہ جسوقت گہن ہو اسی وقت میں نماز پڑہلے - دوسرے یہ کہ جن وقتوں میں نفل پڑہنا مکروہ نہیں ہے ایسے وقت میں اتفاق ہو تو پڑہے تیسرے یہ کہ بعد زوال نہ پڑہے بقیاس نماز عید -

مسئلہ - چاند گہن کے لئے مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں جماعت مسنون نہیں ہے بلکہ علیحدہ علیحدہ نماز پڑہیں اور مذہب امام شافعی اور احمد میں جماعت سنت ہے مثل سورج گہن کے اور اسمین قرات بالجہر ہے - اور سورج گہن کی نماز جدا جدا پڑہی جاتی ہے جیسا کہ جماعت سے پڑہی جاتی ہے بہر صورت اسمیں اتفاق ہے - اور ثوری اور محمد بن الحسن سے منقول ہے کہ جب امام نماز پڑہے تو اسکی اقتدا کر کے نماز پڑہ لیں اسوقت علیحدہ نہ پڑہیں -

مسئلہ - ایمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز کسوف کے سوا زلزلے ہونے اور بجلیاں گرنے اور دن میں اندہیرا ہو جانیکی حالت میں نماز پڑہنا مسنون نہیں ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہر آیت کے لئے جماعت سے نماز پڑہی جاوے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ زلزلہ ہونے کی حالت میں نماز پڑہی جاوے -

باب استسقاء کی نماز میں

مسئلہ - بالاجماع استسقا مسنون ہے - اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اور صاحبین امام ابی حنیفہ کے نزدیک جماعت سے نماز پڑہنا سنت ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑہنا مسنون نہیں ہے بلکہ امام نکلکر جاوے اور دعا کرے اگر لوگوں نے علیحدہ علیحدہ نماز پڑہ لی تو جائز ہے اور جنکے نزدیک نماز پڑہنا ہے اُنکے باہم نماز کی صفت میں اختلاف ہے امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ یہ نماز مانند نماز عید ہے اور اسمیں قرات بالجہر ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ دو رکعت مثل اور نمازوں کے ہے اور اسمیں قرات بالجہر ہے -

مسئلہ - اس نماز میں خطبہ پڑہنا بمذہب امام مالک اور شافعی اور امام احمد کی اس روائیت سے جو اُنکے اصحاب کی مختار ہے مسنون ہے اور مشہور ہے

کہ اگر کوئی نشانی اُس کے زندہ ہونے کی پائی گئی چنانچہ چھینک یا حرکت یا دودھ پینا تو اُس کو غسل دیا جاویگا اور اس کی نماز پڑہی جاویگی اور ایسا ہی امام مالک کے نزدیک ہے مگر حالت حرکت میں یہ شرط ہے کہ حرکت بیّنہ ہو یعنے بہت دیر تک ہو کہ جس سے اُس کے زندہ ہونے کا یقین ہو۔ اور امام شافعی کے نزدیک بقولے غسل دیا جاوے گا اور نماز پڑہنے میں دو قول ہیں قول جدید یہ ہے کہ جبتک نشانی حیات کی نہ ظاہر ہو جیسے پھڑکنا نماز نہ پڑہی جاوے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ غسل دیا جاوے گا اور اسپر نماز پڑہی جائیگی۔ اور جبکہ چلایا۔ یا رد یا تو اُس کا حکم مثل بڑے آدمی کے ہے اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ لڑکے پر نماز نہ پڑہی جاوے جبتک بالغ نہو۔

مسئلہ۔ غاسل کی نیت اصح مذہب امام شافعی میں واجب نہیں اور ایسا ہی مذہب امام ابی حنیفہ میں ہے اور مذہب امام مالک میں واجب ہے اور جب میت سے غسل دینے کے بعد کچھ نکلے تو نزدیک امام ابی حنیفہ و مالک اور اصح مذہب امام شافعی میں فقط اُس شئے کا ازالہ کر دینا واجب ہے مگر امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر وہ شئے فرج سے نکلے تو اعادہ غسل کا واجب ہے۔ اور بغل کے بال اکھیڑنا اور موئے زہار مونڈنا اور مونچھیں کترنا مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں مکروہ ہے۔ اور مذہب امام احمد میں کچھ مضائقہ نہیں اور مذہب امام شافعی میں دو قول ہیں قول جدید یہ ہے کہ اگر محرم ہو تو کچھ ڈر نہیں اور قول قدیم مختار یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق شہید وہ ہے کہ جو کافر کی لڑائی میں مرا اُس کو غسل نہ دیا جائیگا۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور ایک روائت امام احمد سے اُسپر نماز پڑہی جائیگی۔ اور امام مالک اور شافعی اور ایک روائت امام احمد سے اُسپر نماز نہ پڑہی جاویگی کس لئے کہ وہ سفارش سے مستغنی ہے۔ اور نفساء یعنے زچہ والی عورت مر جاوے تو بالاتفاق غسل دیا جاویگا اور نماز پڑہی جاویگی۔ اور اگر کسی شخص کو مشرکین کی لڑائی میں کسی جانور نے روند کر مار ڈالا یا اپنے گھوڑے سے گر کر مر گیا یا اپنا ہی ہتھیار لگ گیا اور مر گیا تو ایمہ ثلاثہ کے

ہے کہ تحت سقف غسل دینا اولےٰ ہے اور ٹھنڈا پانی بہتر ہے مگر سخت سردی میں
اور بدن پر میل ہونے کی حالت میں سرد پانی بہتر نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ
فرماتے ہیں کہ گرم پانی ہر حال میں بہتر ہے۔
مسئلہ۔ اتفاق اسپر ہے کہ عورت کو اُس کا خاوند غسل دیوے اور خاوند کو اُسکی
عورت کے غسل دینے میں امام ابو حنیفہ نے ناجائز فرمایا ہے اور باقی امام
فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔ اگر کوئی عورت مرگئی اور وہاں ایک اجنبی آدمی
کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے یا آدمی مرگیا اور اُس جگہ عورت اجنبیہ کے سوا
اور نہیں ہے تو مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور اصح مذہب امام شافعی
سے یہی ہے کہ دونوں کو تیمم کرایا جاویگا۔ اور امام احمد سے دو روائت ہیں ایک
یہ کہ تیمم کرائے جائینگے دوسرے یہ کہ غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیوے
اور یہی ایک وجہ امام شافعی سے ہے اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ بغیر غسل دفن
کئے جاوینگے اور تیمم نہ کرایا جائیگا۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے کہ کافر کی زوجہ
کو مسلمان غسل دیوے۔ اور مذہب امام مالک میں ناجائز ہے۔
مسئلہ۔ مستحب ہے کہ غاسل میت کو وضو کرادے اور اُس کے دانتوں میں مسواک
کرے اور دو انگلیوں کو ناک کے نتھنوں میں داخل کرے اور دھو دے۔ امام ابو حنیفہ
فرماتے ہیں کہ یہ مستحب نہیں ہے۔ اور اگر ڈاڑھی میں بال بہت ہوں تو بڑے
دندانہ دار کنگھی سے نرمی سے سلجھا دیوے مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایسا
نہ کرے۔ اور جب عورت کو غسل دیا جاوے تو اُس کے بالوں کی تین چوٹیاں
گوندکر اُس کے پیچھے ڈالدیوے مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ویسے ہی بغیر
گوندھے ڈالدیوے۔
مسئلہ۔ اگر عورت حاملہ مرجاوے اور اس کے شکم میں بچہ زندہ ہو تو نزدیک
امام ابو حنیفہ اور شافعی اُس کا شکم چاک کیا جاوے۔ اور امام احمد کے نزدیک
شق نہیں کیا جاوے اور امام مالک سے دونوں طرح روایت ہے۔ اور جب
حمل قبل چار ماہ کے ساقط ہو جاوے تو اس کو غسل نہ دیا جاوے گا اور نہ اسپر نماز
پڑھی جاویگی۔ اور اگر بعد چار ماہ کے پیدا ہوا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے

لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ کسی حال میں اُس کے خاوند پر کفن واجب نہیں ہے۔ اور مذہب امام شافعی سے اصل ترکہ سے کفن دیا جائیگا۔ اور اگر ترکہ نہیں ہے تو اُسپر لازم ہوگا کہ جسپر اس کا نفقہ لازم ہے رشتہ دار ہو یا اُس کا مالک ہو۔ اور بطریق اصح یہی حال زوج یعنے خاوند کا ہے۔ اور محققین اصحاب امام شافعی کے نزدیک بطریق صواب بہرحال کفنانے کا حق خاوند پر ہے۔ اور محرم مرجاوے تو بالاجماع خوشبو نہ لگائی جاوے نہ سیا ہوا کپڑا پہنایا جاوے اور نہ اوڑہنی دیجاوے اور امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ مرنے سے احرام باطل ہوجاتا ہے پس جیسے اور موتی کے ساتھ کیا جاتا ہے ویساہی اُس کے ساتھ کیا جاوے۔

مسئلہ۔ جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے اور اصبغ صاحب امام مالک کہتے ہیں کہ سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک جنازہ پڑہنا کسی وقت میں مکروہ نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ تین وقتوں میں مکروہ ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وقت طلوع اور غروب آفتاب کے مکروہ ہے اور بالاتفاق مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک مکروہ نہیں ہے مگر امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک مکروہ ہے اور میت کے پاس سے دوسروں کو اس میت کے مرنے کی خبر کرنا اور پکارنا مکروہ ہے لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ۔ مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد میں اور قول قدیم امام شافعی سے نماز جنازہ کے لئے حاکم احق ہے پہر ولی اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ولی کیلئے بہتر ہے کہ محلہ کے امام کو مقدم کرے جبکہ حاکم حاضر نہو اور امام شافعی کے قول جدید راجح سے ولی احق ہے والی سے یعنے حاکم سے اگر کوئی وصیت کرے کہ فلان نماز جنازہ پڑہا دے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بہتر ہے کہ اولیاؤں میں سے کسیکو وصیت کرے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہرایک پر وصی مقدم ہے اور امام مالک کے نزدیک باپ پر بیٹا مقدم ہے اور

نزدیک اُس کو غسل دیا جاویگا اور نماز پڑھی جاویگی۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اُس کو غسل نہ دیا جاویگا اور نہ اُسپر نماز پڑھی جاویگی۔

مسئلہ۔ بالاتفاق غسل ایسا واجب ہے کہ جس سے طہارت حاصل ہو اور غسل میں رعایت طاق کی مسنون ہے اور بیری کے پتے پانی میں ڈالنا پہر غسلہ اخیرہ میں کافور لگانا۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ہر غسلہ میں بیری کے پتوں سے کچھ ہونا مستحب ہے مگر امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ غسلہ واحدہ میں ہونا مستحب ہے ہر غسلہ میں نہیں۔

مسئلہ۔ قرض اداکرنے اور میراث تقسیم کرنے کے پہلے تکفین میت بالاتفاق واجب ہے اور اقل کفن میں اسقدر کپڑا ہو کہ جسمیں میت لپٹ سکے۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ آدمی کو تین کپڑے کفن میں دیئے جاویں اور وہ تین چادریں ہیں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تین کپڑے ہیں۔ ازار یعنے پہلی چادر اور ردا یعنے دوسری چادر اور قمیص یعنے کفنی اور ان کپڑوں کا سفید ہونا مستحب ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک عورت کے لیئے پانچ کپڑے مستحب ہیں۔ کفنی کہ آدہی پنڈلی تک ہووے۔ ميزر یعنے دامنی سرکی لفافہ یعنے پہلی چادر۔ مقنعہ یعنے دوسری چادر سینہ بند کہ بغل سے ٹخنہ تک ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہی کپڑے کفن میں افضل ہیں۔ اور اگر اقتصار کریں تین ہی کپڑوں پر اسطرح پر کہ خمار یعنے اوڑہنی بالاے قمیص یعنے کفنی پر تحت لفافہ یعنے چادر کے نیچے ہو اور امام مالک کے نزدیک کفن کے لیئے حد نہیں ہے واجب یہی ہے کہ جسمیں میت کا ستر ہوجاوے۔ اورعورت کو سرخ یا زعفرانی کپڑے اور حریر میں کفنانا مذہب امام شافعی اور احمد میں مکروہ ہے مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں نہیں ہے۔ اور اگر عورت مری اور وہ مالدار ہے تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک کفن اُس کے مال سے دیا جاوے اور اگر مالدار نہیں ہے تو امام مالک فرماتے ہیں کہ اُس کا خاوند کفن دیوے۔ اور محمد کہتے ہیں کہ بیت المال سے دیا جاوے اور اگر اُس کا خاوند مفلس ہے تو بالاتفاق بیت المال سے دیا جاویگا

مذہب امام ابی حنیفہ و احمد میں یہ ہے کہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے تاکہ تکبیر کہکر
اس کے ساتھ نماز میں شامل ہوجاوے اور امام مالک سے دونوں طرح روایت ہے
اور جس نے جنازہ پر نماز نہ پڑہی ہو تو بالاتفاق وہ قبر پر نماز پڑہ لے مگر مذہب امام شافعی
میں کئی اختلاف ہیں اول تو یہ کہ ایک ماہ کے بعد قبر پر نماز پڑہنا نہیں ہے
اور اسی پر امام احمد کا اتفاق ہے دوئم یہ کہ جبتک قبر تر ہو پڑہ لے سوئم یہ کہ
یہ حکم ہمیشہ کے لئے جب چاہے پڑہ لے اور اصح یہ ہے کہ قبر پر نماز وہ پڑہے جو
اس کے اہل سے ہو یعنے جسپر اس کے مرے بعد نماز پڑہنا فرض ہو۔
مسئلہ۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک غائب پر نماز پڑہنا صحیح ہے اور امام
ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور رات کے وقت میت دفن
کرنا بالاتفاق مکروہ نہیں ہے اور حسن فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ اور اگر میت
کے جسم کا بعض حصہ ملا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک غسل دیا جائیگا اور
اس پر نماز پڑہی جاویگی اور مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں ہے کہ میت کے
جسم سے اکثر حصہ ملے تو نماز پڑہی جاویگی ورنہ نہیں۔
مسئلہ۔ جو خودکشی کرکے مرا ہو بالاتفاق اسپر نماز پڑہی جاویگی مذہب امام
ابی حنیفہ و شافعی میں خود مرنے والے پر امام نماز پڑہے گا مگر مذہب امام
مالک میں اسپر اور اس پر جو حد میں مارا جاوے امام نماز نہ پڑہیگا اور
مذہب امام احمد میں خود مرنے والے پر اور قتال پر یعنے جس نے بہتوں
کو بے گناہ قتل کیا ہو امام نماز نہ پڑہیگا اور قتادہ سے منقول ہے کہ ولد زنا پر
بھی امام نماز نہ پڑہے۔ اور حسن سے منقول ہے کہ نفسا پر یعنے جو نفاس
کی حالت میں مرگئی ہو امام اس پر نماز نہ پڑہے۔
مسئلہ۔ اگر کوئی جنب شہید ہوگیا تو امام مالک کے نزدیک اس کو غسل
نہ دیا جائیگا اور نہ نماز پڑہی جاویگی اور یہی مذہب امام شافعی میں اصح ہے
اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ غسل دیا جائیگا اور نماز پڑہی جائیگی۔ اور
امام احمد فرماتے ہیں کہ غسل دیا جائیگا مگر نماز نہ پڑہی جائیگی۔ اور اگر
باغیوں کی لڑائی میں کوئی اہل عدل میں سے مارا جاوے تو وہ امام مالک

بھائی اولےٰ ہے دادا سے اور ابن اولےٰ ہی زوج سے اگرچہ وہ اُس کا باپ ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ خاوند کے لئے ولایت نہیں ہے مگر باپ پر بیٹے کو مقدم ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق نماز جنازہ کے لئے طہارت اور ستر عورت شرط ہے۔ اور شعبی اور محمد بن جریر الطبری کا قول ہے کہ بغیر طہارت یعنے وضو نماز جنازہ جائز ہے اور امام شافعی وابی یوسف و محمد کے نزدیک امام مرد کے جنازہ پڑہانے کے لئے اُس کے سر کے قریب کھڑا ہو۔ اور عورت کے جنازہ پڑہانے کے لئے اُس کے سرین کے نزدیک امام ابوحنیفہ و مالک فرماتے ہیں کہ امام مرد کے جنازہ پڑہانے کے لئے اس کے سینہ کے پاس اور عورت کے لئے اُس کے سرین کے پاس کھڑا ہو۔

مسئلہ۔ بالاتفاق جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تین ہیں۔ حذیفہ بن الیمان سے منقول ہے کہ پانچ ہیں اور ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے جنازہ پر نو و سات و پانچ و چار تکبیریں کہی ہیں۔ پس جتنی تکبیریں امام کہے اتنی کہنا چاہیئے پس اگر چار تکبیروں سے زیادہ کہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اور جب امام کے پیچھے نماز جنازہ پڑہی اور امام نے چار تکبیر پر اور زیادہ کہی تو زیادتی میں امام کی اتباع کرے لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ سات تکبیر تک اتباع کریں اور مذہب امام شافعی میں ہے کہ تمام تکبیروں میں اپنے کندہوں کے برابر ہاتھ اُٹھاویں اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں ہاتھ اُٹھانا نہیں ہے مگر اول تکبیر میں ہے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک بعد تکبیر اولی سورہ فاتحہ پڑہنا فرض ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ قرآن سے کچھ نہ پڑھے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں طرف سلام پھیرے اور امام احمد کے نزدیک فقط سیدہی جانب سلام پھیرے۔

مسئلہ۔ امام نے کسیقدر نماز پڑہ لی اور پھر کوئی شخص آیا تو امام شافعی کے نزدیک وہ بھی نماز میں شریک ہو جاوے اور انتظار تکبیر کا نہ کرے اور

وزنی شئے باندھکر دریا میں ڈال دیں کہ جس سے تہ دریا میں اُتر جاوے لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ جب دفن سے معذور ہوں توبہرحال وزنی شئے سے باندھکر دریا میں ڈالدیویں۔

مسئلہ۔ جب میت کو قبر میں دفنا دیا جاوے تو دوسری میت کے لیئے اُسی قبر کو کھودنا بالاتفاق ناجایز ہے مگر اسقدر زمانہ گذر جاوے کہ جسمیں گل کر خاک ہوجاوے تو اُس وقت کھودنا جایز ہے اور عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ میت کے دفن کرنے کے ایک برس کے بعد گاؤں والے کھیتی کریں تو جایز ہے۔ اور بالاتفاق صندوق میں دفن کرنا مستحب نہیں ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک میت کا سر قبر کے پاؤں کی طرف رکھکر کھینچتے ہوئے قبر میں رکھیں مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں جنازہ کو قبر کے کنارہ پر جو قبلہ رخ ہے رکھے اور پھر میت کو قبر میں برابر اوتارین ترچھی نہ کرین۔

مسئلہ۔ قبر کو تسطیح یعنے چبوترہ کے طور پر بنانا سنت ہے اور یہی قول راجح مذہب امام شافعی سے بہتر ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ و مالک و احمد میں تسنیم یعنے کوہان نما بنانا اولے ہے کیونکہ تسطیح شعار شیعیان ہے اور جوتا پہنے ہوئے مقبرہ میں جانا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے مگر امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ ماتم پرسی کرنا بالاتفاق مستحب ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک قبل دفن سنت ہے بعد میں نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک قبل دفن اور بعد تین دن تک سنت ہے۔ اور ثوری فرماتے ہیں کہ دفن کرنے بعد تعزیت نہیں ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک تعزیت کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک میت کے موت کی خبر پکار کر کہنا کچھ مضایقہ نہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ جماعت مسلمین کے خبر کرنے کو پکارنا مستحب ہے اور امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ قبر میں کچی اینٹیں اور بانس رکھنا بالاجماع مستحب ہے اور پختہ اینٹیں اور لکڑیاں رکھنا مکروہ ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک قبر پر بنانا اور قبر وں پر چونہ

کے نزدیک شہید نہیں اور راجح قولین امام شافعی سے اس کو غسل دیا جائیگا
اور نماز پڑھی جائیگی لیکن امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کو غسل نہ دیا جائیگا
اور نہ نماز پڑھی جائیگی اور امام احمد سے دونوں طرح روائیت ہے۔ اگر باغیوں
میں سے کوئی شخص لڑائی میں مارا گیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غسل دیا جائیگا
اور نماز پڑھی جائیگی مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں۔ اور اگر کوئی شخص
علاوہ جنگ کے ظلم سے مارا گیا تو امام مالک وشافعی اور احمد کے نزدیک
غسل دیا جائیگا اور نماز پڑھی جائیگی مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر لوہے
کی تیز دہار سے مارا گیا تو غسل نہ دیا جائیگا۔ اور اگر ٹھوس اور بھاری چیز سے
مارا گیا تو اس کے لئے غسل اور نماز ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق میت کے بال نہ سلجھائے جاویں مگر امام شافعی کے نزدیک
خفیف طور پر سلجھانا ہے۔ اور کوئی بغیر ختنہ کئے ہوئے مر گیا تو بالاجماع پھر ختنہ
نہیں کیجائیگی۔ اور میت کے ناخن کاٹنا اور مونچھیں اگر لمبی ہوں کترنا امام احمد کے
نزدیک جائز ہے اور ایسا ہی امام شافعی نے تعلیم دیتے وقت فرمایا ہے اور
امام ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی نے قول قدیم میں فرمایا ہے کہ ناجائز ہے بلکہ
امام مالک نے یہانتک تشدد فرمایا ہے کہ اس کے فاعل کو تعزیر دیجاوے۔

مسئلہ۔ میت کو اٹھانا بالاتفاق نیکی واکرام ہے راجح مذہب امام شافعی میں
چارپائی کو چاروں کونے پکڑ کر اٹھانے سے عمودین کی لکڑیوں کے درمیان
سے اٹھانا افضل ہے مگر نخعی کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابی حنیفہ اور احمد
کے نزدیک عمودین کے نسبت چاروں کونوں سے اٹھانا افضل ہے اور امام
مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے اور امام
ابی حنیفہ کے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے اور ثوری فرماتے ہیں کہ
حدیث میں ہے کہ سوار پیچھے چلے اور پیدل جسطرح چاہے چلے۔

مسئلہ۔ دریا میں کوئی مر گیا اور دریا کا کنارہ نزدیک نہیں ہے تو ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دو تختوں کے درمیان رکھکر دریا میں ڈالدیں بشرطیکہ
کنارہ دریا پر مسلمان رہتے ہوں۔ اور اگر ساحل پر کفار رہتے ہوں تو ایسی

بشرطیکہ حاجت اصلی سے زائد ہوں۔ اوّل مواشی دوئم جنس نقد سوئم سامان تجارت چہارم وہ اشیاء جنکے پیمانہ بہرے جاتے ہیں اور ذخیرہ کر سکتے ہیں جیسے میوہ اور تخم یعنے غلہ وغیرہ۔ بالاتفاق زکوۃ آزاد مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مکاتب کی زراعت میں دسواں حصہ زکوۃ واجب ہے کہیتی کے سوا اور میں نہیں اور ابو ثور فرماتے ہیں کہ مکاتب پر مطلقاً زکوۃ واجب ہے۔ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ مکاتب پر زکوۃ واجب نہیں۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مرتد سے بوجہ ردت زکوۃ ساقط نہیں ہوتی جو حالت اسلام میں اسپر واجب ہوئی ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک ساقط ہو جاتی ہے۔ لڑکے اور مجنون کے مال میں امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک زکوۃ واجب ہے اور ان کے مال سے ان کا ولی زکوۃ نکالدیا کرے یہ اکابر صحابہ کی جماعت سے روایت کی گئی ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ان کے مال میں زکوۃ واجب نہیں البتہ انکی زراعت میں عشر یعنے دسواں حصہ واجب ہے۔ اور اوزاعی اور ثوری فرماتے ہیں کہ ہر حال میں انپر زکوۃ واجب ہے لیکن زکوۃ نکالی نجائیگی جبتک کہ لڑکا بالغ نہ ہو اور جنونی کو صحت نہ ہو۔

مسئلہ۔ بالاجماع وجوب زکوۃ میں ایک برس گذرنا شرط ہے اور ابن مسعود اور ابن عباس سے منقول ہے کہ جسوقت مالک ہوا اسی وقت زکوۃ واجب ہے اور پھر اسپر ایک سال گذر گیا تو دوبارہ پھر واجب ہوگی چنانچہ ابن مسعود نے جسوقت اپنی عطاء لے لی تو اس کی زکوۃ دیدی۔ ایک شخص مالک نصاب ہوا اور اس نے اس سال کے اندر فروخت کر دی یا اس کا مبادلہ غیر جنس سے کر لیا تو اس میں امام شافعی اور احمد کے نزدیک سال منقطع ہو گیا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی کے مبادلہ کرنے میں سال منقطع نہیں ہوتا البتہ چارپایوں کے مبادلہ میں سال منقطع ہو جاتا ہے اور مذہب امام مالک میں اگر مبادلہ اسی جنس میں کیا تو سال منقطع نہیں ہوگا۔ ورنہ دونوں طرح روایت ہے اور اگر سال تمام ہونے کے قبل بعض نصاب کا تلف ہوا یا

لگانا یعنے گچ کرنا ناجائز ہے۔ لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور لحد بنانا بالاتفاق سنت ہے اور شق سنت نہیں۔ لحد اس کو کہتے ہیں کہ قبر سے قبلہ رخ گڑہا کھودا جاوے تاکہ میت قبر کی سمت کے نیچے دفن ہو اور پھر کچی اینٹیں لگائی جاویں اور نرم زمین میں لحد بنائی جاوے تاکہ قبر پھٹ نہ جاوے اور شق اسطرح بناتے ہیں کہ صندوق کیطرح گڑہا کھود کر دونوں کناروں پر کچی اینٹیں یا پتھر ڈھانک دیتے ہیں۔

مسلہ۔ بالاجماع استغفار۔ اور دعا اور صدقہ۔ اور حج۔ اور غلام آزاد کرنا میت کو فائدہ دیتے ہیں یعنے اُس کو ثواب پہنچتا ہے اور قبر کے پاس قرآن پڑہنا مستحب ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو دے سکتا ہے بموجب حدیث خشعمیہ کے اور مشہور مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ قرأت کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے۔ اور ابن صلاح ایمہ شافعیہ سے قرآن کے ہدیہ دینے میں بخلاف فقہا کہتے ہیں کہ جائز ہے اور اکثر الناس اسی پر ہیں اور جب ثواب پہنچانے کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ یوں کہے اے بارخدایا جو کچھ میں نے پڑہا ہے اُس کا ثواب فلانے کی روح کو پہنچا اور پھر اس کے لئے دعا کرے اور دعا کے پہونچنے اور فائیدہ دینے میں کسیکا اختلاف نہیں ہے۔ اور اہل خیر نے اموات کو قرآن بخشنے اور دعا کرنے کے سبب برکت حاصل کی ہے۔ اور محب الطبری متاخرین مشایخ شافعیہ بجر ہیں کہتے ہیں کہ قبر کے پاس قرآن پڑہنا مستحب ہے اور حاوی میں فرماتے ہیں کہ میت کو قرات کا ثواب پہونچنا یقینی ہے اور یہ حالت مثل دعا کے ہے کیونکہ شافعیوں کے یہاں اجرت دیکر پڑہانا جائز ہے اور نووی نے روضہ میں اسکو پسند کیا ہے۔ اور مذہب امام احمد میں ثواب قرات کا میت کو پہونچتا ہے اور اُس کو نفع حاصل ہوتا ہے۔

کتاب زکوۃ کے بارہ میں

مسئلہ۔ بالاجماع زکوۃ منجملہ ارکان اسلام ایک رکن ہے اور چار صنف پر واجب ہے

امام مالک کا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ متعلق عین کے ساتھ ہے جیسا کہ خطا کا تعلق خطاکار کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور مال سے اسوقت تک ملک زائل نہیں ہوتی کہ جبتک اُس کے مستحق کو نہ دیوے اور اسیطرح امام احمد کی منجملہ دو روایت سے ایک روایت ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع زکوٰۃ نکالنا بدون نیت صحیح نہیں اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نکالنے میں نیت کی حاجت نہیں ہے۔ اور قبل از اخراج زکوٰۃ نیت کرنے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مقارنت نیت کی ادائے زکوٰۃ کے وقت ضرور ہے یا مقارنت نیت مقدار واجب کو جدا کرتے وقت ہو۔ اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ صحت اخراج کے لئے مقارنت نیت کی حاجت ہے اور امام احمد کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ اگر تقدیم نیت قبل زمان قلیل ہے تو جائز ہے۔ اور اگر قبل زمان طویل ہے تو ناجائز جیسا کہ وضو اور نماز اور حج میں ہے۔

مسئلہ۔ جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگئی اور وہ اخراج زکوٰۃ پر قادر ہے تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک تاخیر جائز نہیں۔ اور اگر تاخیر کی اور مال تلف ہوگیا تاہم وہ ضامن ہوگا۔ اور زکوٰۃ اس سے ساقط نہیں ہوگئی۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مال تلف ہونے پر زکوٰۃ ساقط ہوجاوے گی اور وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ واجب اور ضمان میں امکان ادا شرط نہیں ہے پس اگر سال تمام ہونے پر بدون زکوٰۃ دیے ہوئے مال تلف ہوگیا تو بھی زکوٰۃ دینے کا ذمہ دار ہے خواہ ادا کی قدرت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

مسئلہ۔ جسپر زکوٰۃ واجب ہے اور وہ قبل ادا کرنے کے فوت ہوگیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اُس کے ترکہ سے زکوٰۃ ادا کی جاویگی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ موت کے سبب سے زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے۔ اور جس نے بخیلی کے سبب زکوٰۃ نکالنے سے انکار کیا تو بالاتفاق اس سے زبردستی زکوٰۃ لیجاویگی اور اُس کو تعزیر دیجاوے گی اور امام شافعی قول قدیم میں فرماتے ہیں کہ نصف مال اسکا زکوٰۃ کے ساتھ لے لیا جاویگا اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ جو زکوٰۃ

کل نصاب ہی تلف کر دیا تو امام ابی حنیفہ و شافعی کے نزدیک سال منقطع ہو جائیگا
اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ تلف کرنا اگر اس نیت سے تھا کہ زکوٰۃ
دینا نہ ہوگی تو سال منقطع نہیں ہوگا بلکہ سال تمام ہونے پر زکوٰۃ واجب
ہوگی۔

مسئلہ۔ مال منصوب یعنے چھینا ہوا یا ضال یعنے گما ہوا یا مجحود یعنے جس
سے قرضدار نے انکار کر دیا ہو بلا افزائش پھر ملا تو گذرے ہوئے سال کی زکوٰۃ
دینے میں امام شافعی کے دو قول ہیں قول جدید راجح یہ ہے کہ واجب ہے
اور قول قدیم یہ ہے کہ مال ملنے کی تاریخ سے پھر سال از سر نو تصور کرے
اور پورا ہونے پر زکوٰۃ دیوے جو زمانہ گذر گیا اُس کی زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور
ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ اور اون کے صاحبین کا ہے اور ایسے ہی ایک
روایت منجملہ دو روایتوں امام احمد کے ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جب مال
دوبارہ ملجاوے تو ایک سال کی زکوٰۃ اسمیں سے دیوے اور ایک شخص بقدر
قرضدار ہے کہ مال نصاب تمام پورا ہوجاوے یا پورا نہ ہو سکے اس صورت
میں امام شافعی سے دو قول ہیں قول جدید راجح یہی ہے کہ یہ قرض وجوب
زکوٰۃ کو مانع نہیں۔ اور قول قدیم یہ ہے کہ زکوٰۃ کو مانع ہے۔ اور اسی موجب
امام ابی حنیفہ کا قول ہے لیکن واجب عشر کو امام ابی حنیفہ کے نزدیک مانع
نہیں ہوگا۔ اور ایسا ہی امام شافعی سے دونوں قول قدیم سے ہے۔ اور امام
احمد سے اموال ظاہرہ میں دونوں روایت ہے مشہور یہی ہے کہ قرض مانع
ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں وجوب زکوٰۃ کو مانع
ہے۔ اور چوپائیوں میں مانع نہیں ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ ایک شخص کے پاس مال ہے اور کسی کے مال کا ضامن بھی ہے تو
زکوٰۃ مال ضمانت واجب ہوگی یا عین مال میں اس بارہ میں امام شافعی سے دو قول
ہیں قول قدیم یہ ہے کہ مال ضمانت میں بھی زکوٰۃ دینا ہوگی اور قول جدید راجح
یہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ ضمانت کا مال اس کی ملکیت سے
نہیں ہے ملکیت اوسی پر ہے جو ضمانت کے مال سے سوا ہے اور یہی قول

باب حیوان کی زکوٰۃ میں

مسئلہ۔ بالاجماع چوپایوں میں اونٹ وگائے وبکری میں زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ نصاب پورا ہو اور ملک میں ہوں اور ایک سال کامل گذر گیا ہو اور مالک آزاد مسلمان ہو اور جانوروں میں بالاتفاق یہ شرط ہے کہ سوائم ہوں یعنے ان سے کچھ کام نہ لیا جاتا ہو فقط جنگل چرنے والے ہوں مگر مذہب امام مالک میں سائمہ ہونے کی شرط نہیں ہے اگر اونسے کام لیا جاتا ہو تب بھی اونٹ گائی میں زکوٰۃ واجب ہے، اور ان بکریوں میں جنکو گھر میں چارا چرایا گیا ہو مثل سائمہ کے ان میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ۔ اونٹ میں پہلے پہل نصاب پانچ اونٹ ہیں جب پانچ اونٹ ہوں تو اُن کی زکوٰۃ میں ایک بکری دیوے اور دس اونٹ کی زکوٰۃ میں دو بکریاں اور پندرہ اونٹ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں دیوے اور جب پچیس اونٹ ہوں تو اُس کی زکوٰۃ میں ایک بنت مخاض یعنے ایک برس کی اونٹنی جسکو دوسرا برس لگا ہو اور جب چھتیس اونٹ ہوں تو ایک بنت لبون یعنے دو برس کی اونٹنی جس کو تیسرا سال شروع ہو۔ اور جب چھیالیس اونٹ ہوں تو اُس کی زکوٰۃ میں ایک حِقّہ یعنے تین سال کی کہ چوتھا لگا ہو کیونکہ ایسی عمر میں قابل جست کرنے شتر کے ہو جاتی ہے دیوے۔ اور جب اکسٹھ ہو تو اُن میں ایک جذعہ یعنے چار برس کی کہ پانچواں برس شروع ہو دیوی اور جب تعداد چہتر تک پہونچے تو دو بنت لبون دیوے اور جب اکانوے ہوں تو ایک سو بیس تک دو حقہ۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایک سو بیس کے بعد پھر از سر نو شروع کرے اور ہر پنجے میں ایک بکری دو حقہ کے ساتھ دیوے اور پھر پینتالیس تک ہو جاویں تو دو حقہ اور ایک بنت مخاض دیوے اور اگر ڈیڑھ سو ہوں تو اسوقت تین حقہ دیوے اور اس کے بعد زکوٰۃ کو پھر از سر نو شروع کرے پھر ہر پنجے میں ایک بکری مع تین حقاق نکالے اور دس میں دو بکریاں اور پندرہ میں تین بکریاں اور بیس میں چار بکریاں اور

نہ دیوے اُس کو قید کیا جاوے یہانتک کہ زکوٰۃ ادا کر دے مگر زبردستی کر کے اُس کا مال نہ لیا جاوے۔ اور اگر کسی شخص نے زکوٰۃ نہ دینے کی غرض سے اپنے مال سے کسیقدر بخشش کر دیا یا فروخت کر دیا پھر اُس کو سال کے بعد خرید لیا تو نزدیک امام ابی حنیفہ و شافعی کے زکوٰۃ اُس سے ساقط ہوجاویگی اگرچہ وہ شخص گنہگار اور خطا وار ہوا مگر امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ ایسا کرنے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔

مسئلہ۔ قبل سال تمام ہونے کے زکوٰۃ دینے میں عجلت کرنا جائز ہے بشرطیکہ نصاب پایا جاوے مگر امام مالک کے نزدیک ناجائز ہے۔ مذہب امام ابی حنیفہ میں مرجانے پر زکوٰۃ ساقط ہوجاویگی۔ اور اگر زکوٰۃ کے لئے وصیت کی گئی تو ثلث پر اعتبار کیا جائیگا۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ مرنیکے بعد زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہی کی یہانتک کہ ایک سال یا کئی سال گذر گئے اور پھر وہ مرگیا تو وہ شخص زکوٰۃ کا ذمہ وار رہا اور اسوجہ سے وہ گنہگار رہیگا۔ اور جو ترکہ چھوڑا وہ وارثوں کا مال ہے اور جو زکوٰۃ اُس کے ذمہ رہی وہ اُسپر قوم غیر متعین کا قرض رہا وارثوں کے مال سے زکوٰۃ ادا نکی جاویگی اور اگر اُس نے وصیت زکوٰۃ کی کر دی تو اُس کا ثلث کل وصیتوں پر مقدم کیا جاویگا۔ اور اگر زکوٰۃ نکالنے میں کوتاہی نہ کی یعنے سستی نہ کی اور مرگیا تو اُس کے راس المال سے نکالی جاویگی۔ اور اگر کسی نے عجلت کر کے پہلے ہی کسی محتاج کو زکوٰۃ دیدی اور وہ محتاج مرگیا یا وہ محتاج غیر مال زکوٰۃ سے قبل سال تمام ہونے کے مالدار ہوگیا تو وہ زکوٰۃ اُس سے پھر لی جاویگی۔ مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک واپس نہ لی جاویگی۔ اور بالاتفاق مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور کچھ حق نہیں ہے۔ اور مجاہد اور شعبی فرماتے ہیں کہ جب کوئی کھیتی کاٹے یا پھوہارے اُتارے تو اُسپر واجب ہے کہ مسکینوں کے لئے کسیقدر خوشہ اور خرموں کے چند پچھے ڈالدے۔

سے منقول ہے کہ تیس تک ہر پانچ گایوں میں ایک بکری دیجا وے جیساکہ اونٹوں
میں دیجاتی ہے - اور جب تیس گائیں پوری ہوں اور ان پر ایک سال تمام ہوجاوے
تو ایک تبیعہ یعنے پڑیا - یا پڑوا ایک سال کا دیوے اور جب چالیس ہوں تو
ایک مسنہ یعنے پڑھا - یا پڑوا دو برس کا کہ جسکو تیسرا سال شروع ہو - اور امام شافعی
اور احمد فرماتے ہیں کہ انسٹھ تک ایک مسنہ کے سوائے کچھ نہیں دیاجاتا ہے - اور ۳
جب پورے ساٹھ ہوجاویں تو تبیعہ زکوٰۃ میں دے جاویں اور جب ستر ہوں
تو ایک تبیعہ اور ایک مسنہ دیوے - اور ہمیشہ اسی قاعدہ کے موجب ہر تیس میں
ایک تبیعہ اور چالیس میں ایک مسنہ دیا کرے - اور امام ابی حنیفہ سے مثل ایک
جماعت کے منقول ہے اور اسی موجب صاحبین سے روایت ہے کہ جس پر آجتک
احناف کا عمل ہے وہ یہی ہیں کہ جب چالیس سے زیادہ ہو تو اسی حساب سے
انسٹھ تک دیوے یعنے چالیس پر ایک زیادہ ہو تو ربع عشر مسنہ کا دیوے
اور اگر دو ہیں تو نصف عشر مسنہ کا دیوے اور بالاتفاق اسمیں گائے بھینس برابر
ہے یعنے بھینس میں بھی اسی قاعدہ کے موجب زکوٰۃ ہے -

مسئلہ - بالاجماع پہلے پہل نصاب بکریوں میں چالیس کا ہے یعنے جب چالیس
بکریاں ہوں تو ان میں سے ایک بکری دیجاوے اور چالیس سے زیادہ میں کچھ
واجب نہیں یہانتک کہ ایک سو بیس ہوں تب بھی وہی ایک بکری دیجاویگی
اور ایک سو اکیس ۱۲۱ سے لیکر دو سو تک دو بکریاں دیجاویں اور دو سو ایک سے
لیکر تین سو ننانوے ۳۹۹ تک تین بکریاں اور چار سو میں چار بکریاں پھر اس کے بعد
ہر سیکڑے میں ایک بکری دیا کرے بھیڑ اور بکری کا ایک حکم ہے اور جب کسی
کے پاس بیس بکریاں ہیں اور پھر ان کے بیس بچے پیدا ہوگئے تو مذہب
امام ابی حنیفہ اور شافعی میں اور مشہور روایت امام احمد سے یہی ہے کہ جس روز سے
نصاب کی تکمیل ہوئی اوسی روز شروع سال تصور کرے - اور مذہب امام مالک
اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ جس روز سے ان بیس بکریوں یعنے
ان بچوں کی ماؤں کا مالک ہوا ہے سال تمام ہوجاوے تو زکوٰۃ واجب ہوگی -
اور وقص یعنے ما بین النصابین کے بابت اختلاف ہے - امام ابو حنیفہ اور

پچیس میں ایک بنت مخاض اور چھتیس میں ایک لبون اور پھر ایک سو چھیانوے میں دوسو تک چار حقہ واجب ہونگے اور پھر دوسو کے بعد پچاس سے شروع کیا جاویگا جیسا کہ ڈیڑھ سو کے شروع کیا تھا اور امام شافعی اور احمد مشہور روایت میں فرماتے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک کی زیادتی بھی فریضہ کو بدل دیتی ہے اور پھر ایک سو بیس تک فریضہ مقرر ہوتا ہے اور پھر پچاس میں ایک حقہ اور ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور امام مالک سے دو روائیتیں ہیں اظہر روائت ان کے اصحاب کے نزدیک یہی ہے کہ ایک سو بیس سے تعداد بڑھ جاوے تو دینے والیکو اختیار ہے چاہے تین بنات لبون دیوے یا دو حقہ دیوے ۔

مسئلہ ۔ کسی کے پاس پانچ اونٹ ہیں اور اون میں ایک اونٹنی زکوٰۃ کی نکالی تو مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی میں کافی ہوگی ۔ اور مذہب امام مالک اور احمد میں کافی نہیں ۔ یا کسی کے پاس پچیس اونٹ ہوں اور ان میں بنت مخاض اور ابن لبون نہیں ہے تو مذہب امام مالک اور احمد میں اس کو ابن لبون ہی دینا لازم ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے کہ بنت مخاض اور بنت لبون سے کسی ایک کو خرید کر کے دیوے ۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بنت مخاض دیوے یا اس کی قیمت دیوے ۔

مسئلہ ۔ اس بارہ میں شتر بختی اور عربی اور نر اور مادہ بالاجماع برابر ہیں بختی اس کو کہتے ہیں کہ جو عرب اور عجم کے شتر کی جفتی سے پیدا ہوا ہو ۔ اور بالاتفاق چھوٹے اونٹوں میں سے چھوٹا اور مریضوں میں سے مریض لیا جاوے اور اگر حائل کو بجائے حائل یعنے غیر حائل کے لیا تو کافی ہے مگر امام مالک کے نزدیک مریض سے تندرست اور چھوٹوں سے بڑا لیا جاوے اور حائل کے عوض حائل کافی نہیں ۔

ف

اونٹوں میں مادہ کے سوا لئے نر زکوٰۃ میں نہیں دیا جاتا ہے ۔

مسئلہ ۔ جب تیس گائے ہوں تو بالاتفاق ان میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ گائے کا نصاب تیس ہی ہے اور اگر تیس سے کم ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ۔ اور ابن مسیب

اور جب بنت مخاض واجب ہے اُس کی جگہ حقہ بلا طلب دیدیا تو بالاتفاق اُس کو مجبوراً قبول کیا جاویگا۔ اور قول داؤد سے قبول نہ کیا جاویگا۔ بلکہ جو شئے منصوص ہے وہی لی جاویگی۔ بھیڑ بکری کے ہر سیکڑہ کی زکوہ میں مذہب امام شافعی و احمد میں جو بکری واجب ہے اس طرح سے دیوے کہ بھیڑوں کی زکوٰۃ میں جذعہ یعنے وہ بھیڑ جسکو دوسرا سال ہو اور بکریوں کی زکوۃ میں ثنیہ یعنے وہ بکری جسکو تیسرا سال ہو دی جاوے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بھیڑوں کے لئے کافی نہیں ہے مگر ثنیہ یعنے دوسالہ۔ اور مذہب امام مالک میں بھیڑ اور بکری کے لئے ایک جذعہ کافی ہے جو ایک سالہ ہو۔ بکری سے اور بھیڑ سے جیساکہ ثنیہ کافی ہے۔

مسئلہ۔ اور جب کل بھیڑ بکری بیمار ہوں تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک تندرست لینے کے لئے تکلیف نہ دیجاویگی مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ تندرست کے سوا نہ لی جاویگی۔ اور صغار سے صغیرہ لینا کافی ہے مگر امام مالک کے نزدیک صغار سے کبیرہ لینا چاہیئے اور جب یہ سب جانور مادہ ہوں یا مادہ اور نر ملے ہوئے ہوں تو مادہ لینا چاہیئے لیکن مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں پچیس اونٹوں میں ایک ابن لبوں یعنے شتر نر کو جسکو تیسرا سال شروع ہوا ہو لینا کافی ہے اور تیس گایوں میں ایک تبیع یعنے ایک سالہ بچہ جو نر ہو لیا جاوے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بھیڑ بکری سے نر لینا کافی ہے۔ اور اگر کسیکی بیس بکریاں ایک شہر میں اور بیس دوسرے شہر میں ہیں تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اُن میں ایک بکری زکوٰۃ کے واجب ہوگی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر دونوں شہر دور دور فاصلہ پہ ہوں تو کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ۔ شرکت سے کبھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور کبھی ساقط صورت شرکت کی یہ ہے کہ دو شخصوں کا یا ایک جماعت کا مال بمنزلہ مال واحد ہو تو مذہب امام شافعی اور احمد میں دونوں شریک یا سب ایک زکوٰۃ نکالینگے بشرطیکہ مال مشترکہ نصاب کو پہونچا ہو اور سال پورا گذرا ہو۔ اور مال مثلاً چوپائے ایسے ملے ہوئے ہوں کہ ایک دوسرا شریک اپنا اپنا جدا تمیز نکرسکے پانی پینے میں چارہ چرنے میں بسے

احمد فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نصاب میں ہے وقص میں نہیں اور امام مالک سے دونوں طرح روایت ہے۔ اور امام شافعی کے منجملہ دو قولوں کے اظہر یہی ہے کہ زکوٰۃ نصاب میں ہے وقص میں نہیں۔

مسئلہ۔ اونٹ اور بکری اور گائے کے بچوں میں اختلاف ہے دراں حالیکہ اپنی ماؤں سے جدا ہوں امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ جب ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی صنف میں باعتبار نصاب پورے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بحالت مذکورہ انمیں زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ ان کے لئے سال منعقد ہوگا اگر ان کی ماؤں کے نصاب میں ایک بھی کم ہو تو ان میں سے بھرتی نہیں کیا جاویگا۔ اور اسی کی موافق ایک روایت امام احمد سے ہے۔

مسئلہ۔ اگر گھوڑے سوداگری کے لئے ہیں۔ اور انکی قیمت اگر نصاب کو پہونچ جاوے تو بالاتفاق اسمیں زکوٰۃ ہے اور اگر سوداگری کے لئے نہیں ہے تو مذہب امام مالک اور احمد میں انکی زکوٰۃ نہیں ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اگر گھوڑے سائمہ یعنے چرائی میں ہیں تو اسمیں زکوٰۃ ہے بشرطیکہ نر و مادہ شامل ہوں یا محض مادہ ہوں اور اگر فقط اکیلے نر ہی نر ہوں تو انمیں زکوٰۃ نہیں ہے اور جس قسم کے گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑے کے عوض ایک دینار دیدیوے یا اس کی قیمت دو سو درہم ہوں تو ان میں سے پانچ درہم دیوے بشرطیکہ سال پورا ہو۔ اور نصاب قیمت ہو یعنے دو سو درہم ہوں اور اگر دو سو درہم سے قیمت کم ہے تو زکوٰۃ نہیں ہے دراں حالیکہ باعتبار قیمت زکوٰۃ دیتا ہو اور اگر باعتبار عدد زکوٰۃ دیوے تو فی گھوڑا ایک دینار سال تمام ہونے پر دیوے۔ اور خچر اور گدہے اگر تجارت کے لئے ہوں تو بالاتفاق ان کی زکوٰۃ بھی واجب ہے۔

مسئلہ۔ اونٹوں میں پچیس سے کم میں بکریاں واجب ہیں اگر بکریوں کی عوض بعیر یعنے چار سالہ شتر کو زکوٰۃ میں دیدیوے تو کافی ہوگا۔ اگرچہ بکریاں کم قیمت ہیں۔ اور مذہب امام مالک میں بکری کی جگہ بعیر کسی حال میں قبول نہ کیا جاویگا۔

اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک زکوٰۃ نبات کی اُس قسم میں ہے کہ جس کو ذخیرہ اور قوت یعنے روزی کر سکتے ہوں جیسے گیہوں اور جو اور چاول اور چھوارے اور انگور اور امام احمد کے نزدیک ان اشیاء میں زکوٰۃ واجب ہے جو کہائی جاتی ہوں اور ذخیرہ کیجاتی ہوں چنانچہ میوہ جات اور اناج یہانتک کہ بادام میں بھی واجب ہے اور جوز میں واجب نہیں - اور امام احمد کے نزدیک تل اور بادام اور پستے اور السی اور زیرہ اور رائی میں زکوٰۃ واجب ہے مگر امام مالک اور شافعی کے نزدیک واجب نہیں - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہری ترکاریوں میں زکوٰۃ واجب ہے - اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب نہیں -

مسئلہ - امام ابی حنیفہ کے نزدیک زیتون میں زکوٰۃ ہے اور منجملہ دو روایتوں امام مالک کے زیادہ مشہور یہی ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے پس مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں زیتون سے زکوٰۃ نکالے خواہ اُس کے تیل سے نکالے - اور امام شافعی سے دونوں طرح قول ہیں اور منجملہ دو روایتوں امام احمد سے اظہر یہی ہے کہ واجب نہیں - اور بالاتفاق روئی میں زکوٰۃ نہیں ہے اور بقول ابو یوسف اُسمیں واجب ہے -

مسئلہ - امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک شہد میں عشر ہے اور مذہب امام مالک اور قول جدید راجح امام شافعی سے شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے - اگر شہد خراجی زمین میں ہے تو مذہب امام ابی حنیفہ میں اُس میں عشر نہیں ہے مگر امام احمد کے نزدیک مطلق شہد میں عشر ہے اور امام احمد کے نزدیک شہد کا نصاب تین سو ساٹھ رطل بغدادی ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک کثیر ہو یا قلیل سمیں عشر ہے -

مسئلہ - مذہب امام شافعی اور ابی حنیفہ میں ہر جنس کی نصاب میں زکوٰۃ واجب ہے اور ایک جنس کو دوسری جنس میں ملا کر نصاب پورا نہ کرے - اور مذہب امام مالک میں گیہوں کو جو کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کر لے - اور بعض گیہوں کو بعض میں ملا دیوے اور اسمیں امام احمد سے مختلف روائتیں ہیں -

مسئلہ - ایمہ ثلاثہ کے نزدیک میوہ کے درخت پر تخمینہ کر لینے کو جائز کہا ہے

ہیں دودھ دوہنے میں نگہہ رکھنے میں نر ہونے میں ۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں شرکت کو وجوب زکوٰۃ میں کچھ اثر نہیں بلکہ ہر ایک شریک کو اپنے طور پر واجب ہے جیسا کہ حالت علیحدگی میں واجب ہے ۔ اور مذہب امام مالک میں شرکت کو وجوب زکوٰۃ میں جب اثر ہے کہ مال مشترک ہر شخص کا نصاب کو پہونچا ہو ۔ اور جب دو شخص مال مختلط میں شریک ہیں اور وہ مال بقدر ایک نصاب کے ہے تو مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں ہر شریک پر زکوٰۃ واجب نہیں اس مال کی زکوٰۃ نہ دینا ہوگی اور مذہب امام شافعیؒ ایسے صورت میں دونوں شریک پر زکوٰۃ واجب ہے یہانتک کہ فقط چالیس بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب ہوگی ۔ اور علاوہ چوپایوں کے کسی اور میں شراکت ہو جیسے نقدی اور غلہ اور پھل تو امام شافعی کے منجملہ دونوں قول کے قول جدید مشہور یہی ہے کہ اس کی زکوٰۃ بھی اسطرح ہوگی جیسا کہ چوپایوں میں واجب ہے ۔

باب نبات کی زکوٰۃ میں

مسئلہ ۔ نبات کی نصاب بالاتفاق پانچ وسق ہیں اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس حساب سے تین سو صاع ہیں اور ہر صاع چار رطل برابر ہوتا ہے ۔ اس میں مقدار واجب یعنے زکوٰۃ دسواں حصہ ہے بشرطیکہ نہر یا برسات کا پانی پلایا گیا ہو ۔ اور اگر حوض یا دولاب یعنے چرخیوں سے پلایا گیا ہو یا پانی خرید کر پلایا گیا ہو تو دسویں حصہ کا نصف دینا ہوگا ۔ اور غلوں اور میووں میں نصاب معتبر ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک معتبر نہیں خواہ کثیر ہو یا قلیل دسواں حصہ واجب ہے قاضی عبدالوہاب کہتے ہیں کہ اس بارہ میں منقول ہے کہ اجماع سے امام ابو حنیفہ نے خلاف کیا ہے ۔

مسئلہ ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک جو شے نباتات کی زمین سے پیدا ہوتی ہو چنانچہ ثمار یعنے میوہ جات اور زروع یعنے زراعتیں ان سب میں زکوٰۃ واجب ہے برابر ہے کہ انکو بارش کا پانی یا کسی حوض سے پانی پلایا گیا ہو مگر خشک گھانس اور جلانے کی لکڑیاں اور خاصکر نے فارسی میں واجب نہیں ہے

مسئلہ۔ اول نصاب سونے اور چاندی میں یہ ہے خواہ سونا چاندی سکہ دار ہو یا مکسور یا بغیر گداختہ ہو بیس دینار سونے میں اور دوسو درہم چاندی میں پس جب یہ نصاب کو پہونچے اور ایک سال گذر جاوے تو ربع عشر یعنے چالیسواں حصہ واجب ہے۔ اور حسن سے منقول ہے کہ سونے میں کچھ زکوۃ نہیں ہے۔ جبتک کہ چالیس مثقال کو نہ پہونچے اور جب چالیس مثقال ہوں تو ایک مثقال زکوۃ میں نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ۔ اگر نصاب سے کچھ زیادہ ہے تو مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں زیادتی میں بالحساب زکوٰۃ واجب ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں دوسو درہم اور بیس دینار پر جو زیادہ ہو اس میں زکوٰۃ نہیں جبتک کہ چالیس درہم اور چار دینار اور پورے نہ ہوں پس چالیس درہم سے ایک درہم اور چار دینار میں دو قیراط[1] اسیطرح ہر چالیس درہموں میں ایک درہم دیا جاوے۔ اور سونے کو چاندی میں نصاب پورا کرنے کو ملادے یا نہیں اختلاف ہے۔ مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں ایک روایت امام احمد سے ثابت ہے کہ ملا دیوے۔ اور بقول امام شافعی اور بروایتے دیگر امام احمد نہ ملادے۔ اور جنکے نزدیک ملانا جائز ہے اُن کے باہم ہی سونے کو چاندی مضروب یعنے درہموں کے ساتھ نصاب کامل کرنے کو بالاجزا اور بالقیمت ملانے میں اختلاف ہے بقول امام ابی حنیفہ و بروایتے امام احمد بالقیمت ملادے مثلاً ایک کے پاس سو درہم اور پانچ دینار ہیں کہ قیمت پانچ دینار کی سو درہم ہوتے ہیں پس انکے نزدیک اسمیں زکوۃ واجب ہوگی اور امام مالک اور دوسری روائت میں امام احمد فرماتے ہیں کہ بالاجزاء ملادے اور مثال بالاجو بالقیمت دی گئی ہے اس میں کچھ واجب نہیں کیونکہ اجزاء جنس سے نصاب کی تکمیل نہیں ہے اور جب اجزاء جنس سے نصاب کی تکمیل ہو جاوے مثلاً دس دینار اور سو درہم تو زکوۃ واجب ہوگی کیونکہ دس دینار نصف نصاب سونے کا ہے اور سو درہم نصف نصاب چاندی کا ہے سو دونوں ملکر ایک نصاب بالاجزاء ہوگیا۔

---

[1] ایک قیراط پانچ جو کے برابر ہوتا ہے یعنے نیم دانگ کذا فی المنتخب منتہی الارب ۱۲۔

مالک کے لئے بہتری ظاہر ہو سنت ہے۔ کیونکہ اس میں مالک اور محتاجوں کے ساتھ نرمی ہے۔ مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک کو نتا صحیح نہیں اور مذہب امام مالک اور احمد میں خارض واحد یعنے ایک ہی کونتا کرنے والا کافی ہے اور یہی براجح مذہب امام شافعی سے ہے۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جس زمین پر خراج ہو تو اس کے وقت پر خراج واجب ہے اور زراعت میں عشر کسواسطے کہ غلہ میں عشر ہے۔ اور زمین کے رقبہ میں خراج اور مذہب امام ابی حنیفہ میں زمین خراجیہ میں عشر واجب نہیں ہے۔ اور ایک آدمی پر خراج اور عشر جمع نہیں کیا جاوے یعنے دونوں میں سے ایک لیا جاوے اور اگر زمین کسی اور کی ہے اور زراعت کوئی دوسرا کرتا ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد اور ابی یوسف و محمد کے نزدیک مالک زرع پر عشر واجب ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں عشر زمین والے پر ہے۔ اور جب زمین کا اجارہ یعنے ٹھیکا لے لیا تو ایک جماعت کے نزدیک عشر زراعت کنندہ پر ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے اور کسی مسلمان کے پاس زمین بلا خراجی ہے اور اس مسلمان نے اس زمین کو ذمی کو بیچ دی تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسپر خراج نہیں اور نہ اس کی زراعت میں عشر ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک اوسپر خراج واجب ہے اور ابی یوسف فرماتے ہیں کہ اسپر دو عشر واجب ہے۔ اور محمد فرماتے ہیں کہ ایک عشر واجب ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کو اس زمین کا فروخت کرنا درست نہیں ہے

باب سونے اور چاندی کے زکوۃ میں

مسئلہ۔ بالاجماع سوائے سونے اور چاندی کے جواہرات میں زکوۃ نہیں جیسے موتی۔ یاقوت۔ زمرد۔ جملہ فقہا کے نزدیک عنبر اور مشک میں بھی زکوۃ نہیں ہے۔ اور حسن بصری اور عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ عنبر میں پانچواں حصہ واجب ہے اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ موتی اور جواہر اور یاقوت اور عنبر میں پانچواں حصہ ہے کیونکہ یہ معدنی مشابہ گڑے ہوئے مال کے ہے۔

برتن خریدنا اور ان کا ذخیرہ کرنا بالاجماع حرام ہے مگر اوسمیں زکوۃ ہے

باب تجارت کی زکوٰۃ میں

مسئلہ۔ بالاجماع سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اور قول داؤد ہے کہ اسباب سرمایہ میں یعنے جو بوقت ضرورت اور حاجت کام میں لانے کی غرض سے ذخیرہ کر رکھا ہے زکوۃ واجب نہیں۔ بالاجماع زکوۃ تجارت میں ربع عشر یعنے چالیسواں حصہ واجب ہے۔ اور کسی نے ایک غلام تجارت کرانے کے لئے خریدا تو اُس کا فطرہ اور تمام سال کے تجارت کی زکوۃ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اُس کے خریدنے والے پر واجب ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس کا فطرہ ساقط ہے۔ اور اگر کسیکے پاس اسباب تجارت موجود ہے لیکن اُس کے بڑھنے اور زیادہ قیمت لینے کی امید کی وجہ سے فروخت کرنے اور خرچ کرنے سے بند کر رکھا ہو تو امام مالک کے نزدیک اسکا مالک ہر سال پورا ہونے پر اس کی قیمت نہ کرے اور نہ زکوٰۃ دیوے اگرچہ کئی سال ہو جاویں اور جب سونے اور چاندی کے عوض اس کو فروخت کر دے تو ایک سال کی زکوۃ دیوے مگر سال خرید اور فروخت کا جانتا ہو تو اپنی طرف سے ایک سال سے ایک مہینہ چاہے جیسا لیکر اُس مہینہ کے نرخ سے اس کی قیمت کرکے نقدی کے ساتھ زکوٰۃ دیوے بشرطیکہ اس کے پاس نقدی ہوں۔ اور امام ابو حنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ ہر سال قیمت کرکے اس کی زکوۃ دیا کرے۔ اور جب کوئی مال تجارت کے لئے اتنی قیمت میں خریدکیا کہ وہ نصاب سے قریب ہے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک نصاب کا اعتبار شروع سال اور آخر سال کا کیا جاویگا یعنے شروع سال میں اُس کی قیمت قدر نصاب ہے اور آخر سال میں بھی قدر نصاب ہے تو زکوٰۃ دیجاوے گی اگرچہ درمیان میں نقصان ہو۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک نصاب کا اعتبار کیا جاویگا یعنے سال بھر میں ہر وقت اس کی قیمت نصاب کے قدر رہی ہو تو زکوٰۃ دیجائیگی۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک اور ایک قول میں امام شافعی سے تجارت کی زکوٰۃ قیمت سے متعلق ہے۔

مسئلہ - کسی نے کسی مالدار کو قرض دیا اور وہ قرض سے اقراری ہے تو مذہب امام شافعی میں قول جدید صحیح سے قرض دینے والے پر ہر سال اس کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے کیونکہ اسپر زکوٰۃ لازم ہے اگرچہ قرض وصول نہوا ہو - اور مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد میں اس کی زکوٰۃ نکالنا واجب نہیں مگر بعد قبض کے واجب ہے - اور مذہب امام مالک میں اسپر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ کئی سال ہو جاویں اور جب وہ قرض وصول کر لیوے تو ایک سال کی زکوٰۃ دیوے اگرچہ وہ قرض دیا ہوا ہو یا کسی فروخت شدہ شئے کی قیمت ہو - اور بقول ایک جماعت قرض میں زکوٰۃ نہیں ہے جبتک کہ وصول نہو اور جب وصول ہو جاوے تو از سر نو سال شروع کرے منجملہ ان کے ام المومنین عائشہ اور ابن عمر اور عکرمہ اور ابو یوسف ہیں - اور اسی مطابق قول قدیم امام شافعی کا ہے۔

مسئلہ - صدقہ دیئے ہوئے کو خرید کرنا مکروہ ہے - اور اگر خرید کر لیا تو نزدیک امام ابی حنیفہ و مالک اور شافعی کے صحیح ہے ایسا ہی قول امام سے ظاہر ہے اور بعض اصحاب امام احمد کا قول ہے کہ بیع باطل ہوگی - اور اگر کسی مالدار کا قرض زکوٰۃ لینے والے پر ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک زکوٰۃ کی عوض وہ قرض بدلہ نہیں ہو سکتا - البتہ بقدر قرض اس کو زکوٰۃ دیوے اور وہ لیکر واپس اپنے قرض کے بدلہ جمع کرا دے تو ہو سکتا ہے اور مذہب امام مالک میں بدلہ جائز ہے۔

مسئلہ - مباح زیور سونے چاندی کا گھڑایا ہوا ایسا ہے کہ پہنا جاتا ہے اور اُتارا جاتا ہے تو مذہب امام مالک اور احمد میں اس کی زکوٰۃ نہیں ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح ان میں سے یہ ہے کہ واجب نہیں اور اگر کسی کے پاس عورتوں کے اجارہ کے لئے زیور موجود ہے تو راجح مذہب امام شافعی سے یہی ہے کہ اس میں زکوٰۃ نہیں ہے اور ایسا ہی امام مالک سے مشہور ہے مگر بعض اصحاب امام مالک کا قول ہے کہ اسمیں زکوٰۃ واجب ہے - اور زبیری جو ایمہ شافعیہ سے ہیں ان کا قول ہے کہ عورتوں کو اجرت دینے کے لئے زیور خرید نا جائز نہیں - اور مکان کی چھتوں پر سونا چاندی چڑھانا یعنی ملمع کرنا حرام ہے مگر بعض اصحاب امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور سونے چاندی کے

اور فیروزہ وغیرہ میں کچھ حق نہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ چاہے گلا یا جاوے یا نہ گلایا جاوے سب میں حق ہے یہانتک کہ سرمہ میں بھی۔

باب زکوٰۃ فطر میں

مسئلہ۔ بالاتفاق زکوٰۃ فطر واجب ہے مگر اصمؒ اور ابن کیسان کہتے ہیں کہ مستحب ہے اور امام مالک اور شافعی اور جمہور کے نزدیک فرض ہے اسواسطے کہ کل فرض اُن کے نزدیک واجب ہیں اور کل واجب فرض۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے فرض نہیں کیونکہ فرض واجب سے مؤکد تر ہے۔ چھوٹوں اور بڑوں سب پر بالاتفاق فطرہ واجب ہے اور حضرت علی رضؓ سے منقول ہے کہ جو نماز روزہ کی طاقت رکھتا ہو اوسپر واجب ہے۔ اور حسن اور ابن المسیب سے منقول ہے کہ جس نے نماز پڑہی اور روزہ رکہا اوسپر واجب ہے۔

مسئلہ۔ ایک غلام کو دو شخصوں نے ملکر خریدا تو مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں غلام مشترک کا فطرہ دونوں پر واجب ہے مگر امام احمد ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ ہر شریک ایک صاع کامل فطرہ دیوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُن دونوں پر فطرہ دینا واجب نہیں۔ اور کسی کا غلام کافر ہے تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اُس کی زکوٰۃ فطر دینا لازم ہوگا بخلاف ایمہ ثلاثہ۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک خاوند پر اپنی عورت کا فطرہ واجب ہے جیسا کہ اُس کا نفقہ واجب ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک خاوند پر عورت کا فطرہ واجب نہیں اور کوئی شخص نصف آزاد ہے اور نصف غلام تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اسپر فطرہ نہیں ہے اور نہ اُس کے مالک پر نصف واجب ہے۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ نصف فطرہ بسبب آزاد ہونے کے اسپر واجب ہے اور نصف اُس کے مالک پر کیونکہ وہ نصف کا مالک ہے۔ اور امام مالک سے دو روایت ہیں ایک تو مثل قول امام شافعی کے اور دوسرے یہ کہ فقط نصف فطرہ اُس کے مالک پر واجب ہے اور غلام پر کچھ واجب نہیں۔ اور مروکو فرماتے ہیں کہ اُن دونوں میں سے ہر واحد پر ایک صاع واجب ہے۔

باب معدن کی زکوٰۃ میں

مسئلہ ۔ بالاتفاق زکوٰۃ معدن میں سال کا اعتبار نہیں مگر ایک قول امام شافعی سے سال پورے ہونے کا اعتبار کیا جائیگا ۔ اور بالاجماع دفینہ یعنے گڑے ہوئے مال میں سال پورا ہونے کا اعتبار نہیں ہے ۔ اور جو اشیاء کان سے نکلی ہو اس میں بالاتفاق نصاب کا اعتبار ہوگا مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک نصاب کا ہونا معتبر نہیں خواہ کم ہو یا زیادہ پانچواں حصہ نکالا جاوے ۔ اور گڑے ہوئے مال میں بالاتفاق نصاب کا اعتبار نہیں مگر ایک قول امام شافعی سے ہے اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک معدن میں قدر واجب پانچواں حصہ ہے اور امام مالک کی مشہور روایت سے ربع عشر یعنے چالیسواں حصہ ہے اور امام شافعی سے کئی قول ہیں لیکن صحیح تر یہی ہے کہ چالیسواں حصہ ہے ۔

مسئلہ ۔ معدن کی زکوٰۃ امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہاں خرچ کرے کہ جہاں غنیمت اور خراج کا مال صرف کیا جاتا ہو ۔ بشرطیکہ کان زمین خراجی یا عشری میں ملی ہو ۔ اور اگر اپنے گھر میں یا گھر کے احاطہ میں ہو تو اسمیں کچھ واجب نہیں اور امام مالک اور احمد کے نزدیک مصرف معدن مصرف غنیمت اور خراج ہے ۔ اور امام شافعی کے نزدیک مصرف اس کا مصرف زکوٰۃ ہے ۔ اور مصرف گڑے ہوئے مال کا امام ابی حنیفہ کے نزدیک مثل حکم معدن کے ہے ۔ اور مشہور امام شافعی سے یہی ہے کہ جہاں زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جاتا ہے وہاں خرچ کرے اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے ایک یہ کہ مصرف غنیمت و خراج میں دوسرا مصرف زکوٰۃ میں ۔ اور امام مالک کا قول ہے کہ مثل غنیمتیں اور جزیہ کے اس کو بھی خرچ کرے ۔ اور امام وقت اپنے اجتہاد رائے سے جہاں مناسب جانے خرچ کرے ۔

مسئلہ ۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک زکوٰۃ معدن خاصکر سونے اور چاندی میں ہے اور انکے سوا جواہر میں کچھ واجب نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حق معدن کا اس شئے کے ساتھ متعلق ہے جو آگ میں گلائی جاوے جیسے لوہا اور رانگ

قیمت دینا بھی جائز ہے - اور امام مالک اور احمد کے نزدیک فطرہ میں چھوہارے دینا افضل ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ گیہوں دینا افضل ہیں - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ شے دینا افضل ہے کہ جسکی قیمت زیادہ ہو۔

مسئلہ - بالاتفاق ہر پانچ قسم اشیا جو مسئلہ نمبرہ میں اوپر مذکور ہوئیں اونمیں سے ایک صاع جو حضور سید خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہاں مستعمل ہے واجب ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک گیہوں سے آدہ صاع کافی ہے امام شافعی اور مالک اور احمد و ابی یوسف کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ثلث رطل عراقی کا ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ آٹھ رطل کا ایک صاع ہوتا ہے جواب چار سیر اندازہ کیا گیا ہے۔

مسئلہ - مذہب امام شافعی میں اور ان کے تمام اصحاب کے نزدیک فطرہ آٹھ قسم کے شخصوں کو دینا واجب ہے جیسا کہ زکوٰۃ میں ہے اور آٹھ کے قسم کے لوگونکا ذکر ذیل میں تقسیم صدقات کے باب میں کیا جاویگا - اور اصطخری جو اصحاب امام شافعی کے اماموں سے ہیں کہتے ہیں کہ فقیروں خواہ مسکینوں سے تین شخصوں پر زکوٰۃ فطرہ کو صرف کرنا جایز ہے بشرطیکہ زکوٰۃ نکالنے والا دیتا ہو اور اگر نکالنے والے نے امام وقت کو دیدی تو اسوقت عام قسموں کے لئے لازم ہوگا کیونکہ امام کے پاس مال بہت ہوتا ہے وہ تعمیم سے متعذر نہیں ہوتا - اور نووی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ امام مالک اور ابو حنیفہ اور احمد نے فقط ایک فقیر کو دینا جایز رکھا ہے بلکہ ایک جماعت کا فطرہ مسکین واحد کو دینا جایز ہے اسی بات کو ایک جماعت ایمہ اصحاب امام شافعی نے پسند کیا ہے مثل ابن منذر اور رویانی - اور شیخ ابی اسحاق شیرازی - اور جب کسی نے اپنا فطرہ نکالا اور پھر وہ فطرہ اوسیکو دیا جاوے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جایز ہے کہ وہ اس فطرہ کو لے لیوے بشرطیکہ وہ محتاج ہو - اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جایز نہیں ہے۔

مسئلہ - فطرہ میں تعجیل عید سے ایک روز یا دو روز پیشتر بالاتفاق جایز ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں ماہ رمضان سے پہلے جایز ہے اور مذہب امام شافعی میں اول ماہ سے تقدیم جایز ہے اور مذہب امام مالک اور احمد میں وقت وجوب سے پہلے

مسئلہ - امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک زکوٰۃ فطر میں یہ ضرور نہیں ہے کہ فطرہ دینے والا چاندی کے نصاب کا مالک ہو یعنے دوسو درہم اس کے پاس ہوں بلکہ اس کے پاس عید کی رات اور دن کے کھانے کے سوا اور اس کے بال بچوں کے کھانے کے سوا کہ جنکا نفقہ اس کے ذمہ ہے مقدار زکوٰۃ فطر ہو تو اسپر فطرہ واجب ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں مگر اس شخص پر جو مالک نصاب کا ہو جو اس کے گھر - اور گھوڑے اور غلام اور ہتیار وغیرہ سے فاضل ہو اور جس پر اس کے نفس کا فطرہ لازم ہے اوسپر بالاتفاق اس کے اولاد صغار اور غلام مسلمین کا فطرہ بھی لازم ہے -

مسئلہ - فطرہ جس وقت سے واجب ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک پہلی تاریخ شوال یعنے روز عید کے طلوع فجر سے واجب ہوتا ہے اور امام احمد کے نزدیک لیلۃ العید کے آفتاب غروب ہونے سے یعنے شوال کی چاند رات کے دن آفتاب غروب ہونے کے وقت سے واجب ہوتا ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک مثل مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد دونوں طرح ہے - مگر امام شافعی کے قول جدید راجح سے غروب آفتاب سے واجب ہے - بالاتفاق فطرہ واجب ہونے کے بعد تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ اسپر قرض ہوتا ہے جبتک کہ ادا نہ کرے اور تاخیر عید کے روز تک بالاتفاق جائز ہے بعد میں جائز نہیں اور ابن سیرین اور نخعی سے منقول ہے کہ عید کے ایک روز بعد تک تاخیر جائز ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ تاخیر میں کچھ مضائقہ نہیں -

مسئلہ - پانچ قسم کی چیزوں سے زکوٰۃ فطر نکالنا بالاتفاق جائز ہے یعنے گیہوں جو - چھوہارے - انگور - پنیر - بشرطیکہ قوت ہو مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نفس پنیر ہرگز کافی نہیں اس کی قیمت کافی ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس شئے میں عشر واجب ہے وہ زکوٰۃ فطر میں نکالنے کو صالح ہے مثلاً جوار اور کنگنی وغیرہ - اور آٹا - اور ستو - اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک فطرہ میں کافی نہیں اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک کافی ہے - اور انماطی جو ایک شافعیہ سے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ کافی ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فطرہ میں جو شئے دیوے اس کی

اُن پر بھی تقسیم کریگا۔بسبب وجود علت یعنے شروع میں آنحضرتؐ بوجہ ضعف اسلام کافروں کو تالیف قلوب کے لیئے دیا کرتے تھے اوسیطرح اب بھی اُن کو بوجہ حاجت اور ضرورت دیا جاویگا۔اور امام شافعی سے دو قول ہیں اسطرح پر کہ بعد رسُول اللہ صلعم کے دیا جاوے یا نہیں تو صحیح یہی ہے کہ زکوٰۃ سے دیا جاتا ہے البتہ حکم اونکا غیر منسوخ ہے اور ایسے ہی ایک روایت امام احمد سے ہے۔

(د) عاملون جمع عامل کی ہے اور عامل اُس کو کہتے ہیں کہ جسکو صدقات اور عشر لینے کو امام کیطرف سے مقرر کیا ہو اور عامل کو صدقات سے جو دیا جاتا ہے وہ زکوٰۃ میں شمار ہے یا اس کے عمل کے بدلہ میں دیا جاتا ہے۔امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اس کے عمل کے عوض ہے۔اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک زکوٰۃ سے ہے اور مذہب امام احمد میں جائز ہے کہ عامل غلام اور ذوی القربیٰ سے ہو۔اور کافر کے ہونے میں دونوں روایتیں ہیں لیکن مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی میں ایسا جائز نہیں۔

(ﮦ) رقاب۔سب کے نزدیک سوا امام مالک کے مکاتب مراد ہیں۔پس امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک غلامان مکاتبین کو زکوٰۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ قیمت خود ادا کریں مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ جائز نہیں کیونکہ اُن کے نزدیک غلامان محض سے مراد ہیں البتہ زکوٰۃ سے غلام خرید کر آزاد کرنا ہے اور ایساہی ایک روایت امام احمد سے ہے۔

(و) غارمون۔بالاتفاق قرضداروں سے مراد ہیں یعنے جنپر قرض ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک قرضدار اگر مالدار ہے تو اُس کو زکوٰۃ نہیں دیجاوے۔ اور مذہب امام شافعی میں اظہر روایت سے دینا جائز ہے۔

(ز) فی سبیل اللہ۔بالاتفاق غازیونکو دینے سے مراد ہے جو جہاد میں لڑنے کو جاتے ہیں مگر امام احمد کی منجملہ دو روایت کے اظہر یہی ہے کہ سبیل اللہ سے حج مراد ہے یعنے جو حاجی حج سے بوجہ مفلسی رُک گئے ہوں اُن کو دینا۔

(ح) ابن سبیل۔بالاتفاق مسافر سے مراد ہے امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک مسافر سے مراد مجتاز ہے منشی السفر نہیں۔مجتاز اُس کو کہتے ہیں کہ جسنے سفر میں

تقدیم جائز نہیں۔

باب تقسیم صدقات میں

مسئلہ۔ بالاتفاق اصناف ثمانیہ کہ جس کا ذکر آیہ کریمہ میں ہے اوسمیں سے کسی ایک صنف کو صدقہ دینا جائز ہے مگر امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام اصناف ثمانیہ ہونا لابد ہے بشرطیکہ امام تقسیم کرے اور اسجگہ عامل ہو ورنہ سات قسم پر تقسیم ہوگی۔ اور اگر بعض اصناف مفقود ہیں تو موجودہ اصناف پر قسمت کیجائیگی اور اسیطرح خود مالک اپنے مال کو سب اصناف پر تقسیم کریگا۔ اگر اس شہر میں وہ سب موجود ہوں بشرطیکہ مال بھی ان پر پورا بٹنے کے لائق ہو ورنہ تین شخصوں کو دینا واجب ہے۔ پس اگر ایک شہر میں کوئی صنف موجود نہیں ہے تو وہاں سے اور جگہ نقل کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر ایک شہر میں بعض صنف ہیں اور بعض نہیں ہیں توجو موجود ہیں ان پر اس مال کو رد کیا جاویگا یعنے باقی مال انہیں کو جو موجود ہیں دیدیا جاویگا۔ اور اصناف ثمانیہ یہ ہیں فقیر۔ مسکین۔ عامل۔ مولفہ قلوبہم رقاب۔ غارمون۔ فی سبیل اللہ۔ ابن سبیل۔

(ا) فقیر۔ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک وہ ہے کہ بعض مال اس کو کفایت ہوتا ہو اور بعض کا محتاج ہو۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ جسکے پاس کچھ نہیں ہو۔

(ب) مسکین۔ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک وہ ہے کہ جسکے پاس کچھ نہ ہو۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک وہ ہے کہ بعض مال بقدر کفایت ہو۔

(ج) مولفہ قلوبہم۔ وہ کافر جنکے دل الفت کرائے گئے ہوں۔ مذہب امام ابی حنیفہ میں مولفہ قلوبہم کا حکم منسوخ ہے اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے۔ اور مذہب امام مالک سے مشہور یہی ہے کہ انکے لئے کچھ حصہ نہیں ہے اور ان سے دوسری روایت میں ہے کہ اگر کسی شہر میں ان سے حاجت پڑے یا دو لڑائیوں کے درمیان ہوں یعنے سرحد پر ہوں تو از سر نو امام

سواری ہو مگر وہ ان سے غنی نہیں ہے یعنے حاجت اصلی سے زائد نہیں ہیں تو ایسے شخص کو دینا جائز ہے اور جس کے پاس چالیس درہم ہوں اس کو دینا جائز ہے اور عالم کو صدقہ لینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو۔ اور مذہب امام شافعی میں اعتبار کفایت ہے یعنے اگر کسی کو اپنی آمدنی کفایت نہیں ہے تو اس کو لینا جائز ہے اگرچہ اس کے پاس چالیس یا زیادہ درہم ہوں اور اگر اس کے پاس قلیل ہیں اور اس کو کفایت ہے تو اس کو لینا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی علم شرعی سے کسی شئے میں مشغول ہے ولیکن وہ کسب بھی کرتا ہے اور کسب تحصیل کے سبب منقطع ہو گیا تو اس کو زکوۃ لینا حلال ہے اور بعض اصحاب امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر کوئی کسی کام میں مشغول ہے اور اوسمیں لوگوں کے نفع کی امید ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے اور اگر امید نفع نہیں ہے تو جائز نہیں۔ اور اگر کسی نے نفل عبادتوں کو قبول کیا اور کسب اس کو مانع ہے تو اس کو زکوۃ لینا حلال نہیں کیونکہ کمائی میں کوشش کرنیکے قطع نظر لوگوں سے لالچ کرنا اس سے بہتر ہے کہ لالچ کے ساتھ نفل عبادتوں کو قبول کرنا۔ بخلاف تحصیل علم کسواسطے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور خلق کو علم کی طرف احتیاج ہے۔ اور امام احمد سے کئی مختلف روائتیں ہیں پس اکثر اصحاب نے ان سے روائت کی ہے کہ جب پچاس درہم یا ان کے قیمت کے برابر سونے کا مالک ہو جاوے تو اس کو زکوۃ لینا حلال نہیں۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ ایسا غنی ہو کہ اس کو ہمیشہ تجارت سے یا اجرت عقار یا کسی ہنر وغیرہ سے کفایت کرتا ہو تو اسکو بھی منع ہے۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک جو شخص بسبب تندرستی اور قوت کے کسب پر قادر ہو اس کو لینا جائز ہے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک جائز نہیں۔ اور جب کسی نے کسی شخص کو زکوۃ دی اور پیچھے معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہی دینا کفایت کریگا۔ اور مذہب امام مالک میں کافی نہ ہوگا اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ کافی نہ ہوگا اور امام احمد سے دو روایتیں کالمذہبین ہیں۔

مسئلہ۔ بالاتفاق والدین کو زکوۃ دینا جائز نہیں اگرچہ اوپر کے درجے کے ہوں اور ایسے ہی مولودین یعنے اولاد کو اگرچہ نیچے کے درجے کے ہوں مگر امام مالک کے

تجاوز کیا اور بالفعل اُس کے پاس سفر میں مال نہیں ہے۔ اور منشی السفر سے مراد سفر شروع کرنے والے سے ہے اور امام شافعی کے نزدیک مسافر سے مجتاز اور منشی السفر دونوں مراد ہیں اور امام احمد کے نزدیک دو روایت ہیں اظہر یہ ہے کہ مسافر سے مراد مجتاز ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک فقط ایک مسکین کو کوئی اپنی کل زکوۃ دیدے تو جائز ہے بشرطیکہ نصاب سے کم ہو غرض کہ اُس زکوۃ سے وہ غنی نہ ہو جاوے اور امام مالک کے نزدیک بقدر نصاب یا زیادہ دینا جائز ہے کہ جس سے وہ غنی ہو جاوے بشرطیکہ اُس مال لے لینے پر حرام سے باز رہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس صنف کو زکوۃ دیجاوے اس صنف سے کم سے کم تین شخص ہوں۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک زکوۃ کے مال کو دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہے مگر اپنے رشتہ داروں کو یا ایسے قوم کو جو اپنے شہر والوں سے زیادہ محتاج ہوں مکروہ نہیں۔ اور مذہب امام مالک میں دوسرے شہر میں بھیجنا جائز نہیں۔ مگر اُس وقت کہ اہل شہر کو کوئی ضرورت ہو تو حاکم وقت اپنے فکر اور اجتہاد سے اُنکے پاس بھیجدیوے۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ دوسرے شہر میں بھیجنا ناجائز ہے۔ اور امام احمد سے یہی مشہور ہے کہ ایک شہر سے ایسے دوسرے شہر میں بھیجنا جائز نہیں کہ جس شہر کے جانے میں نماز قصر پڑھنی ہو۔ باوجودیکہ جس شہر سے زکوۃ بھیجی جاوے وہاں مستحقین نہ ہوں۔

مسئلہ۔ بالاتفاق کافر کو زکوۃ دینا ناجائز ہے۔ اور زہری اور ابن شبرمہ نے ذمی کو زکوۃ دینا جائز کیا ہے اور ظاہر مذہب امام ابی حنیفہ سے فطرہ اور کفارات ذمی کو دینا جائز ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس غنی کو زکوۃ دینا ناجائز ہے کہ جو کسی مال سے نصاب کا مالک ہو اور مذہب امام مالک سے مشہور یہی ہے کہ جس کے پاس چالیس درہم ہوں اُس کو زکوۃ دیجاوے تو جائز ہے۔ اور قاضی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ امام مالک نے کچھ حد مقرر نہیں کی اور فرمایا ہے کہ جس کے پاس گھر۔ اور خادم۔ اور

پلانے والے کو اگر اپنی جان کا یا بچہ کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھنا مباح ہے۔ ولیکن روزہ رکھہ لیا تو صحیح ہوگا۔ اور اگر انہوں نے روزہ رکھکر بچہ کے خوف سے قبل وقت افطار روزہ توڑ دیا تو راجح مذہب امام شافعی سے اُن پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا اور روزہ کے کفارہ کے عوض ایک مُد یعنے اناج سے کفین بھر کر دینا ہوگا اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اُن پر کفارہ نہیں ہے اور امام مالک سے دو روایت ہیں ایک روایت سے دودہ پلانے والے پر واجب ہے حاملہ پر واجب نہیں اور دوسری روایت سے مرضعہ یعنے دودہ پلانے والی پر کفارہ واجب نہیں۔ اور ابن عباس اور ابن عمر فرماتے ہیں کہ کفارہ واجب ہوگا قضا واجب نہیں۔

مسئلہ۔ بالاتفاق مسافر اور وہ مریض جو آرام کی امید رکھتا ہے اونکے لئے روزہ نہ رکھنا مباح ہے۔ اور اگر رکھہ لیا تو صحیح ہوگا اور اگر رکھنے سے انکو ضرر ہوتا ہو تو مکروہ ہے۔ اور بعض اہل ظاہر کا قول ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا درست نہیں ہے یعنے سفر میں رکھہ لیا تو صحیح نہ ہوگا اور اوزاعی کا قول ہے کہ مطلقاً نہ رکھنا بہتر ہے اور جس نے روزہ رکھہ لیا اور پھر سفر کیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک افطار کرنا جائز نہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔ اور اسیکو مزنی نے پسند کیا ہے۔ اور جب کوئی مسافر بے روزہ آیا یا مریض نے صحت پائی یا لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا حائضہ پاک ہوئی اور دن باقی ہے تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک باقی دن میں کچھ نہ کہانا لازم ہوگا۔ اور امام مالک کے نزدیک نہ کہانا مستحب ہے اور یہی امام شافعی کے مذہب میں صحیح ہے۔ اور جب کوئی رمضان میں اسلام لایا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جو روزے حالت ارتداد میں فوت ہوئے اس کی قضا واجب ہوگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں واجب نہیں۔

مسئلہ۔ بالاتفاق اُس لڑکے کو جو روزہ رہنے کی طاقت نہ رکہتا ہو اور اس مجنون کو جو طاقت رکہتا ہو روزہ رہنے کے لئے نہ کہا جاوے لیکن سات برس کے لڑکے کو روزہ رہنے کا حکم کریں اور دس برس کے لڑکے کو روزہ ترک کرنے پر ماریں مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک لڑکے کا روزہ صحیح نہیں۔ اور جب مجنون کو ہوش آیا

نزدیک دادا اور دادی کو اور پوتا اور پوتی کو جائز ہے بسبب اُن کے نفقہ ساقط ہونے
اور امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک اُس شخص کو جائز ہے جو اُس کے
اقارب سے وارث ہو سکتا ہو جیسے بھائی اور چچا اور امام احمد سے دو روائت ہیں
اظہر یہی ہے کہ ناجائز ہے ۔

مسئلہ ۔ بالاتفاق اپنے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہیں مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں
کسی غیر کے غلام کو دینا جائز ہے ۔ بشرطیکہ اوسکا مالک فقیر ہو ۔ اور زوجہ اپنے خاوند
کو زکوٰۃ دیوے تو مذہب امام ابی حنیفہ میں ناجائز ہے اور مذہب امام شافعی میں
جائز ہے ۔ اور مذہب امام مالک میں اگر خاوند اُس زکوۃ سے اپنے زوجہ کے نفقہ
میں مدد کرتا ہے تو جائز نہیں اور علاوہ نفقہ کے کسی اور میں مدد دیتا ہے جیسے اپنے
اولاد جو نسبت اوس کے محتاج ہیں یا اس کے مانند کوئی اور صورت ہو تو جائز ہے
اور امام احمد سے دو روائت میں اظہر یہی ہے کہ اُس کو دینا منع ہے ۔ اور بالاتفاق
زکوۃ کے مال سے مسجد بنانا اور میت کو کفن دینا منع ہے ۔

مسئلہ ۔ صدقہ مفروضہ یعنے زکوۃ بنی ہاشم کے پانچ بطون کو دینا حرام ہے ۔ آل علیؓ
و آل عباس ۔ و آل جعفر ۔ و آل عقیل ۔ و آل حارث بن عبدالمطلب ۔ اور مذہب امام
مالک اور شافعی اور امام احمد کی منجملہ دو روائت کے اظہر یہی ہے کہ بنی عبدالمطلب
کو زکوۃ دینا حرام ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور بنی ہاشم کے آزاد
غلاموں کو دینا امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حرام ہے اور یہی مذہب امام مالک
اور شافعی میں صحیح ہے ۔

کتاب الصیام یعنے روزوں میں

مسئلہ ۔ ماہ رمضان کے روزے مسلمین پر بالاجماع فرض واجب ہیں اور منجملہ
ارکان اسلام کے ایک رکن ہے ۔ اور بالاتفاق ایمہ اربعہ روزہ رمضان کا ہر مسلمان
عاقل بالغ طاہر مقیم پر اور اس شخص پر جو روزہ رکھنے پر قادر ہو واجب ہے اور حیض
اور نفاس والی پر حرام ہے ۔ اور اگر حائض اور نفساء نے روزہ رکھ لیا تو صحیح
نہیں ہوگا اُس کی قضا لازم ہوگی ۔ اور حاملہ یعنے حمل والی اور مرضع یعنے دودھ

روزہ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک روزہ صحیح نہیں ہے اور امام احمد اپنے مشہور روایت میں فرماتے ہیں کہ اگر آسمان صفا ہو اور ابر نہو تو شک میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر ابر ہو تو واجب ہے۔ اور اگر دن میں ہلال دیکھا گیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک آنے والی رات کا ہلال ہے قبل زوال دیکھا ہو خواہ بعد زوال اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قبل زوال ہلال دیکھا جاوے وہ گذشتہ رات کا ہے اور بعد زوال میں بھی دو نوں طرح روایت ہے۔

مسئلہ۔ جب کسی شہر میں ظاہر طور پر ہلال دیکھا گیا تو بالاتفاق تمام اہل دنیا پر روزہ رکھنا واجب ہوگا لیکن اصحاب امام شافعی نے صحیح طور پر اسطرح فرمایا ہے کہ اس شہر کے قریب والوں پر یہ حکم ہوگا نہ بعید والوں پر۔ اور بعید کا اعتبار اسی پر ہے کہ جسکو امام الحرمین اور غزالی اور رافعی نے بیان کیا ہے یعنے اسقدر مسافت ہو کہ جسمیں نماز قصر کیجاوے اور بعید وہ معتبر ہے کہ جسکو نودی نے ترجیح دی ہو یعنے جسمیں اختلاف مطلع پایا جاوے جیسے حجاز و عراق۔ اور بالاتفاق اس بارہ میں معرفت حساب و منازل پر اعتبار نہیں لیکن ابن سریج جو بزرگان شافعیہ سے ہیں انکی ایک وجہ میں عارف حساب کے نسبت اعتبار ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق رمضان کے روزہ میں نیت واجب ہے اور بغیر نیت روزہ صحیح نہیں۔ اور زفر جو اصحاب امام ابی حنیفہ سے ہیں کہتے ہیں کہ رمضان کا روزہ نیت کا محتاج نہیں ہے اور عطا سے بھی یہی روایت کی گئی ہے۔ اور مذہب امام مالک اور شافعی میں اور امام احمد کی اظہر روایت میں تعیین نیت ضرور ہے یعنے نیت میں فرض یا واجب یا نفل جیسا روزہ ہو مقرر کرنا لابد ہے مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں تعیین واجب نہیں بلکہ اگر مطلق روزہ یا نفل کی نیت کر لے تو جائز ہے۔ اور رمضان کے روزہ کی نیت کا وقت امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک غروب شمس سے لیکر طلوع فجر ثانی تک ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں جائز ہے رات سے نیت کرنا اور اگر رات سے نیت نہیں کی تو زوال تک نیت کرنا کافی ہوگا۔ اور ایسا ہی نذر معین میں ان سب کا قول ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر رات کو علیحدہ نیت کی حاجت ہے۔ مگر

یعنے آرام ہو تو فوت شدہ کی قضا امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک واجب نہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ واجب ہے اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے۔
مسئلہ۔ وہ مریض جسکو اپنے آرام ہونے کی امید نہیں اور وہ جو بہت بوڑھا ہو ان دونوں پر روزہ نہیں ہے بلکہ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس کے عوض فدیہ واجب ہے یہی مذہب امام شافعی میں اصح ہے لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہر دن کے عوض نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو سے دینا ہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر دن کے عوض ایک مد ہے۔ مذہب امام مالک میں نہ روزہ ہے اور نہ فدیہ اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک نصف صاع چھوہاروں سے اور جو سے دیویں اور گیہوں سے ایک مد دیویں۔
مسئلہ۔ ماہ رمضان کا روزہ بالاتفاق رویت ہلال سے واجب ہوتا ہے یا شعبان کے تیس دن پورے کرنے پر اور جب مطلع ہلال پر ابر چھا جاوے یا شعبان کے تیسویں میں فتور پڑ جاوے یعنے حالت شک ہو جاوے تو امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک روزہ واجب نہوگا اور امام احمد سے دو روایت ہیں اور اصحاب امام احمد نے واجب جانا ہے وہ کہتے ہیں کہ حکماً نیت رمضان کی کرے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جب آسمان صاف ہو اور ابر نہو تو جماعت کثیر کی گواہی سے رویت ہلال رمضان کی ثابت ہوگی اور اگر ابر ہو تو ایسے حالت میں ایک شخص عادل کی گواہی سے خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو خواہ غلام رویت ثابت ہوگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ دو عادل کی گواہی سے رویت ثابت ہوگی۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں اور امام احمد سے دو روایت ہیں اظہر یہی ہے کہ ایک عادل کی گواہی قبول کیجاویگی۔ اور رویت ہلال شوال میں ایک شہادت بالاتفاق قبول نکی جاویگی۔ اور ابی ثور سے منقول ہے کہ قبول کیجاویگی اور کسی اکیلے نے رمضان کا ہلال دیکھا اور روزہ رکھا اور پھر اسنے اکیلے ہلال شوال بھی دیکھا تو مخفی طور پر روزہ افطار کرے ظاہر بے روزہ دار نہ بنے اور حسن اور ابن سیرین کا قول ہے کہ اسپر روزہ واجب نہیں بسبب رویت خود اور لوگوں کے

اس کے تھوک دینے سے عاجز رہا ہو - اور اگر اس کو نگل گیا تو ایک جماعت کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا - اور بعض اماموں نے اس شئے کا اندازہ چنے کے برابر رکھا ہے اور حقنہ کرنے سے روزہ فاسد ہوگا مگر ایک روائت امام مالک سے اور قول داؤد سے فاسد نہیں ہوگا اور کان میں اور احلیل یعنے سوراخ ذکر میں تیل یا دوا ڈالی تو امام شافعی کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا اور اماموں کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا اور اسیطرح ناک میں دوا ڈالنے کا حکم ہے بشرطیکہ دماغ میں دوا نہ پہونچے -

مسئلہ - روزہ دار کو حجامت یعنے پچھنے لگانا بالاتفاق[۱] مکروہ ہے - پچھنے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر امام احمد کے نزدیک حجامت سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یہانتک کہ حاجم اور محجوم یعنے پچھنے لگانے والا اور جسکے پچھنے لگے دونوں کا روزہ فاسد ہوجاتا ہے - اور جسکو فجر ہونے میں شک تھا اور اس نے کھانا کھایا اور در اصل فجر ہوگئی تھی تو روزہ اس کا باطل ہوگا اور عطا اور داؤد اور اسحق فرماتے ہیں کہ اسپر قضا نہیں ہے - اور امام مالک سے منقول ہے کہ اگر فرض روزہ ہو تو اس کی قضا رکھے - اور سرمہ لگانا امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک مکروہ ہے بلکہ اگر اسکا مزہ حلق میں معلوم ہوا تو روزہ فاسد ہوگا - اور ابن ابی لیلے اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد ہوگا -

مسئلہ - جس روزہ دار نے رمضان کے دن میں عمداً بغیر عذر جماع کیا تو بالاجماع اوسکا روزہ فاسد ہوا اور وہ گنہگار رہا اور باقی دن تک اس کو کھانے پینے سے رکنا لازم ہوگا - اور اوسپر کفارہ کبری ہوگا یعنے ایک غلام آزاد کرنا اور اگر غلام آزاد نہیں کرسکتا ہے تو پے در پے دو مہینہ کے روزے رکھے اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت بھی نہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے اور امام مالک فرماتے

---

[۱] اور مذہب امام ابی حنیفہ اگر خوف ضعف کا نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے یعنے پچھنے لگانا مکروہ نہیں از فتاوی عالمگیری و صحیح بخاری ۱۲

امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک ہی نیت جو اول رات مہینہ کی کرلیوے کہ تمام مہینہ کے روزہ رکہونگا تو کافی ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک قبل زوال کے نفل کی نیت کرے تو صحیح ہے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ نفل کے لئے دن میں نیت صحیح نہیں جیسا کہ واجب میں ہے اور اسیکو مزنی نے پسند کیا ہے۔
مسئلہ۔ کسی نے روزہ رکہا اور صبح ہوگئی اور وہ جنب ہے تو روزہ اسکا بالاجماع صحیح ہوگا مگر قبل طلوع فجر غسل کرلینا مستحب ہے اور ابو ہریرہ اور سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اگر غسل نہ کیا اور صبح ہوگئی تو روزہ اس کا باطل ہوگا چاہئے کہ کہانے پینے سے اپنے کو روکے اور اس کی قضا رکہہ لے اور قول عروہ اور حسن یہ ہے کہ اگر بغیر عذر غسل کرنے میں تاخیر کی تو روزہ اس کا باطل ہوگا اور قول نخعی ہے کہ اگر روزہ فرض ہے تو قضا کرے۔ اور جہوٹ بولنا اور غیبت کرنا روزہ دار کو بالاتفاق سخت مکروہ ہے۔ اسیطرح گالیاں دینا اگرچہ حکم میں روزہ صحیح ہوگا۔ اور اوزاعی سے منقول ہے کہ ایسا کرنے سے روزہ باطل ہوگا۔
مسئلہ۔ کسی نے اس گمان سے کہانا کہایا کہ ابہی رات ہے اور فجر طلوع نہیں ہوئی ہے اور در اصل رات نہیں تہی بلکہ فجر ہوگئی تو بالاتفاق اسپر قضا واجب ہے اور کسی نے روزہ توڑنے کی نیت کی اور کچہ فعل روزہ توڑنے کا نہیں کیا تو امام ابی حنیفہ اور اکثر مالکیہ کے نزدیک روزہ باطل نہیں ہوگا بلکہ شافعیہ کے نزدیک بہی اصح ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک روزہ باطل ہوگا۔ اور کسی نے قصداً قے کی تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائیگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا مگر جبکہ منہہ بہر کر قے ہوئی تو ٹوٹ جائیگا۔ اور امام احمد سے دو روائت ہیں مشہور تر یہی ہے کہ نہیں ٹوٹتا مگر زیادہ آنے سے ٹوٹ جائیگا۔ اور ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹتا ہے مگر قصداً قے کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر قے نے خود بخود بغیر قصد غلبہ کیا اور قے ہوگئی تو بالاجماع روزہ نہیں ٹوٹیگا اور حسن سے ایک روایت ہے کہ ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر دانتوں میں کہانے سے یا کسی اور شئے سے کچھ رہگیا اور تہوک پہونچا تو روزہ فاسد نہ ہوگا بشرطیکہ وہ اس کی تمیز کرنے اور

امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اس شخص کے لئے حرام ہے کہ جسکو شہوت متحرک ہو۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ہر حال میں حرام ہے اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے اور اگر بوسہ لیا اور مذی نکلی تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ روزہ فاسد ہوگا۔ اور اگر کسی کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کی اور انزال ہوگیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہوگا مگر امام مالک کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مسافر کے لئے جایز ہے کہ روزہ کہانے سے یا جماع سے افطار کرے اور امام احمد کے نزدیک جماع سے افطار کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس نے جماع سے روزہ افطار کیا تو اسپر کفارہ واجب ہوگا۔

مسئلہ۔ جو کوئی تندرست اور مقیم ہے اور اس نے عمداً رمضان کے مہینہ میں کسی روز کہایا یا پیا تو بالاتفاق اوسپر قضا واجب ہوگئی اور پہر باقی دن تک اپنے آپ کو کہانے پینے سے روکے اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں اوسپر کفارہ بھی لازم ہوگا۔ اور راجح قولین امام شافعی سے اور مذہب امام احمد میں اوسپر کفارہ نہیں ہے۔ اور جس نے بہولے سے کہالیا یا پی لیا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ فاسد ہوگا اور اسپر قضا لازم ہوگی اور جس روز عمداً کہایا یا پیا اس کی قضا ایک دن کے روزہ رکہنے سے بالاتفاق حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ربیعہ فرماتے ہیں کہ ایک روزہ کی قضا کے عوض بارہ روز روزہ رکہے اور ابن المسیب فرماتے ہیں کہ ایک روزہ کی قضا کے بدلے ایک ماہ تک روزہ رکہے اور نخعی کا قول ہے کہ ایک روزہ کے عوض ہزار روزے رکہے اور علیؓ اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ کے روزے اس کے عوض نہیں ہو سکتے۔

مسئلہ۔ اگر روزہ دار نے محظورات صوم یعنے ممنوعات روزہ سے کسی شئے کا فعل کیا جیسا جماع اور کہانا پینا حالانکہ روزہ بہولا ہوا تہا تو مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی میں روزہ باطل نہ ہوگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ باطل ہوگا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کہانا کہانے سے باطل نہیں ہوگا مگر جماع کرنے سے باطل ہوگا

ہیں کہ تینوں میں سے جسکو چاہے کفارہ میں اختیار کرے بلکہ اُنکے نزدیک طعام دینا بہتر ہے - اور بمذہب امام شافعی اور احمد ایسے صورت میں بطریق اصح خاوند پر کفارہ ہوگا اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں عورت اور خاوند دونوں پر کفارہ ہوگا - اگر رمضان میں دو دن کسی سے جماع کیا تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک دو کفارہ لازم ہونگے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر پہلا کفارہ ادا نہ کیا تو ایک ہی لازم ہوگا - ورنہ نہیں - اور اگر ایک دن میں دو دفعہ جماع کیا تو دوبارہ صحبت کرنے کے دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوگا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر پہلا کفارہ ادا کر دیا تو دوسرے کے لئے دوسرا کفارہ لازم ہوگا -

مسئلہ - بالاتفاق رمضان کے ادا روزوں کے سوا اور میں کفارہ واجب نہیں اور قتادہ سے منقول ہے رمضان کے قضا روزوں میں بھی کفارہ واجب ہے - اور اگر عورت سے بالاکراہ یعنے زبردستی کسی نے جماع کیا یا وہ سوتے تھے اور جماع کیا تو بالاتفاق بہرصورت اس کا روزہ فاسد ہوگا مگر کفارہ نہیں آویگا البتہ قضا رکھنا لازم ہوگا - لیکن ایک قول امام شافعی میں قضا رکھنا نہیں ہے اور ایک روائیت امام احمد سے کفارہ لازم ہوگا - اور اگر کوئی جماع کر رہا ہے اور صبح ہوگئی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر اُس نے اپنے ذکر کو اسیوقت نکال لیا تو روزہ صحیح ہوگا اور کفارہ اسپر نہیں ہوگا اور اگر اُس نے نہ نکالا اور دیر کی تو قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں - اور امام مالک کے نزدیک صبح کا علم ہونے پر فوراً جماع کرنے سے الگ ہوگیا تو قضا رکھنا لازم ہوگا اور اگر دیر کی تو کفارہ لازم ہوگا - اور مذہب امام شافعی میں اگر اسیوقت جماع کرنیسے علیحدہ ہوگیا تو اسپر کچھ نہیں ہے اور اگر نہوا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونگے اور مذہب امام احمد میں قضا اور کفارہ مطلقاً لازم ہونگے - خواہ وہ جماع کرنے سے اسیوقت باز رہا ہو یا نہ رہا ہو -

مسئلہ - کوئی شخص کھانا کھاتا تھا یا جماع کرتا تھا اور فجر ہوگئی اور اس نے فوراً کھانا منہہ سے ڈالدیا اور جماع کرنے سے علیحدہ ہوگیا تو روزہ اس کا ایک جماعت کے نزدیک صحیح ہوگا امام مالک فرماتے ہیں کہ روزہ نہیں ہوگا - اور روزہ میں بوسہ لینا

بدلا میں روزہ رکھے اور اگر روزہ رمضان کا ہے تو اُس کے عوض کہانا کہلا دے۔
مسئلہ۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اُس کو بالاتفاق مستحب ہے کہ عید کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے مگر امام مالک کے نزدیک مستحب نہیں ہے کیونکہ موطا میں فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بزرگوں میں سے کسیکو نہیں دیکھا کہ شوال کے روزے رکھتے ہوں بلکہ مجھکو خوف ہے کہ کوئی گمان کرے کہ یہ فرض ہیں۔ اور بالاتفاق ایام بیض یعنے تیرہویں چودہویں پندرہویں کو روزے رکھنے مستحب ہیں۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک بعد فرائض کوئی عمل زیادہ نیک نہیں ہے علم سے پھر جہاد سے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اعمال بدن میں افضل نماز ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ بعد فرائض جہاد سے بہتر کوئی شئے نہیں ہے۔

مسئلہ۔ جس نے نماز نفل یا روزہ نفل شروع کیا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک اُن کا تمام کرنا مستحب ہے اور اگر اُن کو تمام نہ کیا تو اُسپر قضا لازم نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک شروع کرنے کے بعد تمام کرنا واجب ہے اور امام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی نفل روزہ رکھے ہوئے اپنے بھائی کے یہاں مہمان آیا اور اس نے ضیافت کی تو روزہ بعذر ضیافت کی وجہ سے توڑ دیوے اور پھر اس کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ۔ کسی نے جمعہ کے روز نفل روزہ رکھنا مقرر کیا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام شافعی اور احمد اور ابی یوسف کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک روزہ میں مسواک کرنا مکروہ نہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ زوال کے بعد روزہ دار کو مسواک کرنا مکروہ ہے۔ ولیکن متاخرین اصحاب امام شافعی کے نزدیک مختار یہی ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔

باب اعتکاف میں

مسئلہ۔ اعتکاف بالاتفاق مشروع اور عبادت ہے اور ہر ایک وقت اعتکاف

اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور اگر روزہ دار کو زبردستی کھلایا یا عورت سے جبراً
صحبت کی تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائیگا اور امام شافعی
سے دو قول ہیں رافعی کے نزدیک اصح اونمیں کا یہ ہے کہ ٹوٹ جائیگا اور نووی
کے نزدیک اصح اونمیں کا یہ ہے کہ نہیں ٹوٹیگا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جماع
کرنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا اور کھانا کھلانے سے نہیں ٹوٹیگا۔ ناک یا منہ میں
استنشاق یا مضمضہ کرتے جوف بینی یا دہن میں پانی نے بغیر مبالغہ سبقت کی یعنے
کسیقدر آگے چڑہا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا۔ اور امام
شافعی سے دونوں طرح قول ہیں اصح یہی ہے کہ فاسد نہ ہوگا اور اسی موجب امام
احمد کا قول ہے اور اگر تمام روز صایم بیہوش رہا تو بالاتفاق روزہ صحیح نہیں ہوگا
اور مزنی کے نزدیک صحیح ہوگا اور تمام روز روزہ دار سوتا رہا تو بالاتفاق روزہ
صحیح ہوگا اور اصطخری شافعی المذہب کے نزدیک باطل ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر رمضان کے روزے فوت ہوگئے تو مذہب امام مالک اور شافعی
اور احمد میں اس کی قضا رکھنے میں تاخیر جائز نہیں اور اگر بغیر عذر تاخیر کی یہانتک
کہ دوسرا رمضان آگیا تو گنہگار ہوگا اور پھر اس کو اس رمضان کے روزوں
کے بعد اول رمضان کے قضا روزے رکھنا لازم ہوگا اور ہر روزے کے
ساتھ ایک مد صدقہ بھی دینا لازم ہوگا۔ اور مذہب امام حنیفہ میں تاخیر جائز
ہے اور اوسپر کفارہ لازم نہیں اور اسیکو مزنی نے اختیار کیا ہے۔ اور کوئی قضا
کے روزے رکھنے پر قادر ہونے کے پہلے مرگیا تو بالاتفاق اوسپر تدارک نہیں اور
نہ کچھ گناہ ہے اور طاؤس اور قتادہ سے منقول ہے کہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا
کھلانا واجب ہوگا۔ اور اگر قضا روزے رکھنے پر قادر ہونیکے بعد مرگیا تو مذہب
امام ابی حنیفہ اور مالک میں ہر روزے کے عوض ایک مد صدقہ دینا لازم ہوگا بشرطیکہ
ولی کو قضا روزونکے عوض صدقہ کی وصیت کرگیا ہو تو صدقہ دینا لازم ہوگا ورنہ نہیں
اور امام شافعی سے دو قول میں اصح یہی ہے کہ ہر روزے کے لئے ایک مد دینا واجب
ہے اور بقول قدیم مختار مفتی بہ یہ ہے کہ ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے اور ولی
ہر قریب کو کہتے ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں اگر روزہ نذر کا ہو تو ولی اس کے

تک اعتکاف ہونا ضرور ہے - اور ایسا ہی امام احمد سے مشہور ہے - اور امام ابی حنیفہ سے دو روائتیں ہیں ایک یہ ہے کہ بعض دن کا یعنے پہر دو پہر کا اعتکاف ہو سکتا ہے - دوسری یہ کہ ایک رات دن سے کم جایز نہیں اور ایسا ہی مذہب امام مالک کا ہے - اور اگر کسی نے خاص مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی تو اوس مہینہ میں پے در پے اعتکاف لازم ہوگا - اور اگر اُس خاص مہینہ کے ایک روز کا اعتکاف چھوڑ دیا تو بالاتفاق اُس کی قضا رکھے مگر امام احمد کی ایک روائیت میں ہے کہ از سر نو شروع کرنا لازم ہوگا - اور اگر نذر اعتکاف مطلق مہینہ کی کی تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے کہ اعتکاف تتابع کرے یا متفرق اور امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک پے در پے لازم ہوگا اور امام احمد سے دونوں روائتیں ہیں - اور جسنے خاص ایک دن کے اعتکاف کی نیت کی بدوں رات کے تو بالاتفاق اعتکاف صحیح ہوگا مگر امام مالک کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا جبتک رات اسمیں اضافہ نہ کی جاوے - اور اگر دو دن پے در پے کے اعتکاف کی نیت کی تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اُن کے درمیان کی رات یا انکے رات دن کا اعتکاف لازم نہیں ہوگا - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک دو دن اور دو راتوں کا اعتکاف لازم ہوگا اور ایسا ہی اصحاب امام شافعی کے نزدیک اصح ہر مسئلہ - اور جب معتکف بغیر عذر قضا حاجت یعنے پائیخانے یا پیشاب کے کھانے پینے کو باہر نکلا اور نصف دن تک باہر رہا تو بالاجماع اعتکاف باطل نہیں ہوگا اور ضروری امر کے لئے نکلنا بالاتفاق جائز ہے جیسے قضاء حاجت اور غسل جنابت کے لئے - اور جس نے جامع مسجد کے سوا اور مسجد میں اعتکاف کیا اور جمعہ آیا تو اُس کو جمعہ کی نماز کے لئے نکلنا بالاجماع واجب ہے مگر مذہب امام ابی حنیفہ و مالک میں اسکا اعتکاف باطل نہیں ہوگا - اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اونمیں کا یہی ہے کہ باطل ہوگا - اور ایسا ہی عامہ کتب شافعیہ میں منصوص ہے مگر جب کہ معتکف نے پہلے شرط کر لیا ہو تو باطل نہیں ہوگا اور قول ثانی یہ ہے کہ باطل نہ ہوگا - اور ایسا ہی بویطی میں لکھا ہے اور جب معتکف نے شرط کر لی کہ کوئی شئے ایسے عارض ہو کہ جسمیں عبادت ہو اور اس کے لئے نکلونگا جیسے عیادت مریض

کرنا مستحب ہے اور عشرۂ اخیرہ ماہ رمضان میں بطلب لیلۃ القدر اعتکاف کرنا افضل ہے۔ اور ماہ رمضان لیلۃ القدر کی تلاش کرنا چاہیئے کیونکہ بالاتفاق لیلۃ القدر ماہ رمضان میں ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر تمام سال کے اندر ہے اور امام ابی حنیفہ سے ایسا ہی منقول ہے جیسا کہ ابن عطیہ نے اُس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ وہ جہان سے اُٹھائی گئی مگر یہ قول مردود ہے اور جن کے نزدیک رمضان میں لیلۃ القدر ہے اُن میں اختلاف ہے یعنے امام شافعی کے نزدیک اکیسوین یا تئیسویں رات میں ہے اور امام مالک کے نزدیک بلا تعین عشرہ اخیرہ کی طاق لیالی میں یعنے اکیسوین۔ یا تئیسویں۔ یا پچیسویں یا ستائیسویں یا انتیسویں میں ہے اور امام احمد کے نزدیک ستائیسویں رات میں ہے۔

مسئلہ۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اعتکاف بغیر مسجد کے درست نہیں اور جامع مسجد میں افضل اور اولے ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مرد کے لئے اعتکاف سوائے اوس مسجد کے کہ جسمین جماعت ہوتی ہو درست نہیں اور امام احمد کے نزدیک اعتکاف درست نہیں مگر اُس مسجد میں کہ جسمیں جمعہ ہوتا ہو۔ اور حذیفہ سے منقول ہے اعتکاف درست نہیں مگر تین[1] مسجدوں میں درست ہے۔ اور امام شافعی کے قول جدید اصح سے عورت کا اعتکاف اُس کے گہر کے مسجد میں درست نہیں اسوجہ سے کہ وہ مسجد علیحدہ نماز کے لئے مہیا ہو اور یہی مذہب امام مالک اور احمد کا ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے اعتکاف اس کے گہر کی مسجد میں افضل ہے اور ایسا ہی قول قدیم امام شافعی کا ہے بلکہ اس مسجد کے سوا مکروہ ہے۔ اور جب خاوند نے عورت کو اعتکاف کر لئے اذن دیدیا اور وہ اعتکاف میں داخل ہوگئی اور پہر اس کا خاوند اتمام اعتکاف سے منع کرے تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک منع نہیں کرسکتا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک منع کرسکتا ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق اعتکاف بغیر نیت صحیح نہیں۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک بغیر روزہ صحیح نہیں اور امام شافعی کے نزدیک بغیر روزہ صحیح ہوگا۔ اور مذہب امام شافعی میں زمانہ کا اندازہ نہیں یعنے یہ بات نہیں ہے کہ اسقدر مدت

[1] تین مسجدوں سے بیت اللہ یعنے مسجد حرام و مسجد نبوی و بیت المقدس مراد ہے ١٢ منہ

ہے امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد کے نزدیک فرض مثل حج کے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اُن میں کا یہ ہے کہ فرض ہے اور امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک مطلقاً ہر وقت میں بغیر حصر عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک ایک سال میں دو دفعہ عمرہ کرنا مکروہ ہے اور بعض اصحاب امام مالک کا قول ہے کہ ہر مہینہ میں ایک دفعہ عمرہ کرے۔

مسئلہ۔ جس شخص پر حج واجب ہو جاوے اس کو مستحب ہے کہ حج کے لئے جلدی کرے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اگر تاخیر کی تو جائز ہے کیونکہ سستی کرنے کی حالت میں بھی واجب ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ سے اور مشہور امام مالک سے اور اظہر روائتیں امام احمد سے یہ ہے کہ جب حج واجب ہو جاوے تو فوراً ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے پھر تاخیر نہ کیجاوے۔

مسئلہ۔ جس پر حج لازم ہے اور اس نے حج نہ کیا اور ادا پر قادر ہونے سے پہلے مرگیا تو بالاتفاق اس سے حج ساقط ہو جاوے گا۔ اور اگر ادا پر قادر ہونے کے بعد فوت ہوا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک ساقط نہیں ہوگا۔ واجب ہے کہ اس کی طرف سے اس کے راس المال سے حج کیا جاوے خواہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو جیسے قرض کے لئے حکم ہے اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک مرجانے سے حج ساقط ہو جاتا ہے اس کے وارثوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ حج کرے اور اگر اس نے وصیت کی ہو تو اس کے ثلث مال سے حج کرے۔ اور میت کی طرف سے کس جگہ سے حج کو جاوے اسمیں اختلاف ہے مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد میں دویرہ اہل اس کے سے یعنے اس کے گھر سے جہاں اس کے بال بچے رہتے ہوں اور مذہب امام مالک میں اس جگہ سے کہ جہاں وصیت کی ہو اور مذہب امام شافعی میں میقات سے یعنے جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع لڑکے پر حج واجب نہیں اگر وہ حج کرلے تو اس سے حج ساقط نہ ہوگا بعد بلوغ کے پھر حج کرنا ہوگا لیکن مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں لڑکے کو اپنے ولی کے اذن سے احرام باندھ لینا صحیح ہے بشرطیکہ

اور تشییع جنازہ تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک اس کا نکلنا جائز ہے اور اس کا اعتکاف باطل نہ ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ باطل ہوگا۔
مسئلہ۔ اگر معتکف نے عمداً فرج میں مباشرت کی تو بالاجماع اس کا اعتکاف باطل ہوگا۔ اور اسپر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور حسن بصری اور زہری سے منقول ہے کہ کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر معتکف نے بھول کر جماع کیا تو امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر سوائے فرج کے کسی اور جگہ شہوت کے ساتھ مباشرت کی تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اگر انزال ہوگیا تو اعتکاف باطل ہوگا ورنہ نہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ چاہے انزال ہو یا نہ ہو اعتکاف باطل ہوگا اور امام شافعی سے دونوں قول ہیں اصح یہی ہے کہ اگر انزال ہوگیا تو باطل ہوگا۔
مسئلہ۔ معتکف کو خوشبو لگانا۔ اور عمدہ کپڑے پہنا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ نہیں۔ اور امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے اور سات تک خاموش رہنا بالاجماع مکروہ ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اس کے اپنے اعتکاف میں چپ رہنے کی نذر کی اور پھر کلام کیا تو کفارہ نہیں ہے۔
مسئلہ۔ معتکف کو نماز اور قرأت اور ذکر کرنا بالاجماع مستحب ہے۔ اور قرآن اور حدیث اور فقہ پڑھا نہیں اختلاف ہے امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ مستحب نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ مستحب ہے اور وجہ امام مالک اور احمد کے قول میں یہ ہے کہ اعتکاف حبس نفس اور فہم قرآن و معانی ذکر میں دل کا نور بصیرت پر متوجہ ہوتا ہے۔ اور درس دینے میں اصل ارادہ میں فرق ہوگا کیونکہ دل اس عبادت کے غیر مناسب بات میں مشغول ہوگا یعنے سوقح میں خیال بٹ جائیگا۔ اور بالاجماع معتکف کو تجارت اور کسب بہ ہنر مطلقاً روا نہیں

کتاب الحج

مسئلہ۔ بالاجماع حج ارکان اسلام سے ایک رکن ہے اور یہ فرض واجب ہے ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد مستطیع یعنے ذیمقدور پر عمر میں ایک دفعہ۔ اور عمرہ میں اختلاف

گمان غالب سلامتی کا ہو اور امام شافعی سے دو قول ہیں اظہر یہی ہے کہ واجب ہے اور عورت کے واسطے لازم نہیں ہے کہ اکیلے حج کو جاوے جبتک کہ اسکے ساتھ اس کے نفس کے لئے امین نہو خاوند سے یا کسی اور محرم سے کوئی ساتھ ہو تو جانا لازم ہے یہانتک کہ امام ابوحنیفہ اور احمد نے فرمایا کہ عورت کو حج کے لیئے جانا جائز نہیں مگر اوس کے خاوند کے ساتھ اور اگر عورتوں کی جماعت کے ساتھ جاوے تو جائز ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ثقہ عورتوں کے ساتھ جانا جائز ہو اور امام شافعی نے املا میں یعنے زبانی تعلیم دیتے میں فرمایا کہ اگر اس کے ساتھ ایک عورت اور ہو جائز ہے ۔ اور امام شافعی سے مروی ہے کہ اگر راہ میں امن ہو تو بغیر عورت کے جانا جائز ہے ۔

مسئلہ ۔ اور ضعیف جو بنفسہ حج کرنے سے عاجز ہو بسبب ماندہ ہونے یعنے بیطاقتی کے یا بوڑہا ہونے کے یا بیمار ہونے کے اور اس کو اپنے تندرست ہونے کی امید نہ ہو اور اُس کے پاس اس قدر مال ہے کہ کسیکو دیکر اپنی طرف سے حج کرا سکتا ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حج کرانا لازم ہوگا اور اگر اُس نے حج نہ کرایا تو اُس کے ذمہ فرض ثابت رہا ۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ضعیف پر حج واجب نہیں ہے خاصکر اُسی پر واجب ہے جو بنفسہ استطاعت رکھتا ہو اور جب اُسنے اپنی طرف سے اُجرت دیکر حج کرایا تو بالاتفاق اُس کا حج ہو جائیگا مگر ایک روایت امام ابی حنیفہ میں ہے کہ حج اُس کا ہوگا جو حج کو جاتا ہے اور جس نے حج کرنے کو بھیجا ہے اُس کو نفقہ کا ثواب ملیگا اور اندھے کو کوئی ہاتھ پکڑکر لیجانیوالا اور رستہ بتانے والا ملجاوے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو بنفسہ حج لازم ہوگا اپنے عوض دوسرے کو نیابتاً بھیجنا جائز نہیں ہوگا ۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کے مال سے حج لازم ہوگا پس وہ اپنی طرف سے کسی کو حج کے لئے بھیجدیوے ۔

مسئلہ ۔ میت کی طرف سے حج فرض میں بالاتفاق نیابت جائز ہے ۔ اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حج نفل میں بھی نیابت جائز ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ ناجائز ہے ۔ اور جس نے اپنا حج

وہ سمجھ دار اور تمیز دار ہو اور جب سمجھ دار اور تمیز دار نہیں ہے تو اس کا ولی اُس کی طرف سے احرام باندھ لے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں لڑکے کو حج کے لئے احرام باندھنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ۔ حج کے واجب ہونے میں استطاعت یا تو بنفسہ ہو جیسا کہ وہ خود قادر ہے یا استطاعت بنفسہ نہو جیسے کہ ضعیف آدمی کہ دوسرے کی مدد سے جاسکتا ہے جو شخص بنفسہ حج کو جاسکتا ہے اس کے لئے استطاعت یہ ہے کہ اس کے پاس زادراہ اور سواری ہو۔ اور اگر اُس کے پاس زادراہ اور سواری نہیں ہے اور پیدل جاسکتا ہے اور زادراہ کے لئے کسی ہنر سے کما سکتا ہے تو اُسکو بالاتفاق حج کرنا مستحب ہے اور اگر اُس کو آدمیوں سے سوال کرنے کی احتیاج ہے تو اس کے لئے حج کرنا مکروہ ہے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ اُس شخص کی عادت سوال کرنے کی یعنے مانگنے کی ہو تو اوسپر واجب ہوگا اور جو شخص حج کی راہ میں خدمت کر کے اجرت لیتا ہو تو اُس اجرت سے امام احمد کے نزدیک اُس کو حج کافی ہوگا۔ اور جس کسی نے کسی کا مال یا سواری کا جانور غصب کیا اور پھر اُس مال سے یا اُس سواری پر چڑھکر حج کو گیا تو امام مالک اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اس کا حج صحیح ہوگا اگرچہ وہ گنہگار رہا اور مذہب امام احمد میں اُس کا حج کافی نہیں ہے۔ اور حج کے واسطے رہنے کا مکان فروخت کرنا بالاتفاق لازم نہیں۔ اور اگر کسی کے پاس اسقدر مال ہے کہ وہ حج کے لئے کافی ہے اور اُس کو رہنے کے لئے مکان خریدنے کی بھی ضرورت ہے تو مکان خریدنے کو مقدم رکھے۔ اور حج میں تاخیر کرے۔ اور ابو حامد جو ایمہ شافعیہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ اس مال کو حج کے لئے خرچ کرے اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مکان کو نہ بیچے اور نہ خریدے۔ اور جب راستہ غیر محفوظ ہے اور حفاظت کی ضرورت ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسپر حج واجب نہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر حفاظت کی ضرورت کم ہو اور چندے مضرت کا اندیشہ نہ ہو اور فساد راہ سے امن ہو اُس حالت میں اُسپر حج لازم ہوگا۔ اور دریا میں سوار ہو کر حج کو جانا امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک واجب ہے بشرطیکہ

اور داخل عمرہ کا حج پر امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک قبل وقوف جائز ہے
اور امام احمد نے مطلقاً منع فرمایا ہے۔ اور امام شافعی سے دونوں قول ہیں۔
مسئلہ۔ متمتع پر دم یعنے قربانی واجب ہے اگر وہ حاضرین مسجد حرام سے نہو
اور ایسے ہی قارن پر بھی واجب ہے اور بالاتفاق ایمہ اربعہ کے نزدیک
قربانی میں بکری کرنا ہے اور داؤد اور طاؤس کے قول سے قارن پر قربانی
نہیں ہے۔ اور بقول شعبی قارن پر بدنہ ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے
نزدیک حاضرین مسجد حرام سے وہ شخص ہے جو کعبہ سے لیکر اس قدر مسافت
پر رہتا ہو کہ جسمیں نماز قصر نہ کیجاوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مسجد
حرام سے لیکر مواقیت کے اندر کے رہنے والے ہیں اور امام مالک فرماتے
ہیں کہ اون سے اہل مکہ اور ذی طوی[1] مراد ہیں۔
مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک دم یعنے قربانی تمتع کی احرام حج
کے ساتھ واجب ہوتی ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جب کنکریاں عقبہ میں
پھینکے اس وقت واجب ہوتی ہے اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک
ذبح ہدی کی قبل یوم نحر کے جائز نہیں۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں اظہر
یہی ہے کہ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔
مسئلہ۔ اور جب کسی متمتع یا قارن کو ہدی یا قربانی میسر نہ آوے تو اوس کے
بدلے دس روزے رکھے تین روزے ایام حج میں اور سات روزے جب
وہاں سے اپنے اہل کی طرف لوٹے۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک
تین روزے احرام حج کے بعد رکھے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ ہیں اور امام احمد
کی منجملہ دو روایتوں کے ایک روایت سے یہ ہے کہ بعد احرام عمرہ روزے رکھنا
جائز ہے۔ اور ایام تشریق میں روزے رکھنے کے بابت امام شافعی سے
دو قول ہیں اظہر یہی ہے کہ ناجائز ہے۔ اور یہی مذہب امام ابی حنیفہ کا ہے
اور قول قدیم مختار امام شافعی کا یہ ہے کہ جائز ہے اور ایسا ہی مذہب امام مالک

---

[1] طوی شام میں ایک جنگل کا نام ہے ۱۲ منہ

فرض ادا نہ کیا وہ دوسری کی طرف سے حج کے لئے نہ جاوے اور اگر جاویگا
تو امام احمد سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ خاص اُس حج کرنے والے کے نفس کی
طرف سے حج ہوگا اور اُس بھیجنے والے کا نہ ہوگا اور ایک روایت امام احمد سے
یہی ہے کہ اس کا احرام منعقد نہ ہوگا نہ خود اُس کی طرف سے نہ اُس کے
بھیجنے والے کی طرف سے نہ کسی کا حج نہ ہوگا اور مذہب امام ابی حنیفہ اور
مالک دونوں کی طرف سے بکراہت جائز ہے اور جس شخص نے حج فرض
ادا نہ کیا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک اُس کو حج نفل کرنا جائز نہیں
اگر اس نے حج نفل کا احرام باندھا تو حج فرض کی طرف منصرف ہو جائیگا اور
امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک جائز ہے کہ حج نفل قبل ادار حج
فرض کے کرے تو احرام اُس کا منعقد ہوگا جیسی اُس نے نیت کی ہوگی
اور قاضی عبدالوہاب مالکی کہتے ہیں کہ مرے نزدیک جائز نہیں کیونکہ
ہمارے نزدیک حج کو فوراً کرنے میں تاکید ہے جیسا کہ وقت نماز میں نماز
کی تاکید ہے ۔ اور امام شافعی کے نزدیک حج پر ٹھیکا کرنا جائز ہے اور امام
مالک کے نزدیک بکراہت جائز ہے اور امام ابو حنیفہ نے منع فرمایا ہے۔
مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر مکلف کا حج تینوں وجہوں مشہورہ سے
بلا کراہت درست ہوگا یعنے افراد۔ تمتع۔ قران۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں
کہ مکی کے حق میں تمتع اور قران مشروع نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے مکروہ ہے
امام ابی حنیفہ کے نزدیک آفاقی کے لئے قران افضل ہے پھر تمتع پھر افراد۔
اور امام مالک سے دو قول ہیں اول یہ ہے کہ افراد افضل ہے پھر تمتع پھر قران
اور قول دوسرا یہ ہے کہ تمتع ہر دو سے افضل ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں
اصح اُن میں کا یہ ہے کہ افراد افضل ہے پھر تمتع پھر قران اور باعتبار دلیل
قول ارجح اُن میں کا کہ جسکو ایک جماعت بعض اصحاب امام شافعی نے پسند کیا
ہے یہ ہے کہ افضل تمتع ہے پھر افراد بسبب اس کے کہ اس سے حج مبرور کی
اعانت ہے اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے اور ادخال حج عمرہ پر یعنے مقدم
کرنا حج کا عمرہ پر بعد طواف کے بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ وہ مقصود پر آگیا ہو

احمد کے نزدیک شوال اور ذوالقعدہ اور دس روز ماہ ذی الحجہ سے ہیں یعنے دسوین تاریخ ذی الحجہ کی تمام ہونے تک اور امام مالک کے نزدیک شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک شوال و ذوالقعدہ اور دس راتیں ذی الحجہ سے یعنے نویں تاریخ ذی الحجہ تک۔ امام ابی حنیفہ و مالک اور احمد کے نزدیک اگر کسی نے ان مہینوں کے سوا اور میں احرام حج باندہا تو مکروہ ہوگا اور حج منعقد ہو جائیگا۔ اور اصح مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ عمرہ منعقد ہوگا۔ اور داؤد کا قول ہے کہ کچھ بھی منعقد نہ ہوگا۔ اور میقات میکا عیہ یہ ہیں میقات مکہ کا نفس مکہ ہے اور جس کا گھر میقات سے دور ہے تو بالاتفاق وہ احرام چاہے میقات سے باندہے چاہے اپنے گھر سے امام ابی حنیفہ کے نزدیک اپنے گھر سے احرام باندہنا میقات سے احرام باندہنے کی نسبت افضل ہے اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے اور اسیکو رافعی نے صحیح جانا ہے۔ اور مذہب امام مالک اور احمد میں میقات سے احرام باندہنا افضل ہے اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے۔ اور اس کو نووی نے صحیح کہا ہے کہ یہ موافق احادیث صحیحہ ہے۔ اور بالاتفاق دوسری ہر طرف کے رہنے والوں کے لئے مواقیت معروفہ ہیں اور جو کوئی غیر طرف کا ادہر گذرے اس کے لئے بھی وہی میقات ہے۔

مسئلہ۔ جو شخص میقات پر پہونچا اس کو بغیر احرام وہاں سے گذرنا یعنے تجاوز کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اگر اس نے تجاوز کیا تو پہر عود کرنا میقات کیطرف لازم ہوگا تاکہ وہاں سے احرام باندہے اور نخعی اور حسن بصری سے منقول ہے کہ میقات سے احرام باندہنا غیر واجب ہے اور جب اس کو عود ہوا اور وہاں جگہ خوفناک ہے یا حج کا وقت تنگ ہے تو بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنے سے بالاتفاق اوسپر ایک قربانی لازم ہوگی۔ اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ اس کا احرام منعقد نہ ہوگا۔ اور جو شخص مکہ میں بغیر احرام داخل ہوگیا تو مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں اس کی قضا لازم نہیں۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اس کی قضا لازم ہوگی مگر وہ شخص مکی ہوگا تو لازم نہ ہوگی۔

اور ایک روایت امام احمد سے ہے ۔ اور اگر عرفہ کے روز روزہ نہ رکھا تو پہلے جو روزے رکھے وہ فوت نہ ہوئے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ روزے پہلے کے ساقط ہو جاوینگے اور اس کے ذمہ قربانی ثابت ہوگی ۔ اور راجح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ بعد حج کے روزے رکھ لے اور اس تاخیر روزوں کے عوض اسپر کچھ واجب نہیں ہوگا بجز قضا کے اور امام احمد نے فرمایا کہ اگر اس نے بغیر عذر تاخیر کی تو اسپر قربانی لازم ہوگی ۔ اور اسیطرح ایک سال سے دوسرے سال تک اگر قربانی کرنے میں تاخیر کی تو دم یعنے ایک اور قربانی ذبح کرنا لازم ہوگی ۔ اور جس حالت میں وہ ایام ثلاثہ کے روزے رکھتا ہے اسی حالت میں اس کو قربانی میسر آگئی تو مستحب یہ ہے کہ قربانی کی طرف انتقال کرلے ۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس کو قربانی ذبح کرنا لازم ہوگی ۔

مسئلہ ۔ باقی سات روزے کب رکھے جاویں ۔ امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اونمیں کا یہ ہے کہ جب وہ اپنے اہل کی طرف رجوع کرے جب رکھے یعنے اپنے وطن میں ایسا ہی مذہب امام احمد کا ہے ۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قبل رجوع رکھنا جائز ہے اور اس جواز میں بھی دو وجہ ہیں ایک یہ کہ جب مکہ سے نکلے اور ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ کا ہے ۔

مسئلہ ۔ مذہب امام مالک اور شافعی میں ہے کہ متمتع افعال عمرہ سے فارغ ہوا تو حلال ہو جاویگا خواہ قربانی کو ہانک کرکے چلا ہو یا نہ لے گیا ہو ۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد میں اگر وہ اپنے ہدی کو ہانک کرلے چلا تو اس کو ایام نحر تک حلال ہونا جائز نہیں ہے ۔ پس وہ اپنے احرام پر باقی رہے اور عمرہ پر حج کا احرام باندھ لے ۔ اس صورت میں وہ قارن ہو کر پھر حلال ہوگا ۔

باب المواقیت

مسئلہ ۔ میقات زمانیہ اور مکانیہ ہوتا ہے ۔ میقات زمانیہ کے مہینے معلومہ ہیں حج کے لئے احرام نہیں ہوتا ہے مگر ان میں ۔ اور وہ امام ابی حنیفہ اور

مسئلہ۔ بالاتفاق محرم پر کئی اشیاء حرام ہیں۔ مرد کو احرام میں سر ڈھانکنا حرام ہے کیونکہ احرام مرد کا سر کھلے رکھنے میں ہے۔ سیا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے اور اسیطرح تمام سئے ہوئے کپڑے مثلاً قمیص یعنے کرتا اور پاجامہ۔ ٹوپی۔ قبا۔ موزہ۔ اور منسوج جیسے بنا ہوا عمامہ اور ایسے ہی وہ کپڑا جسکے چوطرف سلا ہوا ہو۔ اور جماع کرنا۔ اور بوسہ لینا۔ اور شہوت کے ساتھ مس کرنا اور تزوج اور تزویج یعنے خاوند کو عورت کرنا اور عورت کو خاوند کرنا خود کرنا یا کرانا۔ اور شکار مارنا۔ اور خوشبو لگانا۔ اور بال کترنا یا اکھیڑنا اور ناخن کاٹنا اور سر یا داڑھی میں ہر ایک تیل ڈالنا حرام ہے اس حکم میں مرد اور عورت برابر ہیں مگر عورت سیا ہوا کپڑا پہنے اور سر ڈھانکے لیکن منہ کھلا ہوا رکھے کس لئے کہ اس کا احرام اسی میں ہے۔

مسئلہ۔ محرم کو ایسے سایہ کے تلے آجانا کہ جس سے اس کا سر نہ چھوئے جیسے کجاوہ مکان وغیرہ اسمیں اختلاف ہے مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی میں جائز ہے۔ اور مذہب امام مالک اور احمد میں ناجائز ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اوسپر فدیہ یعنے صدقہ ہے اور ایسا ہی مذہب امام احمد میں صحیح ہے۔ اور جب محرم نے اپنی قبا دونوں کندھوں پہنی اور دونوں ہاتھ آستینوں میں نہ داخل کئے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسپر فدیہ واجب ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں نہیں ہے اور جب تہ بند نہیں ملا اور پائجامہ پہن لیا تو مذہب امام شافعی اور احمد میں فدیہ نہیں ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں اوسپر فدیہ واجب ہوگا۔ اور جب نعلیں نہ ملے تو مذہب امام ابی حنیفہ و مالک اور شافعی میں موزے پہننا جائز ہے لیکن موزوں کو کعبین سے نیچے تک کاٹکر پہنے لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک فدیہ واجب ہوگا اور امام احمد کے نزدیک بغیر کاٹے پہننا جائز نہیں۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک مرد کو منہ ڈھکنا حرام نہیں اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک حرام ہے۔

مسئلہ۔ محرم کو کپڑے اور بدن میں خوشبو کا استعمال کرنا حرام ہے۔ امام ابو حنیفہ

باب احرام اور اس کے محظورات

یعنی ممنوعات میں

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک احرام کے لئے خوشبو لگانا مستحب ہے اور امام مالک کے نزدیک ایسے خوشبو لگانا جائز ہے کہ جسکی خوشبو احرام کے بعد تک باقی رہے اور اگر باقی رہے تو اس کا دھونا واجب ہے۔ اور کپڑے میں خوشبو لگانا بالاتفاق مکروہ ہے اور دو رکعت نماز احرام کی پڑھنے کے بعد احرام باندھنا افضل ہے مگر ایک قول امام شافعی میں نہیں ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ احرام جب باندھے کہ سواری پر چڑھ جاوے اور سواری چلنے لگے اگر اس کے لئے سواری ہو۔ اور اگر پیدل ہو تو جب رستہ کی طرف متوجہ ہو اس وقت احرام منعقد ہوگا۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد نے فرمایا کہ نیت سے احرام منعقد ہوگا بغیر نیت لبیک پکارا تو احرام منعقد نہ ہوگا اور داؤد سے منقول ہے کہ بمجرد لبیک کہنے کے احرام منعقد ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نیت کرنے اور لبیک کہنے سے احرام منعقد ہوگا۔ یعنی لبیک کے ساتھ نیت بھی احرام کی کرلے۔ یا اپنے ہدی یعنے قربانی کے جانور کو ہانکتا ہوا حج کے ارادہ سے لے چلے تو احرام صحیح ہوگا۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک تلبیہ یعنے لبیک کہنا واجب ہے لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک جب اپنے قربانی کے جانور کو ہانکے اور نیت احرام کی کرلے تو احرام ہو جاویگا۔ اگرچہ اس نے لبیک نہ کہا اور اگر قربانی کو نہ ہانکا تو لبیک کہنا ضرور ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ لبیک کہنا مطلقاً واجب ہے اگر لبیک نہ کہا تو اس کے ترک کرنے میں ایک قربانی کرنا واجب ہوگی۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ لبیک کہنا سنت ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک لبیک کہنا جمرہ عقبہ کے پاس موقوف کرے اور امام مالک کے نزدیک عرفہ کے دن زوال کے بعد موقوف کرے۔

میں ہر ایک پر یعنے مارنے والے پر اور بتانے والے پر جزا کامل واجب ہے یہانتک کہ حرم میں جماعت محرمیں سے یعنے دو شخص محرم اور دو غیر محرم نے کسی شکار کو بتایا اور شکاری نے اُس کو مارا تو ہر ایک پر جزا کامل واجب ہوگی۔ اور محرم کو شکار کہانا حرام ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک کہانا حرام نہیں بشرطیکہ اُس کو کسی غیر محرم نے شکار کیا اور ذبح کیا اور محرم نے اُس کو نہ بتایا کہ اُس شکار کرین اور جب محرم شکار کی قیمت کا ضامن ہوگیا اور پہر اُس نے اُس کا گوشت کہایا تو اُسپر دوسری اور جزا واجب نہیں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک دوسری جزا واجب ہوگی۔ اور جب شکار غیر ماکول ہو اور ماکول سے پیدا ہوا بھی نہ ہو تو اُس کا مارنا محرم پر حرام نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک محرم کو کل وحشی کو مارنا حرام ہے اور اس کے مارنے کے عوض جزا واجب ہوگی مگر بھیڑیے کے مارنے میں جزا واجب نہیں۔

ف

محرم کو شکار بحری حلال ہے بقولہ تعالے اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ الخ۔

مسئلہ۔ اگر محرم نے خوشبو لگائی یا تیل ملا در انحالیکہ وہ اپنے احرام کو بہولا ہوا تھا یا اُس کے حرام ہونے کا علم نہ تھا تو امام شافعی کے نزدیک اوسپر کفارہ[1] واجب نہ ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک واجب ہوگا۔ اور اگر محرم نے بہولے سے قمیص یعنے کرتا پہنا اور پہر یاد آیا تو بالاتفاق اپنے سر کیطرف سے کرتے کو نکالے مگر بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ اُس کو پھاڑ کر نکالے اور اگر بہول کر یا لاعلمی سے بال مونڈے یا ناخن کترے تو اوسپر فدیہ نہیں ہے مگر ایک قول راجح امام شافعی سے ہے۔ اور اگر بہول سے یا جہل سے کسی شکار کو شکار کیا تو بالاتفاق فدیہ واجب ہوگا۔ اور اگر سہو سے یا جہل سے جماع کیا تو اوسپر کفارہ لازم ہوگا مگر ایک قول راجح امام شافعی سے لازم نہ ہوگا اور نہ اُس کا حج فاسد ہوگا۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک محرم کو غیر محرم کے بال مونڈنا اور ناخن کترنا جائز ہے اور اُسپر کچھ لازم نہیں مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر ایسا کیا

[1] کفارہ یعنے ذبح کرے یا تین صاع گیہوں چھ مسکینوں کو صدقہ دیوے یا تین روزے رکھے۔

نے فرمایا کہ اس کو ظاہر کپڑے پر مشک رکھنا جائز ہے بدن پر جائز نہیں اور
اس کو عود اور عنبر کا بخور جائز ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ طعام میں خوشبو رکھنا
جائز ہے اور کھایا جاوے تو اُس پر فدیہ نہیں ہے اگرچہ اُس کی خوشبو ظاہر ہو
احمد اسی پر امام مالک نے موافقت کی ہی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک محرم
پر ریاحین سے کوئی شئے حرام نہیں ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حنا خوشبو سے
نہیں ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک خوشبو سے ہے اسکے لگانے سے فدیہ
واجب ہوگا۔

مسئلہ۔ خوشبودار تیل مثل روغن گل و یاسمین محرم کو حرام ہے اور اگر لگایا
تو فدیہ واجب ہوگا۔ اور غیر خوشبودار تیل مثل روغن کنجد کے حرام نہیں ہے مگر
سر اور داڑھی میں لگانا حرام ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک روغن کنجد بھی خوشبو
میں داخل ہے اس کا استعمال تمام بدن میں حرام ہے اور امام مالک کے نزدیک
روغن کنجد ظاہر بدن پر مثل چہرہ اور ہاتھوں اور پاؤں کے نہ لگاوے اور
باطن بدن پر یعنے جو بدن کھلا ہوا نہ رہے وہاں ملنا جائز ہے اور بقول حسن
بن صالح اس کا استعمال تمام بدن اور سر اور داڑھی میں جائز ہے۔

مسئلہ۔ بالاجماع محرم کو اپنے واسطے یا اپنے غیر کے واسطے عقد نکاح کرنا جائز نہیں
اور نہ اس کے واسطے وکیل کرے پس اگر ایسا کریگا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک نکاح
منعقد نہ ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک منعقد ہوگا۔ اور ایمہ ثلاثہ کے
نزدیک محرم کو اپنی زوجہ کی مراجعت کرنا یعنے عورت مطلقہ رجعی کو اپنی تحت
میں لانا جائز ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک جائز نہیں۔

مسئلہ۔ اگر محرم نے خطا سے شکار مارا تو اُس پر شکار مارنے کی وجہ سے اُس کی جزا اور
اس کے مالک کو قیمت دینا واجب ہوگی جبکہ وہ شکار کسی کا مملوک ہو۔ اور مذہب
امام مالک اور احمد میں شکار مملوک کے مارنے میں اس کی جزا واجب نہیں
اور بقول داؤد خطا سے شکار مارنے سے جزا واجب نہیں ہوتی۔ اور شکار مارنے
میں محرم کو اعانت بدلالت یعنے بتانا یا اشارہ کرنا حرام ہے لیکن امام مالک اور
شافعی کے نزدیک دلالت کرنے والے پر جزا واجب نہیں اور مذہب امام ابی حنیفہ

مسئلہ ۱۴- محرم نے حج اور عمرہ میں قبل حلال ہونے کے جماع کیا تو بالاتفاق اوس کی عبادت فاسد ہو جاوے گی - اور اوسپر واجب ہے کہ سب افعال حج وعمرہ جو فاسد ہوئے اون کو چھوڑ دیوے - اور پھر فوراً قضا کرلے جہاں سے ادا کرنے کے لئے احرام باندھا تھا - امام شافعی اور احمد کے نزدیک اوس پر ایک بُدنہ یعنے اونٹ یا گائے قربانی کرنا لازم ہوگا - اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر اوس نے قبل وقوف عرفات جماع کیا تو اوس کا حج فاسد ہوگا اور اوسپر ایک بکری قربانی کرنا لازم ہوگی - اور اگر بعد وقوف جماع کیا تو اوس کا حج فاسد نہ ہوگا اور اوس پر بُدنہ لازم ہوگا اور ظاہر مذہب امام مالک کا مطابق قول امام شافعی کے ہے اور عقد احرام بالاتفاق دونوں حالتوں میں نہیں ٹوٹتا یعنے قبل وقوف جماع کرے یا بعد وقوف کرے قول داؤد سے عقد احرام جاتا رہتا ہے - اور ظاہر مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی سے مستحب ہے کہ مرد وعورت موضع وطی میں جدا جدا ہو جاویں اور مذہب امام مالک اور احمد میں علیحدہ ہونا واجب ہے اگر جماع کیا اور پھر جماع کیا اور اول کا کفارہ نہیں ادا کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایک بکری قربانی کرنا لازم ہوگی چاہے اول کا کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو لیکن یہ تکرار مجلس واحد میں ہوا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وطی ثانی سے کچھ واجب نہیں ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ کفارہ ثانیہ واجب ہوگا - پھر کہا گیا - کہ ایک بُدنہ لازم ہوگا مثل اول کے پھر کہا گیا کہ بکری واجب ہوگی - اور اصح یہی ہے کہ کفارہ واحد لازم ہوگا - اور مذہب امام احمد میں اگر کفارہ اول ادا کر دیا تو دوسرے کے لئے بُدنہ واجب ہوگا اور جب شہوت سے بوسہ لیا یا فرج کے سوا اور جگہہ وطی کی اور انزال ہوگیا تو اوس کا حج فاسد

تو اوس پر صدقہ ہے۔ اور محرم کو بیری کے پتے اور خطمی سے غسل کرنا جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور اگر ایسا کیا تو اوس پر فدیہ لازم ہوگا۔ اور جب محرم کے بدن پر میل جم جاوے تو اُس کا دور کرنا جائز ہے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ دور کرنے سے صدقہ لازم ہوگا۔ اور محرم کو سرمہ لگانا مکروہ ہے مگر ابن المسیب نے منع کیا ہے۔ اور فصد لینے اور پچھنے لگانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور امام مالک کے نزدیک ایسا کرنے میں صدقہ ہے۔

باب بعد احرام ممنوعات کے کرنے سے جو واجب ہوتا ہے

مسئلہ۔ بالاتفاق بال مونڈنے کے کفارہ میں اختیار ہے کہ چاہے ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع طعام چھ مسکینوں کو صدقہ دیوے یا تین روزے رکھے۔ اور کسی قدر مونڈھنے میں فدیہ لازم ہوتا ہے اسمیں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر مونڈنے میں اور امام مالک کے نزدیک اسقدر مونڈنے میں فدیہ لازم ہوگا کہ جس سے سر کی اذیت دور ہوجاوے اور امام شافعی کے نزدیک تین بال مونڈنے میں لازم ہوگا۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ تین بال مونڈنے میں فدیہ لازم ہوگا دوسری یہ کہ چوتھائی سر مونڈنے میں فدیہ لازم ہوگا۔ اور اگر نصف سر صبح کو اور نصف شام کو مونڈا تو بقول واحد امام شافعی دو کفارے واجب ہونگے۔ اسیطرح امام احمد کا قول ہے بخلاف خوشبو لگانے اور لباس پہننے کے باعتبار متفرق و متواتر۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب یہ محظورات سوائے شکار مارنے کے مجلس واحد میں ہوں تو ایک کفارہ واجب ہوگا خواہ اول کا کفارہ ادا کر دیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور اگر کئی مجلسوں میں واقع ہوں تو ہر مجلس کے لئے ایک کفارہ ہے مگر تکرار اُس کی معنے واحد کے لئے ہو مثلاً مرض کے سبب تو ایک کفارہ واجب ہوگا اور مذہب امام مالک کا دربارہ شکار مثل قول امام ابی حنیفہ کے ہے اور شکار کے علاوہ اور میں مثل قول امام شافعی کے ہو

مسئلہ ۴ - قارن پر کفارہ سے دہ واجب ہے - جو معرد پر واجب ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک دو کفارے واجب ہوں گے ایک شکار مارنے سے دو جزا لازم ہوگی اور اگر قارن نے احرام کو فاسد کردیا تو اوس کو قضا اور کفارہ اور ایک قربانی قران کی لازم ہوگی اور ایک قربانی قضا میں اور اسی موجب امام احمد کا قول ہے اور حلال نے شکار کو حل سے لیا اور حرم کی طرف لایا تو اوس کو اوس کا ذبح کرنا اور اوس میں تصرف کرنا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں -

مسئلہ ۵ - حرم کے درخت کا کاٹنا بالاتفاق حرام ہے اور اگر کسی نے کاٹا تو اوس کے بدلے جزا ہے - امام شافعی کے نزدیک بڑے درخت کے عوض ایک گائے اور چھوٹے درخت کے عوض ایک بکری - اور امام مالک فرماتے ہیں کہ کچھ تاوان نہیں ہے - لیکن وہ گنہگار اور خطاکار ہوگا - اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جس کو آدمی بوتے ہیں اگر اوس کو کاٹا تو اوس میں جزا نہیں ہے - اور جس کو آدمی نہیں بوتے ہیں اور قدرتی اوگتی ہیں اوس کے کاٹنے میں جزا ہے - اور حشیش یعنے خشک و تر گھاس بغیر دوا اور علف یعنے جانوروں کے چرنے کا چارا حرام کے اندر کاٹنا حرام ہے ایمہ ثلاثہ کے نزدیک دوا کے لیئے اور اونٹ گھوڑوں کے واسطے کاٹنا جایز ہے - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائیز نہیں - اور مدینہ منورہ کے حرم کے اندر شکار مارنا اور درخت کاٹنا حرام ہے - اور تاوان لینے میں امام شافعی سے دو قول ہیں قول جدید راجح اون میں کا یہ ہے - کہ کچھ تاوان نہیں لیا جاتا ہے اور ایسا ہی مذہب امام ابی حنیفہ کا ہے - اور قول قدیم مختار یہ ہے کہ تاوان لیا جاتا ہے یعنے قاتل اور قاطع

نہ ہوگا البتہ اوس پر ایک بدنہ قربانی کرنا لازم ہوگا۔ اور مذہب امام مالک میں اس صورت میں حج فاسد ہوگا۔ اور اوس پر ایک بدنہ اور قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ ۳۔ جب کسی محرم نے شکار مارا تو مذہب امام مالک اور شافعی میں اوس پر مانند نعم یعنے شتر و گاؤ و گوسپند سے قربانی کرنا لازم ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اوس کا مثل لازم نہیں ہوگا۔ مگر اوس شکار کی قیمت لازم ہوگی۔ پھر چاہے اوس سے قربانی خرید کرے اگر خرید کرنے کے لایق قیمت کافی ہو یا اوس قیمت کا کھانا مسکینوں پر صدقہ دیدیوے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوارے یا جو سے دیوے اور یہ بھی نہ ہو تو ہر مسکین کے کھانے کی عوض روزے رکھے۔ اور حرم سے ہدی کو خرید کر وہیں یعنے حرم میں ذبح کرنا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جایز ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حل سے ہدی کو ہانک کر حرم میں ذبح کو لے جانا ضرور ہے اور شکار مارنے میں ایک جماعت شامل ہو تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک کل پر ایک جزا لازم ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اون میں سے ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ جزا واجب ہوگی۔ اور کبوتر یا کبوتر کے قایم مقام جو جانور ہو اوس کو شکار کیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک بکری قربانی کی جاوے گی۔ اور امام مالک نے فرمایا ہے کہ کبوتر کے عوض قیمت دی جائے گی۔ اور داؤد فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ جزا نہیں ہے اور جب ایک شکار مارا اور اوس کے بعد پھر دوسرا مارا تو بالاتفاق دو جزا واجب ہوگی اور بقول داؤد دوسرے میں کچھ واجب نہ ہوگا۔

صحیح ہوگا۔ اور جب تک مکہ میں اوس کا اعادہ کرلے اور جب اپنے وطن کو نکلجاوے تو قربانی لازم۔ اور داؤد فرماتے ہیں کہ جب ترتیب میں سہو ہوگیا ہو تو اوسیطرح کافی ہے اور اوسپر قربانی لازم نہیں۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حجراسود کو بوسہ دینا یعنے چومنا اور اوسپر سجدہ کرنا سنت ہے کیونکہ اوسپر سجدہ کرنا چومنا ہے اور کچھ زیادہ۔ اور مذہب امام مالک میں حجراسود پر سجدہ کرنا بدعت ہے۔ رکن یمانی کو دونوں ہاتھ سے سلام کرے اور ہاتھوں کو چومے اور امام شافعی کے نزدیک رکن یمانی کو نہ چومے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں رکن یمانی کو چومے اور سلام نہ کرے۔ اور مذہب امام مالک میں ہے کہ سلام کرے اور ہاتھوں کو نہ چومے بلکہ ہاتھوں کو اپنے منہ پر رکھے اور امام احمد سے خرقی نے روایت کی ہے رکن یمانی کو چومے۔ اور دو رکن شامی جو حجر کی طرف میلان رکھتے ہیں اون کو سلام نہ کیا جاوے اور ابن عباس اور ابن زبیر اور جابر رض سے منقول ہے کہ اُن کو سلام کیا جاوے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک رمل اور اضطباع مستحب ہے رمل کہتے ہیں کہ دونوں کندہوں کو ہلاتے ہوئے اکڑتے ہوئے جلدی جلدی چلنا اور اضطباع اوس کو کہتے ہیں کہ اپنی چادر کو داہنے بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندہے پر ڈالدینا۔ مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ اضطباع مشہور نہیں ہے اور میں نے کسیکو نہیں دیکھا۔ اور بالاتفاق جسنے رمل اور اضطباع کو ترک کردیا اوس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ اور حسن بصری اور ثوری اور ابن ماجشون سے منقول ہے کہ قربانی لازم ہوگی۔ اور جماہیر علمائے کے نزدیک طواف میں قرأت مستحب ہے لیکن امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔

مسئلہ ۳۔ طواف میں طہارت امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک واجب ہو اگر کسیکا طواف میں وضو ٹوٹ گیا تو وضو کرکے پھر طواف قایم کرے۔ اور امام شافعی سے دوسرا قول یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جانے پر پھر ازسرنو شروع کرے طواف کی دو رکعتیں امام ابی حنیفہ کے نزدیک واجب ہیں اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ سنت ہیں اور یہی مذہب امام شافعی میں راجح ہے۔

کو وہاں سے نکالدیا جاوے۔ یہی مذہب امام مالک اور احمد کا ہے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک جو قربانی بسبب احرام کے واجب ہے مثل تمتع اور قران اور خوشبو دار لباس اور شکار کی جزا اوس کو حرم میں ذبح کرنا واجب ہے اور اوس کا مسکین حرم پر صرف کرنا ہے اور مذہب امام مالک میں وہ قربانی جو بوجہ احرام واجب ہے اوسکے لئے خصوصیت مکان کی نہیں ہے۔

باب صفت حج میں

مسئلہ ا۔ جو شخص مکہ شریفہ کو پرستش کے لئے نہ جاوے بلکہ زیارت اور تجارت کیلئے جاوے اوسکو حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب ہے یا مستحب؟ امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اون میں کا یہ ہے کہ مستحب ہے اور ثانی یہ کہ واجب ہے مگر جب دخول مکرر ہو مثلاً حطاب یعنے ہیزم فروش و صیاد یعنے شکاری کا مکرر آنا جانا رہتا ہے تو اوسکو واجب نہیں۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں جو میقات سے باہر رہتے ہیں اون کو بغیر احرام داخل ہونا جایز نہیں اور جو میقات کے اندر رہتے ہیں اون کو بغیر احرام داخل ہونا جایز ہے اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ کوئی بغیر احرام حرم میں داخل نہ ہووے اور بالاتفاق مکہ شریفہ میں رات میں داخل ہو یا دن میں اختیار ہے اور نخعی اور اسحق فرماتے ہیں کہ مکہ شریفہ میں رات کو داخل ہونا افضل ہے۔ اور جب خانہ کعبہ کو دیکھے تو اسوقت بالاتفاق دعاء ماثور پڑھنا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے لیکن امام مالک نے ایسا نہیں دیکھا۔ اور طواف قدوم ایمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے اور مالک فرماتے ہیں کہ باوجود قادر ہونے کے اگر ترک کردیا تو ایک دم یعنے قربانی لازم ہوگی

مسئلہ ۲۔ شرایط طواف ایمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ ہیں۔ طہارت و ستر عورت اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ صحت طواف کے لئے شرط نہیں ہیں۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک طواف میں ترتیب واجب ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بلاترتیب طواف

جایز نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جنس ارض سے جو چیز ہو اُسکو رمی کرنا جایز ہے۔ اور بقول داؤد
ہر ایک شی سے رمی جایز ہے۔ اور بالاتفاق رمی بعد طلوع شمس مستحب ہے اور اگر بعد نصف شب رمی کیا
تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک ناجایز ہے مگر بعد طلوع فجر ثانی
جایز ہے اور مجاہد اور نخعی اور ثوری فرماتے ہیں کہ رمی جایز نہیں مگر بعد طلوع شمس اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک
جمرہ عقبہ کے رمی میں اول کنکری پھینکتے لبیک لبیک کہنا موقوف کرے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ عرفہ کے
روز بعد زوال موقوف کرے۔

مسئلہ ۸ - یوم نحر کے افعال چار ہیں یعنے رمی۔ نحر۔ حلق۔ طواف ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب
یہ ہے کہ ان کو ترتیب سے ادا کرے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ترتیب واجب ہے۔ اور تمام سر مونڈنا افضل
ہے کہاںتک کم مونڈنا واجب ہے اس میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک چوتھائی۔ امام مالک
کے نزدیک کل یا اکثر۔ اور امام شافعی کے نزدیک تین بال کافی ہیں۔ اور مونڈنے والا داہنے طرف
سے مونڈنا شروع کرے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بائیں طرف سے شروع کرے اور داہنے طرف
مونڈنے والے کی جانب سے اعتبار ہے اور جسکے سر پر بال نہوں اوسکو سر پر اُسترہ پھیرانا مستحب ہے
اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔

مسئلہ ۹ - ہدی یعنی قربانی مستحب ہے وراں جاییکہ اپنے ساتھ قربانی کو ہانک کر لیجاوے
یعنی اونٹ و گائے و بکری سے کسیکو لیجاوے تاکہ اوسکو ذبح کرے۔ اور جب اونٹ یا گائے ہو تو مذہب
امام شافعی اور احمد میں اوسکا اشعار کرنا مستحب ہے یعنے اوسکی کوہان کو داہنے طرف چیر دینا اور
مذہب امام مالک میں کوہانکی جانب ایسر چیرنا ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اشعار مکروہ ہے۔ اور ایمہ
ثلاثہ کے نزدیک اونٹ و گوسپند میں تقلید نعلین مستحب ہے یعنے قربانی کے جانور کے گلے میں جوتیاں
ڈالدیوے۔ اور مذہب امام احمد میں تقلید غنم یعنے گوسپند مستحب نہیں۔ اور جب ہدی نفل ہو تو بالاتفاق
وہ اوسکی ملک میں باقی ہوگی اوس میں تصرف کرے یہانتک کہ اوسکو نحر یعنے قربانی کرے۔ اور اگر وہ متعذر
سے یعنے نذر کی ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ اُسکی ملک میں نہیں ہوگی وہ مساکین کیواسطے ہوگی اوسکو نہ
بیچے اور نہ بدلے۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بیع اور ابدال جایز ہے اور اسکی بچہ کے پینے سے جو دودھ

مسئلہ ۴۔ مذہب امام مالک اور شافعی میں حج اور عمرہ میں سعی رکن ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں واجب ہے قربانی کے لئے جبر کیا جائیگا اگر سعی ترک کردی ہو۔ اور امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ واجب ہے دوسری یہ کہ مستحب ہے اور کافہ فقہا کے نزدیک صفا سے مروہ کیطرف جانا ایک سعی اور مروہ سے صفا کیطرف عود کرنا دوسری سعی ہوئی۔ اور ابن جریر الطبری سے منقول ہے کہ جانا اور وہاں سے عود کرنا ایک سعی شمار کیجاویگی اور اسی کی پیروی ابو بکر صیرفی نے کی ہے جو شافعیہ سے ہیں۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا لابد ہے۔ اگر اسکے برعکس کیا تو اسکا اعتبار نہیں لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک اسمیں کچھ جرم نہیں۔

مسئلہ ۵۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وقوف عرفہ میں یعنے رات اور دن کے درمیان جمع ہونا مستحب ہے اور امام مالک کے نزدیک واجب ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک وقوف میں سوار اور پیدل برابر ہیں اور امام شافعی کے دونوں سے قول راجح ایسا ہی ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک سوار ہونا افضل ہے اسی موجب امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ اور جب عرفہ اور جمعہ ایک روز آجاوے تو جمعہ نہیں پڑھا جاویگا وہاں حالانکہ یہ اتفاق منیٰ میں ہو اور تمام فقہا کے نزدیک یہی ہے کہ ظہر کی دو رکعتیں پڑھ لیجاویں اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عرفہ کو جمعہ پڑھا جاوے اور قاضی عبد الوہاب مالکی کہتے ہیں کہ امام مالک سے ابو یوسف نے اس مسئلہ میں دربار رشید میں سوال کیا تو امام مالک نے جواب دیا کہ معتبر لوگ مدینہ میں جانتے ہیں کہ عرفہ میں جمعہ نہیں ہے اور اسی پر اہل حرمین ہیں اور اہل حرمین ایسا رہ میں اور وں سے مشہور تر ہیں۔

مسئلہ ۶۔ اور بالاتفاق مزدلفہ میں رات کو رہنا عبادت ہے نہ رکن۔ شعبی اور نخعی سے حکایت کیگئی ہے کہ رکن ہے اور بالاجماع عشا کے وقت میں نماز مغرب اور عشا جمع کیجاتی ہے پس اگر کسی نے ان دونوں نمازوں کو الگ الگ اپنے وقت میں پڑھا تو نزدیک امام مالک اور شافعی اور احمد کے جایز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ اوسکو کافی نہیں ہے۔

مسئلہ ۷۔ بالاتفاق رمی واجب ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک پتھر کے سوائے اور چیز پھینکنا

وقوف اور میت وغیرہ سے روکا تو اُس کو حلال ہونا چاہیئے یا اُس کو اُن دونوں میں سے ایک کے واسطے روکا تو اُس کو حلال ہونا نہیں ہے۔ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حلال نہ ہو مگر دشمن کافر ہو تو حلال ہو جاوے۔

مسئلہ۔ تحلل نیت اور ذبح اور حلق سے ہو جاتا ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ذبح حرم کے سوا اور جگہ نہیں ہے پس کسی آدمی کے سپرد قربانی کر کے حرم کو روانہ کرے اور اُس کے ذبح کا وقت مقرر کر دے کہ فلاں وقت ذبح کرنا۔ پس وہ اُس روز اُس وقت جو مقرر کیا تھا حلال ہو جاوے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حلال ہو جاوے اور اُوسپر کچھ واجب نہیں ہے اور جب وہ حلال ہو گیا اور حج فرض تھا تو اُس کی قضا واجب ہے یا نہیں اس بارہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں اظہر یہی ہے کہ قضا واجب ہے۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد سے مشہور ہے کہ واجب نہیں۔ اور امام مالک سے حکائت کی گئی ہے کہ جب حج فرض سے بعد احرام کے روکا گیا تو اُس سے فرض ساقط ہوگا۔ اور اگر حج نفل کرتا تھا تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک اُسپر قضا نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہر حال میں قضا واجب ہے فرض ہو یا نفل اور امام احمد سے دونوں طرح روائت ہیں۔

مسئلہ۔ جب کوئی بیماری کے سبب سے رُک گیا تو راجح مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ اگر اوس نے احرام کرتے وقت حلال ہونیکی شرط کر لی تھی تو حلال ہو جاوے اور مذہب امام مالک اور احمد میں مرض کے سبب حلال نہووے اور امام ابی حنیفہ نے فرمایا کہ حلال ہونا جائز ہے۔

مسئلہ۔ جب غلام نے بغیر حکم مالک کے احرام باندھا تو بالاتفاق احرام صحیح ہوگا اور اُس کو حلال ہونا لازم ہوگا۔ اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ اُس کا احرام منعقد نہ ہوگا اور کنیزک مثل غلام کے ہے مگر اُس کے لئے خاوند ہو تو اُس کے خاوند کا اذن اُس کے ولی کے اذن کے ساتھ اعتبار کیا جاویگا۔ اور محمد بن الحسن سے منقول ہے کہ اُس کے خاوند کے اذن کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک حجۃ الاسلام یعنے حج فرض کے واسطے عورت کو بغیر اذن خاوند کے احرام باندھنا ہے اور امام شافعی سے ایک

تاقتل ہوا وسکا میہ ثلاثہ کے نزدیک پینا جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں اور جو قربانیاں واجب ہیں
اونکا گوشت کھانا حرام ہے اونکا گوشت نہ کھاوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک قران اور تمتع کی قربانیکا گوشت
کھاوے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ کل قربانیاں واجب کا گوشت کھاوے مگر جزاء صید اور فدیہ اذی کو نہ کھاوے اور اوقات
مین ذبح کرنا مکروہ ہے اور امام مالک سے منقول ہے کہ تا جائز ہے اور معتمر کو قربانی ذبح کرنیکا افضل جگہ مروہ ہے اور
حاجی کو منی اور امام مالک نے فرمایا کہ معتمر کو نحر کافی نہیں ہے مگر مروہ کے پاس اور حاجی کو کافی نہیں مگر منی میں۔

مسئلہ ۱۰۔ بالاتفاق طواف افاضہ یعنی منی سے چلکر کعبۃ اللہ کا طواف کرنا رکن ہے اور اسکا اول وقت نحر کی
آدھی رات سے ہے۔ اور افضل وقت یوم نحر کی چاشت کا ہے اور آخر وقت مقرر نہیں اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اول
وقت طلوع فجر ثانی یعنی فجر نحر کے دن کی اور آخر وقت ثانی ایام تشریق ہے پس اگر تاخیر کی تیسرے روز ایام تشریق
تک تو ایک دم لازم ہوگا۔

مسئلہ ۱۱۔ جمرات ثلاثہ پر کنکریاں مارنا ایام تشریق میں بعد زوال ہر جمرہ پر سات کنکریاں بالاتفاق
واجبات حج ہیں اور ابن ماجشون نے کہا ہے کہ رمی جمرہ عقبہ کا رکن ہے حج سے حلال نہیں ہوتا مگر اسپر کنکریاں
مارنے سے ہوتا ہے اور واجب ہے کہ ابتدا اس جمرہ سے کرے جو مسجد خیف کے پاس ہے پھر جمرہ وسطی اور پھر جمرہ عقبہ پر اور
امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر رمی منعکس کیا تو اعادہ کر لے اور اگر اعادہ نہیں کیا تو اسپر کچھ لازم نہیں۔

مسئلہ ۱۲۔ بالاتفاق ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک ایام
معلومات سے عشرہ ذی الحجہ ہے اور امام مالک کے نزدیک تین دن نحر کے اور دو دن اسکے بعد کے مراد ہیں اور امام ابی
حنیفہ کے نزدیک یوم عرفہ و یوم نحر و اول ایام تشریق ہے۔

مسئلہ ۱۳۔ مستحب ہیں چودھویں رات کو آنا مستحب ہے اور امام ابی حنیفہ سے حکایت کیگئی ہے کہ عبادت ہے
ایسا ہی قول عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ کا اور ثانی ایام تشریق میں امام کو خطبہ پڑھنا مستحب ہے اور امام ابی حنیفہ
کے نزدیک مستحب نہیں ہے اسکے لئے ثانی میں کوچ کرنا ہے جبتک کہ سورج غروب نہو۔ اگر کوچ نکیا یہانتک کہ سورج
غروب ہوگیا تو رمی ثالث کو ترک کرے اور اسپر رات رہنا واجب ہوا پھر صبح رمی کرے اور امام ابی حنیفہ نے فرمایا کہ
اسکو کوچ کرنا ہے جبتک کہ صبح طلوع نہو۔

مسئلہ ۱۴۔ اگر عورت کو قبل طواف افاضہ حیض ہوا تو کوچ نکرے یہانتک کہ پاک ہووے اور طواف کرے اور
مذہب امام شافعی اور احمد میں شتربان کو لازم نہیں ہے کہ شتر کو اسکیواسطے روکے بلکہ لوگوں کے ساتھ روانہ ہو جاوے اور عورت کے
عوض کسی دوسرے کو سوار کر دیگا اور مذہب امام مالک میں ہے کہ شتربان کو لازم ہے کہ شتر کو اکثر مدت حیض اور زیادہ تین روز تک
روکے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں طواف طہارت شرط نہیں ہے پس عورت کو طہارت شرط نہیں پس طواف کرے اور چلی جاوے بکفارہ رخصت ہے۔

مسئلہ ۱۵۔ فقہا کے نزدیک طواف وداع واجبات حج سے مشہور ہے مگر اوس شخص کیلئے جو کہ شریعہ
میں مقیم ہوا اوسپر طواف وداع واجب نہیں امام ابی حنیفہ کے نزدیک طواف وداع ساقط نہیں ہوتا مگر اقامت کرنے سے
ہو جاتا ہے۔

باب الاحصار

مسئلہ ۱۔ جسکو وقوف یا طواف یا سعی سے دشمن روک دے اور اسکے پیچھے کوئی راستہ نہیں ہو یا دوسرا راستہ ہو

مسئلہ۔ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں داخل ہوا اور اُس نے ارادہ کیا قربانی کرنے کا تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اپنے بال نہ مونڈا وے اور نہ ناخن کاٹے یہانتک کہ قربانی کرے اگر اس نے بال مونڈے یا ناخن کاٹے تو مکروہ ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مباح ہے نہ مکروہ نہ مستحب اور امام احمد کے نزدیک حرام ہے۔

مسئلہ۔ جب کسی اضحیہ معینہ کو کوئی لازم پکڑے دران حالیکہ وہ اضحیہ سلیمہ ہے اور پھر اوسمیں کوئی عیب حادث ہوگیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ عیب مانع قربانی نہیں ہے اس کی قربانی کافی ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُسکی قربانی ہونے میں وہ عیب مانع ہوگا۔ اور بالاتفاق تھوڑی سی بیماری اضحیہ کے کافی ہونے میں مانع نہیں اور زیادہ بیماری کہ جس سے لحم میں فساد آجاوے تو وہ بیماری اس کے قربانی میں مانع ہوگی۔ اور کھجلی جو اچھی طرح ظاہر ہو اُسکے قربانی کو مانع ہوگی کیونکہ اس سے لحم میں فساد ہو جاتا ہے۔ اور اندھاپن بھی مانع ہے اور اسیطرح یک چشم یعنے کانے کا حکم ہے اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک مانع نہیں۔ اور سینگ ٹوٹا ہوا مکروہ ہے اور امام احمد کے نزدیک جسکا سینگ ٹوٹ جاوے اس کی قربانی کافی نہیں۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک لنگڑی قربانی کافی نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک کافی ہے۔ اور بالاجماع کان کٹا ہوا کافی نہیں اور اسیطرح دُم کٹی ہوئی قربانی کافی نہ بسبب فوت ہو جانے جزو لحم کے پس اگر دُم تھوڑی کٹی ہوئی ہے تو راجح مذہب امام شافعی سے منع ہے اور اُنکے متاخرین اصحاب کے نزدیک مختار یہی ہے کہ کافی ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک میں اگر تھوڑی سی کٹ گئی ہے تو کافی ہے اور اگر زیادہ کٹ گئی ہے تو کافی نہیں۔ اور امام احمد سے ثلث سے زیادہ کٹنے میں دونوں طرح روایت ہے۔

مسئلہ۔ اضحیہ کے ذبح کرنے میں اپنی طرف سے نایب کرنا جائز ہے اگرچہ نائب ذمی ہو۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ذمی کو نایب کرنا جائز نہیں اگر وہ نائب ہوگا تو قربانی نہ ہوگی۔ اور جب گوسپند کو نیت

قول میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ وہ منع کرسکتا ہے۔ ایا خاوند اپنی عورت کو حج فرض سے حلال کرسکتا ہے؟ امام شافعی سے دو قول ہیں اظہر اونمیں کا شافعی میں ہے کہ خاوند کو اپنی زوجہ کے تحلیل کرنے کا حق ہے جیساکہ اُس کو ابتدائی حج سے منع کرنے کا حق ہے۔ اور امام ابی حنیفہ و مالک فرماتے ہیں کہ خاوند حلال نہیں کرسکتا اسی موجب قاضی عبدالوہاب مالکی نے تصریح فرمائی ہے۔ اور خاوند ابتداء میں عورت کو حج نفل سے منع کرسکتا ہے پس اگر احرام باندہ لیا تو امام شافعی کے نزدیک خاوند عورت کو حلال کرسکتا ہے۔

کتاب الاضحیہ یعنے قربانی میں

مسئلہ۔ اضحیہ بالاجماع اصل شرع میں مشروع ہے۔ امام مالک اور شافعی اور احمد اور صاحبین امام ابی حنیفہ کے نزدیک سنت موکدہ ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مقیمین شہر پر واجب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہونیں نصاب اور اُس کے وقت داخل ہونے کا اعتبار ہے یعنے طلوع شمس سے اور نماز عید اور خطبتین کے انداز وقت گذر جانے پر خواہ امام نے نماز پڑہی یا نہ پڑہی ہو۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک شرط صحت اضحیہ یہ ہے کہ امام کا نماز اور خطبہ پڑہنا ہے مگر امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اہل سواد یعنے شہر کے نزدیک گانوں والے فجر ثانی طلوع ہو جاوے جب قربانی کرے اور بقول عطا اضحیہ کا وقت فقط طلوع شمس سے داخل ہوتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک آخر وقت آخر ایام تشریق ہے۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک آخر وقت یوم ثانی ایام تشریق ہے۔ اور بقول سعید بن جبیر اہل شہر کو قربانی کرنا خاصکر یوم نحر میں جائز ہے اور نخعی سے منقول ہے کہ آخر ماہ ذی الحجہ تک جائز ہے اور جب اضحیہ واجب ہو جاوے تو ایام تشریق کے فوت ہو جانے سے اس کی ذبح ساقط نہیں ہوگی بلکہ اس کو ذبح کرے اید آیمہ ثلاثہ کے نزدیک قضا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ذبح ساقط ہو جائیگی۔ پہر اس کو فقیروں پر خیرات کردے۔

دیگ - چھلنی - ترازو کے فروخت کرنا جائز ہے - اور ایسے ہی امام ابی حنیفہ سے حکایت کی گئی ہے اور قول عطار یہ ہے کہ قربانیوں کے چمڑوں کو درہم وغیرہ کے عوض فروخت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں -

مسئلہ - عید کی قربانی میں افضل شتر پھر گاؤ پھر غنیم ہے مگر امام مالک کے نزدیک افضل غنیم پھر شتر - پھر گاؤ ہے - اور بالاتفاق بدنہ یعنے اونٹ اور گاؤ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اور بکری ایک کیطرف سے کافی ہے - اور اسحٰق بن راہویہ کا قول ہے کہ بقرہ یعنے گاؤ دس کی طرف سے کافی ہے - اور ایک بدنہ یعنے شتر میں سات آدمی شریک ہوں خواہ ساتوں متفرق ہوں یا ایک ہی گھر کے ہوں - امام مالک فرماتے ہیں کہ جب قربانی نفل ہو تب ایک گھر کے شریک ہونا جائز ہے -

مسئلہ - عقیقہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک سنت مشروعہ ہے - اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ مباح ہے میں سنت مستحبہ نہیں کہتا - اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں زیادہ مشہور ان میں سے یہی ہے کہ سنت ہے دوسری روایت ہے کہ واجب ہے اور یہی مختار ان کے بعض اصحاب کا ہے - اور بقول حسن اور داؤد کے واجب ہے - اور لڑکے کے عقیقہ میں بالاتفاق دو بکری ذبح کرنا اور لڑکی میں ایک ذبح کرنا ہے مگر امام مالک کے نزدیک لڑکے کے عقیقہ میں بھی ایک گوسپند ذبح کیا جاوے جیسا کہ لڑکی کے عقیقہ میں کیا جاتا ہے - اور روز ولادت سے ساتویں روز ذبح کرے - اور بالاجماع عقیقہ میں جو گوسپند ذبح کیا جاوے اس کے خون سے مولود کے سر کو مس نہ کیا جاوے اور بقول حسن اسکا خون مولود کے سر پر ملا کیا جاوے - اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک بسبب تفاول سلامتی مولود کے عقیقہ میں ہڈی کو نہ توڑنا مستحب ہے بلکہ اس کے اجزاء سالم پکائی جاویں -

کتاب النذر

مسئلہ - اگر نذر عبادت ہے تو بالاتفاق وہ نذر لازم ہوگی اور اگر معصیت ہے تو اسکی

اضحیہ سے خرید کرے یعنے ذبح کرنے کی نیت سے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اضحیہ نہ ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اضحیہ ہوگی۔

مسئلہ۔ اضحیہ یا غیر اضحیہ کو ذبح کرتے وقت مستحب ہے کہ اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاوے اور اگر تسمیہ ترک کردیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر عمداً ذابح نے ترک کیا ہے تو وہ ذبیحہ نہ کہایا جاویگا اور اگر سہواً ترک کردیا تو کہایا جاویگا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ قصداً ترک کیا تو مباح نہیں ہے اور اگر سہواً ترک کیا تو اوسمیں دو روایت ہیں اور تیسری روائت ان سے اسطرح منقول ہے کہ مطلقاً حلال ہے خواہ عمداً تسمیہ ترک کیا ہو یا سہواً۔ اور قول قاضی عبدالوہاب اور مذہب اُن کے اصحاب کا یہ ہے کہ اگر تسمیہ عمداً ترک کیا تو کچھ تاویل نہیں ہوسکتی اُس کا ذبیحہ نہیں کہایا جاویگا۔ اور بعض اُن مین سے کہتے ہیں کہ تسمیہ نیت ہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ تسمیہ ترک کرنا عمداً یا سہواً کچھ اثر نہیں رکھتا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر عمداً ترک کیا تو نہیں کہایا جاویگا اور اگر سہواً ترک کیا تو اسمیں دونوں طرح روائت ہے اور ذبح کرتے وقت امام شافعی کے نزدیک نبی صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر درود بہیجنا مستحب ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ مشروع ہے مستحب یہ ہے کہ کہے اللّٰھم ھٰذا منك ولك فتقبل منی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ جب اضحیہ نفل کا ہو تو بالاتفاق اُس کا کہانا صاحب اضحیہ کو مستحب ہے اور بعض علمار واجب کہتے ہیں اور جسقدر کہلانے میں افضلیت ہے اُسمیں امام شافعی سے دو قول ہیں جدید یہ ہے کہ ثلث کو کہایا جاوے اور ثلث کو تحفہ بہیجا جاوے اور ثلث صدقہ دیا جاوے اور راجح یہی ہے کہ کل کو صدقہ دیوے مگر ایک لقمہ تبرکاً کہاوے۔

اور بالاتفاق قربانی منذورہ سے نذر دینے والا نہ کہاوے۔ بالاتفاق اضحیہ یعنے عید قربانی اور ہدی یعنے وہ قربانی جو کعبہ شریفہ کو بہیجی جاوے نذر ہو یا نفل اُن سے کوئی شئے یا چمڑا فروخت کرنا جائز نہیں۔ اور بقول نخعی اور اوزاعی اُن آلات خانگی کے عوض جو عاریت لی یا دی جاتی ہیں مثلاً کہار کی

اور یہی اصح ہے۔ اور قول ثانی یہ ہے کہ اُس کو اختیار ہے کہ چاہے اُس کو وفا کرے چاہے کفارہ یمین دیوے۔ اور امام احمد سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ اُس کو اختیار ہے کہ وفا کرے یا کفارہ دیوے۔ دوسری یہ کہ بجز کفارہ اور واجب نہیں۔

مسئلہ۔ جس نے اپنے مال کے صدقہ دینے کی نذر کی تو امام شافعی کے نزدیک اُس کو لازم ہے کہ اپنے کل مال کو صدقہ کرے۔ اور اصحاب امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ استحباباً اپنے تمام مال مذکورہ زکوۃ سے ثلث کو صدقہ کرے اور انہیں سے دوسرا قول یہ ہے کہ تمام چیزوں کو جسکا وہ مالک ہے صدقہ دیوے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تمام مال زکوۃ وغیر زکوۃ سے ثلث کو صدقہ دیوے اور امام احمد سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ جمیع اموال سے ثلث کو صدقہ دیوے دوسری یہ کہ اس میں رجوع کرے اس مال کی طرف کہ جو ادنے مال ہو۔

مسئلہ۔ اور جب کسی نے مسجد حرام میں نماز کی نذر کی تو مذہب امام مالک اور احمد میں تعیین ہو گیا فعل اس کا اُس مسجد میں اور اسیطرح مسجد مدینہ اور اقصیٰ میں اور یہی اصح ہے دونوں قول امام شافعی سے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز نذر کے ساتھ مسجد میں کسی حال میں متعین نہ ہوگی۔

مسئلہ۔ جب کسی خاص دن کے روزہ کی نذر کی اور اُس روز کسی عذر سے افطار کیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اُس کی قضا ہے اور مذہب امام مالک میں ہے کہ اگر مرض کے سبب افطار کیا تو اُس کی قضا لازم نہیں ہے۔ اور اگر دس روز کے روزوں کی نذر کی تو بالاتفاق جائز ہے کہ روزوں کو متتابع یعنے پے درپے رکھے یا متفرق۔ اور بقول داؤد روزوں کو پے درپے رکھنا لازم ہے۔

مسئلہ۔ قصد بیت الحرام کی نذر کی اور نیت حج اور عمرہ کی نہیں ہے یا بیت الحرام کی طرف پیدل چلنے کی نذر کی تو مشہور مذہب امام مالک اور احمد سے یہ ہے کہ اسکو حج اور عمرہ کے واسطے قصد لازم ہوگا اور اسکو پیدل چلنا اپنے اُس گھر سے لازم ہوگا کہ جہاں اس کے بال بچے رہتے ہوں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اسکو کچھ شے لازم نہیں مگر جبکہ نذر کی ہو بیت الحرام کی طرف پیدل چلنے کی اور اگر نذر کی ہو اُس کی طرف قصد کرنے اور جانے کی تو کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور اگر نذر کی

وفا جائز نہیں ہوگی اور اوس کے کفارہ کے وجوب میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ
و مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اُس کا کفارہ لازم نہیں ہے۔ اور امام احمد سے
دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ نذر منعقد ہوجاویگی لیکن اوسکا فعل حلال نہ ہوگا اور
اوسپر اُس کا کفارہ واجب ہوگا۔ اور جن دنوں میں روزہ رکہنا حرام ہے ان
دنوں میں روزہ رکہنے کی نذر کرنا درست نہیں مثلاً عید کے روز اور ایام حیض میں
اور اگر روزہ رکہ لیا تو وہ روزہ صحیح ہوگا۔ جس نے اپنے لڑکے کے ذبح کرنیکی نذر کی
تو امام شافعی کے نزدیک کچھ شئے لازم نہ ہوگی۔ اور امام ابو حنیفہ اور مالک نے فرمایا
کہ اُس کو لازم ہوگا کہ ایک بکری ذبح کرے اور امام احمد سے دو روائت ہیں
ایک یہ کہ بکری ذبح کرتا اور دوسری یہ کہ کفارہ قسم کا ہے اور اسیطرح حکم اُس کا
ہے کہ جس نے اپنے نفس کی نذر یعنے اپنے آپ کو ذبح کرنے کی۔ اور اگر نذر کی
کہ اپنے غلام کو ذبح کردیگا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک کچھ شئے لازم نہ ہوگی اور امام احمد
سے دو روائت ہیں ایک یہ کہ مینڈھا ذبح کرے دوسرے یہ کہ کفارہ یمین دیوے۔
مسئلہ۔ جس نے مطلق نذر کی تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اس کی نذر
صحیح ہوگی۔ اور لازم ہوگا اُس کو مثل لازم ہونے معلق کے یعنے نذر معلق بروزہ یا
ذبح یا صدقہ اور اسمیں درصورت عدم وفا کفارہ یمین نہے۔ اور امام شافعی سے دو
قول ہیں ایک قول مثل قول جماعت کے ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نذر صحیح نہ ہوگی
جبتک کہ اُس کو کسی شرط یا صفت سے تعلق نہ کرے اور یہی اصح ہے۔
مسئلہ۔ کسی نے لڑتے وقت یوں کہا کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو اللہ کے
واسطے میرے ذمہ روزہ یا صدقہ تو راجح مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ اُسکو اختیار
ہے کہ جو اُس نے لازم کیا ہے اُس کو وفا کرے یا کفارہ یمین دیوے۔ اور مذہب امام
ابی حنیفہ میں یہ ہے کہ جو کہا ہے بہرحال اُس کو وفا کرنا ہے اور اُس سے کفارہ کافی
نہیں اور ایک قول سے کفارہ کافی ہے اور بقول امام مالک کفارہ کافی ہے اور
کہتے ہیں کہ عمل اسی پر ہے۔
مسئلہ۔ جس نے حج کی نذر کی تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک وفا لازم ہوگی۔
کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ وفا اُس کی واجب ہے

جانوروں کو کہاتے ہیں جیسے گدہ ورخمہ یعنے بڑگیلہ جو از قسم کرگس ہے اور کوا ابلق اور سیاہ اور امام مالک کے نزدیک یہ علی الاطلاق مباح ہیں۔ اور سوائے اُنکے اور کل پرندے بالاتفاق مباح ہیں اور جنکے مارنے کو منع کیا ہے اُنکے لئے مشہور یہی ہے کہ کراہت نہیں ہے مثلاً ابابیل ہدہد چمگادڑ بوم طوطی طاؤس مگر امام شافعی کے نزدیک اور بقول راجح حرام ہیں۔

مسئلہ - کل دانت والے درندے جو شکار کرتے ہیں بالاتفاق حرام ہیں چنانچہ شیر - پلنگ یعنے تیندوا - چیتا - بہیڑیا - ریچہ - بلی - ہاتھی - لیکن امام مالک کے نزدیک مع الکراہت مباح ہیں - اور خرگوش بالاتفاق حلال ہے - اور زرافہ[1] یعنے شترگاؤ میں کوئی نقل مشہور نہیں ہے - اور صاحب تجبیر نے اُسکے حرام ہونے کو صحیح سمجہا ہے اور شیخ سبکی رح نے فتوی حلبیہ میں فرمایا ہے کہ مختار حلال ہے - اور لومڑی اور گفتار امام شافعی اور احمد کے نزدیک حلال ہیں اور اسیطرح امام مالک کے نزدیک مع الکراہت حلال ہیں - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حرام ہیں - اور گوہ - اور جنگلی چوہا امام مالک اور شافعی کے نزدیک مباح ہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ گوہ مباح ہے اور جنگلی چوہے کے بارہ میں دونوں طرح روائتیں ہیں -

مسئلہ - حشرات ارض ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حرام ہیں جیسے چوہا اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے حرام نہیں - اور ٹڈی مری ہوی ہر حال میں حلال ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مری ہوئی ٹڈی کہائی نہیں جاتی جبکہ وہ خود بخود بلا مارنے کے مرگئی ہو - اور ساہی[2] امام مالک اور شافعی کے نزدیک حلال ہے - اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حرام اور امام مالک فرماتے ہیں کہ چہچہوندر اور سانپ جب ذبح کیئے جاویں تو اُن کے گوشت کہانے میں کچہہ مضائقہ نہیں - اور شغال یعنے گیدڑ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حرام ہے اور یہی

---

[1] ہندی میں ہنڈار کہتے ہیں اور ملک میواڑ میں اُس کو جرکہہ کہتے ہیں واللہ اعلم
[2] نور الہدایہ میں لکہا ہے کہ ساہی امام شافعی کے مذہب میں حرام ہے ۱۲

مسجد مدینہ یا اقصیٰ کی طرف پیدل چلنے کی تو امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ جو کتاب ام میں ہے کہ اس کی نذر منعقد نہ ہوگی اور ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ کا ہے اور قول ثانی یہ ہے کہ نذر منعقد ہوگی اور اس کو نذر لازم ہوگی اور یہی راجح ہے اور ایسا ہی قول امام مالک اور احمد کا ہے۔

مسئلہ۔ جب نذر کی فعل مباح کی اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر لازم ہے کہ اپنے گھر کیطرف چلونگا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہونگا اور اپنی ٹوپی پہنونگا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک کچھ لازم نہیں ہوگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مخالفت کریگا تو کفارہ یمیں لازم ہوگا اگرچہ اس کو فعل لازم نہیں ہے اور امام احمد سے یہ ہے کہ اس کی نذر اس سے منعقد ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا کہ وفا کرے یا کفارہ دیوے۔

کتاب الاطعمہ

مسئلہ۔ نعم یعنے شتر و گاؤ و گوسپند بالاجماع حلال ہیں اور گھوڑے کا گوشت بمذہب امام شافعی و احمد اور ابی یوسف و محمد کے نزدیک حلال ہے اور امام مالک نے مکروہ فرمایا ہے لیکن راجح مذہب امام مالک میں حرام ہے اور امام ابی حنیفہ کا قول بھی اس کے نسبت بسبب حرمت ولد کے حرام کا ہے۔ اور خچر اور اہلی گدھا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حرام ہے اور امام مالک سے اختلاف مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کراہت مغلظہ ہے۔ لیکن محقق اصحاب امام مالک کے نزدیک راجح یہی ہے کہ حرام ہے۔ اور حسن سے حکایت کی گئی ہے کہ خچر کا گوشت حلال ہے اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ گوشت اہلی گدھوں کا مباح ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ و شافعی و احمد کے نزدیک ہر پنجے دار طیور جو اپنے پنجے سے شکار کرتا ہے اور اپنے غیر سے پنجوں کے سبب دشمنی کرتا ہے تو حرام ہے مثلاً عقاب وغیرہ۔ و باز و شاہین۔ اور اسیطرح وہ کہ جنکے پنجے نہیں ہیں مگر وہ جو مردار

لہ۔ امام ابو حنیفہ صاحب نے قبل تین روز اپنے موت سے حرمت سے حلت کیطرف رجوع کیا ہے ۱۲ منہ

کہانا یا لاجماع جائز ہے اور اصح قولین امام شافعی سے یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اور آیا جائز ہے کہ پیٹ بھر کر کہاوے یا اسقدر کہا دے کہ جس سے ہلاکت دفع ہو اس بارہ میں امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ پیٹ بھر کر نہ کہاوے اور ایسا ہی مذہب امام ابی حنیفہ کا ہے اور دوسرا قول یہ کہ پیٹ بھر کر کہاوے اور اسی موجب امام مالک کا قول ہے اور ایسے ہی امام احمد کی منجملہ دو روایت کے ایک روایت ہے۔ راجح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ اگر اس کو تہوڑی دیر میں حلال کہانا ملنے کی امید ہے تو اسقدر کہاوے کہ ہلاکت سے بچ جاوے زیادہ کہانا جائز نہیں۔ اور اگر امید منقطع ہے تو پیٹ بہرے اور زیادہ کہاوے۔ اور جب مضطر یعنے بیقرار نے میتہ یعنے مردہ کو اور کسی غیر شخص کے طعام کو کہ مالک اس کا غائب ہے پایا تو امام مالک اور اکثر اصحاب امام شافعی اور ایک جماعت اصحاب امام ابی حنیفہ کے نزدیک مردار کو نہ کہاوے اور اس طعام غیر کو بشرط ضمان کھالیوے اور امام احمد اور ایک جماعت اصحاب امام ابی حنیفہ اور بعض اصحاب امام شافعی کے نزدیک طعام غیر کو نہ کہاوے اور اس مردار کو کہاوے۔

مسئلہ۔ تیل مثل گہی یا زیت کے ہو اور اوسمیں چوہا مر جاوے اور وہ گہی یا تیل جما ہوا ہے تو اس چوہے کو اور اس کے گرداگرد کے گہی یا تیل کو نکالکر پھینکدیں پس باقی جو رہیگا وہ پاک ہے اس کا کہانا جائز ہے۔ اور جبکہ جما ہوا نہیں ہے پگہلا ہوا یا پتلا ہے تو ناپاک ہوگا اور اس کے لئے ناپاکی کا حکم کیا جائیگا اور اس کا پاک کرنا ممکن ہے یا نہیں اصح مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ پاک کرنا مشکل ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ تیل یا گہی دہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جب ہمنے کہا کہ پاک نہیں ہوا تو استصباح یعنے اس سے چراغ جلانا جائز ہے یا نہیں اس بارہ میں امام شافعی سے کئی اقوال ہیں اصح اونمیں کا یہی ہے کہ جائز ہے اور اسی موجب مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک کا ہے اور نووی نے شرح مہذب کی کتاب البیع میں کہا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اس سے القطع ہے یعنے منع ہے۔

مسئلہ۔ جو چربی اللہ پاک نے یہود پر حرام کی یعنے چربی کی چادر اور گردوں پہ کی

اصح ہے مذہب امام شافعی میں اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور بلی وحشی مذہب امام ابی حنیفہ میں حرام ہے اور یہی مذہب امام شافعی میں اصح ہے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ مباح ہے دوسری یہ کہ حرام ہے۔

مسئلہ۔ دریائی جانوروں میں مچھلی بالاتفاق حلال ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک خاصکر مچھلے اور مچھلی کی جنس کے سوا اور جانور دریائی نہ کھایا جاویگا اور امام مالک کے نزدیک مچھلی وغیرہ حتی کہ کیکڑا اور مینڈک اور آبی کتا۔ اور آبی خنزیر کھایا جاویگا لیکن آبی خنزیر کو مکروہ کہا ہے اور اسطرح بھی حکایت کی گئی ہے کہ اسمیں امام مالک صاحب کو توقف ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک دریائی جانور سب کھائے جاوینگے مگر ناکا یعنے نگرمچھ اور مینڈک اور کوسج ایک قسم کی مچھلی کہ اس کی ناک ارہ کے مشابہ ہوتی ہے۔ نہیں کھائی جاوینگے اور انکے نزدیک مچھلی کے سوا سب میں ذبح کی احتیاج ہے مثلاً دریائی سور و کتا و انسان میں ذبح کی ضرورت ہے۔ اور اصحاب امام شافعی میں اختلاف ہے بعض اونمیں سے کہتے ہیں کہ مچھلی کے سوا اور نہیں کھائے جاتے ہیں۔ اور بعض کہتے و خنزیر آبی و سانپ وغیرہ و بچھو دریائی کے کھانے کو منع کرتے ہیں۔ اور ان جانوروں کے کھانے کو منع کرتے ہیں کہ جنکے مشابہ خشکی میں موجود ہیں۔ اور راجح یہ ہے کہ جو دریا میں ہیں سب حلال ہیں لیکن نہنگ یعنے نگرمچھ اور مینڈک اور سانپ پانی کا جسکو ڈینڈو کہتے ہیں اور کیکڑہ اور کچھوا۔

مسئلہ۔ شتر اور بکری اور مرغی پلیدی خوار کا کھانا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور امام حنبل فرماتے ہیں کہ اس کا لحم اور دودھ اور انڈا حرام ہے۔ پس ایسے جانور کو باندھکر قید کر دیں اور پاک گھاس کھلاویں یہانتک کہ ناپاکی کی بو دور ہو جاوے تو حلال ہے اور پھر کراہت بالاتفاق زایل ہو جاویگی۔ اونٹ اور گائے کو چالیس روز تک اور بکری کو سات روز تک اور مرغی کو تین روز تک باندھ رکھنا منقول ہے۔

مسئلہ۔ جو شخص کھانے کے لئے بیقرار ہو یعنے بہت بھوکا ہو اس کے لئے مردار

تجارت ہے۔

کتاب الذبائح والصید

مسئلہ۔ مسلم عاقل جو ذبح کرنا جانتا ہو خواہ مرد ہو یا عورت اُس کا ذبیحہ بالاجماع معتبر ہے اور کفار کا ذبیحہ بالاجماع حرام ہے مگر اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور بالاتفاق ذبح اُس شئے سے درست ہے جو خون بہا دیوے اور بُریدگی حاصل ہونے سے چھُری سے تلوار سے خواہ کانچ و پتھر و نئے سے کہ جو تیز دہار دار ہووے کہ جس سے کٹ جاوے جیساکہ ہتھیار کی دہار سے کٹ جاتا ہے۔ اور دانت اور ناخن سے ذبح کرنے میں اختلاف ہے امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ ان دونوں سے ذبح صحیح نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ان سے صحیح ہے جبکہ یہ بدن سے جدا کئے ہوئے ہوں۔ اور ذبح میں حلقوم اور مری کا کاٹنا کافی ہے۔ ودجین کا کاٹنا کافی نہیں بلکہ امام شافعی اور احمد کے نزدیک ودجین کو کاٹنا مستحب ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حلقوم اور مری اور ایک ودجین کا کاٹنا کافی ہے اور امام مالک کے نزدیک ان چاروں کا کاٹنا واجب ہے یعنے حلقوم۔ مری ودجین یعنے دونوں شہرگس۔

مسئلہ۔ اگر ذبح کرنے میں سر کو جدا کر دیا تو بالاتفاق حرام نہیں ہوگا اور سعید بن المسیب سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ حرام ہوگا اور اگر جانور کو گدی کیطرف سے ذبح کیا اور قبل مرنے کے یعنے حیات مستقرہ کے باقی ہونے کے حالت میں حلق کٹا یا شہرگون سے کوئی کٹ گئی تو امام ابی حنیفہ و شافعی کے نزدیک حلال ہے ورنہ نہیں۔ اور حیات مستقرہ کی شناخت یہی ہے کہ خون نکلنے کے ساتھ حرکت شدید ہو اور امام مالک اور احمد کے نزدیک کسی حال میں حلال نہیں ہے اور بالاتفاق اونٹ کے بازو و ساق باندہکر اور گائے اور گوسپند کو پہلو پر لٹاکر ذبح کرنا سنت ہے اور جس کو نحر کیا جاتا ہے جیسے اونٹ اگر اس کو ذبح کیا اور جسکو ذبح کیا جاتا ہے جیسے بکری وغیرہ اور اس کو نحر کیا تو مذہب امام شافعی اور احمد میں حلال ہوگا اور مذہب امام ابی حنیفہ میں کراہت کے ساتھ حلال ہوگا۔ اور مذہب امام مالک میں ہے کہ اگر بکری کو نحر کیا اور اونٹ کو بغیر کسی ضرورت کے ذبح کیا

چربی انہیں اختلاف ہے کہ جب یہودی نے اُس جانور کو ذبح کیا کہ جسمیں وہ چربی ہے تو مسلمان کو اُس کا کھانا مکروہ ہے یا نہیں ۔ امام ابی حنیفہ و شافعی کے نزدیک کھانا مباح ہے ۔ اور امام مالک سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ مکروہ ہے دوسری یہ کہ حرام ہے اُنکے اصحاب سے ایک جماعت نے حرام کی روائت کو پسند کیا ہے اور خرقی حنبلی نے کراہت کی روائت کو پسند کی ہے ۔

مسئلہ ۔ کوئی شخص پیاس کی وجہ سے شراب پینے پر مضطر ہوا تو اُس کو پینا جائز ہے یا نہیں امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور امام شافعی سے اس مسئلہ میں تین وجہ ہیں اول وجہ یہ ہے کہ محققین کے نزدیک بطریق اصح مطلق منع ہے اور وجہ ثانی یہ کہ مطلقاً جائز ہے اور وجہ ثالث یہ کہ پیاس کیوجہ سے پینا جائز ہے اور تداوی کے لئے یعنے دوا کے طور پر پینا جائز نہیں اور اسکو ایک جماعت نے پسند کیا ہے ۔

مسئلہ ۔ کوئی شخص کسی غیر کے باغ میں گیا اور وہ باغ ایسا ہے کہ جسکے احاطہ نہیں ہے اور اوسمیں تازہ میوے ہیں تو امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک بغیر ضرورت کھانا مباح نہیں ہے مگر اُس کے مالک کی اجازت سے کھانا مباح ہے اور اگر کھانیکی ضرورت ہو تو بشرط ضمان کھاوے ۔ اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ بغیر ضرورت کھانا مباح ہے اور کھانیوالے پر کچھ ضمان نہیں ہے دوسری یہ کہ اگر ضرورت ہو تو کھالیوے اس صورت میں بھی کچھ ضمان نہیں ہے یعنے اس کی قیمت وغیرہ کا ذمہ وار نہیں ہے ۔ اور اگر باغ کے احاطہ کھنچا ہوا ہے تو بالاجماع اُس باغ کے مالک کی بغیر اجازت نکھاوے ۔

مسئلہ ۔ جب کوئی مسلمان کسی ایسے مسلمان کی ضیافت کرنا چاہے جو اُس گانوں کا رہنے والا ہے کہ جسمیں بازار نہیں ہے اور نہ اُس سے کسی قسم کی ضرورت ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسپر اس کی ضیافت واجب نہ ہوگی بلکہ مستحب ہوگی ۔ اور امام احمد کے نزدیک ایسی صورت میں واجب ہوگی اور مدت واجب کی ایک رات ہے اور مستحب تین رات ہیں اور جب واجب سے انکار کیا تو اُسپر اُس کا قرض ہوگا ۔ اور کسب کے بارہ میں اختلاف ہے کہ کونسا زیادہ بہتر ہے بعض نے زراعت کو بعض نے صناعت کو بعض نے تجارت کو افضل کہا ہے ۔ اور امام شافعی کے نزدیک اظہر

مسئلہ ۔ کتے نے شکار کو زخمی کیا مگر قتل نہیں کیا پھر شکار اس حالت پر ملا کہ حیات
مستقرہ یعنے کسیقدر جان باقی ہے اور ذبح کرنا چاہا پھر ذبح نہ کرنے پائے کہ
مرگیا یعنے جلد مرگیا کیونکہ ذبح کے وقت کی گنجائش نہ رہی تھی تو حلال[1] ہوگا اور
امام ابی حنیفہ کے نزدیک حلال نہیں ہے ۔ اور شکاری جانور نے شکار کو اپنے بوجھ یعنے
گرانی سے مار ڈالا تو امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ حلال ہے اور یہی رافعی
میں صحیح ہے ۔ اور ایسا ہی مذہب امام مالک سے مشہور ہے دوسرا یہ کہ حلال نہیں
اور یہی مختار مذہب امام احمد سے ہے اور اسی موافق قول ابی یوسف و محمد سے
ہے اور امام ابی حنیفہ سے مثل قولین امام شافعی کے دو روایت ہیں زیادہ مشہور
روایت قول اول کے موجب ہے یعنے حلال ہے ۔

مسئلہ ۔ اگر تعلیم پائے ہوئے کتے نے شکار سے کھایا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک
حلال نہیں اور وہ بھی حلال نہیں جو اس کے پہلے شکار کیا حالانکہ اس میں
سے نہ کھایا تھا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حلال ہے اور امام شافعی سے
دو قول ہیں ایک یہ کہ حلال ہے مثل قول امام مالک کے اور ثانی یہ کہ حلال
نہیں اور یہ قول مذہب امام شافعی میں راجح ہے اور اسی موافق امام احمد کا قول
ہے ۔ جارحۃ الطیر یعنے باز اور شاہین نے شکار کھایا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
اس کا حکم کتے کے مانند ہے ۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں وہ حرام نہیں ہے کہ
جسکو جارحۃ الطیر نے کھایا ہو ۔

مسئلہ ۔ شکار پر کسی نے تیر چلایا یا کتا چھوڑا اور شکار زخمی ہوکر غائب ہوگیا اور
پھر اس شکار کو مردہ پایا اور زخم ایسا تھا کہ وہ اس سے مرسکتا ہے اور نہیں بھی
مرسکتا ہے تو ایک جماعت اصحاب امام شافعی کا قول ہے کہ وہ شکار بقول واحد
کھایا جائیگا اسواسطے کہ قول میں صحت خبر ہے ۔ اور صحیح مذہب امام شافعی
میں یہ ہے کہ نہ کھایا جائیگا ۔ اور اسی موجب قول امام احمد کا ہے ۔ اور امام ابی حنیفہ
کے نزدیک اگر تیر چلانے کے بعد اس سے اس کا پیچھا کیا یعنے اس کی تلاش میں

[1] امام شافعی کے نزدیک حلال ہوگا ۔ از نور الہدایہ ۱۲

تو وہ نہیں کھایا جائیگا۔ اور بعض اصحاب امام مالک نے اُس کو کراہت پر حمل کیا
ہے اور اگر حیوان ماکول اللحم ذبح کیا گیا اُس کے شکم میں بچہ مردہ نکلا تو ایمہ ثلاثہ
کے نزدیک اُس کا کھانا حلال ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حلال نہیں ہے
مسئلہ۔ تعلیم یافتہ شکاری جانوروں سے مثلاً کتا۔ چیتا۔ جرہ۔ باز۔ سے شکار
کرانا بالاتفاق جائز ہے مگر امام احمد کے نزدیک سیاہ کتے کا شکار جائز نہیں۔ اور
ابن عمرؓ اور مجاہد سے منقول ہے۔ اور اتفاق ایمہ ثلاثہ ہے کہ تعلیم یافتہ کتے کے سوا
شکار کرنا جائز نہیں ہے اور ان کے نزدیک تعلیم یافتہ یعنے سیکھا ہوا اُس کو کہتے ہیں
کہ جب اس کو شکار پر چھوڑے تو شکار پکڑنیکو دوڑے اور جب اُس کو تیز کرے
تو تیز ہو جاوے اور جب اُس کو بلاوے تو چلا آوے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ
بھی شرط ہے کہ جب وہ شکار کو پکڑ لے تو صیاد کے واسطے روک رکھے اور جب وہ
آجاوے اس کے سامنے چھوڑ دے لیکن امام مالک کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے
کیا اُس سے مکرر یکے بعد دیگر ایسا ہونا کہ شکار کو پکڑ رکھے اور اپنے مالک کے سامنے لاکر
ڈالدے تعلیم یافتہ ہونے کے لئے شرط ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ و احمد کے نزدیک
مکرر دو دفعہ ایسا کرنے سے تعلیم یافتہ ہو جائیگا اور امام شافعی کے نزدیک عرف معتبر ہے
یعنے عرف میں اُس کو تعلیم یافتہ کہیں تو تعلیم یافتہ ہوگا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں
کہ اس کا اعتبار نہیں ہے اور بقول حسن ایک دفعہ ایسا کرنے سے مُعلّم یعنے تعلیم یافتہ ہوگا۔
مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک شکاری کتے وغیرہ کو ارسال کرتے وقت تسمیہ سنت
ہے پس ترک کر دیا اگرچہ عمداً ہو تو حرام نہیں ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یاد
ہونے کے حالت میں تسمیہ شرط ہے پس اگر سہواً ترک کر دیا حلال ہے اور اگر عمداً
ترک کر دیا تو حلال نہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر عمداً ترک کیا تو حلال
نہیں اور اگر سہواً ترک کیا تو دونوں طرح روائتیں ہیں۔ اور امام احمد سے کئی
روائتیں ہیں اظہر یہی ہے کہ اگر وقت ارسال کلب یا تیر پھینکنے کے تسمیہ ترک کر دیا عمداً
خواہ سہواً تو علی الاطلاق اس کا کھانا حلال نہیں اور بقول داؤد و شعبی و ابو ثور اباحت
میں تسمیہ بہر حال شرط ہے۔ اور اگر عامداً یا ناسیاً ترک کر دیا تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا
جاویگا۔

میں ہے کہ اُس کے ارسال یعنے چھوڑ دینے میں تقرب خدا تعالےٰ کا قصد کیا ہے تو
اس کی ملک اس سے زائل ہو جائیگی جیسے کہ آزاد کرنے سے زائل ہو جاتی ہے اور
اگر تقرب کا قصد نہ کیا تو اُس کی ملک زائل ہونے میں دو وجہ ہیں مثلاً اپنا اونٹ
اور اسپ کو چھوڑ دیا تو بطریق اصح یہ ناجائز ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت کے سوائب
کی مشابہت ہے اس سے ملک زائل نہ ہوگی۔ اور وجہ دوسری یہ ہے کہ ملکیت
جاتی رہے گی۔ پس اگر یہ نے کہا کہ جاتی رہیگی اور اس نے عود کر لیا تو مباح ہے ورنہ
نہیں۔ اور اگر ارسال کرتے وقت یہ کہا کہ میں نے اُس شخص کے واسطے مباح
کیا کہ جو اُس کو پکڑلے تو اس صورت میں اباحت حاصل ہوگی اور جس نے اُسکو
کھایا اوسپر ضمان نہیں ہے۔ لیکن اوسمیں وہ تصرف نہیں کر سکتا اور اگر ملک
نہ ہونے کا کہا تو اصح روضہ[1] میں یہ ہے کہ اُس کا شکار کرنا حلال ہوگا بسبب رجوع
کرنے کے مباح کیطرف تاکہ وہ زمانہ جاہلیت کے سوائب کے معنی میں نہ ہو جاوے
اور اگر کسی پرندہ کو شکار کیا اور اُس کو اپنی برج یعنے محل میں چھوڑ دیا اور وہ
اُڑ کر کسی غیر کی برج میں چلا گیا تو اُس کی ملک سے باہر نہ ہوگا۔ اور امام مالک
کے نزدیک اگر اُس نے اُس کی برج میں زیادہ ٹھہر کر اُنس نہ پکڑا تھا تو وہ اُسکی
ملک ہوگا کہ جسکی برج میں چلا گیا۔ اور جب وہاں سے پھر عود کر کے چلا آیا تو پھر
اسی اول برج والے کی ملک میں ہوگا۔

کتاب البیوع

مسئلہ۔ بالاجماع بیع حلال ہے اور ربو حرام۔ اور بیع ہر ایک ایسے شخص سے
بالاتفاق صحیح ہوگی جو عاقل اور بالغ اور مطلق تصرف کا مختار ہو۔ اور دیوانہ کی بیع
درست نہیں ہے۔ اور مذہب امام مالک اور شافعی میں لڑکے کی بیع صحیح نہیں۔
اور مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد میں لڑکے کی بیع صحیح ہوگی بشرطیکہ وہ تمیز دار ہو لیکن
امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس کے انعقاد بیع میں اذن سابق کے ساتھ اذن اجازت

[1] روضہ مذہب شافعی کی کتاب ہے ۱۲

معروف ہوا اور پھر اس کو مردہ پایا تو حلال ہے اگر تلاش کرنے میں تاخیر کی تو حلال نہیں ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اسی روز ملا تو حلال ہے اور اگر اس روز کے بعد ملا تو حلال نہیں ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے جال کھڑا کیا اور اسمیں شکار مرگیا تو حلال نہیں ہے۔ مگر امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ جب اس جال میں ہتھیار ہوا اور وہ اس کی دہار سے مرگیا تو حلال ہے اور جب کوئی ان سے جانور یعنے بلا ہوا وحشی ہوگیا اور اس کے ذبح کرنے پر کسیطرح قدرت نہیں ہے تو امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک جسطرح اس کے ذبح پر قدرت پا سکے کرے جیسا کہ وحشی ذبح کیا جاتا ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کو حلق اور لبہ کے اندر یعنے حلق سے لیکر سر سینہ تک کسی جا ذبح کرے اور اگر شکار پر تیر مارا اور اس نے اسکے دو ٹکڑے چیر دئے تو امام شافعی کے نزدیک ہر ایک دونوں ٹکڑے بہرحال حلال ہیں اور ایسا ہی امام احمد کے منجملہ دو روائت کے ایک روایت ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دونوں ٹکڑے اگر برابر ہیں تو حلال ہے اگر وہ ٹکڑا کہ جسکے ساتھ سر لگا ہوا ہے دوسرے ٹکڑے سے کم ہے تو حلال نہیں اور اگر دوسرے سے بڑا ہے تو حلال ہے مگر وہ دوسرا ٹکڑا حلال نہیں اسیطرح امام مالک کا قول ہے۔

مسئلہ۔ اگر کُتے کو شکار پر چھوڑا پھر اس کو زجر کیا یعنے منع کیا اور اس نے توقف نہ کیا بلکہ اپنی دوڑ میں تیز ہوکر شکار کو مار ڈالا تو مذہب امام شافعی میں اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ حلال ہے۔ اور امام مالک سے دونوں طرح روائت۔ اور جب پرندے پر تیر چلایا اور اس کو زخم لگا اور پھر زمین پر گرا اور وہ مردہ ملا تو بالاتفاق حلال ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو حلال نہیں ہے اور اگر شکاری سے شکار غائب ہوگیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس شکار کی ملک اس سے زائل نہ ہوگی اور امام احمد کے نزدیک اگر وہ جنگل میں دور چلا گیا تو اس سے اس کی ملک زائل ہو جائیگی۔

مسئلہ۔ جب کسی کے ملک میں شکار ہے اور اس نے اس کو چھوڑ دیا تو ظاہر مذہب امام شافعی سے اصح یہ ہے کہ وہ اس کی ملک میں ہوگا۔ اور حاوی[۱]

ملہ حاوی نام کتاب فقہ حنفی کا ہے از فتاوی عالمگیری ۱۲

موافق ہے۔ اور پھر اختلاف مختلف اموال کے ساتھ ہے مثلاً ایسے میوے جو ایک روز سے زیادہ نہیں رہ سکتے ہیں تو اونمیں خیار ایک روز سے زیادہ جائز نہیں۔ اور ایسا گانوں کہ جسپر تین روز میں خبردار ہونا ممکن نہ ہو تو اوسمیں شرط خیار تین روز سے زیادہ جائز ہے اور امام احمد و ابی یوسف و محمد کے نزدیک کسی وقت معلومہ تک باہمی اتفاق سے شرط خیار کی تو خیار ثابت ہوگا۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر شرط خیار رات تک کی گئی تو رات اوسمیں داخل نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک رات بھی داخل ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر مدت خیار بدوں اختیار فسخ و عدم اجازت گذر گئی تو بیع لازم ہوگئی اور امام مالک کے نزدیک بمجرد اس حالت کے بیع لازم نہیں ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے اس شرط پر کوئی ساماں خرید اکہ تین روز میں اگر ثمن یعنے دام نہ دونگا تو بیع نہ ہوگی یا بائع نے اسطرح کہا کہ میں نے تجھکو اس شرط پر بیچا کہ اگر تین روز کے بعد تجھکو دام پھیر دوں تو باہم بیع نہ ہوگی تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ شرائط فاسد ہیں انسے بیع فاسد ہوگی۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور قول اول سے اثبات خیار اکیلے مشتری کے لئے ہے اور قول ثانی سے اثبات خیار خاص بائع کے لئے ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک تسلیم ثمن یعنے دام دینا مدت خیار کے اندر لازم نہیں اور امام مالک کے نزدیک لازم ہے۔

مسئلہ۔ جس کے لئے خیار حاصل ہو جاوے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک وہ فسخ بیع طرف ثانی کے حضوری اور غیبت میں کر سکتا ہے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر طرف ثانی حاضر نہیں ہے تو بیع فسخ نہیں کر سکتا۔ اور جب بیع میں خیار مجہول کی شرط کی تو مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی میں شرط اور بیع دونوں باطل ہیں۔ اور مذہب امام مالک میں بیع جائز ہے اُس کے لئے اور خیار اسکے مانند جیسا کہ عادت میں ہے لیا جاویگا۔ اور ظاہر قول امام احمد کا یہ ہے کہ شرط اور بیع دونوں صحیح ہے اور بقول ابن ابی لیلی بیع صحیح اور شرط باطل ہوگی۔

مسئلہ جسکو اختیار تھا وہ مدت خیار کے اندر مر گیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اُس کا خیار اُس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاویگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اسکی

دفعہ اس کے ولی کیطرف سے شرط ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک اس کے انعقاد میں اذن ولی شرط ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع المکرہ یعنے کسی پر مال بیچنے کی غرض سے زبردستی کیجاوے اور وہ زبردستی کرنے سے فروخت کردیوے تو درست نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک زبردستی سے بیع منعقد ہوجاویگی۔

مسئلہ۔ راجح مذہب امام شافعی اور ایک روایت امام ابی حنیفہ اور احمد سے انعقاد بیع مواطات سے نہیں ہوتا۔ معاطات اس کو کہتے ہیں کہ بائع اپنے شئے کو مشتری کو اٹھاکر دیوے اور مشتری اس کی قیمت بائع کے حوالہ کردے اور زبان سے کچھ نہیں اور اسکیہ تعاطی بھی کہتے ہیں۔ اور مذہب امام مالک میں معاطات سے بیع منعقد ہوجاویگی اور اس ابن صباغ اور نزدی اور ایک جماعت شافعیہ نے پسند کیا ہے اور ایک روایت امام ابی حنیفہ اور احمد سے بھی اسی موجب ہے کہ بیع منعقد ہوجاتگی کیا انعقاد شئے حقیرہ میں بھی ایجاب وقبول نفیس اشیا کیطرح شرط ہے؟ امام ابوحنیفہ نے ایک روایت میں فرمایا کہ نہ حقیرہ میں شرط ہے نہ خطیرہ میں اور دوسری روایت میں فرمایا کہ خطیرہ یعنے نفیس قیمتی اشیا میں ایجاب وقبول شرط ہے اور حقیرہ یعنے ذلیل اشیا میں شرط نہیں اور اسی موجب امام احمد کا قول ہے۔ اور امام لک کے نزدیک مطلقاً شرط نہیں ہے۔ ہر ایک وہ شئے جو آدمی دیکھتے ہیں کہ وہ بیع ہے بس وہ بیع ہے اور اشیاء حقیرہ کا اندازہ ایک رطل روٹی کے برابر ہے اور یمہ ثلاثہ کے نزدیک لفظ استدعا سے بیع منعقد ہوجاویگی مثلاً کسی نے کسیکو کہا کہ یہ چیز مجکو بیع اور اس نے جواب میں کہا کہ میں تجکو بیچدی۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک استدعا سے بیع منعقد نہ ہوگی تاوقتیکہ ایجاب و قبول نہ ہو۔

مسئلہ۔ اور جب بیع منعقد ہوگئی تو بمذہب امام شافعی اور احمد متبایعین کو اسی مجلس میں خیار ثابت ہے تاوقتیکہ جدا نہوں یا باہم کوئی خیار حاصل نہ کرلیں اور امام مالک اور ابی حنیفہ کے نزدیک خیار مجلس ثابت نہیں اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک شرط خیار تین روز کی جائز ہے اور تین دن سے زیادہ ناجائز ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک شرط خیار جس قدر ہو حاجت کے

اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ ان سے کسی شئے کی بیع ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر کتا قتل کیا جاوے یا ہلاک ہو جاوے تو اس کی قیمت نہیں ہے۔ اور تیل جب ناپاک ہو جاوے تو راجح مذہب امام شافعی سے یہی ہے کہ دھو ڈالنے سے بھی پاک نہیں ہوتا پس اس کی بیع جائز نہیں اور اسی مطابق امام احمد و مالک کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ناپاک تیل کی بیع ہر حال میں جائز ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق ام ولد کی بیع جائز نہیں اور بقول داؤد جائز ہے اور حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے بھی حکایت کی گئی ہے کہ جائز ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں جبکہ تدبیر مطلق ہو اور تدبیر مطلق اس کو کہتے ہیں کہ جس کو مالک نے کہا ہو کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے اور تدبیر مقید اس کو کہتے ہیں کہ مالک نے غلام کو کہا کہ جب میں اس سفر سے آؤں تو آزاد ہے یا اس بیماری سے مر جاؤں تو تو آزاد ہے۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وقف کی بیع جائز نہیں اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وقف کی بیع جائز ہے تاوقتیکہ حکم حاکم کا اتصال نہ ہوا ہو یا واقف نے مخرج وصایا سے اس کو نہ نکالدیا ہو۔

مسئلہ۔ غلام مشترک کو مشترک سے خواہ صغیر ہو یا کبیر ایمہ ثلاثہ کے نزدیک فروخت کرنا جائز ہے یعنے جو دو غلام آپسمیں شراکت نسب رکھتے ہیں اونمیں سے ایک کو بیچدینا جائز ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر وہ غلام مشترک صغیر سن ہو تو اس کے رشتہ دار سے جدا کر کے بیچدینا جائز نہیں۔ اور بالاتفاق عورت کا دودھ پاک ہے اور اس کا فروخت کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک اس کی بیع جائز نہیں۔ اور بیع مکانات مکہ کی یعنے جو حرم شریف میں حجرے بنے ہوئے ہیں امام شافعی کے نزدیک صحیح ہے

لہ قرابت دار غلاموں کی جدائی بوجہ بیع کے کہ وہ کسی حق سے نہ ہو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اور اگر کسی حق کیوجہ سے ہو مثلاً ایک نے جنایت کی اوسمیں دیا یا عیب کے سبب سے رد کیا گیا تو جدائی جائز ہے ۱۲ از نور الہدایہ در فصل مکروہات بیع۔

موت کے ساتھ خیار ساقط ہوجاویگا اور اُسی وقت اُس بیع کی ملک مدت خیار میں مشتری کی طرف منتقل ہوجاویگی - اور امام شافعی سے انتقال ملک میں کئی اقوال ہیں ایک یہ کہ نفس عقد کے ساتھ ملک منتقل ہوجاویگی ایسا ہی قول امام احمد کا ہے دوسرا یہ کہ خیار ساقط ہونے پر ملک منتقل ہوگی اور ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ و مالک کا ہے - تیسرا یہ کہ انتقال ملک موقوف ہے اگر جائز رکھا اُس نے اُسکو تو نفس عقد کے ساتھ انتقال ملک ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور یہی قول جو مذکور ہوا راجح ہے - اور اگر بیع باندی ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جملہ اقوال سے مشتری کو مدت خیار میں اُس باندی سے وطی کرنا حلال نہیں اور بائع کو اپنی مدت خیار میں اُس سے وطی کرنا جملہ اقوال سے حلال ہے اور وطی کرنے سے خیار منقطع ہوجاتا ہے - مشتری کی جانب سے خیار اسطرح منقطع ہوگا کہ اگر مشتری نے مدت خیار میں وطی کرلی تو اب مشتری واپس کرنے کا اختیار نہیں رکھتا - اور اگر بائع نے مدت خیار میں وطی کی تو اب بائع کو یہ اختیار نہیں رہا کہ مشتری کو دینا چاہے تو دے سکے - اور امام احمد کے نزدیک اُس باندی سے دونوں کو یعنے مشتری اور بائع کو وطی کرنا حلال نہیں ہے -

باب اُس کے بیان میں کہ جسکی بیع جائز ہی اور جس کی جائز نہیں

مسئلہ - بالاجماع عین طاہرہ یعنے جو شئے بنفسہٖ پاک ہے اُس کی بیع صحیح - اور جو فی نفسہا عین نجس ہے اُس کی بیع صحیح ہے یا نہیں؟ مثلاً کتا - شراب سرگین امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کتے اور سرگین کی بیع صحیح ہوگی - اور شراب کی خرید فروخت میں مسلمانکو چاہئے کہ کسی ذمی کو وکیل کرے اور اصحاب امام مالک سے بیع کلب میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک جواز مطلق ہے اور بعضوں کے نزدیک مکروہ اور بعضوں نے اسمیں اسطرح حجت پکڑی ہے کہ یہ خاصکر ماذون کو جائز ہے اور ماذون اُس غلام کو کہتے ہیں کہ جسکو بیع وشرا کی اجازت اس کے مالک نے دی ہو

پھنسی ہوئی ہیں اور مچھلی پانی میں اور جو غلام بھاگا ہوا ہو۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے منقول ہے کہ عبد آبق یعنے بھاگے ہوئے غلام کی بیع جائز ہے۔ اور عمر بن عبدالعزیز اور ابن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ اس مچھلی کی بیع جائز ہے جو بڑے حوض میں ہو اگرچہ اس کے پکڑنے میں محنت کثیر ہو۔ اور عین مجہول کی بیع ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے مثلاً غلام غلاموں میں سے اور کپڑا کپڑوں میں سے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں تین غلاموں میں سے ایک غلام کی بیع اور تین کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع بشرط خیار جائز ہے زیادہ میں جائز نہیں۔

مسئلہ۔ جو شے متعاقدین سے غائب ہے اس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا اس شے کی بیع مذہب امام مالک میں اور امام شافعی کے منجملہ دو قول کے قول راجح سے درست نہیں۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں درست ہے لیکن اسمیں مشتری کے لئے خیار ثابت ہے جسوقت کہ وہ اس کو دیکھے اور امام ابی حنیفہ کے اصحاب نے اس شے میں اختلاف کیا ہے کہ جسکی جنس اور نوع ذکر نہیں کی گئی ہو مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے اس چیز کو بیچا جو میری آستین میں ہے اور امام احمد سے غایب شئے کی بیع میں دو روایتیں ہیں اصح ادنمین سے یہ ہے کہ اس کی بیع درست ہے۔

مسئلہ۔ اندھا اگر بیچے یا خریدے بشرطیکہ بیع اور شرا کی وصف اس کے لئے بیان کردیجا دے۔ اور اس کا اجارہ اور رہن اور ہبہ امام شافعی کے منجملہ دونوں قول کے قول راجح سے بھی ثابت ہے کہ درست نہیں مگر وہ شئے کہ جسکا قبل اندھا ہونے کے اندازہ کرلیا ہو اور وہ شے اس قسم سے ہو کہ متغیر نہ ہو مثل حدید یعنے لوہے کے تو بیع درست ہے اور امام ابی حنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک اس کی خرید و فروخت درست ہے لیکن جب وہ اس کو چھوئیگا تو اس کے لئے خیار ثابت ہے۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک باقلا کی بیع اس کے چھلکے کے اندر جائز نہیں اور مذہب امام ابی حنیفہ میں جائز ہے۔ اور مشک اور اس کا نافہ اگرچہ زندہ سے جدا کیا ہوا ہو اصح مذہب امام شافعی میں پاک ہے اور بالاجماع اس کی بیع درست ہے اور گیہوں کو بالی میں بیچنا اصح قولین امام شافعی سے صحیح نہیں اور مذہب امام ابی حنیفہ و مالک اور احمد میں صحیح ہے۔

اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک صحیح نہیں۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں اصح اونمیں سے یہ ہے کہ بیع اور کرایہ صحیح نہیں اگرچہ وہ مکانات کسی مصلحت سے کشادہ ہووین اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک انکا کرایہ لینا مکروہ ہے۔

اور ریشم کے کیڑوں کی بیع ایمہ ثلاثہ کے نزدیک درست ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے[۵]۔

مسئلہ۔ غیر کے ملک کی شئے بدوں اجازت اُس کے مالک کے فروخت کرنا قول جدید راجح امام شافعی سے درست نہیں اور بقول قدیم موقوف علی الاجازت ہے یعنے مالک اگر اُس کی اجازت دیدیوے تو بیع نافذ ہو جائیگی ورنہ نافذ نہ ہوگی اور بقول امام ابی حنیفہ بیع صحیح ہوگی اور موقوف ہوگی اُس کے مالک کی اجازت پر اور خرید شئے اجازت پر موقوف نہیں ہے۔ اور مذہب امام مالک میں تمام اجازت پر موقوف ہے۔ اور امام احمد سے سب میں دونوں طرح روایتیں ہیں اور مذہب امام شافعی میں ہے کہ جس شئے پر ملک مستقر نہ ہو جاوے اُس کی بیع مطلقاً درست نہیں مثلاً قبل قبضہ کے بیع کرنا عقار ہو یا منقول اور اسی مطابق محمد بن الحسن کا قول ہے۔ اور امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ عقار یعنے زمین میں قبل قبض کے بیع جائز ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ طعام میں قبل قبض کے بیع جائز نہیں اور اس کے سوا اور میں جائز ہے اور مذہب امام احمد یہ ہے کہ اگر بیع کمیل یا معدود یا موزون ہو تو اُس کی بیع قبل القبض جائز نہیں اور اگر غیر ان کے اور اشیا ہیں تو اونمیں جائز ہے اور جو شئے نقل کیجاتی ہے اوسمیں قبضہ نقل سے ہو جاتا ہے اور جو شئے نقل نہیں کیجاتی مثلاً زمین یا پھل درختوں پر تو اوسمیں تخلیہ سے شئے قبضہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ۔ جس شے کے سپرد کرنے پر قادر نہو اُس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے چنانچہ

---

[۵] امام ابی حنیفہ و ابی یوسف صاحب کے نزدیک جب ان کیڑوں میں ریشم نکل آیا ہو تو کیڑوں کو ریشم کی تبعیت میں بیع کرنا درست ہے اور امام محمد صاحب کے نزدیک ہر صورت میں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۱۲ (از عمدۃ الہدایہ)۔

بہیڑ کی پیٹھ پر اُن بیچنا جائز نہیں اور امام مالک کے نزدیک بشرط قطع کرنے کے جائز ہے۔ اور تخمیناً دراہم اور دنانیر کی بیع کرنا ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جائز نہیں۔ اور اگر بکری کو اس شرط پر فروخت کیا کہ شیر دار ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں اور اگر کسی نے کسی کو کہا کہ بینے تجھے اس شے کو سو مثقال سونے چاندی کے عوض بیچا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک صحیح ہے آدھا سونا اور آدھی چاندی دیجاویگی۔

مسئلہ۔ مصحف یعنے قرآن شریف کا خریدنا بالاتفاق جائز ہے البتہ اس کی بیع میں اختلاف ہے ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بلاکراہت مصحف شریف کی بیع مباح ہے اور امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور ابن قیم جوزیہ نے ظاہر کیا کہ حرام ہے۔ اور مسلمان کو کافر کے ہاتھ پر قرآن فروخت کرنا ارجح قولین امام شافعی سے جائز نہیں اسیطرح امام مالک کی منجملہ روائتیں کے ایک روائت ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع درست ہوگی لیکن اس کو کہا جائیگا کہ اپنی ملک سے جدا کردے اسی موافق امام مالک کی دوسری روائت ہے اور امام احمد کے نزدیک مطلقاً صحیح نہیں ہے۔ اور عاصر خمر یعنے شراب کھینچنے والے کے ہاتھ پر انگور بیچنا بالاتفاق مکروہ ہے مگر امام احمد فرماتے ہیں کہ بیع صحیح نہیں ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ عاصر خمر کو فروخت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور ثوری سے منقول ہے کہ حلال شئے کو جسکو جی چاہے بیچدو۔

مسئلہ۔ ثمن ماء الفحل یعنے نر کی آب منی کی قیمت ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حرام ہے اور اس کے جست کی اُجرت بھی حرام ہے اور امام مالک کے نزدیک نر کا مادہ پر جست کرنا مدت معلومہ تک کہ اس مدت میں نر مادہ پر جست کریگا اس کے عوض اُجرت لینا جائز ہے۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ماں اور بیٹے میں جدائی کرنا تاوقتیکہ تمیز دار نہ ہو حرام ہے اور اگر بذریعہ بیع تفریق کرادی تو بیع باطل ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی لیکن تفریق فعل ممنوع جائز نہیں۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بھائیوں کے

مسئلہ - اگر کسی نے کہا کہ یہہ اناج کا ڈھیر میں نے تجکو بیچا ہر قفیز[1] کو ایک درہم کے
بدلے میں تو امام مالک اور شافعی اور احمد اور ابی یوسف و محمد کے نزدیک کل میں
بیع صحیح ہوگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اسطرح کہنے سے ایک قفیز میں بیع صحیح
ہوگی کل میں بیع صحیح نہیں ہوگی - اور اگر اسطرح کہا کہ میں نے تجکو دس قفیز اس
اناج کے ڈہیر میں سے بیچے اور وہ ڈہیر دس قفیز سے کسیقدر زیادہ ہے تو
بالاتفاق بیع صحیح ہوگی اور بقول داؤد صحیح نہ ہوگی اور اگر کسی نے اسطرح کہا کہ اس
زمین کو یا اس گلہ کو میں نے تجکو بیچا ہر ذراع اور ہر بکری کو بدلے میں ایک درہم
کے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں
ہوگی - اور اگر کسی نے اسطرح کہا کہ میں نے تجکو یہ دار دس ہاتھ بیچا اور وہ دار یعنے
گھر سو ہاتھ کا ہے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک دس ہاتھ میں بیع صحیح ہو جائیگی گرچہ
وہ گھر تقسیم شدہ نہ ہو - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع صحیح نہیں ہوگی - اور اگر
کسی نے کسی کو دس قفیز اناج کے ڈہیر میں سے فروخت کئے اور حال یہ ہے کہ
مشتری نے اُس کو اپنے طور پر پیمانہ کرکے قبضہ بھی کر لیا تہا لیکن بعد میں مشتری
نے اگر عود کیا کہ وہ نو قفیز نکلا اور بائع نے انکار کیا تو امام شافعی سے دو قول
ہیں اصح قول یہی ہے کہ مشتری کا قول مانا جاویگا اور اسی موافق مذہب امام
ابی حنیفہ سے منقول ہے - اور قول ثانی یہ ہے کہ بائع کا کہنا مانا جاویگا اور اسی
مطابق مذہب امام مالک کا ہے -

مسئلہ - شہد کی کہیوں کی بیع ایمہ ثلاثہ کے نزدیک درست ہے اگر اُن کے
چھتے میں دکھلائی دیتی ہوں یعنے محفوظ اور مقدور التسلیم ہوں اور امام ابی حنیفہ
کے نزدیک انکی بیع جائز نہیں[2] - اور جانور کے تھن میں دودھ فروخت کرنا ایمہ
ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور امام مالک کے نزدیک ان دنوں میں بیچا جائز
ہے کہ جن دنوں میں اُس کے دودھ کا اندازہ معلوم ہو - اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک

[1] قفیز پیمانہ ہے بارہ صاع اور مقدار زمین میں ایک سو چوالیس گز شرعی کا ہوتا ہے ۱۲ منہ سلمہ
[2] اگر ایک چھتے میں شہد اور کہیاں دونوں ہوں تو شہد کی تبعیت میں کہیوں کی بیع جائز ہوگی ۱۲ از نور الہدایہ

نہیں لے سکتا اُس کی قیمت لے لیوے۔ اور اگر بیع فاسد سے بائع نے زمین فروخت کی اور مشتری نے اُس زمین میں درخت لگائے یا مکان بنائے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بائع نہ درخت اُکھاڑ سکتا ہے اور نہ مکان گرا سکتا مگر بشرط ضمان نقصان ایسا کر سکتا ہے کہ مشتری کو اُس کی قیمت دیکر مالک ہوجاوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بائع اُس زمین کو نہیں پھیر سکتا ہاں مشتری سے اُس کی قیمت لے سکتا ہے اور امام ابی یوسف و محمد کے نزدیک مکان توڑ دیا جاویگا اور درخت اکھاڑ دے جاوینگے اور زمین بائع کو واپس کیجائیگی۔

باب فی تفریق الصفقہ یعنی اُن اشیاء کی بیع میں کہ جنمیں جائز اور ناجائز کو جمع کر دیا ہو

مسئلہ۔ بیع میں اگر جائز اور ناجائز کو جمع کیا چنانچہ آزاد اور غلام کو یا اپنے غلام اور غیر کے غلام کو یا مردار و ذبح کیے ہوئے کو تو امام شافعی سے اسمیں دو قول ہیں اظہر اونمیں کا یہ ہے کہ جسمیں بیع جائز ہے اوسمیں جائز ہوگی اور جسمیں ناجائز ہے اوسمیں باطل ہوگی اور ایسا ہی قول امام مالک کا ہے۔ اور قول ثانی یہ ہے کہ دونوں کی بیع باطل ہوگی اور جب بائع نے جہل کیا تو اوس وقت اظہر قول راجح یہی ہے کہ مشتری کو اختیار ہوگا چاہے لیوے یا نہ لیوے اور اگر بائع نے بیع کو نافذ کردی تو مشتری بیع جائز کے حصہ کو ثمن دیکر لے لیوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر اونمیں سے کسیکا فساد نص یا اجماع سے ثابت ہو جاوے چنانچہ آزاد اور غلام کو بیچا تو آزاد کی بیع نص اور اجماع سے ثابت نہیں ہے اس صورت میں دونوں کی بیع فاسد ہو جائیگی اور اگر فساد اس قسم کا نہیں ہے تو بیع اوسمیں صحیح ہوگی کہ جسکی بیع جائز ہے اُس کے حصہ کا ثمن دیکر لے لیوے جیسے کہ اپنی لونڈی اور ام ولد کو بیچا تو محض غلام کی بیع اُس کے حصہ ثمن کے عوض جائز ہوگی اور اگر کسی نے ایسے ذبیحے بیچے کہ ایک پر تسمیہ پڑھا گیا تھا اور ایک پر نہ پڑھا گیا تھا تو بمذہب امام ابی حنیفہ کسی کی بیع صحیح نہیں ہوگی مگر امام ابی یوسف و محمد کے

درمیان تفریق جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں۔

باب اون اشیا کے بیان میں کہ جنکی بیع فاسد ہے اور اُنکی کہ جنکی فاسد نہیں

مسئلہ۔ اگر غلام کو بشرط آزاد کرنے کے بیچا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع صحیح ہو جائیگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں مشہور یہ ہے کہ صحیح نہیں۔ اور اگر غلام کو بشرط ولاء بیچا یعنے بائع نے یہ شرط کی کہ ترکہ اس کا میں لونگا تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں اور اصطخری اصحاب امام شافعی سے منقول ہے کہ بیع صحیح ہے لیکن شرط باطل ہے۔ اور اگر ایسی شرط ہے کہ جو بیع کو مقتضی نہیں ہے مثلاً غلام کو اس شرط پر بیچا کہ اُسکو نہ بیچنا اور نہ آزاد کرنا یا مکان کو اس شرط پر بیچا کہ میں اسمیں سکونت رکہونگا یا کپڑا اس شرط پر بیچا کہ بائع اس کو مشتری کے لئے سیدیوے گا تو اس قسم کی بیع امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک باطل ہے۔ اور ابن ابی لیلے اور نخعی اور حسن کا قول ہے کہ بیع صحیح ہوگی اور شرط فاسد اور ابن شبرمہ کے نزدیک بیع اور شرط دونوں جائز ہیں۔ اور امام مالک سے منقول ہے کہ جب کسیقدر منافع کو بیع میں شرط کرے جیسا نچہ سکونت مکان تو بیع صحیح ہوگی اور مذہب امام احمد میں اگر شرط سکونت ایک روز یا دو ... کی کی تو عقد بیع فاسد نہیں ہے۔

مسئلہ۔ جب بیع فاسد میں مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا تو باتفاق ایمہ ثلاثہ وہ اُس مبیع کا مالک نہ ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جبکہ اُس نے بائع کی اجازت سے قبضہ کیا اُس کا عوض دیکر تو اب مشتری کو اُس کی قیمت بازاری دینا ہوگی (ثمن جو آپس میں ٹہرا تھا دینا نہیں ہوگا) اور مشتری اور بائع کو اختیار ہے کہ اُس بیع کو فسخ کر دیوے اور اگر بائع اُس عین کو پہیر لیوے تو جو کچھ بائع نے ثمن سے نفع حاصل کیا وہ بائع کو حلال ہے اور مشتری کو مبیع سے جو نفع ملا وہ حلال نہیں۔ اور جبکہ مشتری نے مبیع میں تصرف کیا مثلاً مبیع کو ہبہ کر دیا یا فروخت کر دیا یا غلام تھا اُس کو آزاد کر دیا تو اب اُس بیع کی فسخ کا اختیار نہیں رہا بائع اُس کو واپس

کوئی شے غائب کو حاضر کے ساتھ بیع نہیں کیجا سکتی اور بالاتفاق سونے کو چاندی کے ساتھ اور چاندی کو سونے کے ساتھ کم وبیشی پر فروخت کرنا جائز ہے - اور گیہوں کو گیہوں کے ساتھ اور جو کو جو کے ساتھ اور چھوارونکو چھواروں کے ساتھ اور نمک کو نمک کے ساتھ اندازہ سے فروخت کرنا جائز نہیں مگر ہاتھوں ہاتھ برابر کو برابر کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے اور بیع کھجور کی نمک کے ساتھ اور نمک کی کھجور کے ساتھ کم وبیشی پر دست بدست جائز ہے اور قبل قبض متعاقدین کو جدا ہونا جائز نہیں مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے - اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ڈھلے ہوئے کی بیع مضروب کے ساتھ یعنے ٹھپہ لگے ہوئے کے ساتھ بشرط کم وبیش جائز نہیں اور امام مالک سے منقول ہے کہ اس کی جنس سے اس کی قیمت کرکے فروخت کرنا جائز ہے - اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک متعاقدین کو ایسے بیع میں جو بعض مطعومات کی بعض مطعومات سے ہوئی ہو قبل تقابض جدا ہونا جائز نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے البتہ بالخصوص سونے چاندی کی بیع میں مذہب امام ابی حنیفہ میں جدا ہونا حرام ہے -

مسئلہ - سونے چاندی اور ماکول ومشروب کے سوا اور اشیاء میں ادھار اور کم وبیش لینا دینا اور قبل قبض متفرق ہونا حرام نہیں اور نہ اوس میں کوئی جہت رباکی ہے - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایک ہی جنس کی بیع میں ادھار حرام ہے اور امام مالک کے نزدیک ایک حیوان کی بیع دو حیوان کے عوض ایک ہی جنس سے ہوں اور ایک ہی کام کے ارادے سے مثلاً ذبح یا اور کسی کام کو لیا دیا ہو تو جائز نہیں ہے - اور جبکہ اشرفیوں اور روپیوں کی بیع اونکے اعیان کے ساتھ ہو تو مذہب امام شافعی اور مالک اور احمد میں انکا متعین ہونا ضرور ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نفس بیع میں متعین ہونا ضرور نہیں - اور بالاتفاق بیع دراہم مغشوش کے بعض کی بعض کے ساتھ جائز نہیں اس کے عوض اور سامان خرید لینا جائز ہے لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب غش یعنے کھوٹا پن غالب ہو تو جائز نہیں -

مسئلہ - ہر ایک ایسے دو شے جو اپنا اپنا نام رکھتی ہیں اور در اصل خلقت میں

نزدیک اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا تو ذبح کی ہوئی بکری کی بیع جائز ہے دوسرے کی نہیں۔ اور اگر کسی نے کوئی شئے فروخت کی اور پانسو روپیہ نقد لئے اور پانسو کی میعاد ٹھہرائی کہ جب تمہارے پاس ہوں دیدینا تو سب کی بیع فاسد ہے اور مذہب امام احمد میں دو روائیتیں مثل دونوں قول امام شافعی کے ہیں۔

باب الربوٰ یعنے سود کے بیان میں

مسئلہ۔ وہ اعیان منصوص جنمیں ربا حرام ہے بالاجماع چھ ہیں سونا۔ چاندی گیہوں جو۔ چھوارے۔ نمک۔ سونے اور چاندی میں امام شافعی کے نزدیک علت واحدہ لازمہ سے ربا حرام ہے اور وہ علت واحدہ دونوں میں جنس ثمن ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک انمیں علت جنس وزن ہے اور تمام موزونات میں ربا حرام ہے اور باقی اشیاء اربعہ کی علت میں امام شافعی سے دو قول ہیں قول جدید یہ ہے کہ انمیں علت مطعومہ ہے یا موزونہ یا مکیلہ۔ اور بقول اہل ظاہر ربا غیر معلل اور منصوص علیہ کے ساتھ مختص ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک انکمیں علت مکیلہ ہوتا ہے لیکن ایک جنس میں اور امام مالک کے نزدیک انمیں علت ربا کی قوت ہے اور وہ شئے جو قوت کی صلاحیت رکھتی ہے کسی جنس میں ہو اور وہ ذخیرہ کیجاتی ہو۔ اور امام احمد سے دو روائیتیں ہیں ایک روائیت مثل قول امام شافعی کے اور دوسری روائت مثل قول امام ابی حنیفہ کے اور بقول ربیعہ جسمیں زکوٰۃ ہے اوسمیں ربا حرام ہے پس ایک اونٹ کی بیع عوض دو اونٹ کے ناجائز ہے اور بقول ابن سیرین انمیں علت انفراد جنس ہے یعنے ایک ہی جنس کو بدلنا اور ایک جماعت صحابہ سے منقول ہے کہ ربا نسیئہ ہیں یعنے اُدھار میں ہے بیش زیادہ لینا حرام نہیں ہے۔

مسئلہ۔ باجماع مسلمانان سونے کی بیع تنہا سونے کے ساتھ اور تنہا ورق کی ورق کے ساتھ ورا ن کے سوا غیر گداختہ ٹکڑوں اور سکوں اور زیور کی جائز نہیں ہے مگر مثل کو بعوض مثل کے اور وزن بوزن اور دست بدست جائز ہے اور ان اشیاء مذکورہ

ایک مُد کے اور ایک درہم مقابل ایک مُد کھجور کے اور اسیطرح ایک جنس کی دو نوع کو کہ جو قیمت میں ایک دوسرے سے مخالف ہو فروخت نہیں کیجاویگی مثلاً ایک دینار صحیح اور ایک دینار قُراضہ کو یعنے دینار کے ٹکڑے کو بدلے دو دینار صحیح کے فروخت کرنا جائز نہیں۔ امام احمد کے نزدیک بھی ایک جنس کی نوعین میں بیع ناجائز ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں ہر ایک ایسی اشیا میں بیع کرنا جائز ہے۔

مسئلہ۔ تر کھجور کی بیع خشک کھجور کے ساتھ جو زمین پر ہوں یعنے درخت پر سے اُتار لیئے گئے ہوں جائز نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک انکا جواز فقط کیل کی رو سے ہے۔ امام شافعی کے نزدیک عرایا یعنے درخت پر کی رطب یعنے خرما کو چھاروں کے عوض جو درخت سے اُتار لیئے گئے ہوں کونت کر بیچنا پانچ وسق یعنے تین سو صاع سے کم میں جائز ہے اور قول راجح امام شافعی سے یہی ہے کہ وہ خرمی درخت پر خاص محتاجوں کے لئے نہ چھوڑے گئے ہوں اور ایسا ہی قول امام احمد کا ہے۔ لیکن منجملہ روائیتیں ایک روائیت میں امام احمد نے فرمایا ہے کہ رطب کو کونت کر عوض تمر کے جو اس کے برابر ہو بیع کرنا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ موضع مخصوص میں جائز ہے یعنے ایسے جگہ کہ جہاں کسیکو کسی نے درخت خرما جو کسی احاطہ کے اندر ہو اور اوسپر دخل مشکل ہو بخشش کیا تو اُس کے عوض تمر کونت کر حیلہ خرید لے۔ اور عقود متفرقہ میں عرایا یعنے درخت پر کی کھجوروں کو کونت کر بیچنا اگرچہ پانچ وسق یعنے تین سو صاع سے زیادہ ہوں جائز ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ عریہ واحدہ میں بیع جائز نہیں۔

مسئلہ۔ حب یعنے دانہ کی بیع عوض آٹے کے جو اسی جنس سے ہو مذہب امام ابی حنیفہ و شافعی میں اور ایک روائت امام احمد میں ناجائز ہے اور امام مالک کے نزدیک اُس کی بیع کیل سے جائز ہے اور امام احمد کی دوسری روایت میں اُسکی بیع وزن سے جائز ہے۔ اور ابو ثور فرماتے ہیں کہ آٹے کی بیع گیہوں کے ساتھ متفاضلاً جائز ہے اور گیہوں کے آٹے کی بیع گیہوں کے آٹے کے عوض امام شافعی

متفق ہیں وہ ایک جنس کہلائیگی اور جو در اصل خلقت میں متفق نہیں ہیں وہ دو جنس ہیں امام مالک کے نزدیک گیہوں اور جو ایک جنس سے ہیں اور گوشت اور دودھ کی بابت امام شافعی سے کئی اقوال ہیں اصح انکا یہی ہے کہ وہ اجناس کہلائینگے اور اسی موجب امام ابی حنیفہ کا قول ہے اور مذہب امام مالک اور شافعی میں لوہے اور کہتیر میں اور جو شئے انکے مشابہ ہے اسمیں ربا نہیں ہے اسواسطے کہ سونے اور چاندی میں علت ثمنیت ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اور امام احمد کی منجملہ روایتیں کے اظہر روایت یہی ہے کہ کہتیر اور تانبے اور جو انکے مشابہ ہے اوسمیں یہی ربا ہے۔

مسئلہ۔ اعتبار برابر کا اس شئے میں ہے جو ناپی اور تولی جاتی ہے عرب میں اور جس شئے کا حال معلوم نہ ہو کہ عرب میں تولی جاتی ہے اسمیں شہر کے عادت کی رعایت کی جاویگی کہ آیا شہر میں ناپی جاتی ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جس شئے کیلئے کوئی نص نہیں ہے اوسمیں شہر کے لوگوں کی عادت کا اعتبار کیا جاویگا۔ اور عرب کے تول اور ناپ کا اعتبار زمانہ رسول اللہ صلعم سے ہے جو شئے اس زمانہ میں ناپی جاتی تھی وہ کیلی ہے اور جو تولی جاتی تھی وہ وزنی ہے اگرچہ اب اس کے برعکس ہو جاوے تو اس کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ۔ جس شئے میں ربا حرام ہے اس شئے کے بعض کو بعض کے ساتھ انداز سے سوا عرایا یعنے درخت پر کی کھجوروں کے فروخت کرنا جایز نہیں اور مذہب امام مالک میں جنگل میں کیلی اشیاء کو انداز پر فروخت کرنا جایز ہے اشیاء وزنی کی بیع جائز نہیں۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک جسمیں ربا حرام ہے اس کے بعض کو بعض کے ساتھ اور احد العوضین کو جنس آخر کے ساتھ جو قیمت میں اس سے مخالف یعنے کم و بیش ہو فروخت کرنا جائز نہیں چنانچہ سیر بھر گیہوں اور سیر بھر جو کو بعوض دو سیر گیہوں اور دو سیر جو کے بیچنا اور ایک مد کھجور اور ایک درہم کو مقابل دو مد کھجور کے بیچنا مگر امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک جایز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دو سیر گیہوں مقابل سیر بھر جو کے اور دو سیر جو مقابل سیر بھر گیہوں کے اور اسیطرح ایک مد کھجور مقابل

پردے۔ اور الماری۔ وزینہ جو میخوں سے گڑے ہوں اور امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ جو شئے حقوق دار میں ہے وہ بیع میں شامل نہیں اگرچہ وہ اُس سے متصل ہوں اور امام زفر سے منقول ہے کہ جو اوزار اور اسباب دار میں ہے وہ بیع میں داخل ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جب ایسے چھوارونکے درخت کو کہ جسکے اوپر شگوفہ بغیر پیوند کا ہے تو بیع میں داخل ہوگا اور اگر شگوفہ پیوندی ہے تو بیع میں داخل نہ ہوگا۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں بہرحال وہ بائع کے ہونگے اور ابن ابی لیلے فرماتے ہیں کہ پھل بہرحال مشتری کے ہونگے۔

مسئلہ۔ جب غلام یا لونڈی کو فروخت کیا اور وہ کپڑے پہنے ہوئی ہو تو باالاتفاق وہ کپڑے بیع میں داخل نہ ہونگے اور ابن عمر سے منقول ہے کہ وہ سب شئے جو اوسپر ہے بیع میں داخل ہونگے۔ اور ایک قوم کا قول ہے کہ وہ کپڑے جس سے ستر عورت کئی ہوئی ہے وہ بیع میں داخل ہے۔ جھول۔ باگڈور۔ لگام چوپایہ کی بیع میں بالاتفاق داخل نہیں اور ایک قوم کے نزدیک بیع میں داخل ہی اور جب کسی نے درخت فروخت کیا اور اوسپر پھل لگے ہوئے ہیں تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بائع کو اُس کے کاٹنے کی تکلیف اُسوقت تک نہ دیجاویگی جبتک کہ حسب عادت کاٹنے کا وقت نہ آوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فی الفور اُسکو قطع کرنا لازم ہے۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک پھل اور زراعت کی بیع قبل اس کے کہ انھوں نے صلاحیت پیدا نہ کی ہے بدوں شرط قطع کے جائز نہیں اور مذہب امام ابی حنیفہ میں مطلقاً جائز ہے کیونکہ اُنکے نزدیک یہ بیع مقتضی ہے قطع۔ اور اگر بعد صلاحیت پیدا ہونے کے فروخت کیا تو بہرحال ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس کی بیع بشرط تبقیہ جائز نہیں البتہ اسی باغ میں جو اُسکے ساتھ ہے وہ جوانہ بیع میں تبع ہے اور جو دوسرے باغ میں ہے وہ امام شافعی اور احمد کے نزدیک تبع نہیں ہے یعنے اُس بیع کی اتباع میں اُس کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اور مذہب امام مالک میں ہے کہ وہ شئے کہ جسکا تجاوز کیا یعنے زیادتی پیدا ہوگئی اُس کی بیع جائز ہے بشرطیکہ صورت صلاحیت معہود ہو اور امام مالک سے

اور مالک کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور مذہب امام احمد میں جائز ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اونمیں سے ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ جائز ہے جبکہ وہ لطافت اور خشونت میں برابر ہوں اور آٹے کی بیع اُس کے روٹی کے ساتھ جائز نہیں۔ اور اصحاب امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ گیہوں کی بیع مقابل روٹی کے متفاضلاً جائز ہے اور روٹی کے مقابل جائز نہیں جبکہ وہ دونوں تر یا ایک اونمیں سے رَطب یعنے تازہ ہو۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ متماثل یعنے برابر برابر جائز ہے۔ اور اگر سونے کو عوض سونے کے تخمیناً بلا وزن پیمانہ فروخت کیا تو درست نہیں اور امام ابی حنیفہ سے منقول ہے کہ قبل تفریق دونوں متعاقدین نے برابری کو جان لیا تھا تو بیع درست ہوگی۔ اور اگر بعد تفریق جانا تو صحیح نہیں ہوگی اور امام زفر سے منقول ہے کہ ہر حال میں درست ہوگی۔ اور جب دو شخصوں نے باہم اشیاء صرف یعنے نقدین میں خرید و فروخت کی اور بعض ثمن صرف کو قبض کیا اور جدا ہو گئے تو کل عقد باطل ہو جائیگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جسمیں قبضہ کر لیا اوسمیں بیع جائز ہوگی اور جسمیں قبضہ نہیں کیا اوسمیں باطل ہوگی اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر ایک وہ حیوان کہ جسکا لحم کھایا جاتا ہے اُس کے جنس کے لحم کی عوض اوس حیوان کی بیع جائز نہیں۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اسطرح کی بیع جائز ہے۔

باب بیع الاصول والثمار یعنے بیخون اور پھلو نکے اُن حقوق کے بیان میں جو بیع میں داخل ہوتے ہیں یا نہیں

مسئلہ۔ بالاتفاق بیع مکان میں یعنے حویلی میں زمین اور کل بنار داخل ہیں یہانتک کہ اسمیں حمام بھی داخل ہیں مگر اشیاء منقولہ داخل نہیں چنانچہ ڈول۔ چرخی۔ تخت اور یہ چیزیں داخل ہیں ابواب منصوبہ یعنے جو دروازے کھڑے کیے گئے ہوں اور

اُس کے روبرو پھیر دیوے۔ اور اگر بعد قبضہ کے اختیار رد ہوا تو بائع کی رضامندی سے بیع فسخ ہوگی یا حاکم کے حکم سے اور رد بالعیب امام ابی حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک تاخیر کے ساتھ ہوسکتی ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک فی الفور ہے
مسئلہ۔ جب بائع مشتری کو کہے کہ شئے مبیع رکھ لے اور قیمت نقصان عیب کی لیلے تو ایسے صورت میں بالاتفاق مشتری پر جبر نہیں کیا جائیگا۔ اور اسیطرح اگر مشتری فروشندہ کو کہے تو بائع پر بھی جبر نہیں کیا جائیگا اور اگر مشتری اور بائع رضامند ہوگئے تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک صلح صحیح ہوگی اور اسیکو ابن سریج جو ایمہ شافعیہ سے ہیں ترجیح دیتے ہیں۔ اور جمہور اصحاب امام شافعی کے نزدیک ترجیح اسپر ہے کہ صلح منع ہے اور اس کی نظیر شفعہ میں ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ مشتری بیع کو روک لے اور جسقدر اس عیب کے سبب قیمت میں نقصان ہو اُس قدر قیمت کا مطالبہ بائع سے کرے اور بائع سے زبردستی اوسیقدر نقصان دلایا جائیگا اور جب بائع سے ملاقات کی اور قبل رد کرنے کے سلام کیا تو رد کرنے کا حق بالاتفاق ساقط نہ ہوگا اور محمد بن حسن کا قول ہے کہ ساقط ہوگا۔
مسئلہ۔ بیع کے ثمن کے قبض کرنے کے بعد بیع میں کوئی عیب پیدا ہوگیا تو امام ابی حنیفہ و شافعی کے نزدیک مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ عہدت رقیق یعنے غلام کے لئے عہد تحریری تین دن تک ہے مگر جذام اور برص اور جنون کے واسطے عہد نہیں ہوگا اور اگر تحریر اس طرح لکھدی کہ ایک سال تک اگر کوئی عیب حادث ہوگا تو میں واپس لے لونگا تو بھی مشتری کو خیار ثابت ہوگا۔ اور جبکہ دو شخصوں نے ملکر ایک شئے کو خرید کیا اور پھر اوسمین عیب ظاہر ہوا اور ایک خریدار نے واپس پھیر دینے کا ارادہ کیا اور دوسرے حصہ دار نے ارادہ نہیں کیا تو نزدیک امام شافعی اور احمد و ابی یوسف و محمد اور امام مالک کی منجملہ روایتیں سے ایک روایت میں ہے کہ ایک حصہ دار کو جائز ہے کہ اپنا حصہ رد کر دیوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اکیلا ایک حصہ دار رد نہیں کر سکتا جبتک کہ دوسرا حصہ دار بھی رد نہ کرے۔

منقول ہے کہ جب صورت صلاحیت ظاہر ہوگئی درخت خرما میں تو بیع شہر کے پھلونکی جائز ہوگی - اور بقول لیث جب باغ میں صلاحیت کی صورت ظاہر ہو اُس کے جنس کے پھلوں میں تو اوسوقت اُس باغ کے تمام جنس کے پھلونکی بیع جائز ہوگی -

مسئلہ - جب ثمرہ ظاہرہ اور اسکو جو اُس کے بعد ظاہر ہوگا فروخت کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد بیع صحیح نہ ہوگی اور امام مالک کے نزدیک صحیح ہوگی اور جب صُبرہ یعنے انبار غلہ وغیرہ فروخت کیا اور اوسمیں سے کیئے مُد یا صاع معلومہ مستثنیٰ کیئے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک درست نہیں ہے اور اسیطرح نہ کسی شجرہ سے شاخ مستثنیٰ کیجاوے لیکن بمذہب امام مالک ایسا جائز ہے - اور جب کسی نے کہا کہ اس باغ کے ثمرے یعنے پھلکو فروخت کیئے مگر ربع اُس کا فروخت نہیں کیا تو بالاتفاق بیع صحیح ہوگی - اور اوزاعی سے منقول ہے کہ صحیح نہیں ہے جب کوئی بکری بیچے اور اوسمیں سے جلد یا اُس کے کسی شئے کو مستثنیٰ کردے تو مذہب امام ابی حنیفہ و شافعی میں ایسا سفر اور حضر میں جائز نہیں اور بمذہب امام احمد گوسپند کے سر اور ہاتھ پاؤنکی بیع میں اسطرح جائز ہے - اور بمذہب امام مالک ایسا سفر میں جائز ہے نہ حضر میں -

باب جانوروںکے تھنونمیں دودہ روک کر اُنکو بیچنے اور عیب کے سبب رد کرنیکے بیان میں

مسئلہ - اونٹنی اور گائے اور بھیڑ بکری کے تھنونمیں دودہ جمع کرکے پھر اونکو از راہ فریب اس خیال سے فروخت کرنا کہ خریدار کو زیادہ دودہ والی معلوم ہوں بالاتفاق حرام ہے اور ایسے صورت میں ایمہ ثلاثہ کے نزدیک خریدار کو خیار ثابت ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ثابت نہیں اور جب خریدار کو خیار ثابت ہوجاوے تو بائع کی حضوری اور رضامندی کی حاجت نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر قبل از قبضہ کے اختیار رد حاصل ہو تو بائع کے موجود ہونے کی احتیاج ہے

امام شافعی میں راجح یہ ہے کہ رد کر دیوے۔ اور بقول امام مالک اور منجملہ روایتیں ایک روائت امام احمد سے اس کو رد نہ کرے اور نہ ارش لے یعنے اُس کا حرجہ نہ لیوے
مسئلہ۔ اگر بیع میں عیب پایا گیا اور مشتری کے پاس وہ عیب حادث ہوا ہے تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اُس کا رد کرنا جائز نہیں مگر فروشندہ راضی ہو جاوے اُس صورت میں حرجہ دیکر پھیر دیوے۔ اور بقول امام مالک اور احمد مشتری کو اختیار ہے چاہے پھیر دیوے اور حرجہ عیب حادث کا دیدیوے یا اُس کو لے لیوے اور حرجہ عیب قدیم کا لے لیوے۔
مسئلہ۔ عیب وہی ہے جسکو لوگ عیب شمار کرتے ہوں چنانچہ اندھا بہرا گونگا لنگڑا۔ گندہ دہن بستر میں پیشاب کر دینا۔ زنا کرنا۔ شراب پینا۔ قذف یعنے تہمت زنا لگانا۔ نماز ترک کرنا۔ چغلخوری کے لئے چلنا۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک گندہ دہنی بچھونے میں پیشاب کر دینا۔ اور زنا۔ یہ عیب لونڈی میں ہوتے ہیں نہ غلام میں اور جب لونڈی گانے والی ہوئی تو مشتری کو خیار ثابت نہیں اور امام مالک کے نزدیک خیار ثابت ہوگا۔ جب کسی غلام کو خریدا اور بائع کیطرف سے ماذون فی التجارت تھا اس لئے اوسپر قرضے ہیں تو بمذہب امام شافعی اور احمد مشتری کو خیار ثابت نہیں اور امام مالک کے نزدیک مشتری کو خیار ثابت ہوگا اور بمذہب امام ابی حنیفہ اُس کی بیع ہی باطل ہے اُس بنا پر کہ تعلق دین یعنے قرضہ کا اُس کے غلام سے ہے۔
مسئلہ۔ کسی غلام کو کافر جانکر خریدا اور وہ مسلمان نکلا تو مشتری کو بالاتفاق خیار ثابت ہوگا اور اگر مسلمان جانکر خریدا اور وہ کافر نکلا تو مشتری کو خیار ثابت نہیں ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک خیار ثابت ہوگا۔ کسی لونڈی کو ثیبہ جانکر خریدی اور وہ باکرہ نکلی تو مشتری کو خیار نہیں ہے۔ اور اگر کسی لونڈی کو خریدکی بعد ظاہر ہوا کہ اسکو حیض نہیں آتا ہے تو مشتری کو خیار نہیں ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خیار ثابت ہے کھانا کھانے کے بعد یا ہلاک عیب کے بعد کھانے یا غلام میں عیب معلوم ہوا تو اُس عیب کا نقصان جتنا ہو بائع سے لے لیوے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عیب کا ہرجا اب نہیں لے سکتا۔

مسئلہ۔ جب بیع میں زیادتی پیدا ہوگئی چنانچہ اولاد یا پھل تو بمذہب امام شافعی اور احمد یہ ہے کہ جو شئے بیع میں زیادہ ہوئی اُس کو رکھ لے اور اصل بیع کو پھیر دیوے اور مذہب امام مالک میں یہ ہے کہ اگر لڑکا لڑکی ہوا تو اصل بیع کے ساتھ رد کر دیوے اور اگر پھل پیدا ہوگئے تو پھلوں کو رکھ لیوے اور اصل کو رد کر دیوے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ یہ ہے کہ جب مشتری کے پاس بیع میں زیادتی پیدا ہو جاوے اُسوقت عیب کے سبب رد کرنا بہر حال منع ہے۔

مسئلہ۔ اگر بیع لونڈی ہے اور مشتری نے اُس سے وطی کی پھر اُس کو معلوم ہوا کہ اسمیں عیب ہے تو بمذہب امام شافعی اور امام مالک اور احمد کی منجملہ روایتیں کے ایک روائت سے یہ ہے کہ اُس کو پھیر دیوے اور اُس کے ساتھ کچھ نہ دیوے اور امام ابی حنیفہ اور اُنکے اصحاب کے نزدیک وطی کرنے کے بعد رد نہیں کر سکتا اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ اسکو رد کر دیوے اور اُس کے ساتھ اُس کا مہر مثل بھی دیوے۔ اسیطرح حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی گئی ہے۔

مسئلہ۔ جب مشتری نے مبیع میں عیب پایا اور وہ مبیع اُس کے پاس ایسے فعل سے ناقص ہوگئی کہ جس فعل سے عیب پر آگاہ ہونا موقوف نہیں ہے چنانچہ وطی بکر و قطع ثوب و تزویج امہ تو بمذہب امام ابی حنیفہ و شافعی رد نہیں کر سکتا لیکن اُس عیب کے سبب جسقدر نقصان قیمت میں آیا ہو اوسقدر قیمت بائع سے واپس لے لیوے۔ اور بمذہب امام مالک اسکو رد کر دیوے اور بکارت زائل ہونے سے جو قیمت میں نقصان آیا ہوا وسقدر بائع کے حوالہ کر دیوے۔ اور ایسا ہی امام احمد سے اُس کے اصل بنا پر مشہور ہے کیونکہ اونکے نزدیک جو عیب حادث ہو وہ رد کرنیکو مانع نہیں ہے۔ اور اگر عیب پایا گیا اور بیع میں ایسے فعل سے نقصان آگیا کہ جسکے باعث عیب پر آگاہی موقوف ہوئی یعنے اسمیں قدیم کا عیب معلوم نہیں ہوتا ہے مگر اُس فعل کے سبب ہی معلوم ہونے لگا چنانچہ خربا سیاہ رنگ اور انڈے اور خربوزے پس اگر اونمیں کسیقدر شکستگی آوگی تو فوراً عیب معلوم ہوگا اس صورت میں مذہب امام ابی حنیفہ میں رد نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی ایک قول امام شافعی کا ہے مگر مذہب

بری ہوگا کہ جسکو وہ نہیں جانتا تھا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس صورت میں
براءت غلام میں جائز ہوگی نہ غیر غلام میں پس جسکو نہ جانتا تھا اس سے بری ہوگا
اور جسکو جانتا تھا اس سے بری نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ اقالہ یعنے شے خریدی ہوئی کو برضامندی بائع پھیر دینا امام مالک کے نزدیک
بیع ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فسخ ہے اور یہی مذہب امام شافعی راجح
ہے ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اقالہ قبل قبض فسخ ہے اور بعد قبض بیع مگر عقار یعنے
زمین میں ایسا کرنا مطلقاً بیع ہے۔

باب مرابحت یعنے نفع کرکے بیچنا یا دام پر یا اصل قیمت سے کم پر بیچنا

مسئلہ۔ کسی نے سامان خریدا اس سامان کو امام شافعی کے نزدیک جائز ہے
کہ جس سے خرید کیا اسی کو یا کسی دوسرے کو پھر فروخت کردے خواہ اسی قیمت
پر کہ جتنے میں خرید کیا تھا خواہ زیادہ یا کم پر قبل قیمت لینے یا بعد لینے کے۔ اور امام
ابو حنیفہ اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ جس سے اس نے خرید کیا اس کو قیمت
بیع اول کی ندی اس صورت میں پھر اسی کے ہاتھ پر جس قیمت پر لیا تھا اسی قیمت
پر فروخت کرنا ناجائز ہے۔ اور کسی سے کوئی شئے خرید کی اوسیکو وہ شئے
واپس نفع پر فروخت کرنا مشتری کو بالاتفاق اس طریق سے جائز ہے کہ اصل
قیمت بیان کرکے قدر نفع کو بیان کردے مثلاً یوں کہے کہ یہ شے یعنے تم کو فروخت
کی اس کے راس المال پر اور اس نفع پر چنانچہ دس درہم میں ایک درہم کے
نفع پر اور اسکو ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ نے مکروہ جانا ہے۔ اور اسحٰق بن راہویہ
نے اسکے جواز کو منع فرمایا ہے۔ اور جب کوئی سامان اُدھار خرید کیا تو اب بالاتفاق
مشتری پر ثمن مطلق کے لئے جبر نہیں کیا جاویگا بلکہ میعاد بیان کیجاوے اور
بقول اوزاعی مطلق اُدھار پر عقد بیع لازم ہوگا۔ اور مشتری کے ذمہ اس کا
ثمن ثابت ہوگا۔ اور بمذہب ایمہ مشتری کو خیار ثابت ہوگا۔ بشرطیکہ اُدھار کی

مسئلہ۔ جب غلام مال کا مالک ہوا اُس کو مالک نے فروخت کر دیا تو بالاتفاق وہ غلام کا مالک ہے لیکن اُس کا مال اُس کے بیع میں داخل نہیں ہوگا مگر مشتری شرط کرلے تو وہ مال بھی اس کے بیع میں داخل ہو جاویگا۔ اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ اُس کا مال مطلق بیع میں تبعاً داخل ہو جائیگا اور اسیطرح جب اُس کو آزاد کریگا اس کا مال ہے اُس کے اتباع میں آزاد ہوگا ایسے ہی امام مالک سے حکائیت کی گئی ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے غلام کو بیچا تو تین رات دن تک امام مالک کے نزدیک بائع ذمہ دار ہے چنانچہ اس مدت میں وہ مر جاوے تو بائع ضامن ہے اُس کی قیمت مشتری کو واپس دیدے اس کا نفقہ بائع پر ہوگا اور پھر اُس کے بعد ان بیماری کی ذمہ داری یعنے جنون جذام۔ برص کی سال بھر تک بائع پر ہے اگر سال بھر میں ان میں سے کوئی بیماری مذکورہ بالا سے غلام کو ہوگئی تو مشتری بائع کو رد کر دیگا۔ اور جب سال پورا گذر جاویگا اور کوئی بیماری امراض مذکورہ سے نہ ہوئی تو اب بائع ذمہ دار نہ رہیگا۔ اور اگر لونڈی کو حیض کی حالت میں فروخت کی تو بعد از فراغ حیض سال کا حساب لگایا جاویگا حیض کے ایام محسوب نہ ہونگے اور بمذہب امام ابی حنیفہ و شافعی اور احمد یہ ہے کہ قبل قبض مشتری اگر کسی قسم کا عیب لونڈی غلام میں حادث ہوگا تو بائع ضامن ہوگا اور اگر بعد قبض مشتری کے اوسمیں عیب حادث ہوا تو بائع ذمہ دار نہیں ہے۔

مسئلہ۔ غلام کو آزاد کرنے کی شرط پر فروخت کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد بیع صحیح ہوگی اور اس بارہ میں امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ بیع صحیح ہے اور دوسرا قول اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں ہے اور جب غلام کو بیچا اور بائع نے شرط کی کہ میں اس کے کل عیب سے بری ہوں تو امام شافعی سے تینے قول ہیں ایک یہ کہ علی الاطلاق بائع کل عیب سے بری ہوگا اسی موافق امام ابی حنیفہ کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی عیب سے بری نہ ہوگا جبتک کہ ان عیبونکا نام نہ لیوے ایسا ہی قول امام احمد کا ہے اور قول ثالث یہ ہے کہ جو اونکے جمہور اصحاب کے نزدیک راجح ہے کہ بائع ایسے شرط سے حیوان کے عیب باطن سے

میں تو اُس کو کہدیا جاویگا کہ تو اہل بازار کے نرخ موافق فروخت کرورنہ انسے علیحدہ ہوجا۔ اور یہ کہ جب بادشاہ وقت نے لوگوں پر نرخ مقرر کردیا اور کسی شخص نے کسی کا مال اس نرخ سے فروخت کردیا اور صاحب مال اس نرخ سے فروخت کرنا نہیں چاہتا تھا تو امام مالک فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا اکراہ یعنے زبردستی ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اکراہ سلطان کا صحت بیع کو مانع ہے اور غیر سلطان کا اکراہ صحت بیع کو مانع نہیں ہے۔

مسئلہ۔ جن اشیا کی قوت ہولی ہے مثلاً غلہ اُنکو بہ نیت اس کے بیع سے روک رکھنا کہ گرانی ہوگی جب فروخت کرینگے اس واسطے کہ قیمت زیادہ وصول ہوگی بالاتفاق حرام ہے اور بیع الکالی بالکالی ناجائز ہے یعنے بیع الدین بالدین والنسیہ بالنسیہ مثلاً کسی نے بیع سلم کی اور سو روپیہ گیہوں کے لیئے دیئے ایک سال کے وعدہ پر اور جب وعدہ پورا ہوا تب روپیہ لینے والے نے کہا کہ گیہوں اسوقت نہیں ہے مگر جو گیہوں دینے کیئے تھے اب وہ مجھ پر بعوض مبلغ دوسو روپیہ کے ہیں سو ایسا درست نہیں یہ نسیہ بالنسیہ ہے ہاں اگر گیہوں پر قبضہ کرنے کے بعد پھر اُس کو دوسو کے عوض بیچدے تو جائز ہے[1]۔ کتے کی قیمت ناپاک ہے امام مالک نے کتے کی بیع کو باوجود جواز مکروہ فرمایا ہے پس اگر ایسا کتا کہ جس سے انتفاع ممکن ہے بجا گیا تو اُس کے بیع فسخ نہ ہوگی بیع صحیح ہوگی اسی موافق امام ابی حنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کتے کی بیع ہرگز جائز نہیں اور اگر کتا قتل ہوجاوے یا تلف ہوجاوے تو بھی اُس کی قیمت نہیں ہے اور اسی موجب امام احمد کا قول ہے۔

باب اختلاف المتبایعین یعنے اختلاف مشتری و بائع و ہلاک المبیع میں

مسئلہ۔ جب بائع اور مشتری کے درمیان قدر ثمن میں اختلاف پیدا ہوا اور گواہ

[1] یہ عمدہ فائدہ علاوہ ترجمہ اصل کتاب کے لکھا ہے یعنے بیع الکالی بالکالی کی مثال اصل کتاب میں نہ تھی اللہ قدر المترجم ۱۲ از استاذی مولانا عبدالغنی صاحب رامپوری۔

میعاد مشتری کو معلوم نہ ہوئی ہو۔ اور اسیطرح جب کسی نے کوئی شے اپنے باپ یا بیٹے سے خرید کی تو اُس کو مطلقاً نفع لیکر اُسی کو فروخت کر دینا کہ جس سے خریدی تھی جائز ہے لیکن امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک ناجائز ہے جبتک کہ جس شخص سے خریدی اُس کا بیان نہ کر دیوے۔

باب بیوع المنہی عنہا یعنے وہ بیع جو ممنوع ہے

مسئلہ۔ نجش حرام ہے یعنے قیمت بڑہانا اس نیت سے کہ خود کو لینا تو منظور نہیں ہے لیکن دوسرا شخص دہوکے سے زیادہ دیکر خرید کرلے پس اگر کسی نے دہوکا کہاکر خرید کرلی تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اُس کا خرید کر لینا صحیح ہوگا اگرچہ دہوکا دینے والا گنہگار رہا۔ مگر امام مالک کے نزدیک خریدنا باطل ہے اور کوئی باہر جنگل کا رہنے والا شہر میں اسباب تجارتی اس غرض سے لیکر آوے کہ اُس کو آج کے نرخ سے فروخت کر دونگا اور سامان اس قسم کا ہے کہ عام لوگوں کو اس کی حاجت ہے اب کوئی شہر کا رہنے والا باہر والے سے کہے کہ تو اس شئے کو میرے پاس رکھ جائیں اسکو گراں قیمت پر تہوڑی تہوڑی کر کے بیچونگا سو شہری کو ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے اس بیع کو بیع الحاضر للبادی کہتے ہیں۔ اور اگر کسی نے سامان خریدا اور مشتری نے بائع کو ایک درہم دیکر کہا کہ اگر سامان لینگے تو ثمن میں بہر لینگے ورنہ یہ درہم تم کو ہبہ ہے تو ایسے بیع حرام ہے اس کو بیع العربوں کہتے ہیں یعنے بیعانہ دیکر بیع کرنا لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ اس بیع میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر کسی نے سامان فروخت کیا اور ثمن اداکرنیکی کوئی میعاد ٹہرالی پہر بائع مشتری کو اس ثمن سے کم ثمن نقد دیکر خریدے کہ جسکو بیع العینہ کہتے ہیں ایسا امام شافعی کے نزدیک مع الکراہت جائز ہے اور امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک یہ ناجائز ہے بخلاف اُس کے کہ اگر مشتری نے اُس کے بائع کے غیر کو بیع کیا اور پہر اُس کے بعد اُس کو بائع اول نے خرید کرلیا تو جائز ہے اور خلاف منتفی ہے۔

مسئلہ۔ نرخ باندہنا مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی میں حرام ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جب کسی اہل بازار نے بازار والوں کی مخالفت کی زیادتی یا نقصان

جبر کیا جاوے اور ایک قول میں فرمایا کہ مشتری پر تسلیم ثمن کے واسطے جبر کیا جاوے اور ایک قول میں فرمایا کہ جبر نہیں ہے پس جس نے سپرد کر دیا اس کے صاحب پر یعنے جس نے اس کے بدل میں سپرد نہ کیا اس پر جبر کیا جاوے اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں پر جبر کیا جاوے اور امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک اول مشتری پر تسلیم کے لئے جبر کیا جاوے گا۔

مسئلہ۔ جب بیع قبل قبض آفت سماویہ سے تلف ہو جاوے تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک بیع فسخ ہو جاویگی اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ جب بیع کیل و موزون و معدود نہ ہو تو مشتری کے ذمہ ہے۔ اور کسی اجنبی نے اس کو تلف کر دیا تو امام شافعی سے کئی اقوال ہیں اصح انکا یہ ہے کہ بیع فسخ نہ ہوگی بلکہ مشتری کو اختیار دیا جاویگا اس امر میں کہ چاہے بیع کو روا رکھے اور چاہے فسخ کر دیوے۔ اور اگر بیع کو روا رکھے تو مشتری اس کا تاوان لیگا ورنہ اوسکا تاوان اجنبی سے بائع لیویگا۔ ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ اور احمد کا ہے اور یہی مذہب امام مالک میں راجح ہے اور اگر بائع نے بیع کو تلف کر دیا تو مذہب امام ابی حنیفہ و مالک اور شافعی مثل آفت سماویہ کے ہے یہ بیع بھی فسخ ہوگی مگر امام احمد کے نزدیک بیع فسخ نہ ہوگی بلکہ بائع کو اس کی قیمت دینا لازم ہوگی اور اگر بیع مثلی ہوگی تو مثل دینا لازم ہوگا۔ اور اگر بیع پھل ہیں درخت پر اور بعد تخلیہ یعنے فارغ از بیع تلف ہو گئی تو مذہب امام ابی حنیفہ میں اُن کے رہ جانیکا نقصان مشتری کے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی اصح قولین امام شافعی سے ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ثلث سے کم تلف ہوا تو نقصان مشتری کے ذمہ ہے اور اگر ثلث تک یا زیادہ تلف ہوا تو نقصان بائع کے ذمہ ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر امر سماوی کے سبب سے تلف ہوا تو نقصان بائع کے ذمہ ہے اور اگر لوٹا گیا یا چوری گیا تو یہ نقصان مشتری کے ذمہ ہوگا۔

کتاب السلم والقراض یعنے بیع سلم اور قرضوں کے بیان میں

مسئلہ۔ اجماع کا اتفاق ہے کہ سلم میعادی جائز ہے اور اسکو سلف بھی کہتے ہیں

نہ ہو تو بالاتفاق دونوں کو قسم کھلائی جاوے اور اصح مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ پہلے قسم بائع سے لیوے اور مذہب امام ابی حنیفہ پہلے قسم مشتری سے لیوے۔ اور اگر بیع ہلاک ہوگئی اور قدر ثمن میں اختلاف ہوا تو امام شافعی کے نزدیک دونوں کو قسم کھلائی جاوے اور بیع فسخ کیجاوے اور اگر بیع مال متقوم یعنے قیمت دار ہے تو اُس بیع کی قیمت دیوے اور اگر مال مثلی ہے تو مشتری پر واجب ہے کہ اُس کا مثل دیوے۔ اسیطرح امام احمد کی دو روایت سے ایک روایت امام مالک کی روایات سے ایک روائت ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ جب بیع ہلاک ہوگئی تو پھر قسم نہ دلائی جاوے مشتری کے قول کا اعتبار کیا جاوے اور اسی موافق امام احمد اور امام مالک سے روائت کی گئی۔ اور بقول زفر۔ اور ابو ثور ہر حال میں مشتری کے قول پر اعتبار ہے اور شعبی اور ابن شریح سے منقول ہے کہ بائع کے قول کا اعتبار ہے۔ اور بائع اور مشتری کے وارثوں کا اختلاف مثل اختلاف بائع اور مشتری کے ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر بیع بائع کے وارث کے ہاتھ میں ہے تو دونوں کو باہم قسم دلائی جاوے اور اگر بیع مشتری کے وارث کے ہاتھ میں ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کے وارث کا قول معتبر ہے۔

مسئلہ۔ متبایعین نے شرط ادہار یا اندازہ ادہار میں یا شرط خیار یا خیار کے انداز میں یا شرط رہن یا ضمان بالمال میں یا کسی ذمہ واری میں اختلاف کیا تو امام شافعی اور مالک کے نزدیک دونوں کو حلف دیا جاوے یعنے قسم دیجاوے اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اس معاملہ میں کسیکو قسم ندی جاوے قول اوسیکا معتبر ہوگا جو انکار کرتا ہے۔

مسئلہ۔ جب کسی شے کو بعوض ثمن مشتری کے ذمہ رکھا اور پھر باہم ثمن لینے دینے میں اختلاف پیدا ہوا اور بائع نے کہا کہ جب تک ثمن نہ لوں بیع کو سپرد نہ کروں اور مشتری نے ثمن کے باب میں اوسیقدر کہا کہ جسقدر بائع نے بیان کیا تو اس صورت میں امام شافعی سے کئی اقوال ہیں اصح اونکا یہی ہے کہ بائع پر تسلیم بیع کے لیے جبر کیا جاوے اُس کے بعد مشتری پر تسلیم ثمن کے لئے

جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حیوان میں سلم جائز نہیں ہے اور نہ انکا قرض لینا جائز ہے اور بقول مزنی اور ابن جریر الطبری ایسے لونڈیاں کہ جنکے ساتھ مقترض کو وطی[1] جائز ہے اونکا قرض لینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ۔ امام مالک کے نزدیک کھیتی کاٹنے کے وقت تک یا خرما کاٹنے کے وقت تک یا نوروز تک یا مہرجان یعنے ماہ خزان تک یا فصح النصاری تک یعنے عید نصاری تک بیع میں میعاد ٹھیرانا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور ایساہی اظہر روایتیں امام احمد سے ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک گوشت میں سلم جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ وشافعی روٹی میں سلم جائز ہے اور امام مالک نے بھی روٹی میں اجازت دی ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ سلم روٹی میں اور ایسی چیز میں کہ جسکو آگ نے مس کیا ہو یعنے آگ پر چکائی گئی ہو جائز ہے۔

مسئلہ۔ عقد سلم کے وقت اگر وہ شئے کہ جسکا عقد کیا ہے معدوم ہو تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اسمیں سلم جائز ہے بشرطیکہ عند المیعاد اُس کے موجود ہونے کا ظن غالب ہو اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے مگر حین عقد سے میعاد مقرر تک موجود ہو۔ اور جواہر نفیسہ نادرۃ الوجود میں سلم جائز نہیں ہے مگر امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور سلم میں اشتراک اور تولیہ یعنے شرکت اور ولائیت امام مالک کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ بیع میں جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد نے اس سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ۔ قرض دینا بالاتفاق مستحب ہے اور قرض غیر میعادی میں جب چاہے مطالبہ کر سکتا ہے اور جب غیر میعادی اوسمیں میعاد مقرر کرنا لازم نہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ میعاد مقرر کرنا لازم ہے۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک سونے کا

---

[1] وطی بسبب نکاح کے جائز ہوگی ۱۲ منہ

یہ بیع شروط کے ساتھ صحیح ہوئی ہے وہ شروط یہ ہیں (۱) جنس معلوم ہو مثلاً گیہوں یا جو (۲) صفت معلوم ہو مثلاً قسم اول یا دوم یعنے عمدہ ہوں یا ناقص (۳) مقدار معلوم ہو مثلاً ایک من یا دو من (۴) اجل معلوم ہو یعنے وعدہ چنانچہ بست روز یا زیادہ (۵) نوع معلوم ہو چنانچہ سرخ یا سفید آدمی کے سینچے ہوئی ہوں یا بارانی۔ (۶) معرفت مقدار راس المال یعنے تعین کرنا راس المال کا مثلاً اتنا روپیہ یا اتنا غلہ مگر امام ابو حنیفہ نے ساتویں شرط زیادہ فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ مکان تسلیم کا بیان کر دینا کہ فلاں جگہ مسلم فیہ ادا کیا جاویگا بشرطیکہ مسلم فیہ کے اٹھانے میں بار برداری اور مزدوری ہو ورنہ نہیں اور یہ ساتویں شرط باقی ایمہ کے نزدیک لازم ہے لیکن شرط نہیں۔

مسئلہ۔ ایسے مکیلات اور موزونات اور مذروعات کہ جنکا وصف ضبط ہو سکے اونکی سلم بالاتفاق جائز ہے اور ایسے معدودات یعنے جو شئے گن کر بکتی ہو اور اونمیں بہت سا تفاوت نہو جیسے اخروٹ اور انڈے انمیں بالاتفاق سلم جائز ہے مگر امام احمد کی ایک روایت میں جائز نہیں اور ایسے معدودات کہ جنمیں تفاوت بڑائی چھوٹائی کا بہت ہے جیسے انار خربوزے اسمیں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ انکی سلم وزن سے اور عدد سے دونوں طرح ناجائز ہے اور امام مالک کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسمیں سلم وزناً جائز ہے اور امام احمد سے دونوں طرح روائت ہے مشہور تر یہ ہے کہ جائز ہے مگر عدداً مطلق جائز نہیں اور ایسا ہی فرمایا ہے کہ جسکی اصل کیل سے ہے اسمیں وزن سے جائز نہیں اور جسکی اصل وزن سے ہے اوسمیں کیل سے سلم جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک سلم حالاً اور مؤجلاً یعنے فی الحال اور مدت معین تک دونوں طور پر جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ فی الحال سلم جائز نہیں البتہ مدت معین کرنا ضرور ہے اگرچہ تھوڑے روز ہوں۔

مسئلہ۔ بمذہب امام شافعی اور مالک اور احمد اور جمہور الصحابہ و تابعین حیوان میں بھی سلم جائز ہے مثلاً غلام اور چوپاے۔ اور پرندمیں اور ایسے ہی اونکا قرض لینا جائز ہے مگر وہ لونڈی کہ جسکی ساتھ مقترض یعنے قرضدار کو وطی حلال ہو

ہے کہ اُس میعاد کے اندر اُس سے رجوع کرے اُس کو اُس مدت تک جو اُسکی میعاد ہے تاخیر لازم ہے اور ایسے ہی اُس کا قرض ایک میعاد پر ہے اور اُس نے اُس میعاد کو بڑہا دیا تو ہو سکتا ہے اور اسی موجب امام ابی حنیفہ کا قول ہے مگر جنابت یعنے دیت دینے میں اور قرض فی الحال میں میعاد نہیں بڑہا سکتا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں اُس کو ایسا کرنا لازم نہیں۔ اور قرضخواہ قبل اجل ثانی کے مطالبہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ بالفعل اُسکے لئے میعاد نہیں ہو سکتی۔

کتاب الرہن یعنے گروی کے بیان میں

رہن۔ اصطلاح شرع میں اُس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو ایسے حق کے عوض روک دینا کہ جسکا حاصل کرنا اُس چیز سے ممکن ہو۔

مسئلہ۔ تمام فقہا کے نزدیک سفر اور حضر میں رہن جائز ہے اور بقول داؤد رہن مختص بسفر ہے اور امام مالک کے نزدیک عقد رہن بالقبول لازم ہوگا اگرچہ قبضہ نہیں کیا لیکن راہن پر تسلیم رہن کے لیے جبر کیا جائیگا۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد قبضہ صحت رہن کی شرط سے ہے پس رہن لازم نہیں ہوگا مگر قبضہ سے اور رہن مشاع یعنے اشیاء مشترک کا مطلقاً جائز ہے برابر ہے کہ وہ شئے تقسیم ہو سکتی ہو جیسا نچہ زمین یا نہیں ہو سکتی ہو جیسا نچہ غلام۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ رہن مشاع صحیح نہیں ہوگا۔ استدامت رہن کی مرتہن کے پاس امام شافعی کے نزدیک شرط نہیں ہے مگر امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک شرط ہے پس جہاں مرتہن کے ساتھ سے کسی وجہ سے رہن نکلا تو رہن باطل ہوگا لیکن امام ابو حنیفہ اتنا اور فرماتے ہیں کہ اگر راہن کے پاس رہن نے بطریق ودیعت یا عاریت عود کیا تو رہن باطل نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ جب راہن نے غلام کو رہن رکھا اور پھر اُسکو آزاد کر دیا تو اصح اقوال امام شافعی سے یہ ہے کہ اگر راہن مالدار ہو اعتاق نافذ ہوگا اور راہن کو لازم ہوگا کہ آزاد کرنیکے بعد اُس کی قیمت باعتبار ثمن مرتہن کو دیدیوے۔ اور اگر

قرض جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک کسی حال میں جائز نہیں اور جنکے نزدیک جائز ہے اُن کے نزدیک وزناً جائز ہے یا معدوداً مذہب امام شافعی میں دو وجہ ہیں اصح اُنکا یہ ہے کہ وزناً جائز ہے اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تحرّی کرے جو انداز ٹھیک ہو ویسا کرے۔

مسئلہ۔ جب کسی نے کسی کو قرض دیا تو کیا قرضدار کے مال سے فائدہ لینا جائز ہے یعنے ہدیہ اور عاریت لیوے اور دعوت کے طور پر کھانا کھاوے یا نہیں حالانکہ قبل قرض اسطرح عادت جاری نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر شرط نہیں کی ہے تو جائز نہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر غیر شرط سے ہے اور روضہ میں ہے کہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب شرط ہو۔ اور جب قرضدار قرض خواہ کے پاس ہدیہ بھیجے تو اُس کا قبول کرنا بلاکراہت جائز ہے اور قرض خواہ کو مستحب ہے کہ اُس سے عمدہ تحفہ قرضدار کے پاس بھیجے یہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اور قرضدار کو اُس کا ہدیہ لینا مکروہ نہیں۔

مسئلہ۔ کسی شخص کا کسی پر قرض ایک میعاد تک ہو تو بالاتفاق اُس کو یہ حلال نہیں ہے کہ کسیقدر اسمیں سے قبل میعاد معاف کرکے باقی کے وصول کرنیمیں عجلت کرے یعنے اُس سے کہے کہ میرا قرضہ جلد دیدے میں اتنا چھوڑتا ہوں تو جائز نہیں ہے۔ اور اسیطرح یہ بھی حلال نہیں ہے کہ قبل میعاد کے بعض قرض کے لئے عجلت کرے اور باقی کے لئے ایک اور دوسری میعاد تک تاخیر کرے اور اسیطرح یہ بھی حلال نہیں کہ قبل میعاد بعض قرض کو نقد لیوے اور بعض کے عوض کوئی اور سامان لیوے مگر جب میعاد پوری ہوجاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ قرضدار سے بعض قرض لیوے اور بعض کو چھوڑ دیوے یا میعاد ثانی تک اور تاخیر کرے۔

مسئلہ۔ جب کسیکا قرض کسی دوسری پر بسبب بیع یا قرض کے ہے اور میعاد اُس کی ایک مدت تک ہی تو امام مالک کے نزدیک اس کے لئے یہ بات نہیں

اور راہن نے یہ شرط کر دی کہ جب میعاد پوری ہو عدل اس رہن کو فروخت کر دیوی پس عدل نے رہن کو بیچ ڈالا اور قبل قبض مرتہن کے ثمن تلف ہو گیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک ضمان مرتہن سے ہے یعنے مرتہن کا تلف ہوا گر یا وہ ثمن مرتہن کے ہاتھ میں تھا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر رہن عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو ضمان راہن سے ہے بخلاف اس کے کہ وہ مرتہن کے ہاتھ میں ہے تو مرتہن ضامن ہو گا۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ یہ حالت مطلقاً ضمان راہن سے ہے بہر حال راہن کا تلف ہو گا لیکن اگر مرتہن تعدی کرے تو مرتہن کا تلف ہو گا ورنہ مرتہن کے پاس ہونا بطریق امانت ہی اور جب عدل نے یعنے امین ثالث نے رہن کو فروخت کر دیا اور راہن نے اس کا ثمن لے لیا اور پھر اس بیع کا اور کوئی مستحق نکلا تو امام مالک کے نزدیک عدل پر کوئی ذمہ نہیں ہے وہ مستحق اپنے شئی کو مشتری سے لے لیوے اور مشتری نے جو ثمن دیا ہے اس کو موکل عدل یعنے مرتہن سے لیوے اس لئے کہ بیع مرتہن کے لئے تھی اور قاضی عبدالوہاب المالکی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ضمان وکیل پر ہے وصی پر نہیں ہے اور نہ اس لڑکے کے باپ پر کہ جس نے اپنے لڑکے کے مال سے بیع کی ہے اور اسی موجب امام شافعی اور احمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کا ذمہ عدل کو چاہیئے کہ مشتری کو تاوان دیوے اور پھر وہ اپنے موکل سے وصول کرے اور ایسا ہی قول درباب باپ اور وصی کے ہے اور حاکم اور امین حاکم کے بارہ میں امام مالک کے ساتھ موافقت کر کے فرمایا ہے کہ دونوں پر کوئی ذمہ نہیں لیکن مشتری اپنا دیا ہوا ثمن لینے کے واسطے اوسپر رجوع کرے کہ جس نے فروخت کروایا ہے اگرچہ وہ مفلس اور یتیم ہو۔

مسئلہ۔ جب کسی نے کسیکو یہ کہا کہ میں اپنا غلام تیری پاس رہن رکھونگا اس شرط پر کہ تو مجھکو ایک ہزار درہم قرض دیگا یا اس کپڑے کو میرے ہاتھ آج یا کل فروخت کریگا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک رہن صحیح ہو گا اگرچہ وجوب حق مقدم ہوا پس اگر اس نے قرض دیا یا کپڑا بیچ دیا تو اس صورت میں رہن لازم ہوا

راہن مفلس ہے تو عتق نافذ نہ ہوگا اور یہی طرح امام مالک سے مشہور ہے اور امام مالک نے اسطرح بھی فرمایا ہے کہ اگر ناگاہ راہن کے پاس مال نکل آیا اور مرتہن کو جو دینا تھا اُسکو ادا کردیا تو عتق نافذ ہو جائیگا۔ لیکن جب سید مفلس ہو تو غلام مرہون مرتہن کے لئے قیمت ادا کرنیمیں کوشش کرے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ بہرحال آزاد کرنے سے آزاد ہو جائیگا۔

مسئلہ۔ جب سو روپیہ میں کوئی شے رہن رکھی اور پھر سو روپیہ اور قرض لئے اور یہ ارادہ کیا کہ دونوں قرضوں کے عوض وہ رہن مرہون رہے تو راجح مذہب امام شافعی سے ایسا جائز نہیں کیونکہ رہن تو اول حق کے ساتھ لازم ہے اور اسی موافق امام ابی حنیفہ اور احمد کا قول ہے اور بمذہب امام مالک جائز ہے اور قبل وجوب حق کے رہن علی الحق صحیح ہے یا نہیں مثلاً راہن نے کسی شے کو رہن رکھا مگر ابھی مرتہن سے کچھ نہیں لیا بمذہب امام ابی حنیفہ صحیح ہوگی اور بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد صحیح نہیں۔

مسئلہ۔ جب راہن نے رہن میں مرتہن سے یہ شرط کرلی کہ جب میعاد پوری ہو جاوے تو تم شے مرہون کو فروخت کر دینا یا واپس مت دینا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد ایسی شرط جائز ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرتہن کو یہ جائز نہیں کہ مرہون کو لینے آپ بیچڈالے بلکہ اُس کو راہن یا راہن کا وکیل مرتہن کے اذن سے فروخت کرے پس اگر راہن نے بیچنے سے انکار کیا تو حاکم ادا دین یا بیع مرہون پر تاکید کریگا اور ایسی صورت میں بمذہب امام مالک حاکم معاملہ کو لیجانا مستحب ہے۔ اور اگر بیچنے سے انکار نہ کیا اور مرتہن نے بیع کر دی تو جائز ہے۔ اور جب رہن کی میعاد پوری ہونے پر راہن نے بیع مرہون کے لئے عدل یعنے ثالث امانت دار کو وکیل کیا اور رہن کو عدل کے ہاتھ سپرد کیا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک وکالت صحیح ہوگی اور راہن کو اُس کی وکالت فسخ کرنے اور اُس کے معزول کرنے کا اختیار ہے جیساکہ اور وکیلوں میں اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اُس کو فسخ وکالت کا اختیار نہیں جبکہ راہن اور مرتہن رہن کو عدل کے پاس رکھنے پر راضی ہوگئے

اُس قدر کوئی شئے اُس کے پاس رہن رکھدیوے یا اسیطرح کوئی ضمانت ثقہ دلادیوے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ بیع اور رہن دونوں باطل ہیں اور مزنی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ غلط ہے اسواسطے کہ رہن بسبب مجہول ہونے کے فاسد ہے اور بیع جائز ہے اور بائع کو خیار رہے کہ اگر چاہے بیع بلا رہن تمام کرے اور اگر چاہے بسبب بطلان وثیقہ یعنے عہد کے فسخ کرے۔

مسئلہ۔ اگر راہن اور مرتہن میں مبلغ دین کے بابت کہ جسکے عوض رہن کیا ہے اختلاف ہوا مثلاً راہن کہتا ہے کہ پانسو درہم میں رہن کیا اور مرتہن کہتا ہے کہ ہزار درہم میں رہن رکھا ہے اور قیمت مرہوں کی ہزار درہم کے برابر ہے یا پانسو درہم سے زیادہ ہے پس ایسے صورت میں امام مالک کے نزدیک قول مرتہن کا مع قسم کے مانا جاویگا جبکہ مرتہن نے قسم کہائی ہو اور اگر رہن کی قیمت ہزار درہم ہیں تو راہن کو اختیار رہوگا کہ یا تو ہزار درہم دیکر رہن لے لیوے یا رہن کو مرتہن کے پاس چھوڑ دیوے۔ اور اگر قیمت چھ سو درہم ہیں اور مرتہن نے اُس کی قیمت پر قسم کہائی اور راہن نے رہن اور چھ سو درہم اور عطا کئے اور حلف لیا کہ اسیقدر میرا حق ہے تو زیادتی ساقط ہوگئی یعنے ہزار درہم سے جو زیادہ ہے وہ واپس دیوے زیادہ نہ لیوے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ قول راہن کا معتبر ہے بشرطیکہ قسم کے ساتھ بیان کرے اور جب راہن نے قسم کہائی تو اسیقدر مرتہن کو دیکر اپنی رہن چھوڑالیوے۔

مسئلہ۔ جبکہ رہن میں زیادتی اور نمو منفصلہ ہو چنانچہ ولد اور پہل۔ اور اون اور پشم وغیر ذلک تو امام مالک کے نزدیک راہن کی ملک میں ہوگی پہر فرمایا کہ ولد رہن میں داخل ہوگا نہ غیر اُس کا داخل ہوگا اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلق زیادتی اصل رہن میں داخل ہے۔ اور بمذہب امام شافعی یہ تمام رہن سے خارج ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ زیادتی ملک مرتہن سے ہے راہن کی ملک نہیں۔ اور بعض اصحاب حدیث فرماتے ہیں اگر راہن رہن میں خرچ کرتا ہے تو زیادتی مرتہن کی ہے۔

مسئلہ۔ رہن میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ مضمون ہے یا نہیں پس بمذہب

اب اُسپر غلام سپرد کرنا واجب ہوا۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ قرض اور بیع پہلے ہو چکا اب بعد میں رہن رکہنا صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ مغصوب ضمان غصب میں ہے پہر اگر مغصوب کو اُس کے مالک نے غاصب کے پاس بدوں قبضہ حاصل کئے رہن رکہا تو امام مالک اور ابی حنیفہ کے نزدیک مضمون ضمان رہن میں ہوگا اور ضمان غصب زائل ہوگا اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ مستقر ضمان غصب میں ہوگا رہن لازم نہ ہوگا جبتک کہ پہلے کسیقدر زمانہ تک اوسپر قبضہ نہ ہو۔

مسئلہ۔ عدل نے مشتری کو رہن فروخت کیا تو امام مالک کے نزدیک مشتری اُس کا ثمن مرتہن کو دیوے راہن کو نہ دے کیونکہ مرتہن کا دین راہن کے ذمہ ہوتا ہے چنانچہ تلف رہن میں راہن کے ذمہ رہتا ہے۔ اور ایسا ہی امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہے مگر یوں فرمایا ہے کہ عدل ضامن ہے سو مشتری ثمن عدل کو دیوے اور عدل ثمن لیکر مرتہن کو دیوے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مشتری ثمن راہن کو دیوے اس لیئے کہ رہن راہن کیطرف سے بیع ہوئی ہے نہ مرتہن کی جانب سے۔ اور اسیطرح تفلیس[۱] میں امام مالک اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب حاکم یا وصی یا امین کسی کے ترکہ سے کوئی شئے قرضخواہوں کو دینے کے لئے انکے مطالبہ کرنیکے سبب سے بیچکر ثمن لیویں تاکہ مشتری بیع کا مستحق ہو تو مشتری کو چاہیئے کہ ثمن قرضخواہوں کو دیوے اسواسطے کہ اونکا قرضہ قرضدار کے ذمہ ہے جیساکہ درحقیقت ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اُس کا کل حاصل یا ب ایک ہے لیکن اونکے نزدیک مشتری ثمن اس راہن اور مدیون کو دیوے کہ جس کی شئے فروخت ہوئی۔

مسئلہ۔ جب مشتری نے بائع سے شرط کر لی کہ شئے بیع کے ثمن کے عوض کوئی شئے رہن رکہونگا یا ضمانت دیدونگا اور تعیین رہن اور ضمانت نہ کی تو امام مالک کے نزدیک بیع جائز ہے اور مشتری پر لازم ہے کہ جسقدر اوسپر قرض ہے

[۱] حکم کرنا قاضی کا بافلاس کسی ۱۲ م

مسئلہ۔ جب مرتہن نے ہلاک رہن کا دعویٰ کیا اور رہن ایسی اشیاء سے ہے کہ جس کا ہلاک ظاہر نہیں ہوسکتا بلکہ مخفی رہتا ہے اور اُس کی قیمت میں راہن اور مرتہن نے اتفاق کرلیا تو کچھ مضایقہ نہیں رہا اور اگر اُس کی صفت میں اتفاق کیا اور قیمت میں اختلاف کیا تو امام مالک کے نزدیک دانشمند تجربکار لوگوں سے دریافت کیا جائیگا کہ اس صفت کی شئے کی کیا قیمت ہے سو جیسا وہ کہیں اُسپر عمل کیا جاوے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قیمت میں قول مرتہن کا قسم کے ساتھ مانا جاویگا۔ اور بمذہب امام شافعی مطلقاً قول راہن کا مانا جاویگا۔ اور اگر متبایعین نے شرط کی کہ نفس بیع رہن ہے تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک صحیح نہیں اور بیع فسخ ہوگی اور قاضی عبدالوہاب مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک کا ظاہر قول مطابق قول امام ابی حنیفہ اور شافعی کے ہے لیکن میری نزدیک یہ کراہت کے طور پر ہے میرے نزدیک اُس کا جواز ہے کیونکہ اُس کے جواز پر میرے قول کی تائید میں اصول امام مالک کے دلالت کرتے ہیں اور میرا قول اُن دلائل کے ساتھ مضبوط ہے۔

کتاب التفلیس والحجر

تعریف

تفلیس۔ کسی کے افلاس پر قاضی کا حکم کرنا

حجر۔ کسی کو تصرفات سے روکنا۔

مسئلہ۔ جب کوئی قرضدار مفلس ہوجاوے اور اوسپر بہت سا قرضہ ہوجاوے اور قرضخواہ اُس سے قرض طلب کریں تو بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد حاکم اُس کا مستحق ہے کہ اُس کو اُس کے مال کے تصرف سے روک دیوے یعنے اُس کو بیع یا رہن وہبہ وغیرہ نہ کرنے دے تاکہ قرضخواہوں کو اُس کے تصرف سے نقصان نہو۔ اور حاکم کو چاہیئے کہ مفلس کا جو مال ہو اُس کو فروخت کردے بشرطیکہ وہ فروخت سے انکار کرتا ہو اور بعد فروخت کے کل قرضخواہوں کو حصہ رسدی تقسیم کردیوے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اُس مفلس کو

امام مالک یہ ہے کہ اگر رہن ایسی ہے کہ جسمیں ہلاک ظاہر ہو جیسا کہ حیوان و
عقار یعنے اسباب خانہ و درخت خرما تو ایسی رہن مرتہن پر غیر مضمون ہے
یعنے اُس کے ہلاک ہونے پر مرتہن ذمہ وار نہیں اور مرتہن کا قول اُس کے
تلف پر حلف کے ساتھ قبول کیا جاویگا اور اگر رہن ایسی شئے ہے کہ جس کی
ہلاکت پوشیدہ رہ سکتی ہے مثلاً نقد اور کپڑا وغیرہ تو ایسے صورت میں مرتہن
کا قول قبول نہ کیا جاویگا۔ بلکہ راہن اُس کے قول کی گواہوں وغیرہ سے
تصدیق کریگا اور اس بارہ میں امام مالک صاحب کے قول میں اختلاف کیا
گیا کہ جب گواہ ہلاکت رہن پر قایم ہوئے تو ابن قاسم وغیرہ نے امام مالک
سے روائت کی کہ مرتہن پر ضمان نہیں ہے وہ راہن سے اپنا دین لیوے اور
اشہب وغیرہ نے امام مالک سے روائت کی کہ مرتہن رہن کی قیمت کا ضامن ہو
اور مشہور مذہب امام مالک کا یہ ہے کہ مرتہن مضمون بقیمت ہے یعنے اُس کی
قیمت کا ضامن ہے کم ہو خواہ زیادہ اور اگر مبلغ حق پر کوئی شئے قیمت سے راہن
کے لئے زیادہ ہو گئی تو راہن مرتہن سے لے لیگا۔ اور مذہب امام ابی حنیفہ
ہر حالت میں رہن کمتر دو امر پر مضمون ہے یا تو اُس کی قیمت پر یا اُس کے حق
کا جو اُسپر ہے مثلاً قیمت رہن کی ہزار درہم ہیں اور حق پانسو درہم کا ہے یعنی
پانسو درہم کے عوض رہن رکھی ہے سو مرتہن اس حق کا ضامن ہوگا زیادتی
کا ضامن نہ ہوگا اگر تلف ہو گئی تو ضمان راہن سے ہے اور اگر قیمت پانسو درہم
ہے اور حق ہزار درہم کا ہے تو مرتہن ضامن قیمت کا ہوگا یعنے اگر مرتہن سے
وہ شئے گم ہو جاوے یا تلف ہو جاوے تو بعوض پانسو کے پانسو گئے اور
باقی پانسو راہن سے لیوے۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ مرتہن کے
پاس رہن امانت ہے مثل تمام امانات کے اس صورت میں مرتہن ذمہ دار
نہ ہوگا لیکن اگر کوئی تعدی اُس سے ہوگی تو ذمہ دار ہوگا۔ اور شریح اور حسن
اور شعبی فرماتے ہیں کہ رہن کلۂ مضمون بالحق ہے مثلاً قیمت رہن ایک درہم
ہے اور حق دس ہزار درہم ہے یعنے دس ہزار کے عوض رہن ہے اور پھر وہ
رہن تلف ہو گئی تو کل حق ساقط ہو گیا۔

مسئلہ۔ اگر مفلس کے پاس کوئی سامان ہے اور صاحب سامان یعنے فروشندہ نے اُس کو پہچان لیا اور اُس نے بالعوض ثمن کچھ شئے وصول نہ پائی اور مفلس زندہ ہے تو بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد صاحبِ سامان یعنے بائع دیگر قرضخواہوں سے زیادہ مستحق اُس سامان کے لینے کا ہے پس اُس سامان کو وہی لیوے اور دوسرا نہ لیوے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ صاحب سامان منجملہ دیگر قرضخواہوں کے یہ بھی ایک قرضخواہ ہے سب ملکر حصہ رسدی تقسیم کرلیں اور اگر بعد موت مفلس صاحب سامان نے اپنا سامان پایا حالانکہ ثمن سے کچھ نہ لیا تھا تو بمذہب امام شافعی وہ اکیلا اُس کے لینے کا زیادہ مستحق ہے جیسا کہ مفلس کی زندگی میں تھا اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ مفلس کے مرنیکے بعد صاحب سامان تمام قرضخواہوں کے برابر ہے۔

مسئلہ۔ جب قرض میعادی ہے تو قرضدار کو تصرف سے باز رکھنا مباح ہے یا نہیں؟ بمذہب امام مالک مباح ہے اور بمذہب امام احمد مباح نہیں اور امام شافعی سے دو قول مثل دونوں مذہب کے ہیں۔ اصح قول نکلا یہ ہے کہ مباح نہیں ہے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ مطلق مباح نہیں ہے۔ اور اگر وہ قرضدار مرجاوے تو کیا قرض میعادی بغیر میعادی ہوجائیگا یا نہیں؟ بمذہب ائمہ ثلاثہ غیر میعادی ہوجائیگا اور تنہا امام احمد فرماتے ہیں کہ قرض میعادی رہیگا فی الحال نہ ہوگا بشرطیکہ اُس کے وارثوں نے عہد و پیمان کرلیا ہو۔ اور اگر مفلس نے بعد حجر کے کسی کے قرض کا اقرار کیا تو اُس کا قرض اُس کے ذمہ ہوجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مُقِرلَہٗ اُن قرضخواہوں میں شریک نہ کیا جاویگا کہ جنکی وجہ سے وہ قرضدار تصرف سے باز رکھا گیا ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مُقِرلَہٗ کو بھی اور قرضخواہوں کے شریک کردیا جائیگا۔

مسئلہ۔ دار مفلس فروخت کیا جاوے یا نہیں حالانکہ اُس مفلس کو اوسمیں سکونت کی حاجت ہے اور وہ غلام جو محتاج الیہ ہے وہ بھی فروخت کیا جاوے یا نہیں؟ بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد یہ ہے کہ فروخت نہیں کئے جاویں مگر امام ابوحنیفہ اتنا اور فرماتے ہیں کہ ایسے مفلس کی کوئی شے از قسم زمین اور سامان فروخت نہ کیجاوے۔ اور بمذہب امام مالک اور شافعی یہ ہے کہ یہ کل اشیاء فروخت

تصرف سے نہ روکے بلکہ اُس کو قید کرے تاکہ قرض اداکرے پس اگر اُس کے پاس مال ہے تو حاکم اُسمیں تصرف نہ کرے اور نہ اُس کو فروخت کرے مگر جبکہ اُس کا مال دنانیر اور دراہم ہوں تو قاضی بدوں اُس کی اجازت کے اُسپر قبضہ کرلے اور اگر اسپر قرض درہم یعنے روپیہ ہیں اور مال اُس کا دینار ہیں تو قاضی اُس کے قرض اداکرنے کو دینار یعنے اشرفیاں فروخت کردیے۔

مسئلہ۔ بعد منع تصرف کے مفلس اپنے مال میں تصرف کرے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ تصرف سے نہ روکا جائیگا اگرچہ قاضی یعنے حاکم نے حکم دیدیا ہے تاہم اس کے حکم کا نفاذ نہ ہوگا جبتک کہ قاضی ثانی یعنے اوسی شہر کا دوسرا قاضی ہو یا حاکم مرافعہ ہو اُس کے منع تصرف کا حکم نہ دیے اور جب منع تصرف نہ ہوگا تو اُس کا ہر ایک تصرف صحیح ہوگا برابر ہے کہ وہ تصرف محتمل فسخ ہو یا نہو۔ اور اگر قاضی ثانی نے منع تصرف کا حکم دیدیا تاہم اُس کے تصرفات سے وہ تصرف جو محتمل فسخ کو نہیں ہے صحیح ہوگا چنانچہ نکاح۔ طلاق۔ تدبیر عتق یعنے ازاد کرنا استیلاد یعنے اپنی لونڈی کو تصرف میں لاکر اولاد چاہنا کہ جس سے وہ صاحب اولاد ہوجاتی ہے اور اُم ولد کہلاتی ہے پھر اُس کی بیع نہیں ہوسکتی اور وہ تصرف جو محتمل فسخ کو ہے وہ باطل ہوگا چنانچہ بیع۔ اجارہ ہبہ۔ صدقہ وغیر ذلک اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اُس کا تصرف ایسے اعیان میں نافذ نہیں ہوسکتا کہ جو بیع اور آزاد ہوسکتے ہیں۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک قول جو اظہر ہے وہ موافق قول امام مالک کے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُس کا تصرف صحیح ہوگا لیکن اُسپر موقوف رہیگا کہ اگر قرضے بدوں نقض تصرف اداکردیئے تو تصرف نافذ یعنے جاری ہوگا۔ اور اگر قرضخواہوں کو قرض ادا نہ کیا مگر نقض تصرف کے ساتھ اداکرسکتا ہے تو اُس تصرف سے ضعیف تر تصرف کو فسخ کیا جاویگا پھر اُس کے بعد اُس سے ضعیف تر کو اور اول ابتدا ہبہ سے کیجائیگی پھر بیع سے پھر عتق سے اور امام احمد نے منجملہ روائیتوں کے اظہر روائیت میں فرمایا ہے کہ کسی شئے میں اوسکا تصرف نافذ نہ ہوگا مگر خاص آزاد کرنے میں نافذ ہوجائیگا۔

حاملہ ہونا ہے ورنہ سترہ برس پورے ہونے پر بالغہ شمار کیجاویگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اسمیں کوئی حد نہیں ہے اور اصحاب امام مالک لڑکی کے بارہ میں سترہ برس یا اٹھارہ برس ہونے پر حد بلوغ بتلاتے ہیں اور ایک روایت ابن وہب[1] میں پندرہ برس ہے۔ اور بمذہب امام شافعی اور امام احمد کی منجملہ روائیتیں کے اظہر روائت یہ ہے کہ لڑکی کے حق میں پندرہ برس ہیں یا منی نکلنا یا حیض کا آنا یا حاملہ ہونا۔ اور نبات عانہ یعنے موئے زیار نکلنا مقتضی حکم بلوغ کو ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک نہیں ہے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ ہاں مقتضی حکم بلوغ کو ہے۔ اور راجح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ اُس کی وجہ سے حکم بلوغ کا فر کے حق میں کیا جاویگا نہ مسلم کے حق میں۔

مسئلہ۔ جب صاحب مال تمیز دار ہوجاوے تو بالاتفاق اُس کو اُس کا مال سپرد کردیں عدالت اور فسق کی رعایت نہ کیجاوے۔ تمیز کیا شئے ہے؟ امام ابو حنیفہ اور مالک اور احمد تمیز کی تعریف اسطرح فرماتے ہیں کہ تمیز اُس ہوشیاری کا نام ہے کہ لڑکا اپنے مال کی اصلاح کرے اور اپنے مال کو بڑھا وے اور بے اندازہ خرچ نہیں کرے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمیز وہ ہے کہ جس سے صلاح مال اور دین ہوگیا لڑکا اور لڑکی کو اختیار دینے میں فرق ہے؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اُن کے درمیان کچھ فرق نہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ لڑکی سے حجر علیحدہ نہ کیاجاوے اگرچہ بالغہ سمجھ دار ہوگئی ہو یہانتک کہ شادی ہو اور اُس کے پاس خاوند جاوے یعنے صحبت کرے اور اپنی چیز کی حفاظت کرے جیسا کہ قبل تزویج کرتی تھی۔ اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں مختار روایت یہی ہے کہ لڑکی اور لڑکے میں کچھ فرق نہیں۔ اور روائت ثانیہ موافق قول امام مالک کے ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ بعد شادی کے ایک سال گذر جاوے یا لڑکا لڑکی پیدا ہوجاوے۔ اور ایمۂ ثلاثہ کا اتفاق ہے کہ

---

[1] ابن وہب اکابر اصحاب مالکیہ سے ہیں عبداللہ نام طبرانی وغیرہ بلکہ بخاری و ابوداؤد جو اکابر ایمہ حدیث صحاح سے ہیں اُن کے شاگرد [illegible] کے شاگردوں میں لکھے گئے ہیں کذا فی طبقات الذہبی ۱۲ از مولوی عبدالغنی خانصاحب رامپوری۔

کیجاویں۔
مسئلہ۔ جب قرضدار کی مفلسی حاکم کے نزدیک ثابت ہوجاوے توکیا حاکم قرضدار اور قرضخواہوں کے درمیان مداخلت کرے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم ایسی صورت میں قرضدار کو قید سے رہا کرے اور قید سے نکلنے بعد اونکے درمیان مداخلت نکرے بلکہ قرضخواہوں کو چاہئے کہ قرضدار مفلس کو نوکر رکھیں اور اُس کو تصرف سے نہ روکیں اور جو اُس کے کھانے پینے سے سوا کمائی سے بچے وہ اُس سے لیویں۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں حاکم اُس کو قید سے نکالے اور حاکم کو قید سے رہا کرنے میں قرضخواہوں کی اجازت درکار نہیں ہے اور حاکم کو چاہئے کہ اُن کے درمیان مداخلت رکھے۔ اور پھر اس کے بعد اُس کی قید اور ملازمت ناجائز ہو بلکہ اُس کی فراخ دستی اور فارغ البالی کے منتظر رہیں۔
مسئلہ۔ قید کرنے کے بعد تنگدستی اور مفلسی پر بالاتفاق گواہ سُنے جائینگے اور قبل قید گواہ سُنے جانیمیں اختلاف ہے امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک قبل حبس گواہ سُنے جائینگے اور ظاہر مذہب امام ابی حنیفہ کا یہ ہے کہ گواہ نہ سُنے جائیں مگر بعد حبس۔ اور جب مفلس نے اپنی تنگدستی اور مفلسی پر گواہ قائم کئے پھر اُس کے بعد اُس سے حلف لیا جائیگا یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ حلف نہ لیا جاوے اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ حلف لیا جائیگا بشرطیکہ قرضخواہ حلف کرانا چاہیں۔
مسئلہ۔ اسباب موجبہ حجر بالاتفاق یہ ہیں صغرسنی۔ غلامی۔ جنون جب لڑکا بالغ ہوا اگر صاحب تمیز نہیں ہوا تو اُس کو مال سپرد نہ کرینگے۔ اور حد بلوغ میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک حد بلوغ احتلام ہونا اور وطی کرنے پر انزال ہونا اور جب یہ علامتیں لڑکے میں نہ پائی جاویں تو اٹھارہ برس پورے ہونے پر بالغ ہوگا اور سترہ برس بھی منقول ہے[۵] ہے۔ اور لڑکی کا بلوغ حیض آنا اور احتلام ہونا اور

[۵] ۔ مگر اکابر مذہب حنیفہ نے پندرہ برس پر فتوی دیا ہے ۱۲۔

گھر یا اُس کی چھت بلیوں پر ٹھہری ہوئی ہے اور دیوار دونوں کی رہیگی بشرطیکہ دونوں کو قسم دلائی جاوے

مسئلہ۔ جب ایک گھر کی چھت پر دو شخصوں نے دعوی کیا اور اُس چھت پر ایک کہڑکی ہے اور انہیں سے ایک اوپر کے مکان میں رہتا ہے اور سرا نیچے کے مکان میں تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک چھت نیچے کے منزل والیکی ہے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک دونوں کی نصفا نصف ہے اور جب اوپر اور نیچے کی دو منزلیں گرگئیں اور اوپر والے نے چاہا کہ نیچے کی منزل نیچے والا بناوی تو بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک و احمد یہ ہے کہ نیچے والے پر مکان بنانے اور چھت بنانے پر وہ جبر نہیں کرسکتا یہانتک کہ اوپر کی منزل والا اوپر کا مکان بناوے بلکہ اُس کو یہ اختیار ہے کہ اگر نیچے کی منزل اپنے مال سے بناوے تو نیچے والیکو نیچے کی منزل کے انتفاع سے منع کرے یہانتک کہ وہ اُس کی تعمیر کا خرچ اُس کو نہ دیوے اور ایسا ہی امام شافعی سے منقول ہے مگر صحیح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ جب اوپر والے نے بغیر اجازت نیچے والے کے مکان بنایا تو اب اصل بنا پر نیچے والے پر جبر نہ کیا جاویگا۔ اور نہ نیچے کے حصہ سے فائدہ حاصل کرنے سے اُس کو رد کیا جائیگا۔ اور قول جدید امام شافعی سے یہ ہے کہ شریک پر عمارت بنانیمیں جبر نہ کیا جاوے اور قول قدیم کہ جس کو جماعت متاخرین اصحاب امام شافعی نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ نقصان دفع کرنے کی غرض سے اور املاک مشترکہ جو بیکار پڑی ہے اُس کے حفاظت کی غرض سے شریک پر جبر کیا جاویگا۔ اور غزالی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ قاضی احوال متخاصمین کو ملاحظہ کرے اگر اُس کا نہ بنانا کسی غرض صحیح کے سبب ظاہر ہو تو جبر نہ کرے اور اگر نہ بنانا محض عداوت سے ہے تو اسپر جبر کرے اور ایسا ہی حکم بابت صفائی اُن کنوئین اور کاریز اور نہر کے ہے جو شرکت میں ہیں۔

مسئلہ۔ مالک کو اپنے ملک میں اسطرح تصرف کرنا چاہئے کہ جس سے پڑوسی کو نقصان نہ پہونچے اور اگر پڑوسی کو ضرر پہونچے تو امام ابوحنیفہ اور شافعی نے تصرف کو جائز رکھا ہے اور امام مالک اور احمد نے ایسے تصرف سے منع

جب لڑکا بالغ ہوجاوے اور تمیزدار اور ہوشیار معلوم ہو تو اُس کا مال اُس کو سپرد کریں اور اگر بالغ ہوا اور ہوش اور تمیز نہیں ہے تو اُس کو اُس کا مال نہ سپرد کیا جاوے ہمیشہ اُس کو مجبور رکھیں۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب پچیس برس پورے ہوجاویں بہرحال اُس وقت اُس کا مال سپرد کریں۔ اور جب اوس پر بعد تمیز معلوم ہونے کے نادانی طاری ہوجاوے تو پھر اُس کے مال پر حجر کیا جاوے یا نہیں؟ امام شافعی اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ اُس کے مال کو مجبور کریں اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مجبور نہ کریں اگرچہ وہ بے اندازہ خرچ کرے اور امام مالک کے نزدیک باپ اور وصی کے لئے جائز ہے کہ مال یتیم سے خرید فروخت اپنے نفس کے واسطے کریں جبکہ اپنے نفس کو مدد نہ دیسکتے ہوں یعنے محتاج ہوں۔

کتاب الصُّلح

صلح۔ اُس کو کہتے ہیں کہ آپس کی رضامندی سے جھگڑا دور کرنے کو جو بات ایجاب و قبول سے ٹھہرائی جاوے۔

مسئلہ۔ جب کسیکو معلوم ہے کہ فلاں کا اسقدر حق مجھپر ہے اور اُس نے بعض حق پر صلح کی تو بالاتفاق ایسی صلح مباح نہیں کیونکہ اسمیں ہضم حق ہے اور جب وہ کسی کا حق نہیں جانتا ہے اور اُسپر کسی نے دعویٰ کیا اور باہم صلح کرلی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صلح صحیح ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔ اور مصالح عنہ یعنے وہ شئے کہ جس سے دعوے چھوڑ دیا جاوے اگر وہ مجہول ہے اور اوسپر صلح کی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ وہ صلح مجہول سے منع فرماتے ہیں۔ اور جب درمیان دو گھروں کے دیوار پائی جاوے اور ایک گھر والیکی بلیاں اس دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور دونوں گھر والوں نے اُس دیوار پر دعوے کیا اور ہر ایک گھر والا اُس دیوار کو اپنی بتلاتا ہے تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک وہ دیوار اُس کی ہے کہ جس گھر والیکی اس دیوار پر بلیاں ہیں بشرطیکہ اس سے قسم لیجاوے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اس معاملہ میں کسی جانب کو ترجیح نہیں بلکہ بلیاں اُس گھر والیکی ہونگی کہ جس کا

اتارنیکو حوالہ کہتے ہیں۔
مسئلہ۔ اتفاق ائمہ کا اسپر ہے کہ کسیکا حق یعنے قرض دوسرے پر ہو تو دوسرا اپنے قرض کا حوالہ اسپر کردے کہ جسپر اُس کا حق آتا ہے تو ہو سکتا ہے اور محال لہ کو یعنے جس کے لئے حوالہ کرایا جاتا ہے اوسپر واجب نہیں ہے کہ حوالہ قبول کرے اگر منظور نہ ہو تو حوالہ قبول نہ کرے اور بقول داؤد محال لہ کو ضرور ہے کہ حوالہ کو قبول کرے۔ اور محال علیہ یعنے جسپر حوالہ کیا ہے اُس کو لازم نہیں ہے کہ قبول حوالہ سے انکار کرے اور محال علیہ کی رضامندی امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک معتبر نہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر محال علیہ کا محال لہ دشمن ہو تو محال علیہ کو اُس کے حوالہ کا قبول کرنا ضرور نہیں ہے۔ اور بقول اصطخری جو ائمہ شافعیہ سے ہیں محال علیہ پر قبول حوالہ کا مطلقاً ضرور نہیں خواہ محال اُس کا دشمن ہو یا نہ ہو۔ اور اسی موجب داؤد سے حکایت کی گئی ہے۔ اور جب صاحب حق یعنے قرضخواہ نے کسی مالدار پر حوالہ قبول کر لیا تو بالاتفاق تمام فقہا محیل یعنے جس نے حوالہ کیا ہے ہر وجہ سے بری ہو گیا مگر زفر جو ائمہ حنیفہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ محیل اپنے قرض سے بری نہ ہوگا۔
مسئلہ۔ محال لہ کو جب محال علیہ سے کچھ وصول نہ ہو تو محیل کیطرف رجوع کرے یا نہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر محیل نے فریب سے محال علیہ مفلس پر حوالہ کر دیا اور محیل محال علیہ کی مفلسی جانتا تھا یا نہ جانتا تھا تو اس صورت میں محال لہ محیل پر رجوع کرے یعنے اپنا قرض محیل سے طلب کرے سوائے اس کے اور صورت میں محال رجوع نہیں کر سکتا اور بمذہب امام شافعی اور احمد یہ ہے کہ کسی وجہ سے محال لہ محیل کیطرف رجوع نہیں کر سکتا برابر ہے کہ کسی محال علیہ مفلس کیطرف رہو کہ سے حوالہ کر دیا ہو یا محال علیہ بعد میں مفلس ہو گیا ہو یا محال علیہ نے انکار کر دیا ہو یا انکار اُس کا بسبب قصور اس کے کہ اس نے تفتیش اور کوئی بحث نہ کی تھی اور سرسری طور پر حوالہ قبول کر لیا تھا بہرحال محال لہ رجوع نہیں کر سکتا گویا اس نے محیل سے اپنا عوض وصول کر لیا۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ جب محال علیہ انکار کرے تو محال لہ محیل کیطرف رجوع کرے۔

فرمایا ہے۔ اور تصرف مثلاً ایسا ہو کہ ہمسایہ کے مکان کے قریب حمام یا پاخانہ بنایا یا منہ ہاتھ دہونے اور پلیدی ڈالنے کی جگہ مقرر کی یا اس کے کنویں کے پاس کنواں کھودا کہ جس سے اُس کے کنویں کا پانی کم ہوگیا یا دیوار میں ایسے سوراخ کیئے کہ ہمسایہ کے مکان سے بند ہیں اون سے ہمسایہ کے مکان میں نگاہ پڑتی ہے تو ایسے تصرف سے کہ اوسنے اپنی ملک میں کیا ہے بالاتفاق منع نہیں کیا جاویگا۔ اور اسپر بھی اتفاق ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا مکان اپنی ملک میں بلند بنا دے تو بنا سکتا ہے لیکن اوسکو یہ بات مباح نہیں ہے کہ پڑوسیوں کی عورتوں کو وہاں سے دیکھے۔ اور اگر مسلم کے مکان کی چہت غیر مسلم کے مکان سے اونچی ہے تو امام مالک اور احمد کے نزدیک اُس کو لازم ہے کہ اُسپر پردہ کی اوٹ بنا دیوے تاکہ ہمسایہ کے مکان میں اوپر سے نگاہ نہ پڑے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ اُس کو اوٹ بنانا کچھ ضرور نہیں اور ایسے ہی ان باتوں میں اختلاف ہے کہ ایک دیوار دو شخصوں کی شرکت میں ہے اور وہ گر جاوے اور ایک شریک چاہے اُس کو بنا لیجاوے اور دوسرا اُس کے بنانے سے انکار کرے یا اُن کے شرکت میں دولاب یعنے چرخی ہے یا کاریز یا نہر یا کنواں ہے اور وہ خراب ہوگیا ہے تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نہر اور کاریز اور کنویں اور دولاب کے درستی میں جبر کیا جاوے مگر دیوار کے بابت جبر نکیا جاوے بلکہ دیوار کے بابت جبر نکرنیمیں سب کا اتفاق ہے اور جو شریک دیوار نہ بنا وے تو دوسرے شریک سے کہدیا جاوے کہ اگر تو چاہے تو اُس کو بنا لے اور اُس کو اس کے فائدہ اُٹھانیسے روکدیوے جبتک کہ وہ تجھی اُس کے بنانیکی لاگت نہ دیوے اور امام مالک نے اس بارہ میں امام ابی حنیفہ کے ساتھ موافقت کی ہے کہ دولاب اور کاریز اور نہر اور کنویں کی درستی میں جو شریک انکار کریگا وہ جبر کیا جاویگا البتہ دیوار مشترکہ میں دو روائیت ہیں ایک روائت سے جبر ثابت ہے اور دوسری روائت سے ثابت نہیں

کتاب الحوالہ

حوالہ۔ اصطلاح شرع شریف میں ایک کے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ قرض

زید کے لیے اُس شخص کو کہا جو زید کو قرض دیتا ہے کہ جب تو زید کو قرض دیگا تو میں زید کی طرف سے ضامن ہوں۔ لیکن مشہور مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ اس طرح کی ضمانت جائز نہیں ہے۔ اور جب کسی نے ضمانت دیدی لیکن ضمانت دینے بعد خود وہ اپنا قرض حسب اقرار ادا کرتا رہا اور وفاء وعدہ میں خلاف ورزی نہ کی اور وہ مرگیا تو اس حالت میں بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد وابی یوسف ومحمد ضمانت صحیح ہوگی اور بمذہب امام ابی حنیفہ یہ ہے کہ جب اُس نے اپنے اقرار میں وعدہ خلافی نہ کی تو اب ضمانت ناجائز ہوگی۔

مسئلہ۔ ایمۂ ثلاثہ کے نزدیک بغیر قبول قرضخواہ کے ضمانت صحیح ہوگی اور امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگی مگر ایک صورت درست ہوگی وہ یہ ہے کہ کوئی مریض اپنے کسی وارث کو کہے کہ میرے پر فلاں کا قرض ہے تو اس کا ضامن ہوجا اور اُس نے کہا کہ اچھا میں ضامن ہوں تو وہ وارث ضامن ہوجائیگا اگرچہ قرضخواہ موجود نہیں ہے اور نہ قرض کا اندازہ کیا۔ اور اگر قرضدار مریض نہیں ہے حالت صحت میں ہے تو اس طرح سے کہنے سے کفیل پر کچھ شئے لازم نہیں ہے

مسئلہ۔ بالاتفاق حاضر ضامنی ہر ایک اُس شخص سے صحیح ہوگی کہ جسپر عدالت میں حاضر ہونا واجب ہو حاضر ضمانت پر لوگوں کا عمل درآمد ہے اور اکثر اس کی احتیاج پڑتی رہتی ہے۔ اور اگر مدعی نے مدعا علیہ کی حاضر ضمانت دی تو درست ہوگی مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور جب کسی نے کیسکی حاضر ضمانت دی اور وہ شخص یعنے مضمون عنہ مرگیا تو بالاتفاق کفیل کو چاہئے کہ اُس میت کو اُس جگہ حاضر کردے کہ جس جگہ حاضر کرنے کی شرط کی تھی تاکہ اُس کے فوت ہونے پر شہادت ادا ہوجاوے اور کفیل حاضر ضمانت کی ذمہ واری سے نکلجاوے خواہ مستحق یعنے مکفول لہ نے ایسا چاہا ہو یا نہ چاہا ہو مگر اُس حالت میں حاضر نہیں کرسکتا کہ جب کوئی روکنے والا یا منع کرنے والا ہو اور جب کفیل مرجاوے تو ضمانت باطل ہوجائیگی مگر امام مالک کے نزدیک باطل نہ ہوگی اور اگر مضمون عنہ غائب یا فرار ہوگیا تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک کفیل کو بجز اُس کی حاضر کرنے کے اور چارہ نہیں ہے مال ادا کرنا کفیل پر لازم نہ ہوگا۔ اور جب کفیل نے

کتاب الضمان

ضمان۔ کوئی شخص مطالبہ میں اپنا ذمہ کسی دوسری کے ذمہ ملا دے جسکو کفالت اور ذمہ داری بھی کہتی ہیں اور ضمانت بھی کہتے ہیں۔
ضامن ۔ وہ شخص جس نے ضمانت دی یعنے اپنے اوپر ذمہ لے لیا ہو جسکو کفیل بھی کہتے ہیں
مضمون عنہ۔ وہ شخص جس نے ضامن دیا ہے جسکو مکفول عنہ بھی کہتے ہیں۔
مضمون لہ۔ وہ شخص جس نے ضامن لیا ہے جسکو مکفول لہ بھی کہتی ہیں۔
مضمون بہ۔ وہ مال یا نفس جسکا ذمہ ضامن نے لیا ہے جسکو مکفول بہ بھی کہتے ہیں۔

مثال

زید سے بکر نے سو روپیہ کے بابت خالد کو ضامن لیا۔ اس مثال میں زید مضمون عنہ ہے اور بکر مضمون لہ اور خالد ضامن لیا گیا۔ اور سو روپیہ مضمون بہ ہیں۔
مسئلہ۔ جواز ضمانت پر سب اماموں کا اتفاق ہے اور محض بنفس ضمانت مضمون عنہ سے جو زندہ ہے حق منتقل نہیں ہوتا بلکہ اُس کے ذمہ سے قرض ساقط نہیں ہوتا باقی رہتا ہے مگر ادا کرنے پر ساقط ہو جاتا ہے اور ابن ابی لیلےؒ اور ابن شبرمہؒ اور ابو ثورؒ۔ اور داؤد فرماتے ہیں کہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر مضمون عنہ فوت ہو جاوے تو کیا وہ اپنے ذمہ کے قرض سے بوجہ نفس ضمانت بری ہو گا یا نہیں؟ ایمۂ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ وہ زندہ کے مانند بری نہو گا۔ اور امام احمد سے دونوں طرح روائت ہے۔
مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک ضمان مجہول کی جائز ہے چنانچہ کسی نے کسی کو کہا کہ میں تیرے واسطے زید کی طرف سے ضامن ہوں یعنے جو زید پر آتا ہے اس کا میں ذمہ دار ہوں اور ضامن کو یہ معلوم نہیں کہ زید پر کسقدر ہے تو ضمانت مجہول سے ضامن ذمہ دار ہو جائیگا۔ اور اسیطرح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضمانت ایسی شئے کی جو ابھی مضمون عنہ پر واجب نہیں ہے جائز ہے چنانچہ

(۱) شرکت ملک (۲) شرکت عقد۔

(۱) **شرکت ملک** ۔ دو شخص وراثت کیوجہ سے یا خریداری کے سبب ایک شئے کے مالک ہو جاویں اسمیں شرکت باندازہ ملک ہوگی ۔ دونوں میں سے کسی کو ایسا استحقاق حاصل نہیں ہوگا کہ دوسرے کے حصّہ میں بغیر اجازت اس کے تصرف کرے۔

(۲) **شرکت عقد** ۔ دو شخص ایک شئے میں ایجاب وقبول کے ساتھ شریک ہوں مثلاً ایک کہے کہ بیشے فلاں فلاں سے میں تیرے ساتھ شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا مگر ایسی شرکت کی اجازت جب ہے کہ اسمیں شرائط صحت وجواز ہوں اور کوئی امر امور فاسدہ سے نہ ہو کہ جو شرکت کو قطع کرے اس شرکت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) **شرکت مال** ۔ یہ اس کو کہتے ہیں کہ دو شخص راس المال ملاکر یہ شرط کرلیں کہ ہم دونوں اس کی خرید وفروخت جداجدا یا شامل کرینگے اور جو کچھ اسمیں فائدہ ہوگا اس کو آپسمیں ایسی ایسی شرطوں پر تقسیم کر لینگے۔

(ب) **شرکت مفاوضہ** ۔ اس کو کہتے ہیں کہ دو آدمی باہم شرکت کریں اور وہ دونوں اپنے مال میں اور تصرف میں اور دین میں یعنے مذہب میں برابر ہوں اور ہر ایک شخص دوسری کی طرف سے وکیل ہے اوسیطرح دوسرے کیطرفسے ہر عہدہ میں جو اس کی خریدی چیز میں لازم آیا ہے کفیل ہے۔

(ج) **شرکت عناں** ۔ شرکت عناں اس کو کہتے ہیں کہ ایک نوع تجارت مثل غلہ یا عموم تجارت میں دو شخص بلا تذکرہ کفالت شرکت کریں۔

(د) **شرکت وجوہ** ۔ وہ ہے کہ دو آدمی اپنی معتبری پر ادھار پر خریدیں اور پھر فروخت کریں اور یہ مقرر کرلیں کہ جو نفع ہوگا اوسکو اس شرط سے لینگے۔

(ہ) **شرکت اعمال** ۔ وہ ہے کہ جس کو شرکت صنائع بھی کہتے ہیں اور وہ اسطرح ہے کہ دو پیشہ ور کام کی شرکت کریں کہ دونوں شریک لوگوں کا کام کرینگے اور اجرت آدھا آدھ یا کم وبیش تقسیم کرینگے۔

مسئلہ ۔ شرکت عناں بالاتفاق جائز ہے اور شرکت مفاوضہ امام ابی حنیفہ اور مالک کے

کہا کہ مضمون عنہ غائب ہوگیا میں اُس کو حاضر کروں لیکن مجھے مہلت دیجاوے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس کو مدت مسافت کی یعنے اس کے تلاش میں جتنے مدت آنے جانیمیں لگے اوتنی مہلت دیجاوے اور جبتک کفیل اُس کو حاضر نہ کری جبتک وہ کفیل ذمہ دار رہے اور اگر کفیل نے اُس کو حاضر نہیں کیا تو کفیل کو قید کیا جاویگا یہانتک کہ وہ اُس کو حاضر کرے۔ اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر کفیل نے اُس کو حاضر نہ کیا تو مال کا تاوان دیگا اور امام شافعی کے نزدیک کفیل پر ایسی صورت میں مطلقاً مال کا تاوان نہیں ہے اور اگر کفیل مکفول عنہ کا مکان نہیں جانتا ہے تو پھر کفیل سے بالاتفاق مطالبہ نہیں کیا جاوے۔ اور اگر کفیل نے اسطرح بیان کیا کہ اگر میں مکفول عنہ کو کل حاضر نہ کروں تو اُسپر جو آتا ہے اُوسکا میں ضامن ہون۔ پس اُس نے اُس کو کل حاضر نہ کیا یا مطلوب مرگیا تو جو کچھ اوسپر آتا تھا اُس کا وہ ضامن ہے مگر امام شافعی اور مالک کے نزدیک ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر زید نے عمر و پر سو روپیہ کا دعوٰی کیا اور بکر نے کہا کہ اگر کل کے روز عمر و سو روپیہ نہ دیوے تو میں عمر و کی طرف سے سو روپیہ دیدونگا اور عمر و نے کل کے روز سو روپیہ ادا نہ کیا تو اب بکر پر سو روپیہ دینا لازم ہوگیا مگر امام مالک اور شافعی کے نزدیک و محمد بن الحسن کے نزدیک بکر پر دینا لازم نہیں ہوگا۔ اور جب زید نے بکر کے پاس کوئی چیز فروخت کی مگر بکر نے کہا کہ کل کو یہ شئے کسی دوسرے کی نکل جاوے تو مجھے ضمانت دلادے کہ ایسی ضمانت کو ضمان درک یعنے استحقاق کہتے ہیں سو بعد قبض ثمن بائع کے بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک و احمد و منجملہ دو قول کے قول راجح امام شافعی سے ایسے ضمانت صحیح ہوگی کیونکہ جمیع الناس کا ہر زمانیمیں اُسپر اتفاق ہے اور بقول دیگر امام شافعی سے صحیح نہیں کیونکہ یہ ایسی چیز کی ضمانت ہے جو مضمون عنہ پر واجب نہیں ہے۔

کتاب الشرکت

شرکت۔ اُس کو کہتے ہیں کہ دو شخص کا ایک شئے میں ساجھی ہونا۔ شرکت قسم کی

امام ابی حنیفہ کے نزدیک شرکت ابدان جائز ہے اگرچہ ان کے پیشے مختلف ہوں اور موضع عمل بھی جدا جدا ہو۔ اور امام احمد نے اس شرکت کو ہر ایک شئی میں جائز رکھا ہے اور مذہب امام شافعی میں یہ شرکت باطل ہے۔

مسئلہ۔ شرکت وجوہ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ دونوں کے پاس راس المال نہیں ہے لیکن ہر ایک اپنے اپنے ذمہ واری سے کوئی شے خرید کریں اور اسمیں شرکت کرلیں کہ اسمیں جو نفع ہوگا اسکو تقسیم کرینگے یہ شرکت بمذہب امام مالک اور شافعی باطل ہے۔

مسئلہ۔ امام شافعی کے نزدیک شرکت عنان درست نہیں لیکن شرکت عنان اس شرط سے درست ہے کہ دونوں کا راس المال ایک نوع سے ہو اور پھر اس کو ملا دیوین کہ ایک دوسرے کے مال کی تمیز نہو یعنے پہچانا نہ جاوے اور دونوں کے مال میں برابری کی شرط نہو اور جب دونوں کا راس المال برابر ہو اس حالت میں ایک شخص شرط کرلے کہ میں نفع کے اندر تجھ سے حصہ زیادہ لونگا تو بمذہب امام مالک اور شافعی شرکت فاسد ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فاسد نہ ہوگی اگرچہ شرط قبول کرنے والا تجارت میں کوئی نئی بات زیادہ پیدا کرنے والا ہو یا کام زیادہ کرنے والا ہو۔

کتاب الوکالت

وکالت۔ کسی کا اپنے تصرف معلومہ کو کسی غیر کے سپرد کرکے اپنا قایم مقام کرنا۔ اور وکالت میں موکل اور وکیل دونوں کا عاقل ہونا شرط ہے۔

موکل۔ وہ شخص جس نے اپنا تصرف معلومہ کسی غیر کے سپرد کیا۔

وکیل۔ وہ شخص جس نے کسی غیر کا تصرف معلومہ اپنے سپردگی میں لیا۔

مثال۔ زید نے اپنے مقدمہ کی جوابدہی کے لئے صالح کو اپنا قایم مقام کیا۔ اس مثال میں زید موکل ہے اور صالح وکیل۔

مسئلہ۔ بالاجماع عقود جائزہ میں فی الجملہ وکالت ہے اور جس عقد میں باعتبار شرع نیابت جائز ہے اسمیں وکالت جائز ہے یعنے جو معاملات موکل خود

نزدیک جائز ہے مگر امام ابی حنیفہ شرکت مفاوضہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ وہ ہے کہ آدمی ایسی شے میں شرکت کریں کہ جسکے وہ دونوں مالک ہیں سونے سے خواہ روپیوں سے اور ہر ایک کا مال دوسرے کے مال سے برابر ہو اور جب ایک شریک کا مال دوسرے شریک سے زیادہ ہوگا تو شرکت مفاوضہ درست نہ ہوگی۔ یہانتک کہ ان دونوں میں سے کوئی کسی کے مال کا وارث ہوجاوے بوجہ وراثت یا ہبہ تو شرکت باطل ہوگی کس لئے کہ دوسرے شریک سے اس کا مال زیادہ ہوگیا۔ اور جب انمیں سے کسی نے نفع کمایا تو وہ نفع دونوں کی شرکت میں رہیگا۔ اور جب اونمیں سے کوئی غصب وغیرہ کا ضامن ہوجاوے تو دوسرے شریک پر بھی ضمانت ہوجاویگی۔ اور امام مالک شرکت مفاوضہ کی یوں تعریف فرماتے ہیں کہ شرکت مفاوضہ میں ایک شریک کا مال دوسرے شریک سے زیادہ ہو تو جائز ہے اور نفع باندازہ راس المال ہوگا اور انمیں سے کوئی اس شئے کا ضامن ہوا کہ جو دونوں کی تجارت میں ہے تو ضمانت میں دونوں شریک سمجھے جائینگے۔ اور غصب وغیرہ کی ضمانت میں دوسرا شریک شامل نہ ہوگا اور امام مالک کے نزدیک اسمیں بھی فرق نہیں ہے یعنے برابر ہے کہ دونوں کا راس المال سامان ہو یا نقد مثل درہم کے ہو۔ اور نہ اسمین فرق ہے کہ دونون اپنے کل مال میں شریک ہیں کہ جو اون کی ملک میں ہے۔ اور نہ اسمین فرق ہے کہ دونوں اپنے بعض مال میں شریک ہیں۔ اور برابر ہے کہ دونوں کا مال ملا دیا ہو اور ایک دوسرے کا مال نہ پہچانا جاتا ہو یا یہ کہ ملا دینے کے بعد پہچانا جاتا ہو اور تمام مال شرکت میں دونون کا قبضہ رہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہر ایک کا مال اپنے اپنے قبضہ میں ہے اور اکٹھا نہیں کیا ہے تاہم شرکت جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک شرکت مفاوضہ باطل ہے درست نہیں۔

مسئلہ۔ شرکت ابدان یعنے شرکت اعمال کہ جسکو شرکت صنائع بھی کہتی ہیں یعنے کسی کام بنانیمیں شریک ہونا۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ شرکت صنعت واحدہ میں ہو اور اس کا عمل بھی موضع واحد میں ہو اور

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وکیل کو اختیار ہے کہ اپنے آپ کو جب چاہے
وکالت سے معزول کرے خواہ موکل حاضر ہو یا نہو اور بمذہب امام ابی حنیفہ
فسخ وکالت بغیر حضوری موکل نہیں ہو سکتی اور موکل کو بھی اختیار ہے کہ جب
چاہے وکیل کو معزول کر دے اور جب موکل وکیل کو معزول کریگا تو بقول راجح
امام مالک و شافعی وکیل معزول ہو جائیگا اگرچہ وکیل کو معزولی کا علم نہیں ہے
اور بمذہب امام ابی حنیفہ جبتک وکیل کو اپنے معزول ہونیکا علم نہ ہوگا۔ اور
امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے۔

مسئلہ۔ جب کسیکو مطلق بیع کرنیکو وکیل کیا تو بمذہب ایمہ ثلاثہ و ابی یوسف
و محمد وکیل کو چاہیے کہ شی کو فروخت کر دیوے اور اُس کے عوض اُس کا ثمن
مثل یعنے وہ مول جو اوس شے کے مانند ہے نقد لیوے اور نقد سے مراد
وہ نقد ہے جو اُس شہر میں رائج ہو۔ اور اگر وکیل نے شئے کو فروخت کر دی
ایسے مال کے عوض کہ جو اُس مال کو بیچا جاوے تو لوگ اُس کے مثل دینے
میں نقصان دیویں یا اُدھار پر فروخت کیا یا اُس روپیہ کے عوض فروخت
کیا کہ جو اُس شہر میں رائج نہیں ہے تو اسطرح فروخت کرنا وکیل کو جائز نہیں
ہے مگر برضامندی موکل ایسا جائز ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وکیل
کو اختیار ہے کہ جسطرح چاہے فروخت کرے نقد سے یا اُدھار پر یا مول مثل شئے
کم پر یا ایسے مال کے عوض کہ اُس کو دیا جاوے تو لوگ اُس کے مثل دینے
میں نقصان دیویں یا ایسے نقد پر جو اُس شہر میں مروج نہیں ہے۔ اور شے
خریدنے میں بالاتفاق وکیل کو ایسا جائز نہیں ہے کہ اپنے موکل کے واسطے
مول مثل سے زیادہ پر خریدے یا کسی میعاد پر خریدے۔ اور تلف مال کے
بارہ میں وکیل کا قول گواہی کے ساتھ بالاتفاق قبول کیا جاویگا۔ اور رد کرنے
میں وکیل کا قول راجح مذہب امام شافعی سے قبول کیا جاویگا اسیطرح امام احمد
نے فرمایا ہے کہ قبول کیا جاویگا خواہ جعل کے ساتھ ہو یا بغیر جعل ہو۔ اور اگر زید پر
خالد کا حق آتا ہو یا زید کے پاس خالد کی عین شئے موجود ہو بطریق رعائیت یا ودیعت
اور پھر کوئی شخص زید کے پاس آیا اور اس نے بیان کیا کہ خالد نے تمہارے

کرسکتا ہے اُس کے لئے وکیل بھی کر سکتا ہے۔ چنانچہ خرید۔ فروخت۔ اجارہ قرض اداکرنا۔ مطالبہ بالحقوق میں جھگڑنا۔ نکاح۔ طلاق۔ وغیرہ ذلک۔ اور اگر وکیل کسی بات کا اقرار اپنے موکل کیطرف سے غیر مجلس حکومت میں کرے تو بالاتفاق کسی حالت میں وہ اقرار قبول نہ کیا جاویگا۔ اور اگر وکیل نے مجلس حکومت میں اقرار کرلیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ صحیح ہوگا مگر اس بات میں صحیح نہ ہوگا کہ جس کے لئے موکل نے کہہ دیا ہو کہ اس کا اقرار مت کرنا اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اقرار صحیح نہیں ہوگا۔ اور بالاتفاق وکیل اپنے موکل کیطرف سے حدود اور قصاص میں اقرار کرے تو غیر مقبول ہوگا خواہ عدالت میں اقرار کرے یا غیر عدالت میں۔

مسئلہ۔ ایمہ ثلاثہ کے نزدیک جو شخص حاضر ہو اور پھر اپنی طرف سے وکیل کرے بشرطیکہ وکیل طرف ثانی کا دشمن نہ ہو تو ایسے وکالت صحیح ہے اگرچہ طرف ثانی اسپر رضامند نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وکالت شخص حاضر کی طرف سے صحیح نہیں ہے مگر طرف ثانی رضامند ہو تو صحیح ہے۔ اور اگر موکل مریض یا مسافر ہو یعنے تین منزل کی مدت پر سفر کیا ہوا ہو تو ایسے وقت میں بلا رضامندی طرف ثانی کے وکالت جائز ہوگی۔ اور جب کسی نے ایک شخص کو کسی شخص سے اپنے حقوق لینے میں حاکم کے سامنے وکیل کیا تو بالاتفاق ایمہ ثلاثہ وکیل کرنا جائز ہوگا اسمیں گواہ کی حاجت نہیں ہے۔ برابر ہے کہ کسی ایک شخص یا ایک جماعت سے حق حاصل کرنے میں وکیل کیا ہو اس صورت میں اُس شخص کا حاضر ہونا صحت وکالت کے لئے شرط نہیں ہے کہ جس سے حق طلب کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر غیر مجلس حکومت میں وکیل کیا تو اُس کی وکالت حاکم کے روبرو گواہی کے ساتھ ثابت ہوگی پھر وہ عدالت میں جسپر مطالبہ ہے دعوے کرے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ یہ ہے کہ وہ طرف ثانی کہ جسپر وکیل کیا ہے اگر ایک شخص ہے تو اُس کا حاضر ہونا صحت وکالت کے لئے شرط ہے اور اگر جماعت ہے تو ادنٰی میں سے ایک کا حاضر ہونا صحت وکالت کو شرط ہے۔

صحیح نہیں - اور امام شافعی کے نزدیک بھی صحیح نہیں - اور جو شخص کسی جھگڑے میں وکیل ہے وہ کسی شئے کے قبض کرنیمیں بھی وکیل سمجھا جائیگا یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ قبض کرنیمیں وکیل نہیں ہے مگر فقط امام ابی حنیفہ کے نزدیک وکیل ہے -

کتاب الاقرار

اقرار - ایسے خبر دینے کو کہتے ہیں کہ جس سے غیر کا حق اپنے پر ثابت ہوتا ہو یعنے عاقل بالغ کہلکر کہے کہ فلان کا اسقدر مجھ پر حق ہے پس ایسے کہنے کو اقرار کہتے ہیں -

مقر - وہ شخص جو اقرار کرے -

مقر لہ - وہ شخص جسکے حق کو اپنے پر ثابت کیا -

مقر بہ - وہ شے جسکا مقر نے اقرار کیا -

مثال

زید نے اقرار کیا کہ بکر کے سو روپیہ مجھکو دینا ہیں - اس مثال میں زید مقر اور بکر مقر لہ اور سو روپیہ مقر بہ ہیں -

مسئلہ - جب آزاد عاقل بالغ کسی غیر وارث کے حق کا اقرار کرے تو بالاتفاق اس کے اقرار سے وہ حق ثابت ہوجائیگا پھر اس سے پھر نہیں سکتا اور اقرار قرض کا صحت اور مرض میں ایکسان ہے اور اگر تمام ترکہ بقدر قرض مقرلہم ہو تو ہر ایک مقر لہ کو بقدر حق اوسمیں سے دیدیا جاویگا اور اگر مقرلہم کے قرضوں کو پورا نہ آوے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اس کے کل مال موجود کے حصے بقدر ان کے قرضوں کے کرکے دیدیویں - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک قرضخواہ صحت کو قرضخواہ مرض پر مقدم کرے پس پہلے قرضخواہ صحت کا قرض دینا شروع کریں پس انکے دینیکے بعد جو بچے اس کو قرضخواہ مرض کے قرض میں دیدیں اور اگر کچھ نہ بچے تو قرضخواہ مرض کو کچھ نہ دیا جاویگا - اور

پاس اپنا حق لینے کو مجھے وکیل کیا ہے اور زید نے سچ سمجھا کہ یہ اُس کا وکیل ہے لیکن
اُس کی وکالت پر گواہ نہیں ہے تو ایسے حالت میں وکیل کو خالد کا حق دلانیمیں
زید پر جبر کیا جاوے یا نہیں اس بارہ میں قاضی عبد الوہاب مالکی فرماتے ہیں
کہ میں نہیں جانتا کہ یہ ہمارے لئے منصوص ہو یعنے امام مالک صاحب نے
ایسے صورت میں جبر کرنے کا نہیں فرمایا اس لئے ہمارے نزدیک صحیح یہی
ہے کہ وکیل کے سپرد کرانیمیں زید پر جبر نہ کیا جاوے اور ایسا ہی امام شافعی اور
احمد فرماتے ہیں ۔ اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین یعنے ابو یوسف و محمد فرماتے ہیں
کہ جو حق زید کے ذمہ آتا ہے اُس کے سپرد کرانیمیں زید پر جبر کیا جاوے لیکن
عین شئے میں جو بطریق عاریت یا ودیعت زید کے پاس ہے اُس کے واسطے
جبر نہ کیا جاوے مگر امام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اُس کے تسلیم کے بابت
زید پر جبر کیا جاوے جیسا کہ اُس حق کے لئے جبر کیا جاوے کہ جو اُس کے ذمہ آتا
ہے ۔ اور وکالت پر گواہ بعدم موجودگی طرف ثانی سُنے جاوینگے یا نہیں ۔ امام
ابی حنیفہ کے نزدیک بعدم موجودگی طرف ثانی گواہ نہ سُنے جاویں مگر طرف ثانی
موجود ہوگا تو سُنے جاوینگے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بعدم موجودگی طرف ثانی
گواہ سُنے جاوینگے ۔ کیا قصاص لینے میں وکالت صحیح ہوگی یا نہیں ؟ بمذہب
امام مالک اور امام شافعی کے منجملہ قولین کے اصح قول سے اور امام احمد کی منجملہ
روائتیں کے اظہر روایت سے یہ ہے کہ وکالت صحیح ہوگی اور امام ابی حنیفہ
کے نزدیک وکالت صحیح نہیں مگر بموجودگی طرف ثانی صحیح ہے ۔ اور وہ وکیل
جو فروخت کے لئے کیا ہے اگر وہ وکیل اُس شئے کو اپنے ہی واسطے خرید لے
اسمیں اختلاف ہے بمذہب امام ابی حنیفہ و شافعی علی الاطلاق صحیح نہیں اور امام
مالک فرماتے ہیں کہ اگر زیادہ ثمن دیکر خریدے تو اپنے واسطے خرید لے ۔ اور امام احمد
سے دو روائتیں ہیں اظہر یہی ہے کہ کسی حالت میں جائز نہیں ۔ اور جو لڑکا
قریب بلوغ پہونچا ہو اور تمیز دار ہو اُس کو وکیل کرنا امام ابی حنیفہ اور احمد کے
نزدیک صحیح ہے اور قاضی عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے اس
بارہ میں کوئی نص نہیں یعنے ایسے شخص کو وکیل کرنیکو نہیں فرمایا اس لئے

نہیں کی تو بعض اصحاب امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کو کہا جائیگا تو مال کی مقدار جسقدر رکھ ہے بیان کر دے اور پھر اس نے بیان کیا کہ ایک قیراط (نیم دانگ کہ برابر چار جو متوسط کے ہوتا ہے) یا ایک حبہ (رتی) ہے تو اس سے یہ قول قبول کیا جاویگا بشرطیکہ اس سے اسپر حلف لیا جاویگا کہ اس سے زیادہ کا وہ مستحق نہیں ہے اور اسی موجب امام ابی حنیفہ[1] اور شافعی کا قول ہے اسواسطے کہ ایک حبہ بھی مال ہے۔ اور بعض اصحاب امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر مقر چاندی والوں میں سے ہے تو سو درہم ثابت ہونگے۔ اور اگر سونے والوں میں سے ہے تو بیس دینار ثابت ہونگے کیونکہ یہ مقدار اپنی اپنی جنس میں اول نصاب زکوٰۃ ہے اور قاضی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ امام مالک سے اس بارہ میں کوئی نص نہیں ہے لیکن میرے نزدیک بمذہب امام مالک ربع دینار اوسپر واجب ہوگا اور اگر اہل چاندی سے ہے تو اوسپر تین درہم واجب ہونگے اور اگر اسطرح اقرار کیا کہ فلاں کا میرے پاس بہت مال ہے یا بہت بڑا مال ہے تو افصاح میں ابن ہبیرہ فرماتے ہیں کہ امام ابی حنیفہ سے اس مسئلہ میں کوئی نص قطعی پائی نہیں گئی۔ مگر صاحبین یعنے ابو یوسف و محمد فرماتے ہیں کہ اگر وہ چاندی یعنے روپیہ والوں میں سے ہے تو دوسو درہم ثابت ہونگے اور اگر سونے والوں میں سے ہے تو بیس دینار ثابت ہونگے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اس کی تفسیر قبول کیجائیگی ایسی شئی کے ساتھ جو قلیل ہے اور وہ مال میں شمار ہے یہانتک کہ ایک پیسہ اور اونکے نزدیک اس کے اس بیان میں کچھ فرق نہیں ہے کہ میرے پاس مال ہے یا میرے پاس بڑا مال ہے۔ اور قاضی عبدالوہاب مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک سے اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں۔ اور ابہری امام شافعی کے قول کے ساتھ کہتے تھے کہ میرے خیال میں امام ابی حنیفہ کا قول قوی ہے۔ اور اگر مقر نے کہا

---

[1] شرح وقایہ میں ہے کہ اگر ایک درہم سے قیمت مال کی کم ہے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اور قیراط اور حبہ کی قیمت ایک درہم سے کم ہے اس لئے مذہب امام ابی حنیفہ میں اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی

اگر مرض موت میں کسی وارث کے لئے اقرار کیا تو امام ابی حنیفہ و احمد کے نزدیک اقرار مریض کا وارث کے لئے ہرگز قبول نہ کیا جاویگا۔ اور امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ اگر اقرار ایسا ہو کہ جسمیں وہ متہم نہ ہو تو اقرار ثابت ہوگا ورنہ نہیں اُس کی مثال ایسی ہے کہ مقر کے ایک لڑکی اور ایک بھتیجا ہو اگر اس نے اقرار بھتیجے کے واسطے کیا تو متہم نہ ہوگا اور اگر لڑکی کے واسطے کیا تو متہم ہوگا۔ اور راجح قول امام شافعی سے یہ ہے کہ وارث کے لئے اقرار صحیح اور مقبول ہوگا۔ اور اگر ایک شخص فوت ہوگیا اور اس نے دو لڑکے چھوڑے اور ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے ایک تیسرے شخص کے لئے اقرار کیا کہ یہ بھی ہمارا حقیقی بھائی ہے اور دوسرے بھائی نے انکار کیا تو بالاتفاق اس تیسرے کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک مقر اس مال میں سے جو اُس کو ترکہ سے ملا ہے نصف حصہ مقر لہ کو دیوے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ مقر اپنے اس مال سے جو ترکہ سے ملا ہے مقر لہ کو ثلث حصہ دیوے اس واسطے کہ اگر دوسرا بھائی اُس کا اقرار کر لیتا یا شہادت گذرتی تو اس کو ارث سے ثلث ہی ملتا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اُس کا اقرار ہرگز صحیح نہ ہوگا اور میراث سے کچھ شے بسبب عدم ثبوت اپنے نسب کے نہ لیگا اور اگر میت پر بعض ورثہ نے قرض کا اقرار کیا اور باقی وارثوں نے تصدیق نہ کی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک کل قرض اُس مقر پر ثابت ہوگا کہ جس نے منجملہ وارثوں کے اقرار کیا ہے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ اُسپر بقدر اُسکے حصہ کے جو میراث سے لیگا ثابت ہوگا یعنے اگر اس کو آدھا مال ملا تو آدھا قرض اُسپر ثابت ہوگا۔ اور امام شافعی کا مشہور تر قول اسی موجب ہے۔ اور قول ثانی مطابق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے۔

مسئلہ۔ جب کسی نے کسی کے مال کے لئے اقرار کیا لیکن مال کی تعداد بیان

لہ۔ مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر دیگر ورثہ اجازت دیویں تو اقرار قبول کیا جاویگا اور حالت صحت کا اقرار وارث کے لئے قبول ہوگا۔ ۱۲ منہ

روپیہ میں سے استثنا کرنا درست ہے اُسی قدر کی قیمت کم کرکے باقی روپیہ دینا ہوگا چنانچہ کسی نے کہا کہ مجکو فلان شخص کے ایک ہزار درہم دینا ہیں مگر ایک صاع گیہوں تو یہ استثنا صحیح ہوگا بوجہ مناسبت مقدار اور اگر اُس کو استثنا کیا کہ جو شئے ثبتی اور تلتی نہیں ہے اور وہ ایسی ہے کہ جو ذمہ میں ثابت نہیں رہتی مگر اُس کی قیمت رہتی ہے جیسے کپڑا اور غلام تو ایسی کا استثنا صحیح نہ ہوگا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک صحیح ہوگا کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ علی الاطلاق غیر جنس میں استثنا صحیح ہوگا۔ اور ظاہر کلام امام احمد سے غیر جنس کا استثنا صحیح نہ ہوگا اور ایسے ہی استثنا اقل کا اکثر سے بالاتفاق صحیح ہوگا۔ اور اکثر کا اقل سے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استثنا صحیح ہوگا۔ اور امام احمد کے نزدیک صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ جب کسی نے کہا کہ میرے پاس ہزار درہم کیسہ میں یا دس رطل کھجورین برتن میں ہیں یا رومال میں کپڑا ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ اقرار درہم اور تمر اور کپڑے کا ہوگا نہ ظرف کا۔ اور نزد اہل عراق یعنے بمذہب امام ابی حنیفہ تمام کا اقرار ہوگا۔

مسئلہ۔ جب کسی ایسے غلام نے کہ وہ اپنے مالک کی طرف سے تجارت میں ماذون نہیں ہے ایسا اقرار کیا کہ جو کسی سزائے بدنی کے ساتھ متعلق ہے چنانچہ قتل عمد۔ زنا۔ چوری۔ قذف۔ شراب خوری۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اسکا اقرار قبول کیا جاوےگا۔ اور اُس کی اُسپر حد قایم کیجاویگی کہ جس کا اُس نے اقرار کیا ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک اُس کا اقرار قتل عمد میں قبول نہ کیا جاویگا اور مزنی شافعی اور محمد بن الحسن اور داؤد رحمہم اللہ تعالے کا قول ہے کہ اُس کا اقرار قتل عمد میں قبول نہ کیا جاوے جیسا کہ مال میں قبول نہ کیا جاوے مگر فقط زنا اور چوری میں قبول کیا جاویگا۔ اور اگر وہ غلام ماذون فی التجارت ہے اور اُس نے کسی حق کا اقرار کیا جو تجارت کے متعلق ہے چنانچہ اُس نے کہا کہ فلاں بیع کے مول کے مجھ پر ہزار درہم قرض ہیں یا سو درہم عیب کے حرجے کے بابت فلان کے دینا ہیں یا سو درہم قرض ہیں تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک

کہ میرے پر فلاں کے بہت سے درہم ہیں تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک تین درہم ثابت ہونگے ۔ اور محمد بن الحکم مالکی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام مالک سے کوئی نص نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک دس درہم ثابت ہونگے ۔ اور صاحبین یعنے ابی یوسف و محمد کے نزدیک دو سو درہم ثابت ہونگے اور اسکو قاضی عبدالوہاب مالکی نے پسند کیا ہے ۔

مسئلہ ۔ اگر کسی نے کہا کہ فلاں کے میرے پر ایک ہزار ہیں اور درہم تو تفسیر ہزار کی بغیر درہم ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قبول کیجائیگی یہانتک کہ اگر اس نے کہا کہ میں نے ہزار سے ہزار اخروٹ مراد لئے تھے تو اس کا کہنا قبول کیا جاویگا اور اسیطرح اگر اس نے کہا کہ فلاں کے مجھ پر ایک ہزار اور کر گیہوں ہیں یا ایک ہزار اور اخروٹ ہیں یا ایک ہزار اور انڈا ہے کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عطف تفسیری نہیں ہے یعنے معطوف معطوف علیہ کے لئے تفسیر نہیں برابر ہے کہ عطف اس جنس سے ہو کہ جو ناپی جاتی ہو یا وزن کیجاتی ہو یا گنی جاتی ہو یا ایسی نہو چنانچہ گھاس یا بات اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جبکہ عطف جنس ناکول یا موزوں یا معدود سے ہو تو معطوف علیہ مجمل کے لئے تفسیر ہے اور اگر عطف اسطرح نہیں ہے تو وہ معطوف علیہ کے لئے تفسیر نہیں ہے پس امام ابی حنیفہ کے نزدیک درہم کی مثال میں ایک ہزار درہم اور ایک درہم اور جوز کی مثال میں ایک ہزار جوز اور ایک جوز اور حنطہ کی مثال میں ایک ہزار کر گیہوں اور ایک کر گیہوں ثابت ہوگا ۔

مسئلہ ۔ اقرار میں استثنا کرنا جائز ہے کیونکہ کتاب اور سنت میں موجود اور کلام عرب میں مفہوم اور معہود ہے پس استثنار باتفاق ائمہ صحیح ہے درآں حالیکہ استثنا اسی جنس سے ہو اور اگر غیر جنس سے ہو تو اسمیں اختلاف ہے پس مذہب امام ابی حنیفہ یہ ہے کہ اگر استثنا اس شئے سے ہے کہ وہی شئے ذمہ داری میں ثابت ہو مطلب اس کا یہ ہے کہ جو شئے ناپ کر اور تل کر اور گن کر بکتی ہیں انکو

لے ایک کر سات سو بیس صاع کا ہوتا ہے ۱۲

کی حفاظت پر مقرر کرنا کہ جسپر قبضہ کا اثبات ہو سکے - یا کسی امانت دار کے پاس کسی چیز کو رکھ چھوڑنا کہ جسکو امانت بھی کہتے ہیں -

مودِع - بکسر دال - وہ شخص جو اپنا مال دوسرے کے پاس رکھے یعنے صاحب مال کو کہتے ہیں -

مودَع - بفتح دال - وہ شخص جو اپنے پاس دوسرے کا مال رکھے جسکو امین اور مستودع بھی کہتے ہیں -

ودیعت - وہ شئے جو امانت رکھی گئی - **مثال** زید نے اپنی چادر عمرو کے پاس امانت رکھی - اس مثال میں زیدؔ مُودِع - اور عمرؔو مُودَع اور امین اور چادر ودیعت ہے -

مسئلہ - ودیعت بالاتفاق ائمہ قربت مستحبہ ہے اور ودیعت کی حفاظت ثواب ہے اور وہ محض امانت ہے امین پر ودیعت کی ذمہ داری نہیں ہے مگر کوئی تعدی یعنے زیادتی اس کی طرف سے ہو تو وہ ذمہ دار ہوگا اور امانت رد کرنے کے بابت یا تلف ہونے کے بابت علی الاطلاق امین کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا - اور جب امین کا قبضہ ودیعت گواہی کے ساتھ ہے اور امین کہتا ہے کہ یعنے مُودِع کو واپس کردی تو امین کا کہنا مانا جاویگا یا نہیں ؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک امین کا قول رد کرنے کے بارہ میں بلا شہادت مانا جاویگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ شہادت کے ساتھ مانا جاویگا -

مسئلہ - جب کسی نے اپنے پاس کسیکی اشرفیاں یا روپیہ امانت رکھی اور پھر اس نے اُن کو خرچ کر دیے یا تلف کر دیے اور پھر بجائے اس کے اس کا مثل رکھدیا اور پھر وہ مثل رکھا ہوا بغیر فعل مستودع کے تلف ہوگیا تو امام مالک کے نزدیک مستودع اُس کا ضامن نہ ہوگا اور امام مالک ہی کے نزدیک یہی ہے کہ اگر روپیہ یا اشرفی یا گیہوں دوسرے روپیہ یا اشرفی یا گیہوں میں جو اس کے مثل ہے اس میں مل گئے کہ تمیز نہیں ہو سکتی اور پھر وہ تلف ہوگئے تو مستودع اس صورت میں بھی ضامن نہ ہوگا - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر مستودع نے شئے امانت کو کام میں لاکر بعینہ واپس رکھدی اور تلف ہوگئی

اس کا اقرار قبول کیا جاویگا اور جو قرض ہے وہ متضمن تجارت کے نہیں
ہے پس وہ اُس کے ذمہ رہا اُس مال میں سے نہیں لئے جاوینگے جو اس کے
پاس ہے اور اسیطرح اگر اُس نے غصب کا اقرار کیا تو یہی حکم ہے۔ اور امام
ابی حنیفہ کے نزدیک قرض بھی اُسی مال سے لیا جاویگا جو اُس کے پاس ہے
جیسا کہ قرض جو متضمن تجارت ہے اُس مال سے لیا جاتا ہے۔
مسئلہ۔ اگر کسی نے شنبہ کے روز سو روپیہ کا اقرار کیا اور پھر یکشنبہ کو سو روپیہ
کا اقرار کیا تو امام مالک اور شافعی اور احمد اور محمد اور ابی یوسف کے نزدیک
وہی ایک سو روپیہ ہونگے اسمیں ایک مجلس اور بہت مجلسونکا کچھ فرق نہیں
ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر مجلس واحد ہے تو اُس کا اقرار فقط
ایک سو روپیہ کا ہوگا اور اگر اقرار کئے مجلسوں میں ہے تو اُس کا اقرار از سر نو
سمجھا جاویگا یعنے ہر ایک اقرار ایک علیحدہ اقرار ہوگا۔
مسئلہ۔ اگر کسی نے قرض میعادی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے میعاد سے انکار
کیا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک مقر لہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا
یعنے قرض بالفعل سمجھا جائیگا۔ اور امام احمد کے نزدیک مقر کا قول قسم کیساتھ
مانا جاویگا۔ اور امام شافعی سے دو قول مثل دونوں مذہب کے ہیں اصح انمیں
کا یہی ہے کہ مقر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔
مسئلہ۔ اگر ایک گواہ نے زید کے لئے گواہی دی کہ عمرو پر زید کے ہزار درہم
ہیں اور ایک دوسرے نے گواہی دی کہ دو ہزار درہم ہیں تو مذہب امام مالک
اور شافعی اور احمد دونوں گواہوں سے ہزار درہم ثابت ہونگے لیکن زید کو
حلف دیا جائیگا مع اُس شاہد کے کہ جس نے ایک ہزار زیادہ بیان کئے تھے۔
اور بمذہب امام ابی حنیفہ اس شہادت سے اُس کے لئے ہرگز کچھ ثابت نہ ہوگا
کیونکہ گواہ اور قسم کے ساتھ حکم نہیں کیا جاتا۔

کتاب الودیعت

ودیعت۔۔ ایجاب وقبول کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو اپنے اُس مال

مسئلہ۔ جب مودِع یعنے صاحب مال نے اپنی امانت مستودِع سے طلب کی تو باتفاق مستودِع پر واجب ہے کہ حتی الامکان امانت دیدیوے ورنہ ضامن ہوگا۔ اور جب کسی نے اپنی امانت امین سے طلب کی اور اس نے جواب دیا کہ تونے میرے پاس امانت نہ رکھی اور پھر کہا کہ وہ ودیعت ضایع ہوگئی تو بالاتفاق وہ اُس کا ضامن ہوگا بباعث خروج حد امانت کے اور اسیطرح اسپر بھی اتفاق ہے کہ جب مستودِع نے مودِع سے کہا کہ مجھ پر تیرا کچھ حق نہیں ہے اور پھر کہا کہ امانت ضایع ہوگئی تو مستودِع اپنے قول سے اُس کا ذمہ دار ہوگا اور جب مستودِع نے ودیعت کو اپنے مکان میں اپنے عیال کو بغیر کسی عذر کے سپرد کی یعنے اپنی عورت کو یا بچوں کو کہ جنکا نفقہ اُس کے ذمہ ہے اور اور پھر وہ امانت تلف ہوگئی تو امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک مستودِع ضامن نہ ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک جب مستودِع نے بغیر عذر ودیعت کو اپنے غیر کے پاس سپرد کی تو ضامن ہوگا۔

کتاب العاریت

عاریت

کسی شخص عاقل کا کسی شخص کو کسی شئے کے نفع پر بلا عوض مالک کر دینا جس کو تملیک منفعت بلا عوض بھی کہتے ہیں۔

اعارہ۔ عاریت دینا۔

استعارہ۔ عاریت لینا۔

معیر۔ عاریت دینے والا کہ جس کو مستعار منہ بھی کہتے ہیں۔

مستعیر۔ عاریت لینے والا۔

مستعار۔ وہ شئے جو مانگی دیجاوے۔

مستعار لہٗ۔ وہ شخص جس کے لئے مانگی جاوے **مثال** زید نے ایک گھوڑا بکر سے کسی گاؤں جانیکو سواری کے لئے مانگا۔ اس مثال میں زید مستعیر اور بکر معیر یا مستعار منہ اور گھوڑا مستعار ہے۔

تو ذمہ دار نہ ہوگا۔ اور اگر بجائے اُس کے اُس کی مثل رکھدی اور تلف ہوگئی تو ذمہ دار ہے۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ جب اُس نے شئے امانت کو نکالا اور اُسمیں تعدی کی تو بہر حال امین اُس کا ضامن ہے خواہ اُس شئے کو بعینہ موضع امانت میں واپس رکھی یا اُس کا مثل رکھا۔

مسئلہ۔ جب کسی نے کسی کی امانت اپنے پاس غیر نقد سے رکھی مثلاً کپڑے سے یا جانور سے اور پھر اس نے زیادتی کر کے اُس کا استعمال کیا اور بعد کو اُسے دوسرے موضع امانت میں رکھدیا تو قاضی عبدالوہاب مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ جب جانور پر سواری کی اور پھر اُس کو موضع ودیعت میں باندھ دیا تو مُوَدِع یعنے صاحب مال کو اختیار ہے کہ امین سے اُس کی قیمت لیوے یا کرایہ۔ اور اگر بعد استعمال اُس کو موضع ودیعت میں رکھا اور پھر تلف ہوا تو اس بارہ میں امام مالک نے حکم بیان نہیں فرمایا لیکن اُن کے قول سے یہی پایا جاتا ہے کہ اگر مُوَدِع نے اسکو اپنی ضمان میں رکھا تو اُس کا کرایہ لے لیوے اور اگر اُس کو ضمان مستودع سے رکھا تو قیمت لیوے۔ اور جب مستودع نے امانت رکھا ہوا کپڑا پہنا لیکن بہت عرصہ تک اُس سے فائدہ نہ لیا یعنے نہ پہنا اور واپس موضع امانت میں رکھدیا اور پھر تلف ہوگیا تو اس بابت امام مالک نے کچھ نہ فرمایا کہ کس طرح عمل کیا جاوے اُس لیئے قاضی عبدالوہاب کہتے ہیں کہ میرے نزدیک قوی بات یہی ہے کہ جب شئے مکیل اور موزوں نہ ہو مثل چرمی یا پانی کے یا کپڑے کے اور اُس کا استعمال کیا اور پھر تلف ہوگئی تو مستودع کو اُس کی قیمت دینا لازم ہوگی اُس کا مثل دینا لازم نہیں ہوگا۔ اور جب مستودع اُس کے استعمال میں متعدی ہوا اور امانت کو موضع امانت سے نکالدیا اور پھر واپس اُسی جگہ رکھدیا اس حالت میں وہ کسی وجہ سے ذمہ داری سے بری نہ ہوگا وہ اُس کا ضامن رہیگا۔ اور اسی موجب امام شافعی اور احمد کا قول ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جبکہ مستودع نے استعمال میں تعدی کی اور پھر اُس کو موضع ودیعت میں بعینہ رد کردیا اور پھر وہ شئے تلف ہوگئی تو اُسپر ضمان لازم ہوگا۔

قبضہ کر لیا اور کچھ فائدہ اس سے نہ اٹھایا کیونکہ عاریت قابل میعاد نہیں ہے
اور امام مالک کے نزدیک جبکہ عاریت میں میعاد ہو تو مستعار منہ کو قبل انقضائے
میعاد مستعیر سے رجوع کرنا نہیں ہے اور نہ معیر استعارہ عاریت کا قبل انتفاع
مستعیر کے اس سے مالک ہو سکتا ہے۔ اور جب کسی نے اپنی زمین باغ
لگانے کو یا مکان بنانے کو مانگی دی اور لینے والے نے اسمیں مکان بنالیا یا درخت
لگا دئے تو امام مالک کے نزدیک مستعار منہ کو جائز نہیں ہے کہ اپنی زمین ویسی
ہی اس سے واپس لے لیوے بلکہ اس کو چاہئے کہ کھدے ہوئے یا اکھڑے
ہوئے مکان اور درختوں کی قیمت دیکر زمین واپس لے لیوے یا وہ مستعیر کو
کہدے کہ اپنا مکان کھود لے اور درخت اکھیڑ لے اگر اس کے کھودنے اور
اکھیڑنے میں فائدہ لے سکتا ہو۔ اور اگر زمین کی عاریت میں میعاد مقرر کر لی
تھی تو اب معیر کو جائز نہیں ہے کہ قبل مدت گذرنیکے رجوع کرے البتہ مدت گذر جاوے
تو معیر کو اختیار ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر عاریت
کے وقت کوئی وقت مقرر نہ کیا تو مستعار منہ جب چاہے مستعیر کو درخت اکھیڑنے
اور مکان کھودنے پر جبر کر سکتا ہے۔ اور اگر وقت مقرر کر دیا ہے تو قبل انقضائے
وقت کھودنے پر جبر نہیں کر سکتا اور اگر جبر کرے تو جسقدر قیمت اس مکان یا درخت
کے کھودنے اور اکھیڑنے سے گھٹ جاویگی اس کا مستعار منہ کو تاوان دینا ہوگا
اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر عاریت کے وقت اکھیڑ لینے کی شرط
کی ہو تو معیر کو جائز ہے کہ جب چاہے اکھیڑنے پر جبر کرے۔ اور اگر اکھاڑ لینے
کی شرط نہیں کی تھی اور مستعیر نے اکھاڑ لینا اختیار کیا تو اکھاڑ دیا جاویگا۔ اور
اگر مستعیر نے اکھاڑنا اختیار نہ کیا تو عاریت دینے والیکو اختیار ہے کہ یا تو اس
درخت یا مکان کی قیمت دیکر خود مالک ہو جاوے یا ان کو اکھاڑ دیوے اور جو
نقصان ہوا ہو اس کا ہرجہ بھر دیوے۔ اور اگر مستعار منہ نے اکھاڑنا اختیار نہ کیا
تو نہ اکھاڑے بشرطیکہ مستعیر نے اجرت خرچ کی ہو۔

تنبیہ

کبھی مستعیر اور مستعار لہ ایک ہی شخص ہوتا ہے چنانچہ مثال بالا میں زید نے گھوڑا بکر سے اپنے واسطے مانگا تھا اس لئے زید کو مستعیر بھی کہہ سکتے ہیں اور مستعار لہ بھی

مسئلہ - بالاتفاق ایہ عاریت دنیا ایک عبادت مستحب ہے اور عاریت دینے والیکو ثواب ہوتا ہے - امام شافعی اور احمد کے نزدیک مطلقاً مستعیر شے مستعار کا ضامن ہے خواہ اس نے اسمیں زیادتی کی ہو یا نہ کی ہو اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک مستعار سر طور پر ایک امانت ہے مستعیر اس کا ضامن نہیں ہے مگر اس کی طرف سے کسیطرح کی زیادتی ہوگی تو ضامن ہوگا - اور بقول حسن بصری اور نخعی اور اوزاعی اور ثوری مستعیر کا قول شے مستعار کے تلف ہونے میں قبول کیا جاویگا - اور بمذہب امام مالک یہ ہے کہ جب ہلاک عاریت ہو جاوے تو مستعیر اس کا ضامن نہیں ہوگا برابر ہے کہ حیوان ہو یا کپڑا ہو یا زیور ہو اسطرح کا کہ اس کی ہلاکت ظاہر ہو سکتی ہو یا نہ ہو سکتی ہو مگر جو تعدی مستعیر کی ہوگی تو منجملہ روایات کے اظہر روائت یہ ہے کہ وہ اس کا ضامن ہوگا - اور قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ جب معیر نے مستعیر سے مستعار کے ضمانت کی شرط کر لی تو اسوقت مستعیر ضامن ہوگا اور اگر ضمان کی شرط نہیں کی تو ضامن نہیں ہوگا -

مسئلہ - امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک مستعیر کسی دوسرے شخص کو شے مستعار بلا اجازت مستعار منہ کے مانگی دیدیوے تو اس کو دیدینا جائز ہے بشرطیکہ شے مستعار ایسی ہو کہ لوگوں کے استعمال کرنے سے خراب نہ ہوتی ہو اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مستعیر کو عاریت دینا بلا اجازت مالک کے جائز نہیں اور اس بارہ میں امام شافعی سے کوئی نص نہیں ہے اور اصحاب امام شافعی سے دو وجہ ہیں اصح یہی ہے کہ جائز نہیں ہے -

مسئلہ - معیر کو جائز ہے کہ مستعار کو رجوع کر لے یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک معیر جب چاہے عاریت سے رجوع کر سکتا ہے اگرچہ مستعیر نے

کہ اس کا نقصان کرنے والا اس شے کی قیمت مالک مال کو دیکر وہ شے لے لیوے
کیونکہ وہ اس شے پر زیادتی کرنے والا ہے اور اس بارہ میں مرکوب اور
غیر مرکوب میں کچھ تفاوت نہیں ہے اور نہ اسمیں کچھ فرق ہے کہ قاضی
کے گدھے کی دم کاٹے یا کان وغیرہ کہ جس کے قطع کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ ایسے عیب ہونے سے قاضی اسپر سوار نہ ہوگا اور برابر ہے کہ گھوڑا
ہو یا گدہا یا خچر اور دوسری روایت سے یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کے کپڑے
میں نقصان کیا یہاں تک کہ اس کا اکثر منافع تلف ہو گیا تو اس نقصان کنندہ
پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگئی یعنے اس کی قیمت دیکر کپڑے لے لیوے
اور اگر نقصان کرنے میں اس کی نصف قیمت یا کچھ کم گھٹ گئی تو جسقدر اوسمیں
نقصان ہوا اوسقدر حرجہ دینے کا ذمہ دار ہوگا اور اگر ایسے جانور کا نقصان کر دیا
کہ جس کے لحم یا پشت سے فائدہ لیا جاتا ہو چنانچہ اونٹ وغیرہ کہ اس کی ایک
آنکھ پھوڑ دی تو نقصان کنندہ پر یعنے آنکھ پھوڑنے والے پر اس اونٹ کی
ربع قیمت دینا لازم ہوگی اور اگر دونوں آنکھیں نکالدی تو پوری قیمت دینا لازم
ہوگی اور نقصان کرنیوالے سے مالک جانور قیمت لیکر اس جانور نقصان یافتہ
کو اس کے سپرد کر دیوے اگرچہ اس کا مالک قاضی ہو یا بادشاہ اور سوا ے
اس جنس کے اور شے میں جسقدر نقصان ہوا ہو اوسقدر نقصان کا حرجہ دلایا
جاوے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک تمام اشیاء میں نقصان کا حرجہ
دلایا جاتا ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے کسی شے کو غصب کیا اور بعد غصب کے اوسمیں کچھ نقصان کر دیا تو امام مالک
کے نزدیک مالک شے کو لازم ہے کہ غاصب سے اس شے کو مع حرجہ نقصان
کے لے لیوے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک مالک شے غاصب سے
قدر نقصان لیکر اپنے شے کو لے لیوے۔

مسئلہ۔ کسی نے اپنے غیر کے غلام میں کچھ نقصان کر دیا چنانچہ ہاتھ یا پاؤں

لہ جسقدر نقصان کیا اس کا حرجہ اسپر ہے سا اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ۔

کتاب الغصب

غصب - مال قیمت دار شرعی کو جو محفوظ ہو بغیر اجازت اُس کے مالک کے کھلم کھلا اسطرح چھین لینا کہ اصلی مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے -

تنبیہ

جاننا چاہئے کہ مطلق مال قیمتی اور محفوظ کے چھین لینے کو غصب نہیں کہتے بلکہ اُس کا محفوظ اور قیمتی ہونا شرعاً ہو چنانچہ شراب - سور اگرچہ قیمتی اشیا ہیں لگر شریعت میں قیمتی نہیں اسطرح کافر کا مال دار الحرب میں اگرچہ محفوظ ہے لیکن شرعاً محفوظ نہیں ہے -

غاصب - چھیننے والا -

مغصوب منہ - وہ شخص جس سے چھینا جاوے - یعنے اصلی مالک -

مغصوبہ - وہ شئے جو چھینی گئی ہو - **مثال** زید نے عمرو سے چاقو چھین لیا - اس مثال میں زید غاصب اور عمرو مغصوب منہ اور چاقو مغصوبہ ہے -

مسئلہ - بالاجماع غصب کرنا حرام ہے اور غاصب گنہگار رہے - اور غاصب کو واجب ہے کہ اگر شئے مغصوبہ بعینہٖ موجود ہو تو اصل مالک کو پھیر دیوے دراں حالیکہ اس کے رد کرنے میں اُس شئے کے تلف ہونیکا خوف نہ ہو مثلاً درخت اکھیڑ کر واپس دینے میں تلف ہونے کا خوف ہے اور اسپر سب اماموں کا اتفاق ہے کہ سامان اور حیوان اور ہر ایک وہ شئے جو غیر مکیل اور موزوں ہو اور اُس کو کسی نے غصب کیا اور پھر وہ تلف ہوگئی تو غاصب اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا یعنے جو اس شئے کی قیمت ہو اصل مالک کو دیدیگا اور اگر وہ شئے مغصوبہ مکیل اور موزون ہے تو اُس کی مثل کا ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس کا مثل ملتا ہو اور امام احمد کی ایک روایت سے قیمت کا ضامن ہوگا -

مسئلہ - کسی نے کسی کے مال کا نقصان کیا اور جس مقصد کے لئے اُس نے نقصان کرنا چاہا تھا وہ غرض اُس سے جاتی رہی تو مشہور امام مالک سے یہی

اور ابی حنیفہ کے نزدیک وہ زیادتی غیر مضمونہ ہے اور بمذہب امام شافعی اور احمد وہ زیادتی بہر حال غاصب پر مضمونہ ہے۔

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک منافع غصب غیر مضمونہ ہے اور امام مالک سے کئی روایات ہیں ایک روایت سے وجوب ضمان ہے اور بروایت ثانی ضمان نہیں ہے اور بروائت ثالث یہ ہے کہ اگر دار ہے اور اسمیں غاصب بنفسہ رہتا ہے تو ضمان نہیں ہے اور اگر اس نے اس کو کسی دوسرے کو کرایہ دے رکھا ہے تو اس کرایہ کا وہ ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مغصوب حیوان ہے اور غاصب نے اس کو رد کر دیا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے اسکا انکار کر دیا تو ضامن ہوگا۔ اور روائت رابعہ جو ان سے ایک روائت ہے وہ یہ ہے کہ اگر غاصب کا قصد محض منفعت لینے کا ہے نہ عین کا چنانچہ کسی بیل یا گھوڑے کو پکڑ کر لاد کر یا سواری کر کے چھوڑ دیا تو ضمان منفعت کی اسپر واجب ہوگی اور بمذہب امام شافعی اور امام احمد کہ منجملہ روائیتیں کے اظہر روائت سے یہ ہے کہ وہ منفعت غاصب مضمونہ ہوگی۔

مسئلہ۔ جب کسی نے کسیکی لونڈی کو غصب کر کے اس سے وطی کی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اسپر حد ماری جاویگی۔ اور لونڈی واپس مالک کو دلائی جاویگی اور قیاس مذہب امام ابی حنیفہ کا یہ ہے کہ اس کو حد ماری جاویگی اور لونڈی سے جو وطی کی اسکا ہرجہ اسپر نہیں ہے اور اگر اس لونڈی سے کوئی لڑکا لڑکی پیدا ہوا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک اس ولد کو اس کی والدہ کے ساتھ رد کر دیا جاویگا اور مغصوب منہ کا غلام ہوگا۔ ولادت سے جو نقصان لونڈی میں آگیا اس کا ارش یعنے وہ ہرجہ کہ جسقدر ولادت سے لونڈی کی قیمت کم ہوئی اس قدر غاصب مغصوب منہ کو دیوے۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک ولد النقص کا عوض شمار کیا جاویگا۔ اور جب کسی نے کسی دار یا غلام یا کپڑے کو غصب کیا اور ایک مدت تک اس کے پاس رہا مگر اس سے کچھ نفع حاصل نہ کیا یعنے نہ تو غاصب خود مکان میں رہا نہ کرایہ دیا

کاٹ ڈالے کہ جس سے اُس کے مالک کی غرض باطل ہوگئی تو رابع مذہب امام
مالک سے یہی ہے کہ یا تو اس کا مالک اُس غلام کو نقصان کنندہ کے سپرد کر کر
اُس کی قیمت اُس سے لے لے اگر نقصان کنندہ نے عمداً نقصان کیا تھا تو
اُس صورت میں وہ غلام اُس سے آزاد ہو جائیگا - یا مالک غلام نقصان
کنندہ سے قیمت نہ لے تو خالی غلام کو اپنے پاس رکھ لے اور دوسری روایت
امام مالک سے یہ ہے کہ جسقدر نقصان ہوا اُس قدر حرجہ لے لیوی اسی موجب
ابی یوسف و محمد کا قول ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ غلام
کو نقصان کنندہ کے سپرد کر کر اُس کی قیمت لے لیوے - اور اگر سپرد
نہ کرے تو غلام کو اپنے پاس رکھ لیوے پھر نقصان کنندہ سے کچھ نہیں
لے سکتا اور امام شافعی کے نزدیک مالک غلام کو اپنے پاس رکھے
اور نقصان کنندہ سے اُس کی کل قیمت تھوڑی تھوڑی کر کے لے لیوی
کیونکہ اُس کی قیمت اُس کے دیت کے مانند ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام
کو مثلہ کیا چنانچہ اُس کا ناک یا ہاتھ کاٹا یا دانت اکھیڑے تو امام مالک
کے نزدیک وہ غلام اُس کے مالک سے آزاد ہو جائیگا لیکن امام مالک
سے اُسمیں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ بنفس جنایت آزاد ہو جائیگا
اور بقول دیگر حکم حاکم سے آزاد ہوگا اور امام ابو حنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے
ہیں کہ مثلہ کرنے سے آزاد نہ ہوگا -

مسئلہ - کسی نے کسی کی لونڈی کو غصب کیا اور لونڈی جس صفت پر تھی
اُس میں کچھ زیادتی پیدا ہو گئی چنانچہ طیار ہو گئی یا کچھ ہنر سیکھ لیا کہ جس سے
اُس کی قیمت زیادہ ہو گئی اور پھر اُس کی قیمت بوجہ لاغر ہونے کے یا ہنر بھولنے
کے کم ہو گئی تو امام مالک اور ابی حنیفہ اور اصحاب امام ابی حنیفہ کے نزدیک
اُس کا مالک بلا حرجہ اور زیادتی کے اُس کو واپس لے لیوے - اور مذہب
امام شافعی اور احمد یہ ہے کہ اُس کا مالک اُس کو مع حرجہ اُس زیادتی کے
لے لیوے جو زیادتی غاصب کے پاس پیدا ہوئی تھی اور اگر بعد غصب کوئی
زیادتی منفصل پیدا ہوئی مثلاً اُس کے کوئی لڑکا لڑکی پیدا ہو گیا تو امام مالک

مثل جو وزن اور صفت میں برابر ہو دیوے۔ اور اسیطرح درخت ساج یا ساگ کی لکڑی کو غصب کرکے کواڑ بنائے یا مٹی کو غصب کرکے اینٹ بنائی اور ایسے ہی گیہون کو غصب کرکے اس کو پیسکر روٹی پکائی تو ان سب صورتوں میں ان کا مثل دینا لازم ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں یہ چیزیں مغصوب منہ کو ردکیجاوینگی اگر ان میں نقصان ہوگا تو غاصب پر نقصان لازم ہوگا اور اس بارہ میں امام ابو حنیفہ نے امام مالک کے ساتھ موافقت کی ہے مگر سونے اور چاندی میں کہ جب ان کو گلا کر ڈہال لیا ہو اسی طرح سے عینی عیون المسائل سے نقل کیا ہے اور قاضی ابن رشید نے مسائل الطبولیہ میں لکھا ہے کہ جب گیہوں کو غصب کرکر آٹا کر لیا یا بکری کو غصب کرکے ذبح کی یا کپڑا غصب کرکے اس کو قطع کر لیا تو شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ کل مغصوب منہ کو واپس کئے جاوینگے۔ غاصب ان کا مالک نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی جب انڈے کو غصب کیا اور مرغی کے بازو کے نیچے بچہ نکلوانے کو رکھدیا یا کسی اناج کے دانون کو غصب کیا اور ان کو کھیت میں بو دیا یا تخم خرما کو غصب کیا اور زمین میں لگا دیا تو مذہب امام شافعی اور مالک میں یہی حکم ہے مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں غاصب کو قیمت دینا لازم ہوگی۔

مسئلہ۔ کسی نے کسی پرند جانور کا پنجرا بلا اجازت اس کے مالک کے کھولدیا اور جانور اس میں سے اڑ گیا تو امام مالک اور احمد کے نزدیک کھولنے والا اس پرند کا ضامن ہوگا اور اسی طرح جب کسی نے کسی چوپائے بندہے ہوئے کو کھولدیا اور وہ بھاگ گیا یا غلام کو قید کر رکھا تھا اس خیال سے کہ بھاگ نجاوے اور اس کو قید سے نکالدیا کہ وہ بھاگ گیا اس صورت میں کھولنے والے پر ان کی قیمت لازم ہوگی لیکن امام مالک کے نزدیک برابر ہے کہ کھولنے کے بعد فوراً جانور اڑ گیا یا چوپایا بھاگ گیا یا تھوڑی دیر ٹھہر کر پیچھے اڑا یا بھاگا اور امام شافعی کے نزدیک اگر بعد کھولنے کے ایک ساعت ٹھہر کر اڑا یا بھاگا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں ہے اور اگر کھولتے ہی اڑ گیا یا بھاگ گیا

اور نہ غلام سے خدمت لی اور نہ کپڑا پہنا یہاں تک کہ مغصوب منہ نے اس کو واپس مغصوبہ کو لے لیا تو امام مالک اور ابی حنیفہ کے نزدیک جب تک وہ شے غاصب کے پاس بیکار پڑی رہی اتنی مدت کی کچھ اجرت نہ لی جاویگی سوائے امام شافعی اور احمد کے نزدیک اتنی مدت تک کی جیسی اجرت ہو لیجاویگی۔ اور عقار (زمین و مکان) و اشجار غصب کئے ہوئے سب مضمونہ ہونگے پس جب کسی نے انمیں سے کسیکو غصب کیا اور سیلاب یا آتش وغیرہ لگجانے سے وہ تلف ہو جاوے تو امام مالک اور شافعی و محمد بن الحسن کے نزدیک یوم غصب کے اس شے کی جو قیمت ہو وہ قیمت غاصب کو دینا لازم ہوگی اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جو شے غیر منقول ہو چنانچہ عقار اور غاصب نے اس کو اس کے مالک کے پاس سے نکال لی تو غاصب پر ضمان نہیں ہے مگر غاصب قبضہ کر کے کوئی طرحکا نقصان کرے یا اس کو تلف کر دے تو بسبب اتلاف و جنایت کے ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی نے ستون یا اینٹ غصب کی اور اسپر عمارت بنالی تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک غاصب اسکا مالک نہیں ہو سکتا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک غاصب اس کا مالک ہو سکتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کی قیمت جو ہو دیدیوے کیونکہ عمارت گرا کر اس کے نکالنے میں غاصب کا نقصان ہوتا ہے۔ اور کسی نے ساج یعنے ساگ[1] کی لکڑی غصب کی اور اس کو کسی کشتی میں لگا کر دریا میں لے گیا کہ جہاں پانی گہرا ہے اور ایسے وقت میں اس کا مالک اس کو طلب کرے تو غاصب پر اس کا اکھاڑ دینا واجب نہیں ہے مگر امام شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ اس کو اکھاڑ دیوے لیکن اصح یہ ہے کہ جب تلف نفس یا مال کا خوف نہو۔

مسئلہ۔ جب کسی نے سونا یا چاندی غصب کیا اور اس سے کوئی زیور ڈھالکر بنایا یا دینار درہم یعنے روپیہ اشرفی بنائے یا تانبا یا کتھیر یا لوہا غصب کیا اور اس سے برتن یا تلواریں بنائیں تو امام مالک کے نزدیک ان کل اشیاء میں ان کا

---

[1] ساک یا ساگوان ایک قسم کا درخت ہے کہ جس کی لکڑی سے عمارت بناتے ہیں اور کشتی [illegible]

ہوگئی جس واسطے کہ غاصب زراعت کو بے لیوے تو امام ابی حنیفہ وشافعی کے نزدیک مالک زمین کو اختیار ہے کہ اوسکی زراعت کو کھود ڈالے۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر وقت زراعت بونے کا فوت نہیں ہوا ہے تو مالک زمین کھودنے پر جبر کر سکتا ہے اگر زراعت بونے کا وقت جاتا رہا تو اسبارہ میں دو روائیتیں ہیں مشہور تر یہی ہے کہ پھر مالک زمین زراعت نہیں کھود سکتا۔ البتہ زمین کا کرایہ لیگا۔ اور امام احمد کے نزدیک اگر مالک زمین چاہے تو زراعت کو اپنی زمین رہنے دیوے اور زمین کا کرایہ اور وہ نقصان جو اُسکو زراعت نکرنے میں ہوا ہے لیوے اور اگر چاہے تو غاصب کو زراعت کی قیمت دیکر خود زراعت کا مالک ہو جاوے۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر مسلم نے کسی ذمی کی شراب ڈہولدی تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک ضمان نہیں ہے اور ایسے ہی اگر اوس نے اوس کے سُور کو تلف کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اس صورت میں اوسکی قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔

کتاب الشفعہ

شفعہ۔ کسی حق کے سبب کسی اور کو زمین خریدی ہوئی نہ لینے دینا اور جبراً مشتری کو وہ قیمت جو اوس نے دی ہے بحکم حاکم خود دے کر اوس زمین پر مالک ہونا۔

شفیع۔ وہ شخص جو حق شفعہ کے سبب زمین لینا چاہتا ہے۔

مشفوعہ۔ وہ زمین مبیعہ جسپر حق شفعہ کا دعوےٰ کیا گیا ہو۔

خلیط فی نفس المبیع۔ وہ شریک جو شامل ملکیت مبیعہ ہو۔

خلیط فی حق المبیع۔ وہ شخص جو شریک حق المرور وغیرہ ہو۔

جار ملاصق۔ وہ پڑوسی کہ جسکا مکان مکان مبیعہ مشفوعہ سے ملا ہوا ہو۔

(مثال) زید نے اپنا مکان موروثی بکر کو سو روپیہ کے عوض فروخت کیا اب زید کا بھائی

تو اسمیں بھی امام شافعی سے دو قول ہیں صحیح یہی ہے کہ وہ ضامن ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایسے فعل کرنے والے پر کسی طرح ضمان نہیں ہے۔
مسئلہ۔ جب کسی نے غلام کو غصب کیا یا چوپائے کو اور بعد غصب غلام یا چوپایہ بھاگ گیا یا کوئی شے غصب کی اور وہ چوری جاتی رہی یا ضائع ہوگئی تو امام مالک کے نزدیک اُس کی قیمت کا تاوان غاصب مغصوب منہ کو دیگا مگر امام مالک کے نزدیک غاصب شے مغصوب کا مالک ہو جائیگا یعنے جب شے مغصوبہ ملجائیگی تو پھر مغصوب منہ اُس کو نہیں لے سکتا اور نہ غاصب مغصوب منہ سے قیمت واپس لے سکتا ہے مگر رضامندی سے ایک دوسرا لے سکتا ہے۔ اور ایسے ہی امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے مگر اس صورت میں کہ جب مغصوب گم ہو جاوے اور مغصوب منہ اُس کی قیمت سو روپیہ بیان کرے اور غاصب نے پچاس کہکر حلف کر لیا اور تاوان کے پچاس روپیہ دیدئے اور بعد میں شئے مغصوبہ مل گئی اور قیمت اُس کی بقول مغصوب منہ سو روپیہ کی نکلی تو اُس وقت مغصوب منہ شے مغصوبہ لیکر غاصب کو قیمت واپس کردیگا اور اس صورت میں امام مالک کے نزدیک مغصوب منہ باقی پچاس روپیہ غاصب سے اور لے لیوے اور بمذہب امام شافعی شئے مغصوب ملک مغصوب منہ میں باقی رہیگی پس جب شئے مغصوب مل جاوے تو مغصوب منہ غاصب کو قیمت دیکر مغصوب کو لے لیوے اور جب غاصب نے مغصوب کو چھپا کر بیان کیا کہ مغصوب ہلاک ہوا تو غاصب سے قیمت لے جاوے تو پھر مغصوب ظاہر ہوا تو بالاتفاق مغصوب منہ مغصوب کو لیکر اُس کی قیمت واپس غاصب کو دیدیوے۔
مسئلہ۔ کسی نے عقار یعنے مکان کو غصب کیا اور اُس کے پاس وہ تلف ہوگیا اسطرح پر کہ یا تو وہ گر گیا یا بہ گیا یا جل گیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک غاصب قیمت کا ضامن ہے اور امام ابی حنیفہ سے روایت کی گئی کہ جس حالت میں اُس کو تلف کرنے کا سبب غاصب کے کسب سے نہ تھا تو ضامن نہ ہوگا۔ اور جب کسی نے زمین کو غصب کیا اور اسمیں زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم

مثل جو وزن اور صفت میں برابر ہو دیوے۔ اور اسیطرح درخت سال یا ساگ کی لکڑی کو غصب کرکے کواڑ بنائے یا مٹی کو غصب کرکے اینٹ بنائی اور ایسے ہی گیہوں کو غصب کرکے اُس کو پیسکر روٹی پکائی تو اُن سب صورتوں میں اُن کا مثل دینا لازم ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں یہ چیزیں مغصوب منہ کو ردکیجاوینگی اگر اُن میں نقصان ہوگا تو غاصب پر نقصان لازم ہوگا اور اس بارہ میں امام ابوحنیفہ نے امام مالک کے ساتھ موافقت کی ہے مگر سونے اور چاندی میں کہ جب اُن کو گلاکر ڈھال لیا ہو اُسی طرح سے یہنے عیون المسائل سے نقل کیا ہے اور قاضی ابن رشید نے مسائل الطبولیہ میں لکھا ہے کہ جب گیہوں کو غصب کرکر آٹا کرلیا یا بکری کو غصب کرکے ذبح کی یا کپڑا غصب کرکے اُس کو قطع کرلیا تو شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ کل مغصوب منہ کو واپس کئے جاوینگے۔ غاصب ان کا مالک نہیں ہوسکتا اور ایسے ہی جب انڈے کو غصب کیا اور مرغی کے بازو کے نیچے بچہ نکلوانے کو رکھدیا یا کسی اناج کے دانوں کو غصب کیا اور اُن کو کھیت میں بودیا یا تخم خرما کو غصب کیا اور زمین میں لگا دیا تو مذہب امام شافعی اور مالک میں یہی حکم ہے مگر مذہب امام ابی حنیفہ میں غاصب کو قیمت دینا لازم ہوگی۔

مسئلہ۔ کسی نے کسی پرند جانور کا پنجرا بلا اجازت اُس کے مالک کے کھولدیا اور جانور اُس میں سے اڑگیا تو امام مالک اور احمد کے نزدیک کھولنے والا اُس پرند کا ضامن ہوگا اور اسی طرح جب کسی نے کسی چوپائے بندھے ہوئے کو کھولدیا اور وہ بھاگ گیا یا غلام کو قید کر رکھا تھا اُس خیال سے کہ بھاگ نجاوے اور اُس کو قید سے نکالدیا کہ وہ بھاگ گیا اُس صورت میں کھولنے والے پر اُن کی قیمت لازم ہوگی لیکن امام مالک کے نزدیک برابر ہے کہ کھولنے کے بعد فوراً جانور اڑگیا یا چوپایا بھاگ گیا یا تھوڑی دیر ٹھہر کر پیچھے اڑا یا بھاگا اور امام شافعی کے نزدیک اگر بعد کھولنے کے ایک ساعت ٹھہر کر اڑا یا بھاگا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں ہے اور اگر کھولتے ہی اڑگیا یا بھاگ گیا

اور نہ غلام سے خدمت لی اور نہ کپڑا اپنا یا نہ کہ مغصوب منہ نے شے کو واپس مغصوبہ کو لے لیا تو امام مالک اور ابی حنیفہ کے نزدیک جب تک وہ شے غاصب کے پاس بیکار پڑی رہی اتنی مدت کی کچھ اجرت نہ لی جاویگی سوا امام شافعی اور احمد کے نزدیک اتنی مدت تک کی جیسی اجرت ہو لیجاویگی۔ اور عقار (زمین و مکان) و اشجار غصب کئے ہوئے سب مضمونہ ہونگے پس جب کسی نے انمیں سے کسیکو غصب کیا اور سیلاب یا آتش وغیرہ لگجانیسے وہ تلف ہو جاوے تو امام مالک اور شافعی و محمد بن الحسن کے نزدیک یوم غصب کے اس شے کی جو قیمت ہو وہ قیمت غاصب کو دینا لازم ہوگی اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جو شے غیر منقول ہو چنانچہ عقار اور غاصب نے اس کو اس کے مالک کے پاس سے نکال لی تو غاصب پر ضمان نہیں ہے مگر غاصب قبضہ کر کے کوئی طرحکا نقصان کرے یا اس کو تلف کر دے تو بسبب اتلاف و جنایت کے ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی نے ستون یا اینٹ غصب کی اور اسپر عمارت بنالی تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک غاصب اسکا مالک نہیں ہو سکتا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک غاصب اس کا مالک ہو سکتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کی قیمت جو ہو دیدیوے کیونکہ عمارت گرا کر اس کے نکالنے میں غاصب کا نقصان ہوتا ہے۔ اور کسی نے ساج یعنے[1] ساک کی لکڑی غصب کی اور اس کو کسی کشتی میں لگا کر دریا میں لے گیا کہ جہان پانی گہرا ہے اور ایسے وقت میں اس کا مالک اس کو طلب کرے تو غاصب پر اس کا اکھاڑ دینا واجب نہیں ہے مگر امام شافعی سے حکایت کی گئی ہے کہ اس کو اکھاڑ دیوے لیکن اصح یہ ہے کہ جب تلف نفس یا مال کا خوف نہو۔

مسئلہ۔ جب کسی نے سونا یا چاندی غصب کیا اور اس سے کوئی زیور ڈھالکر بنایا یا دینار درہم یعنے روپیہ اشرفی بنائے یا تانبا یا کتھیر یا لوہا غصب کیا اور ان سے برتن یا تلوارین بنائیں تو امام مالک کے نزدیک ان کل اشیاء میں ان کا

---

[1] ساک یا ساگوان ایک قسم کا درخت ہے کہ جس کی لکڑی سے عمارت بناتے ہیں اور کشتی بھی

ہوگیا جس کی وجہ سے زراعت کا نقصان ہے تو امام ابی حنیفہ وشافعی کے نزدیک مالک زمین کو اختیار ہے کہ اوسکی زراعت کو کھود ڈالے۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر وقت زراعت بونے کا فوت نہیں ہوا ہے تو مالک زمین کھودنے پر جبر کر سکتا ہے اگر زراعت بونے کا وقت جاتا رہا تو اس بارہ میں دو روائیتیں ہیں مشہور تر یہی ہے کہ پھر مالک زمین زراعت نہیں کھود سکتا۔ البتہ زمین کا کرایہ لیگا۔ اور امام احمد کے نزدیک اگر مالک زمین چاہے تو زراعت کو اپنی زمین رہنے دیوے اور زمین کا کرایہ اور وہ نقصان جو اُسکو زراعت نکرنے میں ہوا ہے لیوے اور اگر چاہے تو غاصب کو زراعت کی قیمت دیکر خود زراعت کا مالک ہو جاوے۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر مسلم نے کسی ذمی کی شراب ڈہولدی تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک ضمان نہیں ہے اور ایسے ہی اگر اوس نے اوس کے سوئر کو تلف کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اس صورت میں اوسکی قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔

کتاب الشفعہ

شفعہ۔ کسی حق کے سبب کسی اور کو زمین خریدی ہوئی نہ لینے دینا اور جبراً مشتری کو وہ قیمت جو اوس نے دی ہے بحکم حاکم خود دے کر اوس زمین پر مالک ہونا۔

شفیع۔ وہ شخص جو حق شفعہ کے سبب زمین لینا چاہتا ہے۔

مشفوعہ۔ وہ زمین مبیعہ جسپر حق شفعہ کا دعوے کیا گیا ہو۔

خلیط فی نفس المبیع۔ وہ شریک۔ جو شامل ملکیت مبیعہ ہو۔

خلیط فی حق المبیع۔ وہ شخص جو شریک حق المرور وغیرہ ہو۔

جار ملاصق۔ وہ پڑوسی کہ جسکا مکان مکان مبیعہ مشفوعہ سے ملا ہوا ہو۔

(مثال) زید نے اپنا مکان موروثی بکر کو سو روپیہ کے عوض فروخت کیا اب زید کا بھائی

تو اسمیں بھی امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ وہ ضامن ہوگا۔ اور
امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایسے فعل کرنے والے پر کسی طرح ضمان نہیں ہے۔

مسئلہ۔ جب کسی نے غلام کو غصب کیا یا چوپاٹے کو اور بعد غصب غلام یا
چوپایہ بھاگ گیا یا کوئی شے غصب کی اور وہ چوری جاتی رہی یا ضائع ہوگئی
تو امام مالک کے نزدیک اُس کی قیمت کا تاوان غاصب مغصوب منہ کو دیگا مگر
امام مالک کے نزدیک غاصب شئے مغصوب کا مالک ہوجائیگا یعنے جب شئے
مغصوبہ ملجائیگی تو پھر مغصوب منہ اُس کو نہیں لے سکتا اور نہ غاصب مغصوب
منہ سے قیمت واپس لے سکتا ہے مگر رضامندی سے ایک دوسرا لے سکتا
ہے۔ اور ایسے ہی امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے مگر اس صورت میں کہ جب
مغصوب گم ہوجاوے اور مغصوب منہ اُس کی قیمت سو روپیہ بیان کرے
اور غاصب نے پچاس کہکر حلف کر لیا اور تاوان کے پچاس روپیہ دیدئے
اور بعد میں شئے مغصوبہ مل گئی اور قیمت اُس کی بقول مغصوب منہ سو روپیہ
کی نکلی تو اُس وقت مغصوب منہ شئے مغصوبہ لیکر غاصب کو قیمت واپس کردیوے
اور اس صورت میں امام مالک کے نزدیک مغصوب منہ باقی پچاس روپیہ
غاصب سے اور لے لیوے اور بمذہب امام شافعی شئے مغصوب ملک
مغصوب منہ میں باقی رہیگی پس جب شئے مغصوب مل جاوے تو مغصوب
منہ غاصب کو قیمت دیکر مغصوب کو لے لیوے اور جب غاصب نے مغصوب
کو چھپا کر بیان کیا کہ مغصوب ہلاک ہوا تو غاصب سے قیمت لے جاوے تو
پھر مغصوب ظاہر ہوا تو بالاتفاق مغصوب منہ مغصوب کو لیکر اُس کی قیمت
واپس غاصب کو دیدیوے۔

مسئلہ۔ کسی نے عقار یعنے مکان کو غصب کیا اور اُس کے پاس وہ تلف ہوگیا
اسطرح پر کہ یا تو وہ گر گیا یا بہ گیا یا جل گیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غاصب قیمت
کا ضامن ہے اور امام ابی حنیفہ سے روایت کی گئی کہ جس حالت میں اُس کے
تلف کرنے کا سبب غاصب کے کسب سے نہ تھا تو ضامن نہ ہوگا۔ اور
جب کسی نے زمین کو غصب کیا اور اسمیں زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم

علم زمین مشفوعہ کی بیع کا ہوا اوسی مجلس میں اعلان مطالبہ حق شفعہ کا کرے ۔ سوم یہ
کہ تاجر کیساتھ جب چاہے دعوے کرے حق باطل نہیں ہوتا ۔ یا چاہے تو اپنا حق معاف
کر دے ۔

مسئلہ ۲ ۔ جب درختوں پر دو شریکوں کے درمیان پہل ہوں اور اون
میں سے ایک نے اپنا حصہ بیچا تو امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ
ہے کہ دوسرے شریک کا اوس میں شفعہ ہے اور امام شافعی
اور احمد کے نزدیک اوس میں دوسرے شریک کا شفعہ نہیں ہے ۔

مسئلہ ۳ ۔ اور جب شفعہ کا مال میعادی ہے تو امام مالک اور احمد کے
نزدیک اگر شفیع مالدار نیک معاملہ سمجھدار ہے تو اس میعاد پر شفعہ کا مول دے کر
شفعہ لے لیوے ورنہ کسی دوسری مالدار نیک معاملہ کی ضمانت دلادیوے کہ وہ
مالدار اوس شفعہ کا ثمن میعاد مقررہ پر دے دیوے اور اسی موجب امام شافعی
کا قول قدیم ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ و بقول جدید راجح امام شافعی یہ ہے
کہ شفیع کو اختیار ہے کہ اول ہی نقد حصہ مشفوعہ کو لے لیوے یا میعاد مقررہ تک ٹھہر جاوے اور بعد میعاد پورا ثمن دیکر شفعہ کو لیوے

مسئلہ ۴ ۔ مذہب امام مالک میں اور اصح قولین امام شافعی سے
شفعہ کی تقسیم شفیعوں میں بقدر اون کے مال کے حصہ کے جو اونہوں نے شفعہ کی وجہ سے
دیا ہے کی جائے گی ۔ پس ہر ایک شریک بیع مشفوعہ سے بقدر اپنے ملک کے حصہ
کے لیگا اور مذہب امام ابی حنیفہ میں شفعہ مشترکہ روس شرکاء پر تقسیم ہوگا اور اسی
موجب ایک قول امام شافعی کا ہے اور اسی کو مزنی شافعی المذہب نے پسند کیا
ہے اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے ۔

مسئلہ ۵ ۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک شفعہ میں وراثت جاری
ہوتی ہے شفیع کے مرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا ۔ پس جب شفیع کے لئے شفعہ
واجب ہوا اور شفیع مر گیا اگرچہ شفیع کو وجوب شفعہ کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ۔ اور قبل قادر ہونے

جو اوس کا پڑوسی بھی ہے خود سو روپیہ دے کر بکر سے مکان لینا چاہتا ہے بکر کو نہیں لینے دیتا۔
اس مثال میں۔ زید بائع۔ اور بکر مشتری۔ اور عمرو خلیط و جار ملاصق ہے اور زید کا مکان مبیعہ مشفوعہ ہے۔

مسئلہ ا۔ بالاتفاق ایمہ شفعہ شریک فی الملک کے واسطے ثابت ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک پڑوسی کے لئے شفعہ نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک پڑوسی کے لئے شفعہ ہے اور پڑوسی کے سبب شفعہ واجب ہوتا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک۔ اور راجح مذہب امام شافعی۔ سے یہ ہے کہ شفیع فی الفور دعوی شفعہ کرے اگر اوس نے دعوی شفیع میں باوجود امکان تاخیر کی تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا جیسا کہ خیار رد میں حق رد ساقط ہو جاتا ہے اور دیگر قول امام شافعی سے یہ ہے کہ تین دن تک حق شفعہ باقی رہتا ہے۔
اور تیسرے قول سے یہ ہے ہمیشہ حق شفعہ باقی رہتا ہے مگر جب صراحتہً حق سے دست بردار ہو جاوے تو پھر کچھ حق شفعہ نہیں رہتا۔ اور مذہب امام مالک یہ ہے کہ جب مکان مشفوعہ کی بیع بحاضری شریک کی اور شریک کو بیع کا علم ہوا تو شفعہ کا مطالبہ جب چاہے کر سکتا ہے مگر دو امر کے ساتھ نہیں کر سکتا۔ اوّل یہ کہ اسقدر مدت گذر جاوے کہ جس میں خاموش رہنے سے معلوم ہو کہ شفیع نے حق شفعہ سے اعراض کر لیا ہے اور امام مالک سے ایک روایت یوں کی گئی ہے کہ مدت مطالبہ شفعہ کی ایک سال ہے اور دوسری روایت کی گئی ہے کہ پانچ سال ہے۔ امر دویم یہ کہ مشتری اس معاملہ کو حاکم کے پاس لیجاوے اور حاکم اوس کے لینے کا یا چھوڑ دینے کا حکم کر دیوے۔ تو پھر حق شفعہ ساقط ہو جائے گا حالانکہ حاصل مذہب مالکی میں شفعہ میں مطالبہ فی الفور نہیں ہے لیکن حکم حاکم کے بعد حق شفعہ خارج ہو جاتا ہے اور امام احمد سے کئی روایات ہیں ایک یہ کہ فی الفور مطالبہ کرے۔ دویم یہ کہ موقتاً بالمجلس ہے یعنے جس مجلس میں

قیمتی ہے اور جب شفیع نے دعوے کیا تو ظاہر کیا کہ وہ تلوار یا گھوڑا جو عوض میں ٹھہرا ہے ہزار روپیہ کا ہے اور مکان مشفوعہ سو روپیہ کا ہے اس وجہ سے شفیع لینے سے انکار کرے گا یا مشتری کے لئے اقرار کیا کہ مکان مبیعہ میں بعض حصہ مشتری کے ملک ہے اور پھر باقی مکان یا زمین مشتری کو فروخت کر دے یا مشتری کو ہبہ کر دیوے۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور جب زمین یا مکان کسیکو بلا عوض ہبہ کر دیا تو اوس وقت امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں ہے اور ایسا ہی امام احمد کا قول ہے بلکہ وہ بالتصریح کہتے ہیں کہ بلا عوض کے مالک ہوا ہو تب بھی شفعہ نہیں ہے۔ اور امام مالک کے ایک قول سے شفعہ نہیں ہے وبقول دیگر شفعہ ہے۔

مسئلہ ۹۔ جب کسی شفیع کا شفعہ واجب ہو جاوے اور مشتری اوسکو کہے کہ تجھے اس قدر روپیہ ملے اور اپنا شفعہ ساقط کر تو کیا شفیع کو مشتری سے روپیہ لینا جائز ہے اور شفیع اون روپیوں کا مالک ہوگا یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شفیع کو روپیہ لینا جائز ہے اور وہ روپیہ کا مالک ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک شفیع کو ایسا جائز نہیں ہے اور نہ وہ ان روپیوں کا مالک ہوگا اور اسکو لازم ہے کہ وہ روپیہ پھیر دیوے۔ اور اصحاب امام شافعی سے سقوط شفعہ میں دو وجہ ہیں۔ وجہ اول یہ ہے شفعہ ساقط نہیں ہونا اور وجہ ثانی سے ساقط ہوگا۔

مسئلہ ۱۰۔ جب دو شریکوں نے ملکر ایک ہی بیع میں اپنے دو حصے خرید کئے تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک شفیع اون دونوں میں سے ایک کے حصہ کو بھی شفعہ میں خرید کر سکتا ہے جیسا کہ دونوں حصوں کو اکٹھا خرید کر سکتا ہے اور امام مالک اور ابی حنیفہ کے نزدیک شفیع دونوں خریداروں کے حصہ سے ایک کا

اخذ شفعہ کے مرگیا تو اب شفیع کے وارثوں کی طرف حق شفعہ منتقل ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک شفیع کے مرجانے سے شفعہ باطل ہوجائے گا پھر شفعہ میں وراثت جاری نہ ہوگی اور امام احمد کا قول ہے کہ شفعہ میں وراثت نہیں ہے مگر جب کہ شفیع شفعہ کا طالب تھا اور پھر مرگیا اس صورت میں شفعہ میں وراثت ہوگی۔

مسئلہ ۶۔ اگر مشتری نے زمین شفعہ میں مکان بنالیا یا درخت لگا دیئے اور پھر شفیع نے اوس زمین کے قطعہ کو طلب کیا تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک شفیع مشتری سے مکان گرانے اور درخت اکھیڑنے پر مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ متعلق ثمن ہے یعنے ان کا مول ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک شفیع مشتری پر مکان گرانے اور درخت اکھیڑنے پر جبر کر سکتا ہے اور عیون المسائل میں ہے کہ ایک قوم کا اس بارہ میں یہ خیال ہے کہ شفیع اوس زمین کے قطعہ کا کہ جس میں حق شفعہ ہے مشتری کو ثمن دیدیوے اور مکان اور درخت اوسی جگہ چھوڑے جاویں۔

مسئلہ ۷۔ امام شافعی کے نزدیک جو غیر منقول جو تقسیم نہ ہو سکے۔ چنانچہ حمام۔ کنواں۔ چکی۔ راستہ۔ دروازہ اوسمیں شفعہ نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک ایک قول سے اسمیں شفعہ ہے اور دوسرے قول کے بموجب اس میں شفعہ نہیں ہے اور قول اول کو قاضی عبدالوہاب نے پسند کیا ہے۔ اور اسی کے بموجب امام ابی حنیفہ کا قول ہے اور جب بیعہ کا کوئی اور مستحق نکل آیا تو جمہور علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اس بیعہ کو اوس کا مستحق شفیع سے لے لیوے اور شفیع اپنا دیا ہوا مول مشتری سے لیوے اور مشتری بائع سے لیوے اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ شفیع بائع سے ثمن لیوے کیونکہ بہر حال شفیع کا ذمہ بائع پر ہے۔

مسئلہ ۸۔ اسقاط حق شفعہ یعنے کہ نا مثلاً کسی سامان مجہول کے عوض کسی کو فروخت کر دینا اور وہ سامان گم کر دینا ہے کہ جس سے حق شفعہ ساقط ہو سکتا ہے جیسے کہ یہ مکان چند یوم قیمت تلوار یا ایک گھوڑے کے دیا ہے اور اوس تلوار اور گھوڑے کو غائب کیا کہ شفعہ

اس مثال میں زید مضارب و سو روپیہ راس المال اور بکر رب المال اور نفع میں جس شرط پر شرکت کی ہے وہ مضاربت ہے۔

تنبیہ۔ مضاربت میں راس المال مضارب کے پاس عمل کے پہلے امانت اور ودیعت ہے اگر مال ہلاک ہو جاوے تو مضارب سے کچھ نہ لیا جاوے گا۔ اور جب مضارب نے کام شروع کیا تو وکیل اور جب نفع حاصل کیا تو شریک اور عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو مزدور ہوگا اور اگر مالک مال کی مخالف کی تو غاصب ہوگا۔

مسئلہ ا۔ بالاتفاق ائمہ مضاربت جایز ہے کہ جسکو مدینہ والے قراض کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے کسیکو مال دیا کہ اس میں تجارت کیجاوے اور جو نفع ہو وہ شترک ہوگا۔ پس اگر رب المال نے مضارب کو سامان دیا اور کہا کہ اسکو بیچ دینا اور راس مال کا جو مول ہے وہ مضاربت ہے اور جو اس کا نفع آوے گا اس میں شرکت ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک یہ مضاربت فاسدہ ہے اور بمذہب امام ابی حنیفہ یہ مضاربت صحیح ہے اور پیسوں میں مضاربت کرنے کو ایمہ نے فرمایا ہے لیکن اشہب و ابو یوسف نے جایز رکھا ہے جبکہ وہ پیسے مروج ہوں۔ اور تمام علماء کے نزدیک جب مضارب نے مال مضاربت کو گواہی کے ساتھ لیا تو اب بوجہ انکار اوس مال سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ گواہی نہ ہو اور بقول اہل عراق اوس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاوے گا۔ اور جب راس المال مضارب کو دیا اور اوس نے کسی سے سامان خرید کیا اور ہنوز بایع کو مال نہ دیا تھا کہ وہ مال ہلاک ہوگیا تو اب امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک بایع سامان مبیعہ کا ثمن مضارب سے لیوے ورانحالیکہ وہ سامان مضارب کا ہوگا۔ اور اوسپر اوس کا ثمن دینا لازم ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بایع اوس سامان کا ثمن رب المال سے لیوے کیونکہ عامل بمنزلہ وکیل کے ہے۔

مسئلہ ۲۔ ائمہ ثلثہ کے نزدیک مضاربت مدت معلومہ تک جائز نہیں کیونکہ

حصّہ نہیں خرید کرسکتا بلکہ دونوں حصّوں کو خرید کرے یا دونوں کو چھوڑ دیوے۔

مسئلہ ۱۱۔ اگر دو شریکوں سے ایک شریک نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا حصّہ ایک شخص کو فروخت کر دیا اور اوس شخص یعنے مشتری نے خریدنے سے انکار کیا اس صورت میں کوئی گواہ نہیں ہے اور شفیع نے اپنا شفعہ طلب کیا۔ تو امام مالک فرماتے ہیں کہ اوس کے لئے شفعہ نہیں ہے مگر بعد ثبوت خریداری کے شفعہ ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شفعہ ثابت ہوگا اور یہی اصح مذہب امام شافعی سے ہے کیونکہ بائع کا اقرار متضمن اثبات حق مشتری اور حق شفیع ہے پس حق شفیع ان کا مشتری سے باطل نہیں ہوگا۔ اور امام مالک اور ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک جیسا مسلم کے لئے شفعہ ثابت ہے اوسی طرح ذمی کے لئے شفعہ ثابت ہے اور امام احمد کے نزدیک ذمی کے لئے شفعہ نہیں ہے۔

کتاب القراض یعنے مضاربت

مضاربت۔ ایک کیطرف سے مال اور دوسرے کیطرف سے محنت کے ساتھ تجارت کرنے میں جو نفع ہو اوس نفع میں ایجاب وقبول کے ساتھ شرکت کرنا کہ جسکو اہل مدینہ قراض کہتے ہیں۔

مضارب۔ وہ شریک جو محنت کرتا ہے کہ جسکو عامل بھی کہتے ہیں۔

رب المال۔ وہ شریک جسکا مال یا روپیہ ہے۔

راس المال۔ وہ مال جو تجارت کو دیا جاوے مثلاً روپیہ اشرفی وغیرہ۔

بضاعت۔ سب نفع کی شرط مالک مال کے لئے کرنا۔

مثال۔ زید نے سو روپیہ بکر سے لئے اور شرط کی کہ ان روپیوں سے تجارت کرونگا جو نفع خداتعالیٰ دیگا اوسکو نصفا نصف یا کم و بیش آپس میں تقسیم کرلیں گے

رض ہوگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ عامل کو اوس کے عمل کی اُجرت دیجاویگی
ور جو نفع ہوگا وہ رب المال کا ہوگا۔ اور اصح قولین امام شافعی سے صورت بالا
یں مضارب کو اگر رب المال نفع تقسیم کر دیوے تو وہ نفع کا مالک ہوجائے گا۔ مگر
بدوں کے کرکے نفع کا مالک نہیں ہوسکتا۔ اور اسی موجب امام مالک کا قول ہے اور
امام ابی حنیفہ کے نزدیک مضارب باعتبار غلبہ یعنے دعوے کے نفع کا مالک ہوگا۔
ور اسی موجب ایک قول امام شافعی کا ہے۔ اور جب رب المال نے کوئی شے مضاربت
سے خرید کی تو بقول ابو یوسف و امام مالک درست ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں
کہ درست نہیں اور اسی موجب اظہر روایتین امام احمد سے ہے۔ اور اگر مضارب
نے دعوے کیا کہ مجھے رب المال نے خرید و فروخت میں اُدھار اور نقد کی اجازت نہیں
دی مگر نقد سے خرید و فروخت کی اجازت دی ہی تو مذہب امام ابی حنیفہ و مالک
اور احمد میں مضارب کا قول قسم کے ساتھ مانا جائے گا۔ اور جب مضارب نے کسی
دوسرے شخص سے مضاربت کی یعنے مضاربت در مضاربت اور نفع حاصل ہوا تو
فقط اکیلے امام احمد فرماتے ہیں کہ مضارب کو مضاربت کرنا جائز نہیں ہے اگر
اوس نے ایسا کیا تو نفع رب المال کو رد کیا جاوے گا۔

کتاب المساقات

مساقات۔ درختوں کو پانی پلاکر پرورش کرنے کے لئے کسیکو سپرد کر دینا بعوض
بعض حصہ اون کے پھلوں کے کہ جسکو معاملت بھی کہتے ہیں۔ اور معاملہ کی یہی تعریف
ہے کہ بعض حاصلات کے عوض کام پر کوئی بات ٹھہرا لینا کہ جس میں سبب شرائط
جواز موجود ہوں۔
تنبیہ۔ اس باب کے ضمن میں مزارعت کا ذکر بھی آیا ہے اسلئے مزارعت کی بھی

قبل اوس مدت کے عقد مضاربت فسخ نہیں ہو گی۔ یا مدت گزرنے پیچ دستور ممنوع ہو گا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مدت معلومہ تک جایز ہے اور جب رب المال نے عامل یعنے مضارب سے یہ شرط کی کہ فلاں شئے مت خریدنا یا فلاں شئے نہ فروخت کرنا تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس شرط سے مضاربت فاسد ہو گی۔ اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک صحیح ہو گی۔

مسئلہ ۳۔ اور جب مضارب نے بعد فاسد ہونے عقد مضاربت کے خرید و فروخت کی اور اوس میں فایدہ حاصل ہوا تو امام ابی حنیفہ و شافعی کے نزدیک اس صورت میں عامل کو اوس کے عمل کے موافق اُجرت دیجاوے گی۔ اور جو فایدہ ہوا ہے وہ رب المال لیگا۔ اور اگر نقصان ہوا تو عامل کے ذمہ رہا اور امام مالک سے دو قول ہیں قول اوّل یہ ہے کہ وہ مضاربت جیسے کی گئی ویسی ہی رب المال کو رد کرائی جائے گی۔ اگرچہ اوس میں کسیقدر نفع رہا تو مضارب کے لئے کچھ نہیں ہے اور قاضی عبدالوہاب کہتے ہیں کہ اس قول سے یعنے ویسی ہی رد کرنے میں یہ احتمال ہے کہ اوس مضاربت میں نقصان ہوا تو بھی رب المال کا ہو گا اور قول دویم امام مالک سے بمطابق مذہب امام شافعی اور ابی حنیفہ نقل کیا گیا کہ عامل کو اوس کے عمل کے بموجب اُجرت دیجاوے۔

مسئلہ ۴۔ جب مضارب مال لیکر سفر کو جاوے تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اوس کا نفقہ مال مضاربت سے ہو گا۔ اور امام احمد کے نزدیک اس صورت میں مضارب کا نفقہ اوس کے پاس سے ہو گا۔ بلکہ سواری تک کا خرچ اپنے پاس سے دیوے۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں۔ اظہر اون میں کا یہی ہے کہ مضارب اپنے نفقہ کے لئے اپنے پاس سے خرچ کرے۔ اور جب مضارب نے رب المال سے تجارت کے لئے مال لیا اور شرط کی کہ کل نفع میں لونگا اور اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے تو امام مالک کے نزدیک جایز ہے اور بقول اہل عراق وہ مال الٰہا

اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک منع ہے جیسے کہ زمین منفردہ میں جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۔ مخابرہ یعنے بعض پیداوار کے عوض زمین کو کاشت کرنا اور تخم کاشتکار کا ہونا۔ بالاتفاق جائز نہیں ہے اور نہ مزارعت یعنے تخم مالک زمین سے لیکر کاشت کرنا بعوض بعض پیداوار کے بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک و امام شافعی کے منجملہ دونوں قول جدید کے قول صحیح سے و منجملہ دونوں قول قدیم کے ایک قول سے کہ جسکو اصحاب امام شافعی نے پسند کیا ہے اور یہی راجح ہے کہ مزارعت یعنے مالک زمین سے تخم لے کر کاشت بعوض بعض پیداوار کے جائز نہیں ہے[۱] اور نووی فرماتے ہیں کہ وہی قول مختار اور راجح ہے جو مزارعت کے صحت میں امام شافعی نے فرمایا ہے اور اسی موجب مذہب امام احمد اور ابی یوسف و محمدؒ کا ہے اور نووی فرماتے ہیں کہ مزارعت میں عامل اور مالک زمین کے شراکت میں غلہ رہے۔ مالک زمین عامل سے نصف تخم کے عوض نصف زمین اپنے واسطے زراعت کرائے اور نصف زمین اوسکو عاریت دیدے۔

مسئلہ ۴۔ ایسے پھل موجودہ کے لئے مساقات کی جسکی صلاح یعنے کوئی صورت درستی کی ظاہر نہیں ہوئی ہے تو وہ مساقات امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے اگر پھلوں کی صلاح یعنے کوئی صورت درستی کی ظاہر ہو گئی اور بعد کو عقد مساقات کیا تو ایسا ثلاثہ مجتہدین کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور ابی یوسف اور محمد و سحنوں کے نزدیک ہر ثمرہ موجودہ کے لئے بلا تفصیل جائز ہے اور جب متعاقدین نے جزء مشروط میں یعنے جس قدر حصہ بٹائی کا پھلوں میں ٹھہرا تھا اوس میں اختلاف کیا تو امام شافعی کے نزدیک دونوں قسم کھاویں اور عقد کو

---

[۱] عقد مزارعت اس جگہ بالاتفاق ناجائز بوجہ شرط ناجائز بیان کی ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اوس زمین میں بقدر تخم ہی پیدا ہو اور زیادہ پیدا نہ ہو تو مشارکت نہ رہیگی اور اگر شرائط جائز ہوں یا خراج متقاسمہ کے طور پر ہو تو جائز ہے اسکا ذکر اکثر عقد کی کتابوں میں شرح ... ۱۲ منہ

تعریف لکھنا ضرور ہوا۔ وہو ہذا۔

مزارعت ۔کسیقدر حاصل دینے پر زمین کھیتی کرنے کو دینا یعنے کھیت کی بٹائی پر کسیکو زمین جوتنے کے لئے ایجاب وقبول کے ساتھ دیدینا غرضکہ بعض حاصلات پر یہ عقد کرنا دراصل زمین کو یا کاشتکار کو اجارہ لینا ہے۔

مسئلہ ۱۔ باتفاق کل فقہاء امصار صحابہ وتابعین وایمہ مذاہب مساقات جایز ہے۔ مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک مساقات باطل ہے اور بجز امام ابی حنیفہ کے کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ اور تمام پھل والے درختوں پر مساقات جایز ہے چنانچہ درخت خرما وانگور وانجیر وخروٹ وغیر ذلک نزد امام مالک و احمد اور اسی موجب قول قدیم امام شافعی کا ہے کہ جسکو متاخرین اصحاب امام شافعی نے پسند کیا ہے اور ایسا ہی قول ابی یوسف رح و محمد رح کا ہے اور قول جدید امام شافعی سے یہ ہے کہ مساقات بجز درخت خرما وانگور جایز نہیں ہے اور بقول داؤد خاصکر درخت خرمے کے سوا اور میں جایز نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۔ جب کھجور کے درختوں کے درمیان بیاض (زمین سفید قسم کے) ہے اگرچہ کثرت سے ہے تو اوسپر مزارعت مساقات کے درختوں پر امام شافعی اور احمد کے نزدیک صحیح ہے بشرطیکہ عامل معاملت اور مزارعت کا واحد ہو۔ اور درختوں اور زمین میں فاصلہ نہ ہو۔ اور مزارعت مساقات پر مقدم نہ ہو بلکہ مزارعت مساقات کے اتباع میں ہو۔ حالانکہ مساقات خرمے کی درختوں کی اور آبادی زمین کی شکل ہو اور امام مالک کے نزدیک تھوڑی سی زمین درختوں کے درمیان غیر مساقات میں بلا شرط داخل کر لینا جایز ہے اور امام ابو یوسف اور محمد رح نے مساقات اور مزارعت کو ان کی اصل بنا پر جایز رکھا ہے کیونکہ صاحبین کے نزدیک مخابرہ (مالک زمین کو یعنی پیداوار سے دینے کا عامل کے تخم سے کاشتکاری کرنا) جایز ہے [۵]

---

[۵] مذہب احناف میں صاحبین کے قول پر فتویٰ بنظر ضرورت اور احتیاج ہے ۱۲۔

اوس کو گرا ہوا پایا یا گرا ہوا نہیں پایا مگر گرا چاہتا ہے۔ یا غلام مستاجر بیمار ہو گیا یا موجر نے اجرت معینہ میں کوئی عیب پایا تو مذہب امام مالک اور شافعی اور احمد میں اس صورت میں مستاجر کو بسبب عیب کے اختیار ہوگا اور امام ابی حنیفہ اور اون کے اصحاب کے نزدیک بوجہ اوس عقد کے کہ جو اوس کو حاصل ہوا عقد اجارہ کو فسخ کرنا جایز ہے اگرچہ وہ عذر مستاجر کے جہت سے ہو مثلاً ایک دوکان بکر نے زید سے کرایہ پر لی کہ میں اس میں تجارت کروں گا بعد ازاں اوس کا مال جل گیا یا چوری گیا یا غصب کر لیا یا وہ خود مفلس ہو گیا تو اس صورت میں مستاجر فسخ اجارہ کر سکتا ہے اور ایک قوم کا قول ہے کہ عقد اجارہ آجر کی جانب سے لازم ہوتا ہے نہ مستاجر کی جانب سے جیسا کہ جعالہ یعنے مزدوری میں ہے۔

مسئلہ ۲۔ جب کسی دابہ یعنے چوپائے یا مکان یا دوکان کو ایک مدت معلومہ کے عوض کرایہ پر لیا اور بالفعل اجرت دینے کی شرط نہیں کی اور نہ کوئی میعاد ظاہر کی بلکہ مطلق طور پر کرایہ لے لیا تو مذہب امام شافعی اور احمد میں بنفس عقد اجرت کا حق ثابت ہو جائے گا اور جب موجر نے عین مستاجرہ کو مستاجر کے سپرد کر دیا تو اب تمام اجرت کا استحقاق مستاجر پر ہوگا کیونکہ وہ عقد اجارہ کے ساتھ منفعت کا مالک ہو گیا پھر اوس پر تسلیم اجرت واجب ہے تاکہ موجر پر تسلیم عین لازم ہو جاوے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک اجرت ایک جزو کو مستحق ہو کر پھر دوسرے جزو کی مستحق ہو گی۔ جیسا کہ ایک دن میں کسی سے منفعت حاصل کی اوس روز کی اجرت کا حق اوس پر ہو گیا۔ اگر ایک مکان کرایہ لیا اور ہر مہینہ کا کرایہ ایک روپیہ ٹھہرا لیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اول مہینہ کا اجارہ صحیح ہو کر عقد اجارہ لازم ہوگا۔ اور علاوہ اس مہینہ کے اور مہینے آوینگے اون کا کرایہ بھی اوس مہینہ کے حساب سے دینا لازم ہوگا۔ کیونکہ ان مہینوں کا اجارہ اوس اول مہینہ کے اجارہ میں داخل ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک مشہور روایت سے اجارہ بسبب

فسخ کریں اور عامل کو اوس کی عمل کے موجب اجرت دیجاوے جیسا کہ اختلاف متبایعین میں قسم کھلا کر عقد کو فسخ کیا جاتا ہے۔ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ عامل کا قول قسم کے ساتھ مانا جاویگا۔

کتاب الاجارہ

اجارہ۔ لغت میں اجارے کے معنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرع شریف میں اوسکو کہتے ہیں کہ کسی شے کا نفع کسی عوض کے مقابل قول قرار کے ساتھ ٹھہرا لینا کہ جسکو ہندی میں ٹھیکہ کہتے ہیں۔

مُوجر۔ ٹھیکہ پر دینے والا یا اجرت پر دینے والا۔

آجر۔ بمعنے مُوجر۔

مستاجِر۔ ٹھیکہ لینے والا یا اجرت پر لینے والا۔

اجیر۔ مزدور۔

مستاجرہ۔ وہ شے جسکا فایدہ ٹھیکہ میں دیا گیا ہے۔

(مثال) زید نے اپنا مکان بکر کو سال بھر رہنے کے لئے بارہ روپیہ کے عوض دیا اس مثال میں زید مُوجر اور بکر مستاجر اور مکان مستاجرہ اور بارہ روپیہ اجرت یعنے عوض جو مقابل سال بھر سکونت مکان کے ہے اور اس قول و قرار کا نام اجارہ ہے۔

مسئلہ ا۔ تمام علماء کے نزدیک اجارہ جائز ہے لیکن ابن علیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور عقد اجارہ طرفین سے لازم ہو جاتا ہے اور بعد عقد صحیح کے ایک طرف والا اس عقد کو فسخ کرے تو نہیں کر سکتا اگرچہ کسی عذر کیوجہ سے فسخ کرتا ہو لیکن ایسا عذر ہو کہ جس سے عقد اجارہ کو بسبب وجود عیب عین مستاجرہ فسخ لازم آجاوے تو فسخ ہوگا۔ چنانچہ کسی مکان کو کرایہ لیا اور بعد عقد

اوس شے کا ضامن ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں۔ایک یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا۔دوسرا قول راجح موافق قول ابی حنیفہ کے ہے کہ وہ ضامن نہیں ہے۔ مگر اوس کا ضامن ہوگا کہ جس کا اوس کے ہاتھ سے نقصان ہو جاوے اور برابر ہے کہ اجیر مشترک ہو[1] یا منفرد۔لیکن اوس کا ذمہ وار ہوگا کہ جس کا نقصان اوس کے قصور سے ہوا ہو۔اور ابی یوسف اور محمدؒ کے نزدیک کاریگر اوس کا ضامن یعنے ذمہ دار ہوگا کہ جسکے نقصان کے امتناع کی وہ طاقت رکھتا ہو۔اور جس نقصان کے امتناع کی طاقت وہ نہیں رکھتا یعنے اوس کے اختیار سے باہر ہے اوس کا وہ ضامن نہیں ہے چنانچہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا کوئی امر غالب کا ہو جانا اور جانور کا مر جانا۔اور امام مالک کے نزدیک مزدوری کرنے والا ضامن نہیں ہے کس واسطے کہ وہ امانت کے طور پر کام کرتا ہے۔لیکن خاصکر جو صنعت کرتا ہے وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ اوس نے منفرد ہوکر عمل کیا ہو خواہ اجرت پر عمل کیا ہو یا بغیر اجرت کے مگر جب اوس نے عمل سے فرصت حاصل کی اور بعد کو وہ شے ہلاک یعنے ملف ہوگئی اور گواہوں نے گواہی دی کہ بعد فرصت پانے عمل کے ایسا ہوا ہے تو وہ ضامن نہیں ہے۔اور درزی اور کپڑا سلانے والے میں کسی باب میں اختلاف ہوا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک قول درزی کا مانا جائے گا اور امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک قول کپڑے والے کا مانا جاوے گا۔

مسئلہ۔ اجارہ اقطاع یعنے چند قطعات املاک معافیات زمین لشکریوں کا ٹھیکہ لینا دینا مشہور و معروف مذہب امام شافعی و جمہور علماء کے صحیح ہے۔نووی جو ایمہ مذہب شافعیہ سے ہیں۔کہتے ہیں کہ یہ اجارہ صحیح ہے۔ کیونکہ اس میں لشکری یعنے سپاہی جو مستحق فایدہ کا ہے فایدہ اوٹھا سکتا ہے کس واسطے لشکری اور محنت کے کام میں ہوتا ہے۔اور ہمارے شیخ امام تقی الدین سبکی

---

[1] اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرتا ہو۔ مثلاً خیاطی۔رنگریزی۔وغیرہ اور منفرد وہ ہے جو ایک کا کام کرتا ہو چنانچہ خیاطی یا رنگریزی خاص ایک کی۔ ۱۲ منہ۔

مہینوں میں باطل ہے بلکہ جتنے مہینوں کا اقرار صاف کھول کر کیا اوتنے کا ہوگا۔ اور
جب ایک غلام کو یا مکان کو مدت معلومہ تک ٹھیکہ میں لے لیا اور اوسپر قبضہ کر
لیا بعد کو غلام قبل اس کے کہ کوئی کام شروع کرتے مر گیا یا مکان قبل اس کے کہ
اوس میں سکونت کرے گر پڑا اور مدت سے کچھ نہ گذرا تو ایمہ اربعہ کے نزدیک
اجارہ باطل ہے اور مستاجر پر اجرت سے کچھ حق نہیں ہے۔ اور بقول ابو ثور ایسے
جگہ ضمان منافع کرایہ لینے والے کا ہے خواہ اوس نے فایدہ اٹھایا یا نہ اٹھایا
اجرت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۳ ۔ گاؤں اور مکان اور غلام وغیر ذلک پر جب عقد اجارہ
ہو جاوے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک متعاقدین سے ایک کے مرجانے
سے یا دونوں کے مرجانے سے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا۔ اس معاملہ میں اون کے وارث
اون کے قایم مقام ہوں گے اور بمذہب امام ابی حنیفہ احد المتعاقدین کے مرنے سے
عقد اجارہ فسخ ہو جائے گا اگر مستاجر نے شراب پیا یا چوری کی تو فسق مستاجر سے
اجارہ فسخ ہوگا۔ اور اگر مستاجر فسق سے باز نہ رہا اور برباد ہوتا گیا تو بباعث اسکے
حاکم اوراوس کے اجارہ کو دوسرے کو اجارہ دیوے جیسا کہ فاسق کی ملک کو حاکم
بیع کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۴ ۔ مذہب امام ابی حنیفہ و مالک و احمد میں اور راجح مذہب
امام شافعی سے مدت عقد اجارہ کئی برسوں تک کہ جس میں شے معینہ کے بقا کی امید ہے
جایز ہے اور دوسرے قول سے تین برس تک جایز ہے۔ اور اگر رجب کے مہینہ میں
رمضان کے مہینہ کے اندر کا اجارہ لیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح ہے اور امام شافعی
کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ ۵ ۔ جب کوئی کاریگر کسی شے کو اپنے مکان میں بنانے کو لے
گیا۔ یا کسی نے اوس کے پاس بنانیکو بھیجی تو امام مالک کے نزدیک صانع یعنے کاریگر

ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جو شئی ٹھیکہ میں دیجاوے اوس کو فروخت نکیا جاوے۔ مگر تاجر کی رضامندی سے فروخت ہو سکتی ہے۔ اور اگر آجر پر قرض ہے۔ تو حاکم اوسکو قید کرے اور اس کے اجارہ دی ہوئی جایداد کو قرض ادا کرنے کے لئے بیع کردیوے۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ٹھیکہ میں دی ہوئی شئے کو غیر مستاجر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور مستاجر کے ہاتھ فروخت کرنے میں کسیکا خلاف نہیں ہے سب کے نزدیک جائز ہے۔ کیس لئے کہ اس صورت میں تسلیم منفعت مشکل نہیں ہے۔

مسئلہ۔ کسی نے جانور سواری کیلئے کرایہ پر لیا اور اس طرح لگام کھینچی کر جسطرح سواروں کی عادت ہے اور اس سبب سے وہ جانور مر گیا تو امام مالک اور شافعی اور احمد اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک مستاجر پر ضمان نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اوسکی قیمت کا مستاجر ضامن ہوگا اور اجارہ مشاع کا یعنے شئے مشترک کا کرایہ پر لینا مذہب امام مالک اور احمد اور شافعی اور ابی یوسف و محمد میں جائز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر اوس حالت میں کہ اوسکا شریک اپنے حصہ کو جو مشاع ہے کرایہ دیوے تو جائز ہے۔ مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک شئے مشاع کا رہن و ہبہ کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک اشرفیوں اور روپیوں کا زیب و زینت اور تجمل کیلئے کرایہ لینا جائز ہے چنانچہ صراف ایسا کیا کرتے ہیں۔ اور مذہب امام شافعی اور احمد میں جائز نہیں ہے لیکن بعض اصحاب کو امام شافعی نے اجازت دی ہے۔

مسئلہ ۵۔ زمین کا اجارہ اوسکے عوض جو اوس زمین سے اوگے یا اوس میں سے نکلے کرنا۔ مذہب امام مالک میں جائز نہیں ہے۔ اور نہ اطعمہ و ماکولات مثل مچھلی اور شہد و شکر وغیرہ ذلک کے عوض میں جائز ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ و شافعی اور احمد میں جائز ہے وہ شئے جو زمین سے اوگے اوس کے عوض اور سوا اس کے اطعمہ و ماکولات ہیں سے کسی کے عوض جائز ہے جیسے کہ سونا اور چاندی اور سامان کے عوض جائز ہے اور حسن اور طاؤس

فرماتے ہیں کہ ہم ہمیشہ سے سنتے ہیں کہ علماء اسلام دیار مصر و بلاد شام میں قدیماً ایسے اجارہ کو صحیح کہتے تھے۔ یہانتک کہ شیخ تاج الدین فزاری اور اون کے بیٹے برآمد ہوئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے جیسا مذہب امام مالک اور احمد میں مشہور ہے یعنے اجارہ افطاع صحیح ہے لیکن مذہب امام ابی حنیفہ میں اجارہ افطاع باطل ہے کیونکہ اس میں منازعت کو دخل ہے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد طاعات میں اجرت طلب کرنا مثلاً حج کرانے اور قرآن پڑھانے اور امامت اور اذان میں اجرت مانگنا درست نہیں ہے اور امام مالک نے سوائے امامت کے اوروں میں اجرت لینا جایز رکھا ہے۔ اور موافق امام مالک کے امام شافعی کا قول ہے لیکن اصحاب امام شافعی نے اختلاف کیا ہے۔ اگر کوئی نماز پڑھنے کے لئے مکان کرایہ لیوے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جایز ہے کہ مالک مکان نماز پڑھنے والے کو کرائے پر مدت معلومۃ تک دیوے۔ اور جو کرایہ ٹھرالیا ہو وہ لے لیوے اور بعد مدت معلومہ وہ مکان مالک مکان کی ملک میں عود کرے گا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نماز کے واسطے کرایہ پر مکان لینا جایز نہیں ہے اور کرایہ دینے والے کو اوس مکان کا کرایہ لینا جایز ہے ابن ہبیرہ نے افصاح میں کہا ہے کہ اس بارہ میں امام ابی حنیفہ کا ایسا فرمانا محاسن امام ممدوح سے ہے نہ داخل عیب بنابر اس کے کہ اون کے نزدیک طاعات میں اجرت لینا جایز نہیں ہے۔

مسئلہ ۔ کسی شئے کو مدت معلومۃ تک اجارہ دیدیوے اور پھر اوس کو فروخت کر دیوے تو مذہب امام شافعی میں اگر علاوہ مستاجر کے کسی غیر کو فروخت کی تو دو قول ہیں اظہر اون میں کا یہی ہے کہ جایز ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اوسکا فروخت کرنا جایز نہیں ہے اور مستاجر کو اختیار ہے کہ بیع کی اجازت دیوے اور اجارہ کو باطل کرے یا بیع کو رد کرے اور اجارہ کو ثابت رکھے۔ اور صاحب افصاح اور امام

سکو منفعت کی [illegible] اجارہ میں لیا۔ اور اس سے کچھ خدمت نہ لی تو امام شافعی اور احمد اور ابی حنیفہ کے نزدیک مستاجر پر کچھ اجرت نہیں ہے۔ کیونکہ اوس نے اوس سے کچھ منفعت حاصل نہ کی اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اجارہ میں شرط خیار تین روز تک جایز ہے جیسا کہ بیع میں جایز ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک جایز نہیں ہے۔

کتاب احیاء الموات یعنے غیر آباد زمین کو آباد کرنے میں

موات۔ وہ زمین جو بستی سے اسقدر دور ہو کر انتہا آبادی سے پکار کر آواز دیوے تو اوس زمین میں آواز نہ پہونچے۔ اور اُس سے کسی سبب سے کچھ نفع حاصل نہ ہوتا ہو اور کسیکی ملک نہو اور نہ کوئی خاص حق کسیکا اوسکے متعلق ہو۔

احیا۔ زمین کو آباد کرنا۔

مسئلہ ۱۔ باتفاق ایمہ زمین مردہ یعنے غیر آباد کا آباد کرنا جایز ہے اور اسی طرح زمین موات اسلام کا مسلم کو آباد کرنا جایز ہے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک ذمی کو زمین موات اسلام کا آباد کرنا جایز نہیں اور امام ابی حنیفہ اور اُن کے اصحاب کے نزدیک جایز ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایسی زمین آباد کرنے میں امام وقت یعنے بادشاہ وقت کے حکم کی ضرورت ہے اور امام مالک کے نزدیک اگر وہ زمین ایسے جنگل میں ہے کہ جس میں پانی نہیں ہے یا لوگ اوس کے لئے کوشش نہیں کرتے ہیں تو ایسے زمین کے لئے بادشاہ وقت کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر زمین آبادی سے قریب ہے یا لوگ اوس زمین کے واسطے کوشش کرتے ہیں تو اوس وقت اجازت کی احتیاج ہے اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اجازت کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی زمین کسیکی مملوکہ تھی لیکن اوس کا مالک ہلاک ہوگیا اور زمین ویران ہوگئی کہ جسکو عرصہ دراز گذر گیا تو امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک

مطلقاً کرایہ زمین کے بابت ہر حالت میں عدم جواز کے قایل ہیں اور جب مستاجر نے زمین ٹھیکہ
میں لی تاکہ اوس میں گیہوں کی زراعت کرے تو بمذہب امام مالک وابوحنیفہ وشافعی اور
احمد اوسکو جایز ہے کہ اوس میں جو کی زراعت کرے یا اوس شئے کی زراعت کرے
کہ جو زمین کو گیہوں کے مانند ضرر دیوے اور داؤد وغیرہ فرماتے ہیں کہ گیہوں کے سوائے اوسکو
اور شئے کی زراعت جایز نہیں ہے ۔

مسئلہ ۱۰ جب کسی نے زمین کو ایک سال پر اجارہ لیا تاکہ اوس میں ایک قسم کے درخت
لگادے کہ جو ہمیشہ کو رہے اور پھر سال گذر گیا تو امام مالک کے نزدیک موجر کو اختیار ہے
کہ یا تو مستاجر کو درختوں کی وہ قیمت دیوے جو اکھاڑنے کے بعد ہو یا اوسکو اکھاڑ لینے کیواسطے
کہہ دیوے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اوس میں مکان بنا لیا تو یا تو اکھاڑے ہوئے
مکان کی قیمت دیوے یا اکھاڑ لینے کیواسطے کہہ دیوے اور اسی مطابق امام ابوحنیفہ کا
قول ہے مگر اس قدر اور فرمایا ہے کہ اگر درخت یا مکان کے اکھاڑنے میں زمین کو
نقصان پہونچے تو موجر کو مناسب ہے کہ مستاجر کو قیمت ہی دیوے پھر درخت لگانے والا
نہیں اکھاڑ سکتا ۔ اور اگر اکھاڑنے سے زمین کو ضرر نہ آوے تو موجر بجز اکھاڑنے کے مطالبہ
نہیں کر سکتا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مستاجر کو درختوں کا اکھاڑنا لازم نہیں ہے ۔ بلکہ
ہمیشہ کو باقی رکھے لیکن موجر مستاجر کو قیمت دیوے ۔ اکھاڑنے کے لئے حکم نہ کرے یا
موجر اپنی زمین میں درختوں کو رہنے دیوے ۔ اور دونوں اوس میں شریک ہو جاویں یا
موجر مستاجر کو کہے کہ درخت اکھاڑ لے اور جو نقصان اکھاڑنے سے ہو اوس کا خرچہ مستاجر کو
دیدیوے ۔

مسئلہ ۱۱ جب کسی نے اجارہ فاسدہ لیا اور شئے مستاجرہ پر قبضہ کر لیا لیکن
اوس سے کچھ فایدہ حاصل نہ کیا مثلاً زمین ٹھیکہ میں لی اور اوس میں زراعت نہ کی اور اس سے
کچھ فایدہ نہ لیا کہ مدت اجارہ گذر گئی تو امام مالک کے نزدیک اوس زمین کی حیثیت کے
موافق اجرت دیوے کہ جسکو اجرت مثل کہتے ہیں ۔ اور اسی طرح اگر مکان کرایہ لیا اور اوس میں

رجب کسیکی جانور کی زمین میں گھاس اگا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اوس زمین کا مالک اوس گھاس کا مالک نہیں
ہوگا جو اوسکو کاٹ کر لیوے وہی اوسکا مالک ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ زمین کا مالک اوس گھاس کا مالک ہوگا
اور امام احمد سے دو روایت ہیں ظاہر اون میں سے موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر
اوس زمین میں احاطہ کھینچا ہوا ہے تو اوسکی گھاس کا مالک صاحب زمین ہے۔ اور اگر زمین کا احاطہ نہیں ہے تو صاحب زمین
اوس زمین کے گھاس کا مالک نہیں ہے۔

مسئلہ ۔ اگر کسیکے نہر یا کنوئیں کا پانی اوسکی حاجت اور اوسکے جانوروں کی حاجت اور زراعت
سے زیادہ ہے تو امام مالک کے نزدیک اگر کنواں یا نہر جنگل میں ہے تو اوسکا مالک اوسقدر پانی کا سب سے زیادہ
مقدار ہے کہ جسقدر کی اوسکو ضرورت ہے اور اوسپر واجب ہے کہ جو پانی حاجت سے زیادہ ہے اوسکو دیوے
اور اگر وہ کنواں کسی دیوار کے اندر ہے اوسکو فاضل پانی دینا لازم نہیں ہے مگر جبکہ اوسکے ہمسایہ نے
کنوئیں پر زراعت کی اور کنواں منہدم ہو گیا یا چشمہ خراب ہو گیا تو اوسپر واجب ہے کہ بچتے پانی کو
ہمسایہ کیلئے خرچ کر دیوے تاکہ وہ اوس کنوئیں کو یا چشمہ کو درست بنالیوے اور اگر اوسنے اوسکی درستی میں
سستی کی تو مالک کنوئیں کو لازم نہیں ہے کہ اوسکو پانی دیوے اور دیدینے کے بعد پھر کچھ بھی دینا لازم نہیں
ہے اور اگر مالک کنواں کا پانی کو عوض لیکے دینا چاہے تو امام مالک سے دونوں طرح روایت ہے اور امام ابی حنیفہ
اور اصحاب امام شافعی کے نزدیک مالک کنوئیں اور چشمہ کو لازم ہے کہ فاضل پانی کو آدمیوں اور چوپایوں کے پینے
کیواسطے بلا عوض دیوے اور زراعت کرنیوالے کو بلا عوض دینا لازم نہیں ہے اسکو عوض لیکر دیوے اور مستحب
یہ ہے کہ عوض نہ لیوے۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں اظہر یہ کہ مالک پانی کو لازم ہے کہ بغیر عوض
پانی پلانیوالونکو یعنے جو چوپایونکو مثل گائے بکری بھینس وغیرہ کو پانی پلاتے ہیں اونکو نور اً دیوے اوسکو
اوس پانی کے بیع حلال نہیں ہے۔

کتاب الوقف

وقف۔ اوس مال کو کہتے ہیں کہ مالک مال اوسکو اپنی ملک سے نکالدے اور خدا تعالے کو اوس کا
مالک کر دیوے۔ اور واقف اوس مال کے نفع کو عام بندگان خدا کے واسطے قایم کر دیوے یا جیکے

ایسی زمین آباد کرنے والے کی ملک ہوجائے گی۔ اور امام شافعی کے نزدیک آباد کرنے والا مالک نہ ہوگا اور امام احمدؒ سے موافق دونوں مذہب کے روایت ہے۔ اظہر اون میں سے یہی ہے کہ مالک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲ ۔ امام ابی حنیفہ اور امام احمدؒ کے نزدیک ویران زمین کے آباد کرنے کیلئے حدبندی کو پتھر لگا دیوے یا اوس کے واسطے پانی نکالے یعنے کنواں کھودے یا نہر وغیرہ سے لاوے تو ایسے عمل کرنے سے وہ شخص اوس زمین کا مالک ہوجائے گا اور گھر کے واسطے دیواریں بنا لینا اگرچہ چھت نہ بنائی جاوے فقط احاطہ کرلیا تو وہ اوس کا مالک ہوگا اور امام مالک کے نزدیک اوس عمل سے اوس کا مالک ہوگا۔

جسطرح ویران زمین کے آباد کرنے میں لوگ حسب عادت عمل کیا کرتے ہیں ۔ مثلاً اوس میں درخت لگانا یا مکان بنانا یا کنواں کھودنا وغیرہ اور امام شافعی کے نزدیک اگر زراعت کے لئے اوس زمین کو لینا چاہے تو اوس میں زراعت کرے اور اوس میں کنواں کھودے اور اگر سکونت کے لئے لینا چاہتا ہے تو اوس میں بطریق مکان یا گھر کے قطعات بناوے اور ان پر چھت بناوے

مسئلہ ۳ ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر کنواں اونٹوں یا بکریوں کے پانی پینے کے واسطے ہے تو اوس کنویں کا حق شرعی چالیس گز زمین میں جو اوسکے گرداگرد یعنے چوطرف سے ہوگا۔ اور اگر وہ کنواں ناضح یعنے اوسمیں سے کھیت سینچنے کے واسطے اونٹوں یا بیلوں سے پانی نکالا جاتا ہے تو اوسکا حق شرعی ساٹھ گز زمین میں ہوگا اور اگر چشمہ ہے تو شرعی تین سو گز زمین اوس کا حق ہوگا اور ایک روایت سے پانسو گز زمین میں ہوگا اور اگر کسی نے ارادہ کیا کہ اوس کنویں کے حد میں اور کنواں کھودے تو وہ شخص روکا جاوے گا اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اسکی حد کا کوئی اندازہ نہیں ہے فقط رواج پر موقوف ہے جیسا رواج ہو کیا جاوے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر کنواں زمین ویران میں ہے تو پچیس ۲۵ گز زمین میں اوس کا حق ہوگا اور اگر زمین عادیہ ہے یعنے جہاں قدیم سے کنویں کھودے جاتے ہیں اوس کنویں کے حد پچاس گز کی ہے اور اگر چشمہ ہے تو اوس کی حد پانسو گز کی ہے۔۔

ایسا فرماتے ہیں کہ جب وقف صحیح ہوگا تو شے موقوف ملک واقف سے نکل جاویگی اور نہ موقوف علیہ کی ملک میں داخل ہوگی اور وقف جایداد مشاع یعنے مشترک کا بالاتفاق مثل ہبہ واجارہ کے جایز ہے اور محمد بن حسن کے نزدیک جایز نہیں ہے اس بناپر کہ اون کے نزدیک مشاع کا اجارہ ممتنع ہے۔

مسئلہ ۳۔ جب کسی شے کو کسی نے اپنے نفس پر وقف کر لیا تو امام ابی حنیفہ و احمد کے نزدیک جایز ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک درست نہیں ہے اور جب وقف کے واسطے کوئی مصرف معین نہیں کیا باینطور کہ واقف نے کہا کہ یہ گھر وقف ہے تو امام مالک کے نزدیک صحیح ہے ایسے ہی وقف منقطع الآخر چنانچہ واقف نے کہا کہ یہ مکان میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر وقف ہے اور بعد اون کے فقرائے کا ذکر نہ کیا تو امام مالک کے نزدیک صحیح ہے اور یہ وقف بعد انقطاع اوس شخص کے کہ جسکا نام لیا اوسکی طرف رجوع ہوگا کہ جو اوسکے عصبوں سے محتاج ہیں۔ اور اگر اوسکے عصبوں سے کوئی محتاج نہیں ہے تو فقرائے مسلمین کی طرف رجوع ہوگا اور اسی موجب امام ابی یوسف و محمد کا قول ہے اور راجح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ اگر مصرف کا بیان نہیں کیا تو وقف صحیح نہیں ہوگا۔ اور وقف منقطع الآخر بقول راجح مذہب امام شافعی صحیح ہے۔

مسئلہ ۴۔ جب شے وقف خراب یعنے ویران ہو جاوے تو بالاتفاق ملک واقف میں اوس موقوف کا عود نہیں ہوگا۔ اگر شے موقوف ویران ہو جاوے تو اوسکو فروخت کر کے اوسکا ثمن اوسکے مثل میں خرچ کرنا کیسا ہے چنانچہ کوئی مسجد ایسی ہے تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک وہ وقف فروخت نہ کی جاویگی وہ اپنی حالت پر چھوڑ دیجاویگی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اوسکا فروخت کر دینا اور اوس کے مثل میں اوس کا زرثمن خرچ کرنا جایز ہے اور ایسا ہی قول مسجد کے بارہ میں ہے بشرطیکہ کوئی امید درستی کی طرف عود کرنے کی نہو۔ اور امام ابی حنیفہ سے اس بارہ میں کوئی نص نہیں لیکن اصحاب امام ابی حنیفہ نے اختلاف کیا ہے۔ ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس حالت میں وہ شے موقوف فروخت نہ کی جاویگی اور امام محمد فرماتے ہیں کہ اوسکی ملک اوس کے اول مالک کی طرف عود کر آوے گی۔

لئے چاہیے غرضیکہ شے موقوفہ کیسی کی ملک نہ ہوگی (تنبیہ) وقف سے رجوع جائز نہیں ہے مگر نہ
وارثوں کو مال وقف سے کچھ ملسکتا ہے۔

واقف ۔ وہ شخص کہ جسنے اپنا مال وقف کر دیا۔

موقوف ۔ وہ شے جو وقف کی گئی ہو۔

موقوف علیہ ۔ وہ کام یا وہ شخص کہ جسپر وقف کیا جاوے (مثال) زید نے ایک مکان اپنا وقف کر دیا کہ اسکا کرایہ مسجد کی ڈول رسی میں خرچ کیا جاوے اس مثال میں زید واقف اور مکان موقوف اور اپنی ملک سے نکالدینا وقف اور مسجد کی ڈول رسی کا خرچ موقوف علیہ ہے۔

مسئلہ ۱ ۔ بالاتفاق وقف قربت یعنے طاعت جایزہ ہے امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ وقف لفظاً لازم ہوجاتا ہے اگرچہ حکم حاکم نافذ نہ ہوا ہو اور واقف نے اپنی موت کے بعد مخرج وصیت سے خارج نہ کیا ہو اور اسی موافق امام ابی یوسف کا قول ہے اور شئے موقوف واقف کی ملک سے نکلجاتی ہے اگرچہ واقف نے اپنے ہاتھ سے موقوف کو نہ نکالا ہو اور امام محمد صاحب کے نزدیک وقف جب صحیح ہوگا کہ جب اپنے ہاتھ سے اوسکو نکالدیوے اسطور پر کہ وقف کیواسطے کوئی ولی مقرر کرے اور اوسکو شئے موقوفہ سپرد کر دیوے۔ اور اسی موجب ایک روایت امام مالک سے ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وقف ایک عطیہ یعنے دہش ہے ولیکن غیر لازمہ ہے اور ہمیشہ شے موقوف ملک واقف میں رہیگی تاوقتیکہ حکم حاکم اوسکی نسبت نہ ہو۔ یا وقف شے موقوفہ کو متعلق بموت خود کر دیوے اسطور پر کہ واقف کہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرا مکان اسطور پر وقف ہے اور جس شے سے انتفاع صحیح نہیں مگر اوسکو تلف کرکے فایدہ لے سکتے ہیں جیسا کہ سونا چاندی۔ ماکولات تو ایسے شے کا وقف بالاتفاق صحیح نہیں ہے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک حیوان کا وقف کرنا درست ہے اور اسی موافق ایک روایت امام مالک کی ہے اور امام ابی حنیفہ و ابی یوسف کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اسی موجب دوسری روایت امام مالک سے ہے۔

مسئلہ ۲ ۔ راجح مذہب امام شافعی میں ملک رقبہ شے موقوف کی اللہ پاک جل علی شانہ کیطرف منتقل ہو جاتی ہے پھر نہ واقف کی ملک میں اور نہ موقوف علیہ کی ملک میں رہتی ہے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ اوس شے کی ملک موقوف علیہ کیطرف منتقل ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور اون کے اصحاب باوجود اختلاف

نہیں ہوسکتی چنانچہ غلام یا جواہر تو ایسے شئے مشاع کا ہبہ جائز ہے اور اگر شئے مشاع اوس قسم سے ہے کہ جسکی تقسیم ہوسکتی ہے تو اوس مشاع کا ہبہ ناجائز ہوگا۔

مسئلہ ۲۔ اگر کسی نے کسیکو ہبہ عمری یعنے موہوب لہ کی عمر تک کی قید لگا کر ہبہ کیا چنانچہ زید نے بکر کو کہا کہ یہ مکان مینے تجکو تیری عمر تک ہبہ کیا تو جب موہوب لہ مرجاویگا تو اوس مکان کے رقبہ کی ملک اصل مالک یعنے واہب کیطرف رجوع ہوجاوے گی اور امام مالک کے نزدیک صورت ذیل میں یعنے کسی نے کسیکو کہا کہ یہ مکان تیری مدت العمر تک اور تیری پچھلوں کی مدت العمر تک ہبہ ہے اگر اوسکے پیچھے اوسکی اولاد ہے تو وہ اوس مکان کے منفعت کے مالک ہو جاوینگے۔ اور جب اس کے پچھلوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا تو اوسکی ملک اصل مالک یعنے واہب کی طرف رجوع ہوجاوے گی اسواسطے کہ اوس نے منفعت کو ہبہ کیا تھا نہ اصل رقبہ مکان کو۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی کے منجملہ قولین کے ایک قول سے اور بمذہب امام احمد سے یہ ہے کہ مکان مُعمّر (بفتح میم) یعنے موہوب لہ اور اوس کے وارثوں کا ہوجاویگا اور واپس مُعمِر (بکسر میم) یعنے عطا کنندہ کی ملک میں عود نہ کریگا۔ اگر مُعمّر یعنے جسکو عطا کیا ہے اوسکے کوئی وارث نہیں ہے تو وہ مکان بیت المال میں رکھا جاویگا اور امام شافعی کا دوسرا قول مطابق قول امام مالک کے ہے۔ اور رُقبی امام شافعی اور احمد اور ابو یوسف کے نزدیک جایز ہے۔ اور اوسکا حکم مطابق حکم عمری کے ہے (رُقبی کہتے ہیں اس شرط پر ہبہ کرنا۔ جیسا کہ کسی نے کہا کہ میں نے تجکو یہ مکان ہبہ کیا اگر میں تجھ سے پہلے مروں تو یہ تیرا ہے اور جب پہلے تو مرجاویگا تو یہ مکان بدستور میرا ہے) مگر امام مالک اور ابی حنیفہ و محمد کے نزدیک رُقبی باطل ہے۔

مسئلہ ۳۔ کسی نے اپنی اولاد کو کوئی شئے ہبہ کی تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ اون سبکو برابر دیوے۔ اور ایسا ہی راجح مذہب امام شافعی سے ہے۔ لیکن امام احمد و محمد بن الحسن اسطرف گئے ہیں کہ لڑکیوں سے لڑکوں کو زیادہ دیوے مثل تقسیم ارث کے اور ایسے ہی ایک وجہ مذہب امام شافعی میں ہے۔ اور بالاتفاق بعض اولاد کو ہبہ کے ساتھ تخصیص کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح بعض کو بعض سے زیادہ دینا۔ اگر کسی نے بعض اولاد کو ازروے ہبہ زیادہ دیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک

کتاب الہبہ

ہبہ۔ کسی سمجھدار کا کسی شے کی ذات کو جو اوسکی ملک میں ہے بلا بدل کسی غیر کو دیدینا کہ جسکو عرف عام میں بخشش کہتے ہیں۔

واہب۔ ہبہ کرنے والا یا بخشنے والا۔

موہوب لہ۔ وہ شخص جسکو ہبہ کیا ہو۔

موہوب۔ وہ شے جو ہبہ کی گئی ہو۔ (مثال) زید نے اپنا رومال بکر کو ہبہ کیا اس مثال میں زید واہب اور بکر موہوب لہ اور رومال موہوب ہے۔

مسئلہ ا۔ بالاتفاق ایمہ ہبہ صحیح ہوتا ہے ایجاب و قبول اور قبضہ کرنے سے لیکن ایمہ ثلاثہ کے نزدیک شرایط ثلاثہ کا اجتماع ضرور ہے اور مذہب امام مالک میں ہبہ کا لازم ہونا اور صحیح ہونا قبضہ کرنے پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ بمجرد ایجاب قبول یہ صحیح ہو جاتا ہے مگر ہبہ کا نفاذ و اتمام کیلئے قبضہ کا ہونا شرط ہے۔ البتہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ اگر واہب باوجود مطالبہ موہوب لہ قبضہ دینے میں تاخیر کرے اور موہوب لہ فوت ہو جاوے۔ درانحالیکہ موہوب لہ کی طرف سے مطالبہ پر استمرار ہو تو ایسی حالت میں ہبہ باطل نہیں ہوگا موہوب لہ کے ورثہ اوس موہوب کا مطالبہ کر سکتے ہیں اگر موہوب لہ نے مطالبہ ترک کر دیا یا موہوب لہ قبضہ کرنے پر قادر تھا مگر اوس نے قبضہ نہ کیا اور اس اثناء میں واہب مرگیا یا وہ بیمار ہو گیا تو ایسی صورت میں یہ باطل ہو گیا۔ اور ابن ابی زید مالکی رسالہ میں فرماتے ہیں کہ ہبہ اور صدقہ اور قید تمام نہیں ہوتی ہے مگر حیازت یعنے قبضہ علیحدہ کرنے سے اور اگر قبل قبضہ علیحدہ کرنے کے مرجاوے تو وہ شے میراث میں شمار ہوگی۔ اور ایک روایت امام احمد سے یہ ہے کہ ہبہ بغیر قبضہ ملک موہوب لہ ہو جاویگا۔ مگر قبضہ کرنے میں اجازت واہب کی ضرورت ہے بخلاف امام ابی حنیفہ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک ہبہ مشاع مثل بیع کے جایز ہے اور اوسپر قبضہ بایں طور صحیح ہوگا کہ واہب موہوب لہ کو شے موہوبہ دے دیوے یعنے پوری سپرد کر دیوے تاکہ موہوب لہ کے ہاتھ میں بطور ودیعت رہیگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر شے مشاع ایسی ہے کہ جو تقسیم

رہن رجوع کو مانع نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی رشتہ دار محرم بالنسب کو بخشش کیا تو رجوع نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی اجنبی کو بلا عوض ہبہ کیا تو رجوع کر سکتا ہے مگر اوس میں کوئی زیادتی متصلہ ہو جاوے کہ جس سے اوسکی قیمت زیادہ ہو جاوے یا احد المتعاقدین سے کوئی مر جاوے یا ملک موہوب لہ سے خارج ہو جاوے یا اپنی اولاد کو یا بھائی یا بہن یا چچا یا پھوپی کو ہبہ کیا ہو تو رجوع نہیں کر سکتا اور رشتہ دار محرم سے اگر عورت ہے تو وہ عورت مراد ہے کہ جسکے ساتھ نکاح بسبب نسب نکر سکتا ہو رجوع کرنا نہیں ہے اور اگر اوسنے بنی عم یعنے چچا کی اولاد کو یا اجنبیوں کو ہبہ کیا تو اوس ہبہ کو رجوع کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۶ ۔ کسی نے کسیکو کوئی شے ہبہ کی اور پھر اوسکا بدلہ چاہا کر کہا کہ میں نے اسی ارادہ سے ہبہ کیا تھا کہ اسکا صلہ مجکو ملے تو امام مالک کے نزدیک یہ دیکھا جائے گا کہ یہ ہبہ اوس قسم سے ہے کہ جسکا صلہ دیا جاوے چنانچہ فقیر کسی غنی کو ہبہ کرے یا کوئی شخص اپنے سردار یا بالادست حاکم یا بادشاہ کو ہبہ کرے تو اوس کا صلہ وہ طلب کر سکتا ہے۔ اس مطابق امام شافعی کے منجملہ دو قول کے ایک قول ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ ہبہ کا صلہ طلب نہیں کر سکتا مگر جب شرط کر لی ہو تو طلب کر سکتا ہے اور اسی موجب قول ثانی امام شافعی کا ہے جو راجح مذہب امام شافعی سے ہے۔

مسئلہ ۷ ۔ بالاجماع نیک کام میں وعدہ کی وفا مطلوب ہے مذہب امام ابی حنیفہ میں اور امام شافعی اور احمد و اکثر علماء کے نزدیک وعدہ کی وفا مستحب ہے اگر کسی نے وفا ترک کی تو اوسکی فضیلت کو فوت کر کے کراہت شدیدہ کا مرتکب ہوا لیکن گنہگار نہ ہوا اور ایک جماعت کے نزدیک وعدہ کی وفا واجب ہے چنانچہ عمر بن عبد العزیز کا ایسا قول ہے اور مالکیہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر وعدہ کسی سبب پر شرط کر لیا جاوے جیسا کہ کسی عورت سے کہا کہ تو نکاح کرلے تو یہ شے تجکو دی جاوے گی یا مثل اس کے اور شرائط کر لی تو اسکی وفا واجب ہے اور اگر مطلق وعدہ ہے تو وفا واجب نہیں ہے۔

اوس کا رجوع لازم نہیں ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ اوس زیادتی سے رجوع لازم ہے۔

مسئلہ ۴۔ جب باپ نے اپنے لڑکے کو ہبہ کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک کسی حالت میں اوس سے رجوع لازم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک بہرحال رجوع لازم ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر باپنے اپنے لڑکے کو ہبہ بطریق محبت یا کسی صلہ میں کیا تو رجوع کر سکتا ہے اگرچہ قبضہ ویدیا ہو۔ اور اگر بطریق صدقہ ہبہ کیا ہے تو رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ اور بجز اس کے نہیں ہے کہ رجوع جائز ہے کہ جب تک اپنے بیٹے کے ہاتھ میں شے موہوبہ متغیر نہ ہوئی ہو۔ یا بعد ہبہ کے اوس نے کوئی جدید قرضہ اپنے اوپر نہ کر لیا ہو یا لڑکی نے نکاح نہ کر لیا ہو یا موہوب لہ نے اوس مال کو اوسی جنس کے مال میں شامل نہ کر دیا ہو کہ جسکے شامل کر دینے سے اوس کی تمیز نہ ہوسکتی ہو اور اگر ایسا کر دیا تو پھر رجوع کرنا نہیں ہے۔ اور اس بارہ میں امام احمد سے تین روایتیں ہیں اظہر اون میں سے یہی ہے کہ ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے مثل مذہب امام شافعی کے اور دوسری روایت ہے کہ کسی حالت میں رجوع نہیں کر سکتا مثل مذہب امام ابی حنیفہ کے اور تیسری روایت مانند مذہب امام مالک کے ہے۔

مسئلہ ۵۔ بیٹے کے ہبہ کے سوائے اور میں رجوع جائز ہے یا نہیں؟ اسبات میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر ایک اوس شخص کو ہبہ کیا ہو اُر رجوع ہوسکتا ہے کہ جسپر اسم ولد واقع ہوسکتا ہے خواہ حقیقتاً خواہ مجازاً چنانچہ اپنا صلبی لڑکا یا لڑکے لڑکی کی اولاد یعنے پوتا پوتی یا نواسہ نواسی اور اگر شخص اجنبی کو ہبہ کیا ہے تو رجوع نہیں ہے اور مذہب امام شافعی میں جدید قرض اور تزویج البنت کا کچھ اعتبار نہیں ہے جیسا کہ مذہب امام مالک میں اعتبار کیا گیا ہے۔ لیکن شرط رجوع یہی ہے کہ موہوب لہ کے تحت قدرت میں وہ شے باقی ہو۔ اگر اوس کی تحت قدرت میں اوس کا بقا نہیں ہے تو رجوع نہیں ہوسکتا مثلاً اوس نے موہوب کو وقف کر دیا یا بیع کر دیا البتہ اجارہ اور

ور پھر رکھدیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر اُٹھایا ہوا الا اوس کے لینے اور نہ لینے میں متردد ہوا اور پھر
اوس نے اوسکو رکھدیا تو ضامن نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۔ کسی جنگل بیابان میں بکری پائی گئی اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو
اوسکو رکھے اور وہاں قرب وجوار میں آبادی بھی نہیں ہے اور اُسکے تلف ہونیکا خوف ہے تو امام مالک
کے نزدیک اوسکو اختیار ہے کہ چاہے اوسکو چھوڑ دیوے اور چاہے کھا جاوے اسحالت میں اوسپر
ضمان نہیں ہے۔ اور اسی طرح گائے پائی جاوے اور درندوں کے پھاڑ ڈالنے کا خوف ہو تو اسکا حکم بھی مثل
بکری کے ہے اور امام ابی حنیفہ او شافعی اور احمد کے نزدیک جب اوس نے اوسکو کھالیا اور اوسکا مالک حاضر ہوا
تو کھانے والے پر ضمان ہے۔

مسئلہ ۴۔ پڑی ہوئی شے کا حکم حرم اور غیر حرم میں امام مالک کے نزدیک برابر ہے اور ملتقط
کو لازم ہے کہ لقطہ کو موافق حکم لقطہ کے اُٹھا لیوے اور اسکے بعد اپنی تملیک میں رکھے اور اس نیت سے لیوے
کہ اوسکو حفاظت کیساتھ مالک کے سپرد کردونگا یا پہنچا دونگا۔ اور اسی موافق امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کا
قول ہے کہ ملتقط اوسکو اس نیت سے اُٹھاوے کہ میں اسکو حفاظت سے اسکے مالک کے پاس پہنچا دونگا
اور جبتک حرم میں مقیم ہووے جب تک اوسکو پہچنواے اور جب حرم سے نکلے تو اوسکو حاکم کے سپرد کردیوے
اور ملتقط کو لائق نہیں ہے کہ اوسکو اپنے ملک میں لانے کے لئے اُٹھاوے۔

مسئلہ ۵۔ اور جبکہ لقطہ کو سال تک پہچنوایا اور اوسکا مالک نہ آیا تو امام مالک اور شافعی کے
نزدیک ملتقط کو لازم ہے کہ اوسکو ہمیشہ اپنے پاس رکھے یا صدقہ کردیوے یا کھا جاوے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر
اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر ملتقط محتاج ہے تو اوسکو جائز ہے کہ اوسکو اپنے ملک میں لے آوے
اور اگر غنی ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک ملتقط قبل تملیک لقطہ اسبات
شرط سے صدقہ کرسکتا ہے کہ اگر اوسکا مالک آجاویگا اور خیرات کو یعنے صدقہ کو جائز رکھیگا تو صدقہ ہو ہی
گیا اور اگر اوس نے اجازت نہ دی تو میں ضامن ہونگا اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اسطرح صدقہ
کرنا ملتقط کو جائز نہیں کیونکہ یہ صدقہ موقوفہ ہے اور جب کسی نے اکیلا اونٹ جنگل میں پایا تو امام مالک
اور شافعی کے نزدیک اوسکو پکڑنا جائز نہیں ہے اگر اوس نے اوسکو پکڑ لیا اور پھر چھوڑ دیا تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے

کتاب اللقطہ یعنے راستہ وغیرہ میں پڑی ہوئی شے پانیکے بیان میں

لقطہ - پڑی ہوئی چیز-
ملتقط - پڑی ہوئی چیز کا اُٹھانیوالا-

مسئلہ ۱ - اماموں کا اسپر اتفاق ہے کہ پڑی ہوئی چیز اگر پاوے اور اوسکا مالک معلوم نہو تو اُسکو کامل ایک سال تک پہچنوائے بشرطیکہ وہ شے ایسی ہو جو جلد خراب و حقیر نہو اور وہ رہسکتی ہو اور جب اوسکا مالک آجاوے تو وہ اُس شے کے لینے کا اُٹھانیوالے سے زیادہ مستحق ہے اور جب سال پورا ہونے پر اُٹھانیوالا اگر اوسکو کھا گیا اور اوس کے اصل مالک نے اوس شے کا تاوان یعنے عوض لینا چاہا تو لے سکتا ہے اور اگر اُٹھانیوالے نے سال پورا ہونے پر خیرات کردی اور پھر اوس کا مالک آگیا تو اب مالک کو اختیار ہے کہ ملتقط سے تاوان لیوے یا اوسکی قیمت لیکر ضامن ہوجاوے-

مسئلہ ۲ - بالاجماع پڑی ہوئی چیز کا اُٹھالینا جایز ہے مگر اوسکا اُٹھالینا افضل ہے یا ویسی ہی پڑی ہوئی چھوڑ دینا افضل ہے اسبارہ میں امام ابی حنیفہ سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ اُٹھالینا افضل ہے بشرطیکہ تلف ہونے کا خوف ہو- دوسری یہ کہ نہ اُٹھانا افضل ہے- اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ اُٹھانا افضل ہے دوسرا یہ کہ اوسکا اُٹھانا واجب ہے اور اصح یہی ہے کہ مستحب ہے اوسکا اوٹھالینا امانتاً- اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اوسکا نہ اُٹھانا افضل ہے- اگر اُٹھالیوے تو ویسی ہی اوسی جگہ رکھدیوے- اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اوسکا اُٹھانیوالا اوس کے مالک کے پاس پہونچادینے کی نیت سے اُٹھالیوے اور وہ تلف ہوجاوے تو وہ اسکا ضامن نہ ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا- اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ بہرحال وہ ضامن ہوگا اور امام مالک کے نزدیک اگر اوسنے بہ نیت حفاظت اُٹھالیا

لیا جاویگا - اور ایک روایت امام مالک کی مذہب جماعت کے موافق ہے -

کتاب الجعالۃ یعنے عبد مغرور کو پکڑ لانے کی اجرت دینے میں

مسئلہ ا - اتفاق ایمہ کا اسپر ہے کہ جو بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ لاوے تو وہ پکڑ لانیکی اجرت کا مستحق ہے جبکہ اوس نے شرط کر لی ہو - اور جب اوسنے شرط نکی ہو تو اوسکے استحقاق میں اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ جب وہ بھاگے ہوئے غلام پکڑ لانے میں مشہور ہو تو وہ اُجرت کا مستحق ہوگا حسب دوری نزدیکی اوس جگہ کے جہاں سے پکڑ کر لایا ہے - اگر پکڑ لانیوالا ایسا نہیں ہے تو اوسکے لیے اجرت نہیں ہے بلکہ اوسکو وہ خرچہ دیا جائیگا جو اوسنے اوسکے لئے خرچ کیا ہے اور امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ علی الاطلاق وہ اجرت کا مستحق ہوگا اور ان دونوں اماموں کے نزدیک شرط و عدم شرط کا کچھ اعتبار نہیں ہے - اور نہ یہ شرط ہے کہ وہ بھگائے ہوئے غلام کے پکڑنے میں مشہور و معروف ہو یا نہو - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ اجرت کا مستحق نہیں ہے مگر شرط کر لیگا تو مستحق ہوگا اور مقدار اجرت میں بھی اختلاف ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک مدت سفر یعنے تین رات دن کے منزل کے فاصلہ سے پکڑ کر لاوے تو وہ چالیس درہم کو جو اُس زمانہ میں اندازاً دس روپیہ کلدار ہوتے ہیں لینے کا مستحق ہے اور اگر مدت سفر سے کم فاصلہ سے پکڑ کر لایا تو کسی قدر حاکم اوسکو اجرت دلا دیگا یعنے اوسی حساب سے اور امام مالک کے نزدیک اجرت مثل دیجاویگی جیسا اوتنی دور کے آنے جانیں میں کلا دستور ہو دیا جائیگا - اور امام احمد سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ ایک دینار یا بارہ درہم دیے جاویں مسافت طویل اور قصیر کا کچھ فرق نہیں ہو اور نہ شہر کے اندر و باہر کا فرق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر وہ شہر میں پکڑ کر لایا تو دس درہم دیے جاویں اگر شہر کے باہر سے لایا تو چالیس درہم دیے جاویں اور امام شافعی کے نزدیک کسی مقدار کا مستحق نہیں ہے مگر شرط اور مقدار کے ساتھ مستحق ہوگا اور [illegible] مغرور کے [illegible] اوسمیں بھی اختلاف ہے امام ابی حنیفہ و شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اوسنے شرط اوسکے [illegible] تو اوسکا مالک پر کچھ واجب نہ ہوگا - اور اگر حکم حاکم سے خرچ کیا تو وہ [illegible] اوسکے مالک پر [illegible] - اور [illegible] مغرور [illegible] لایا ہے اوسکو چاہیے کہ اوسکو اپنے پاس قید رکھے [illegible] اوسکا خرچہ [illegible] اوسکا خرچہ اوسکے مالک کے ذمہ ہوگا اور امام مالک کے نزدیک اجرت مثل کے سوا [illegible] مالک پر کچھ نہیں ہے -

کتاب الفرائض

مسئلہ ا - بالاجماع مسلمانان اسباب متوارث کہ باعث وارث ہونیکے تین ہیں - رحم یعنے قرابت

نزدیک اوسپر کچھ ضمان نہیں ہے اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اوسپر ضمان ہے

مسئلہ ۶- اور جب لقطہ پر سال گذر گیا اور ملتقط نے اوسکی تعریف کرلیا مثلاً اوسکو خرچ کردیا یا فروخت کردیا یا صدقہ کردیا اور پھر اوسکا مالک آگیا تو بالاتفاق ایمہ اربعہ اوسکو لازم ہے کہ ملتقط سے اوسکی قیمت اوس روز کے نرخ سے لیوے کہ جس روز لقطہ کو اپنی تملک میں لایا ہے اور داؤد فرماتے ہیں کہ اگر بعد تملک اوسکا مالک آیا تو اوسکو کچھ نہیں ملیگا اور جب لقطہ کا مالک آوے اور اوسکی علامت اور وصف بیان کردے تو امام مالک اور احمد کے نزدیک ملتقط کو واجب ہے کہ وہ شے دیوے اور گواہ لانے کی تکلیف نہ دیوے اور امام ابوحنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ ملتقط کو بغیر گواہی گواہوں کے دینا لازم نہیں ہے

کتاب اللقیط یعنے وہ بچہ جو پڑا ہوا ملے

لقیط- وہ بچہ جو پڑا ہوا ملے اور اوسکا کوئی والی معلوم نہ ہو۔

مسئلہ ۱- جب لقیط دار الاسلام میں پایا جاوے تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ لقیط مسلم ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر وہ کنیسہ یا بیعہ یعنے عبادت خانہ نصاری یا یہود - یا ذمیون کے کسی گاؤں میں ملے تو وہ ذمی ہے تمیز دار لڑکا غیر بالغ عاقل کے اسلام اوسکا صحیح ہے اسی موافق امام ابی حنیفہ و احمد کا قول ہے اور قول ثالث یہ ہے کہ اوسکا اسلام صحیح نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اوسکا اسلام موقوف رہیگا اور امام شافعی سے تین اقوال ہیں۔ راجح مذہب امام شافعی سے یہی ہے کہ لڑکے کا اسلام مستقل طور پر صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ ۲- جب لقیط دار الاسلام میں پایا جاوے پس وہ حر مسلم ہے اگر وہ بعد بلوغ اسلام سے باز رہا تو اوسکا قرار بعدم اسلام پر ہوگا اگر اوس نے اسلام سے انکار کیا تو امام مالک اور احمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مار دیا جاویگا قتل نہ کیا جاویگا - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفر سے جھڑکا جاوے اگر وہ کفر پر قایم ہوگیا تو اوسی پر قرار پاویگا - اور بالاتفاق لڑکے کے اسلام کی جہت سے اوسکے باپ پر بھی اسلام کا حکم کیا جاویگا اور اسیطرح اوسکی والدہ پر بھی لیکن امام مالک کے نزدیک اوس لڑکے کے اسلام کے سبب اوسکی ماں باپ کی نسبت اسلام کا حکم

نقل کی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اسپر تھے کہ ذوی الارحام کو وراثت نہیں ہے اور نہ کسی پر رد کیا جاتا ہے اسیطرح انسے رد اور توریث ذوی الارحام میں حکایت فعلی ہے نہ قولی اور ابن خزیمہ وغیرہ حفاظ اجماع اسی پر بتلاتے ہیں

مسئلہ - باتفاق آئمہ کافر کی ارث کا مسلمان وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کا وارث کافر ہوتا ہے اور معاذ اور ابن مسیب اور نخعی سے حکایت ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا جیسا کہ کافرہ کتابی کا نکاح مسلم سے ہوجاتا ہے مگر مسلمہ کا نکاح کافر سے نہیں ہوسکتا +

مسئلہ - جب کوئی شخص مرتد ہوگیا اور پھر وہ قتل کیا گیا یا مرگیا تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک وہ تمام مال جو اُس نے حالت اسلام میں کمایا تھا اسکو غنیمت بیت المال سمجھکر داخل بیت المال کیا جائیگا - اور امام ابی یوسف و محمد بن حسن کے نزدیک اُس کا مال اُس کے ورثہ مسلمین لیوینگے برابر ہے کہ وہ مال اُس نے حالت اسلام میں کمایا ہو یا حالت ارتداد میں - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اُس کے وُرثہ مسلمین کو دیا جاویگا اور جو اس نے حالت ارتداد میں کمایا وہ بیت المال میں رکھا جائیگا +

مسئلہ - کسی نے کسیکو عمداً ظلم کی رو سے قتل کیا تو بالاتفاق قاتل کو مقتول کی میراث نہ ملیگی اور اگر اُس نے خطا سے قتل کیا تو امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک اس کو مقتول کی میراث نہیں ملیگی اور امام مالک کے نزدیک سوائے دیت کے مقتول کے مال کا وہ وارث ہوگا +

مسئلہ - امام مالک اور احمد کے نزدیک کفاروں اہل ملت سے بعض وارث نہیں ہوسکتا جب کہ وہ دونوں اہل ملتیں سے ہوں چنانچہ یہودی و نصرانی - اور ایسے ہی ان دونوں کے سوا اور کفار سے کہ جنکے مذہب مختلف ہوں تو اُن کیلئے بھی یہی حکم ہے اور امام ابی حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ سب کفار ایک ہی ملت ہیں پس بعض کا بعض وارث ہوگا +

مسئلہ - جب کئی آدمی ایک ساتھ غرق اور قتل ہوئے یا دیوار وغیرہ کے تلے دب کر مرگئے یا آگ میں جلکر فوت ہوگئے یا طاعون کی بیماری میں ساتھ مرگئے کہ کچھ

نسبی و ملک و ولا کہ جسکو قرابت حسبی کہتے ہیں اور اسباب مانع المیراث بھی تین ہیں رقیت یعنے غلامی و قتل۔ و اختلاف دین اور انبیاء علیہم السلام کے وارث نہیں ہوتے اور جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے جو مصالح مسلمین میں صرف کیا جاتا ہے اسپر سب کا اتفاق ہے مگر اس مسئلہ میں شیعہ مخالف ہیں۔ اور بالاجماع مردوں سے دس وارث ہیں بیٹا۔ و پوتا اگرچہ نیچے کے درجہ کا ہو اور باپ اور دادا اگرچہ اوپر کے درجہ کا ہو اور بھائی اور بھتیجا مگر اخیافی بھائی کا لڑکا نہیں اور چچا اور چچا کا لڑکا مگر اخیافی چچا کا لڑکا نہیں اور خاوند اور معتق یعنے آزاد کرنیوالا اور عورتوں سے سات وارث ہیں لڑکی۔ و پوتی اگرچہ نیچے درجہ کی ہو۔ اور ماں اور جدہ یعنے دادی اور نانی اور بہن اور زوجہ اور معتقہ یعنے آزاد کرنیوالی اور فرائض یعنے حصے مقررہ محدودہ کتاب اللہ عزوجل میں چھ ہیں آدھا۔ چوتھا۔ آٹھواں۔ دو تہائی۔ تہائی۔ چھٹا سوئے انکے مسائل فرائض میں سے جنپر سب کا اجماع ہے انہیں سے نکلتے ہیں۔

مسئلہ ۲۔ منجملہ اختلافات کے ایک اختلاف ذوی الارحام میں ہے کہ جنکا حصہ کتاب اللہ عزوجل میں نہیں ہے اونکی دس صنف یعنے دس قسم ہے۔ نانا و کل جد و جدہ ساقطین یعنے جد و جدہ فاسدین نواسہ نواسی بھتیجیاں۔ بھانجیاں اخیافی بھائی بہن کی اولاد اخیافی چچا۔ چچا کی لڑکیاں پھوپیاں۔ خالات اور پھوپی و خالہ کی اولاد۔ امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ ان ذوی الارحام مذکورہ کے لئے توریث نہیں ہے جو کچھ ترکہ ہوگا وہ سب بیت المال میں رکھا جائیگا ایسا ہی قول حضرت ابی بکرؓ و عثمانؓ۔ و زبیرؓ و زہری و اوزاعی و داؤد کا ہے اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک ذوی الارحام کے لئے توریث ہے اور اسکی حکایت حضرت علیؓ و ابن مسعود و ابن عباس سے کی گئی ہے مگر بالاجماع ذوی الارحام کو اوس وقت میراث ملتی ہے کہ جب اصحاب فروض اور عصبات سے کوئی نہ ہو اور سعید ابن مسیب سے حکایت کی گئی ہے کہ ماموں لڑکی کے ساتھ میراث لیتا ہے اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرجائے اور ماں کو چھوڑے تو ماں کو ثلث ملیگا اور باقی بیت المال میں داخل کیا جاوے گا اور اگر وہ میت لڑکی چھوڑے تو لڑکی کو نصف دے کر باقی بیت المال میں داخل کیا جاوے اور امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں۔ کہ اس صورت میں کل مال انہیں کو دیا جاوے گا۔ ماں کو ثلث مال بسبب فرض کے اور باقی بطور رد کے دیا جاوے گا۔ اور قاضی عبدالوہاب مالکی نے شیخ ابی الحسن سے نقل کی ہے۔

لیکن ابن عباسؓ سے حکایت کی گئی ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں یعنے دو بھائی بہنوں کے ہوتے ہوئے ماں کو ثلث ملتا ہے اگر دو سے زیادہ تین ہو جاویں تو ماں کو ثلث سے سدس کی طرف محجوب کر دیتے ہیں +

مسئلہ - تمام فقہا کے نزدیک مسئلہ زوج وابوین وزوجہ وابوین میں باقی بعد فرض زوج وزوجہ کے ماں کو ثلث ملتا ہے اس صورت پر مسئلہ ~~مسئلہ~~ زوج ام اب مسئلہ مگر ابن عباس فرماتے ہیں کہ دونوں مسئلوں زوجہ ام اب میں کل مال کی تہائی ماں کو ملنا چاہئے اور اسی مطابق شریح کا قول ہے اور ابن سیرین نے مسئلہ زوجہ والوین میں ابن عباسؓ سے موافقت کی اور زوج اور ابوین میں مخالفت کی ہے +

مسئلہ - دو لڑکیاں ہوں یا زیادہ اُن کے واسطے تمام فقہا کے نزدیک دو ثلث ہیں مگر ابن عباسؓ سے مشہور یہی ہے کہ دو لڑکیوں کے واسطے مثل ایک لڑکی کے نصف ہے اور تین اور تین سے زیادہ کے واسطے دو ثلث اور انہیں سے جماعت کے قول کے موافق ہی روایت کی گئی ہے اور جب لڑکیوں کو دو ثلث پورے ملجاویں تو پوتیوں کو کچھ نہ ملے گا مگر جب پوتیوں کے ساتھ اُنکے درجہ میں یا اُن کے نیچے کے درجہ میں کوئی لڑکا ہو یعنے پوتا یا پروتا تو وہ اُسکے ساتھ عصبہ ہو جاینگی اس حالت میں تمام فقہا کے نزدیک پوتے کے ساتھ پوتی اور پروتے کے ساتھ پوتی اور پروتی کو باقی للذکر مثل حظ الانثیین ملیگا - اور ابن مسعودؓ سے حکایت کی گئی ہے باقی للذکر ولد اخیافی کے لئے ہے نہ علاتی کے لئے +

سلہ اس کی مثال سمجھ میں نہیں آتی البتہ برعکس اس کے خیال آتی ہے مگر شرع میں اپنے خیال کو دخل نہیں جیسے مسئلہ حماریہ یعنے مسئلہ نمبر ۱۲ میں کہ جسمیں قیاس کو دخل نہیں ورد اخیافی بھائی پاوے اور حقیقی بھائی نہ پاوے چنانچہ بعہد حضرت عمر حقیقی بھائی نے شکایت کیا کہ ہمارا باپ آدمی نہ سہی گدہا سہی بہرحال کچھ دلانا چاہئے تب انہوں نے مجبور ہو کر شامل اخیافی کے کر دیا مگر ہمارے امام ابی حنیفہ صاحب کا وہی اصل قول ہے - اس مسئلہ کو حماریہ کہتے ہیں اور شریفی شرح سراجی میں بہ تفصیل مذکور ہے دیکھ لیا جاوے
از مولانا عبدالغنی خانصاحب مرحوم +

تقدیم و تاخیر موت کا حال معلوم نہیں ہوا تو بالاتفاق بعض کا وارث بعض نہیں ہوگا
اور ہر ایک کا ترکہ اس کے باقی ماندہ وارثوں کو دیا جاویگا مگر ایک روایت امام
احمد سے ہے کہ جس کے موافق علی و شریح و شعبی و نخعی کا قول ہے کہ ہر ایک او میں
کا باہم ایک دوسریکا مال قدیمی موروثی میں وارث ہوگا اس کے کسی مال میں وارث
نہیں ہوگا +

مسئلہ - جب کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض اس کا آزاد ہو اور بعض اس کا رقیق یعنے
غلام تو امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک نہ وہ کسیکا وارث ہوسکیگا
اور نہ کوئی دوسرا اسکا وارث ہوگا - اور امام احمد و ابو یوسف و محمد و مزنی فرماتے
ہیں کہ جسقدر اوسمیں حریت ہے اوسیقدر کا وہ وارث بنے گا اور دوسرے کو
بھی وارث بنا دیگا +

مسئلہ - کافر اور مرتد اور وہ قاتل کہ جس نے ناحق عمداً قتل کیا ہو اور وہ شخص
کہ جسمیں رقیت ہو اور وہ شخص جس کے موت کی ترتیب معلوم نہ ہو یہ سب
بالاتفاق کسی کے وارث نہیں اور نہ کسیکے حاجب ہیں اور ابن مسعود اکیلے
فرماتے ہیں کہ کافر اور غلام اور قاتل عمد وارث نہیں ہونگے مگر حاجب ہونگے
جب میت کے بھائی اُس کی ماں کو ثلث سے سدس کیطرف محجوب کردینگے
تو بالاتفاق وہ حصہ جو میت کی والدہ کو کم ملا ہے بھائی نہ لیوینگے اور ابن عباس
سے روایت کی گئی ہے کہ میت کے باپ کے ساتھ بھائی وارث ہونگے جبکہ
میت کے بھائیوں نے اُسکی والدہ کو محجوب کردیا تو وہ حصہ جو اُس کی والدہ کو
کم ملا ہے اُس کے بھائی لیوینگے اور ابن عباس رضؓ سے تمام کی موافقت مشہور ہے
یعنے اُس حصہ کو بھائی برابر تقسیم کرلیں - اور جدہ یعنے باپ کی ماں کو میت کے
باپ کے ہوتے ہوئے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کچھ نہ ملیگا اور مذہب امام احمد
میں میت کی دادی میت کے باپ کے ہوتے ہوئے سدس پاینگی مستحق ہوگی
اگر وہ اکیلی ہے اور اگر میت کی ماں موجود ہوگی تو وہ اُس کے شریک کریگا دیگی
اور دو بھائی بہن خواہ دونوں بھائی ہوں یا دو بہن یا ایک بھائی اور ایک بہن
کے ہوتے ہوئے میت کی والدہ ثلث سے سدس کیطرف بالاجماع محجوب ہوجاتی ہے

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ و مالک و شافعی واحمد کے نزدیک دادا بھائیوں[1] کو حصہ تقسیم کرتا ہے اور بھائی محجوب نہیں ہوتے وہ دادا کے ساتھ وارث ہوتے ہیں۔ اور حضرت ابی بکرؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ اور ابن زبیرؓ و مروان و معاذ وابی موسیٰ وابی دردا سے روایت کی گئی ہے کہ جد یعنے دادا بھائیونکو ساقط کر دیتا ہے اور جملہ علماء کے نزدیک حقیقی بھائی دادا کو علاتی[2] بھائی کے برابر گنتے ہیں تاکہ اس کا حصہ ثلث سے کم نہ ہو جاوے اور حضرت علیؓ سے روایت منقول ہے کہ بھائی دادا کو ایسا شمار نہ کریں۔ اور اکدریہ میں آئمہ کا اختلاف ہے اکدریہ اصطلاح علم فرائض میں اس مسئلہ کو کہتے ہیں کہ جو اپنے بعد اتنے وارث چھوڑے زوج۔ ام۔ جد۔ اخت عینی یا علاتی۔ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اسکی تقسیم اس طرح کرینگے کہ شوہر کو نصف اور ماں کو ثلث اور اخت کو نصف اور جد کو سدس اور پھر اخت اور جد کا حصہ ملا کر تین حصہ کر کے دو ثلث جد کو اور ایک ثلث اخت کو دیویں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک ام کو ثلث اور زوج کو نصف اور باقی جد کو دیا جاویگا اور اخت کو ساقط کیا جاویگی +

مسئلہ۔ اور جسمیں دو جہت جمع ہو جاویں تو بمذہب امام مالک اور بقول قوی امام شافعی وہ حصہ فرض بھی لیگا اور وارث بھی ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اکٹھا دونوں سببوں سے وارث ہوگا۔ اگر دو چچازاد بھائی مجتمع ہو گئے اونمیں سے ایک اخیافی بھائی بھی ہوتا ہے تو بالاتفاق اخیافی بھائی کو اس کا سدس حصہ دیکر باقی کو انہیں بطور عصوبت برابر دیا جاویگا لیکن ابن مسعود اور حسن اور ابو ثور سے منقول ہے کہ میت کا چچا زاد بھائی جو اس کا اخیافی برادر بھی ہوتا ہے اس کو مال دیا جاوے +

---

[1] امام ابی حنیفہ کا ایسا قول کتب مروجہ مذہبی میں نہیں دیکھا گیا اور اگر ایسا قول ہو تاہم یہ قول مفتی بہ نہیں ہے عمل ودرآمد مذہب احناف میں بخلاف اس کے یعنی بھائی محروم رہتے ہیں دادا کی موجودگی میں جیسا کہ مذہب حضرت ابی بکرؓ وغیرہ کا ہے ۱۲ منہ [2] مذہب حنفی میں دادا کے ہوتے ہوئے حقیقی بھائی محروم ہوتا ہے تو علاتی بدرجہ اولے محروم ہوا ہاں اخیافی بھائی سدس کا فرضاً مستحق ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

مسئلہ - بیٹیوں کے ساتھ بہنیں تمام فقہا کے نزدیک عصبہ ہیں اور ابن عباسؓ سے حکایت کی گئی کہ بہنیں عصبہ نہ ہونگی اور بیٹیوں ساتھہ میراث نہ پائینگی +

مسئلہ - ایک عورت نے شوہر اور ماں اور دو بھائی اخیافی اور ایک بھائی حقیقی چھوڑا تو اس مسئلہ میں امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ شوہر کو نصف اور ماں کو سدس اور اخیافی بھائیونکو ثلث دیا جاوے اور اسی ثلث میں جو اخیافی بھائیوں کا حصہ ہے حقیقی بھائی کو شامل کر دیا جاوے اور ایسا ہی قول حضرت عمرؓ اور عثمانؓ اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور زید اور عائشہ اور زہری اور ابن المسیب وجماعات کا ہے - اور مذہب امام ابی حنیفہ اور اُن کے اصحاب اور امام احمد کا اور داؤد کا یہ ہے کہ ثلث اخیافی بھائیوں کو دیا جاوے اور حقیقی بھائی کو ساقط کیا جاوے کیونکہ اگر اصحاب فرائض سے بچتا تو دیا جاتا اور یہی مذہب حضرت علیؓ اور ایک روایت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے اسیطرح منقول ہے +

مسئلہ - تمام علماء کے نزدیک جد اور جدات کا چھٹا حصہ ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ دادی یعنے باپ کی والدہ اگر منفرد ہے تو اس کو ثلث دیا جاویگا اور وہ قایم مقام ماں کے ہوگی اور انہیں سے ایک روایت بقول جماعت منقول ہے اور مذہب امام مالک میں جدات سے نانی اور نانی کی مائیں اور دادی اور دادی کی ماؤں کے سوا اور جدات وارث نہیں ہوتی ہیں - اور مذہب امام ابی حنیفہ میں دادا کی ماں بھی وارث ہوتی ہے اور امام شافعی سے ایک قول مثل قول امام مالک کے ہے اور قول ثانی موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے اور یہی مذہب شافعیہ میں مشہور اور راجح ہے - اور مذہب امام مالک اور شافعی اور زید اور ابن مسعود میں وہ جدہ جو باپ کی جہت سے اگر وہ اقرب ہے اس جدہ سے جو ماں کی جہت سے ہے تو ماں کی جہت والی جدہ محجوب کیجاویگی بلکہ باپ کی جہت والی جدہ کے سدس حصہ میں وہ شریک کر دیجاویگی اور مذہب امام ابی حنیفہ میں جبکہ باپ کی جہت والی جدہ ماں کی جہت والی جدہ سے اقرب ہے تو اس کو ہی سدس حصہ دیا جاویگا +

احمد کے نزدیک نہ وہ کسیکا وارث بنے گا اور نہ وہ کسیکو اپنا وارث بناویگا۔ اور اگر اس نے حرکت کی اور سانس لی لیکن دیر تک سانس لی یا اُس نے دودھ پیا اور اگر چھینک لی تو امام مالک سے دونوں طرح روایت ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی یہ ہے کہ اگر اس نے حرکت کی یا سانس لی یا چھینک لی تو وہ وارث ہوگا اور دوسروں کو وارث کریگا +

مسئلہ۔ خنثیٰ مشکل وہ ہے کہ جس کے فرج اور ذکر دونوں ہوں امام ابی حنیفہ سے مشہور ہے کہ اگر اُس نے ذکر سے پیشاب کیا تو وہ لڑکا ہے اور اگر فرج سے پیشاب کیا تو لڑکی ہے یا دونوں سے پیشاب کرتا ہے تو جس طرف سے جلد کرتا ہے اُس کا اعتبار کرینگے اور اگر دونوں سے ایک ساتھ کرتا ہے اس کو اُس کے اشکال پر باقی چھوڑینگے یہانتک کہ ڈاڑھی نکلے اور عورت سے مجامعت کرے تو وہ آدمی ہے یا اس سے دودھ اترے اور فرج میں وطی کرا وے یا حیض آوے تو وہ عورت ہے اور اگر ان میں سے کوئی بات ظاہر نہ ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اور اوس کی میراث عورت کے مرتبہ میں ٹھہریگی یعنے اُس کو عورت ہونیمیں جو حصہ ملتا ہوگا وہ دیا جاویگا۔ اور اسیطرح امام شافعی نے خنثیٰ مشکل کی تعریف فرمائی ہے مگر اُس کی میراث میں اختلاف کیا ہے کہ لڑکے کو نصف دیا جاوے اور خنثیٰ کو ثلث اور سدس کو موقوف رکھینگے یہانتک کہ کوئی امر اس سے ظاہر ہو جاوے یا دونوں باہم صلح کر لیں اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ جس جہت سے وہ پیشاب کرے اوسی جہت پر وہ وارث ہوگا اور اگر دونوں طرف سے پیشاب کرتا ہے تو جسطرف سے جلد کرتا ہو اسطرف کا اعتبار کیا جاویگا اور اگر سبقت بھی مساوی ہے تو اُس کے اکثر کا اعتبار کیا جاویگا اور وہ اُس اعتبار سے وارث ہوگا اور اگر وہ اپنے اشکال پر باقی رہا مثلاً کسی نے ایک لڑکا اور ایک خنثیٰ مشکل چھوڑا تو خنثیٰ کے واسطے نصف میراث ذکر کی اور نصف میراث انثیٰ کی تقسیم کیجاویگی پس اس صورت میں ابن کے لئے ثلث اور ربع مال کا ہوگا اور خنثیٰ کے لئے ربع اور سدس مال کا ہوگا یعنے ابن کو چھ سہام میں سے ساڑھے تین اور خنثیٰ کو ڈھائی ملینگے +

مسئلہ۔ تمام علماء کا قول ہے کہ موالات یعنے نیکی بدی کا ذمہ دار ہونے سے ارث ثابت نہیں ہوتا اور نخعی فرماتے ہیں کہ موالات سے ارث ثابت ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اُس کا عقد کرنے والا نا سمجھ اور ابن الملاعنہ یعنے ولد الزنا ہو تو اُس کا عقد ٹوٹ جائیگا اس صورت میں اس تمام مال کی مستحق اُس کی ماں بسبب فرض اور عصوبت ہوگی۔ اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی ماں ثلث بسبب فرض کے لیویگی اور باقی بیت المال میں رکھا جاویگا۔ اور امام احمد سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ اس کا عصبہ وہ ہے جو اُس کی ماں کا عصبہ ہے جیسے کسی نے ایک ماں اور ماموں چھوڑا تو ماں کو ثلث دیکر باقی ماموں کو دیا جائیگا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ اُس کی ماں ہی عصبہ ہے پس اُس کا کل مال اُس کی ماں کو بطور عصوبت دیا جاویگا۔

مسئلہ۔ تمام فقہا کے نزدیک عول[۱] صحیح اور ثابت اور معمول بہا ہے پس جبکہ فرائض سہام ترکہ سے زیادہ ہونگے تو ہر ایک کو بقدر اس کے حصہ کے کچھ کم ملیگا اور پھر مسئلہ میں عول کرکے بطریق عول تقسیم کرینگے یعنے ہر ایک کو عول کی رو سے اس کا حصہ دیا جائیگا جیساکہ قرض میں دیا جاتا ہے چنانچہ چار قرضخواہ ہیں ایک نصف کا حق دار دوسرا ثلث کا تیسرا دو ثلث کا چوتہا سدس کا پس ترکہ چھ ۶ سے تقسیم کیا جائیگا کہ جسمیں یہ سب حصے نکل سکتے ہیں لیکن جب ان سبکو جمع کرینگے تو دس ۱۰ ہونگے پس ہر ایک قرضخواہ کو بقدر اُس کے دین کے کم پہونچیگا۔ اور مسئلہ عول پر حضرت عمرؓ کی خلافت میں اجماع ہو چکا ہے اور بعد رحلت فرمانے حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی کے جناب ابن عباسؓ نے اس مسئلہ میں مخالفت کرکے انکار کیا اور کہا کہ عول باطل ہے اوسوقت اونسے کہا گیا کہ آپ نے حضرت عمرؓ کے دربار میں کیوں نہیں بیان کیا جسپر جواب دیا کہ میں ہیبت عمر سے ڈر کر خاموش ہو گیا۔ جب اونسے پھر کہا گیا کہ ہمارے نزدیک آپکی تنہائی سے اجماع زیادہ پسند ہے۔ اور آئمہ نے اتفاق کیا ہے کہ عول نہیں ہوگا مگر اصول ثلاثہ میں یعنے چھ ۶ اور بارہ اور چوبیس میں ہوگا +

مسئلہ۔ جب بچہ کا ماں کے شکم سے اسقاط ہوا یعنے گرا اور چلّا کر رو دیا تو امام مالک اور

---

[۱] عول برآمدن سہام فرائض میراث در حساب و نقصان در مال میراث ۱۲ از منتخب۔

وارثوں کی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اور جب ثلث سے زیادہ کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت دیدی تو مذہب امام مالک میں یہ ہے کہ اگر انہوں نے موصی کے مرض میں اجازت دیدی تو پھر اُن کو بعد فوت ہوتے موصی کے اس سے رجوع کا اختیار نہیں اور اگر اس کی حالت صحت میں اجازت دی تو موصی کے مرنیکے بعد وہ اس اجازت سے رجوع کر سکتے ہیں۔ اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک وارثوں کو حق رجوع بعد مرنے موصی کے حاصل ہوگا برابر ہے کہ اجازت حالت مرض یا صحت موصی میں دی ہو +

مسئلہ۔ کسی کے لئے جمل یا بعیر یعنی شتر نر کی وصیت کی گئی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے کہ ناقہ دیا جاوے اور اگر وصیت بدنہ یعنی شتر مادہ و بقرہ یعنے گاو مادہ کی کی گئی تو نر دینا جائز ہے کیونکہ اُن کے نزدیک نر اور مادہ برابر ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ بعیر کی وصیت میں نر دیا جاوے اور بدنہ و بقرہ میں مادہ دیا جاوے۔ اور جب کسی نے اپنے غلاموں سے ثلث مال کے اخراج کی وصیت کی تو امام مالک کے نزدیک اُس کے ممالیک کو آزاد کرنا شروع کیا جاوے مثل زکوۃ کے کیونکہ جسطرح مال سے زکوۃ کا حصہ نکال دیا جاتا ہے اسیطرح اُس کے ممالیک سے ثلث حصہ وصیت کا آزاد کیا جاوے اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک یہ وصیت مکاتبین کی طرف پھیری جاوے گی یعنے اُن کو بقدر ثلث کے آزاد کرکے مابقی کے عوض مکاتب بنایا جاوے +

مسئلہ۔ اجازت ورثہ کی موصی کے حکم کا نفاذ ہے یا عطیہ مبتدیہ ہے؟ اس بارہ میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو نفاذ ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اور ہمیں کا مثل قول جماعت کے ہے کیا موصی لہ موصی کے مرنے پر مالک ہوتا ہے؟ یا قبول وصیت سے مالک ہوتا ہے یا اُس کی ملک کسی امر پر موقوف رہتی ہے؟ اس بارہ میں امام شافعی سے تین قول ہیں راجح تر ان میں کا یہی ہے کہ موصی لہ کی ملک موقوف رہیگی اجازت ورثہ پر اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک موصی لہ قبول کرلینے سے مالک ہوجاتا ہے۔ اور جب کسی نے کسی شے کی وصیت کسی کے واسطے کی اور پھر اس شے کی وصیت کسی دوسرے کے واسطے کی اور اول کے رجوع کی

کتاب الوصایا یعنے وصیتوں کی بیان میں

وصیت - وہ معاملہ کہ جسکا اجرا موت کے بعد متعلق رکھا جاوے اگرچہ بلفظ وصیت تعبیر نہ کیا جاوے تاہم وہ معاملہ داخل وصیت ہوگا +

مُوصِی - بضم میم وبکسر صاد وصیت کرنیوالا +

موصیٰ لہٗ - بضم میم وبفتح صاد - وہ شخص جس کے لئے وصیت کیجاوے +

موصیٰ بہ بضم میم بفتح صاد - وہ شئے جس کی وصیت کی گئی ہو +

وصی یا موصی الیہ - وہ شخص ہے کہ جس کو وصیت کنندہ اپنے مرنے بعد مہتمم بنا دے کہ اس طریق سے وصیت کا اجرا کرنا - (**مثال**) زید نے بکر سے کہا کہ میرے مرنے بعد ایک مکان میرے مکانوں سے خالد کو دینا اس مثال میں زید اور خالد موصیٰ لہٗ اور بکر وصی یا موصی الیہ - اور مکان موصیٰ بہ ہے -

مسئلہ - بعد موت کے کسی شے کی تملیک کا نام وصیت ہے - اور وصیت بالاجماع جائز اور مستحب ہے نہ واجب مگر مستحب اس شخص کے لئے ہے کہ جسکے پاس کسیکی امانت نہیں ہے کہ جس کا اسکو اپنی ملک سے نکالنا واجب ہو اور نہ اسپر کسیکا قرض ہو اسطور پر کہ اوسکو علم نہیں ہے کہ فلان کا مجھے کچھ دینا ہے اور نہ اس کے پاس کسیکی ودیعت بغیر گواہی کے ہو اور اگر کسی شئے کا ذمہ اس کے متعلق ہوگا تو اس شخص پر وصیت کرنا فرضاً واجب ہوگی اور بالاجماع وصیت غیر وارث کے لئے مستحب ہے اور زہری اور اہل الظاہر کا قول ہے کہ ان اقارب کے واسطے جو میت کے وارث نہووین وصیت کرنا واجب ہے برابر ہے کہ وہ وارث عصبہ ہوں یا ذوی رحم ہوں اور اوسوقت وہاں سوائے اونکے دوسرے وارث ہونیکے سبب وہ محروم رہتے ہوں +

مسئلہ - غیر وارث کے لئے ثلث تک وصیت بالاجماع جائز ہے کچھ حاجت ورثہ[1] کے اجازت کی نہیں ہے - اور وارث کے لئے بھی وصیت جائز ہے مگر وہ دوسرے

---

[1] - ورثہ بفتحتین ۱۲ منتخب +

فاسق ہوگیا تو بمذہب امام مالک اور شافعی جس طرح نسبت وصیت اس کی طرف کی گئی تھی اوسیطرح اُس سے واپس وصیت لوٹا لیجاویگی کیونکہ اُس کی طرف وصیت صحیح نہیں ہوسکتی کس لئے کہ وہ اسپر امین نہ رہا ۔ اور اس بارہ میں امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب وہ فاسق ہوگیا تو اُس کے ساتھ ایک دوسرا عدل یعنے ثالث نیک نیت شامل کیا جاوے پس اگر اُس نے فاسق کیطرف وصیت کی تو قاضی اُس کو وصیت سے خارج کردے اور اگر قاضی نے بعد تصرف کے اُس کو خارج نہیں کیا تو وصیت اُس کی طرف درست ہو جاویگی ۔ اور اگر کسی نے کافر کے واسطے وصیت کی تو امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ وصیت صحیح ہوگی برابر ہے کہ حربی ہو یا ذمی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حربی کے واسطے وصیت صحیح نہیں اور خاصکر اہل ذمہ کے لئے وصیت درست ہے +

مسئلہ ۔ بمذہب امام ابی حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک کے نزدیک وصی کے لئے جائز ہے کہ جو وصیت اس کو کی گئی ہے وہ اپنی طرف سے کسی غیر کو اُس ہی وصیت کرے اگرچہ موصی نے اُسکو ایسا نہیں کہا ہے ۔ اور بمذہب امام شافعی اور اظہر روایتیں امام احمد سے وصی کو ایسا جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کو اپنی طرف سے وصی کرے ۔ اور جب وصی عدل ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بدوں حکم حاکم اُس کی طرف وصیت نافذ ہو جائیگی اور اُسکا تمام تصرف صحیح ہوگا ۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ بغیر حکم حاکم جو کچھ اُس نے اُس کے لئے خرید و فروخت کی وہ سب مردود ہے البتہ جو کچھ اوسپر خرچ کیا ہے اس بارہ میں اُس کا قول مقبول ہے +

مسئلہ ۔ جس چیز کی وصیت کیجاوے اُس کا بیان اور تعیین شرط ہے پس اگر مطلق اسطرح وصیت کی کہ میں تجھے وصیت کرتا ہوں تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وصیت صحیح نہیں ہے بلکہ ایک لغو بات ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اسطرح کہنے سے ہر ایک شئے کی وصیت صحیح ہو جاتی ہے ۔ دوسری روایت امام مالک سے یہ ہے کہ جسمیں تعیین نہیں کیا اوسمیں

تصحیح نہ کی تو بالاتفاق وہ شئے اُن دونوں کے درمیان نصفا نصف ہے اور
حسن اور عطا اور طاؤس کہتے ہیں کہ یہ اول سے رجوع کرنا ہے پس وہ شئے حق
آخر وصیت سمجھی جاویگی اور داؤد فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں وصیت اول
کے ہی واسطے سمجھی جاویگی +

مسئلہ - آزاد کرنا - اور بخشش کرنا اور وقف کرنا اور تمام عطیات جو مرض موت
میں کئے جاویں انکا ثلث مال میں بالاتفاق اعتبار کیا جاویگا - اور مجاہد اور داؤد
فرماتے ہیں کہ وصیت شدہ مال پورا دیا جاوے اور جب کسی کے لئے کوئی
پیشقدمی قصاص لینے کو کرے یا کوئی دشمن کے مقابل صف جنگ میں موجود
ہو یا حاملہ دردزہ میں مبتلا ہو یا کشتی میں سوار ہے کہ دریا موجیں مارنا شروع
کرے اور وہ شخص ایسی حالت میں جو کچھ عطا کریگا تو نزدیک امام ابی حنیفہ اور
مالک اور مشہور روائت امام احمد سے ایسے عطایا ثلث مال سے اعتبار کئے جاوینگے
اور امام شافعی سے دو قول ہیں صحیح ادنمیں کا یہی ہے کہ ثلث مال معتبر ہوگا اور
بقول ثانی تمام مال وصیت شدہ معتبر ہوگا اور امام مالک سے حکائت منقول
ہے کہ جب حاملہ کو نو مہینہ کا حمل ہو تو اپنے ثلث مال سے زیادہ میں تصرف نکرے +

مسئلہ - مذہب امام مالک اور احمد میں غلام کیطرف وصیت صحیح ہے برابر ہے
کہ وہ غلام اوسیکا ہو یا غیر کا اور مذہب امام شافعی میں غلام کے لئے مطلقاً وصیت
صحیح نہیں ہے - اور مذہب امام ابی حنیفہ میں اپنے غلام کے لئے درست ہے
بشرطیکہ وارثوں میں کوئی بزرگ یعنے بالغ نہ ہو اور غیر کے غلام کے لئے
وصیت درست نہیں - اور مذہب امام شافعی اور احمد اس شخص کو کسی اجنبی کیطرف
اپنی اولاد کے کام میں وصیت جائز نہیں ہے کہ جس کا باپ یا دادا موجود ہو کیونکہ
جب باپ یا دادا موجود ہو تو اجنبی کو اولاد کے کام میں وصیت نہیں ہو سکتی
بشرطیکہ وہ باپ یا دادا صاحب عدالت یعنے عادل ہو - اور امام ابوحنیفہ اور
مالک فرماتے ہیں کہ اجنبی کیطرف اپنے اولاد کے کام میں اور اداء قرض میں
وصیت درست ہے اور اس کا نفاذ باوجود باپ یا دادا کے ثلث میں ہوگا اور
جب کسی نے کسی عدل یعنی شخص ثالث نیک بخت کی طرف وصیت کی اور پھر وہ

چھوڑا ہے وہ اُسمیں شریک ہوکر اپنا حق لیوے گا +
مسئلہ۔ جب کسی ایسے لڑکے نے وصیت کی کہ جسکو احتلام نہ ہوتا ہو مگر جس شے کی وصیت کی ہے اُس کو سمجھتا ہے تو امام مالک کے نزدیک اس کی وصیت جائز ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ میں ناجائز ہے اور امام شافعی کے قول میں اختلاف ہے مگر صحیح مذہب امام شافعی میں یہ ہے کہ اُس کی وصیت صحیح نہیں ہے اسی طرح مذہب امام احمد کا ہے۔
مسئلہ۔ جب مریض کی زبان بند ہوجاوے اور اشارہ سے وصیت کرے تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک صحیح نہیں ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک صحیح ہوگی اور بظاہر مذہب امام مالک میں ایسی وصیت جائز ہے +
مسئلہ۔ جب موصی الیہ نے حیات موصی میں وصیت کو قبول کر لیا تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک موصی الیہ کو لازم نہیں ہے کہ بعد موت موصی کے انکار کرے بلکہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حیات موصی میں بھی اُس کو اقبال سے رجوع لازم نہیں ہے مگر اسوقت کہ جب موصی حاضر یعنے موجود ہو تو رجوع جائز ہے اور مذہب امام شافعی اور احمد میں ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے اور جب چاہے اپنے نفس کو معزول کر دے۔ اور نووی فرماتے ہیں کہ جب اُسکو یقین یا ظن غالب ہو کہ کسی ظالم کے غالب آنیسے مال تلف ہوگا تو رجوع نہ کرے حسب وصیت موصی اس کا اجرا کرا دے۔ اور جب کسی آزاد نے حالت مرض میں اپنے باپ کو جو غلام ہے وصیت کی اور اُس نے قبول کی اور پھر اُس نے باپ کو آزاد کر دیا اور پھر وہ لڑکا مر گیا تو اس صورت میں امام مالک اور جمہور کے نزدیک اُس کا باپ وارث ہوگا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک وہ وارث نہ ہوگا اور جب کسی نے کہا کہ اسکو ایک اس غلام میرے غلاموں سے یا ایک شتر میرے شتروں سے دیدینا اور اُس کے دس غلام یا دس شتر ہیں تو امام مالک کے نزدیک اُن کے دسویں حصہ کی قیمت دیجاویگی۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اُس کے وارث اُس کو وہ دیوین کہ جسپر اس کا اطلاق واقع ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا +

وصی نہ ہوگا۔ اور جب کسی نے اپنے اقارب یا اپنے عقب یعنے پیچھوں کے واسطے وصیت کی تو امام مالک کے نزدیک اولاد بنات انمیں داخل نہیں کیونکہ امام مالک کے نزدیک اولاد بنات عقب میں داخل نہیں ہے۔ اور مال وصیت کا اس قریب کو جو قریب تر ہے دیا جاویگا پھر اس سے جو اقرب ہے اسکو دیا جاوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اقارب اس کے ذورحم ہیں اور چچا زاد اور ماموں زاد بھائی کو نہیں دیا جاوے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب کسی نے کہا کہ یہ میرے اقارب کے لئے ہے تو کل قرابت والے داخل ہو گئے اگرچہ وہ بعید ہوں اصلاً و فرعاً قرابت کا اعتبار نہیں ہے۔ اور جب یوں کہا کہ یہ میری ذریت اور عقب کے لئے ہے تو اوسمیں اولاد لڑکیوں کی شامل ہوگی۔ اور امام احمد کی منجملہ روایتیں کے ایک روایت یہ ہے کہ جو اُنکی زندگی میں اوسکا رشتہ پیدا کرے وہی صاحب قرابت ہے ورنہ وصیت الاقارب میں قریب وہی ہوگا جو باپ کی جانب سے قریب ہے۔ اور اگر ہمسایہ کے لئے وصیت کی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک ہمسایہ وہ لوگ ہیں جو اس کے جار ملصق ہے یعنے جسکا مکان اس کے مکان سے ملا ہوا ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک پڑوس کی حد چالیس گھر چاروں طرف سے ہے اور امام احمد سے دو روایت ہیں چالیس مکان اور تیس مکان اور امام مالک کے نزدیک پڑوس کی حد نہیں ہے +

مسئلہ۔ بمذہب آئمہ ثلاثہ میت کے واسطے باطل ہے اور امام مالک کے نزدیک صحیح ہے اسطرح پر کہ اگر اس میت پر قرض یا کفارہ ہے تو مال وصیت شدہ اوسمیں خرچ کیا جاوے ورنہ اُس کے وارث لیویں۔ اگر کسی نے کسی کے لئے ایک ہزار کی وصیت کی اور مال ایک ہزار کا حاضر ہے اور باقی مال غائب ہے یا زمین ہے یا قرض دیا ہوا ہے اور وارثوں نے ایسی حالت میں بخل کر کے کہا کہ موصیٰ لہٗ کو ثلث ایک ہزار کا دیوینگے تو امام مالک کے نزدیک انکو ایسا لازم نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک اس صورت میں موصیٰ لہٗ کو ایک ہزار کا ثلث دیا جاویگا اور باقی تمام مال میں کہ جو موصی نے

ودحصہ آزاد ہو گئے ہیں وہی صحیح ہیں - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو اول آزاد کیا ہے وہ صحیح ہے اور اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے

مسئلہ - اگر وصی مال یتیم سے کوئی شے اپنے واسطے استحساناً زیادہ قیمت دیکر خرید لے تو مذہب امام ابی حنیفہ میں جائز ہے اور اگر قیمت مثل دیکر خریدی تو جائز نہیں ہے - اور امام مالک کے نزدیک قیمت سے خرید ناجائز ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خریدنا علی الاطلاق ناجائز ہے اور امام احمد سے دونوں طرح روایتیں ہیں مشہور روایت یہی ہے کہ جائز نہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ کسی غیر کو وکیل کرکے خرید کرے تو جائز ہے -

مسئلہ - جب وصی دعوے کرے کہ میں نے یتیم کو بعد بالغ ہونے کے مال دیدیا ہے تو مذہب امام ابی حنیفہ اور احمد میں وصی کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاویگا چنانچہ اتلاف مال امانت میں امین کا قول قبول کیا جاتا ہے اور ایسا ہی حکم باپ اور حاکم اور شریک اور مضارب کے قول کا ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک وصی کا قول بغیر گواہی کے قبول نہ کیا جاویگا

مسئلہ - آئمہ ثلاثہ کے نزدیک قاتل کے لئے وصیت صحیح ہے - اور امام شافعی سے دو قول ہیں صحیح اونہیں کا یہی ہے کہ قاتل کے لئے وصیت درست ہے - اور اگر مسجد کے واسطے وصیت کی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح ہے مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں ہوگی البتہ جب یوں کہے کہ یہ مال مسجد میں خرچ کرنا تو صحیح ہوگی - اور اگر کسی نے وصیت کی کہ یہ مال بنی فلان کو دینا تو بنی فلان کے لفظ سے بالاتفاق اس فلان کی اولاد ذکر بھی جاویگی اور ان کو برابر حصہ دیا جاویگا اور اگر اس نے بجائے بنی فلان کے ولد فلان کہا تو بالاتفاق لفظ ولد سے مذکر اور مؤنث سب مراد ہونگے اور سب کو برابر حصہ دیا جائیگا +

مسئلہ - اگر کوئی غنی کا وصی ہے تو مذہب امام ابی حنیفہ وہ وصی عند الحاجت بطریق قرض وغیرہ کسی صورت سے مال یتیم نہیں کھا سکتا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک جائز ہے کہ بہت قلیل طور پر اپنے عمل کی اجرت جو ضروری حاجت

مسئلہ۔ جب کسی نے وصیت کو اپنے خط سے لکھدیا اور وہ خط اس کا پہچانا جاتاہے کہ یہ خط اسی کا ہے لیکن اوسمیں گواہی نہیں ہے تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس وصیت پر حکم نہ کیا جاویگا جیسا کہ گواہوں کی گواہی سے حکم کیا جاتا ہے اور امام احمد کے نزدیک اوسپر حکم دیا جاویگا جبتک کہ اس کے رجوع کا علم نہ ہو اور جب دو آدمیوں کی طرف وصیت کی یعنے دو کو اپنا وصی بنایا تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک شخص بغیر شراکت دوسرے کے مطلقاً تصرف نہ کرے۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ آٹھ شئے مخصوصہ میں بغیر دوسرے کے تصرف کرنا جائز ہے اور وہ آٹھ باتیں یہ ہیں۔ کفن خریدنا۔ تجہیز میت کرنا۔ چھوٹے بچوں کو کھانا کھلانا اور کپڑا پہنانا۔ اور کسی کی امانت بعینہ واپس کرنا۔ اور قرض ادا کرنا۔ اور نفاذ وصیت بعینہ کرنا۔ اور غلام کا بعینہ آزاد کرنا۔ اور حقوق میت میں جھگڑنا۔

مسئلہ۔ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مرض موت میں کسی نے نکاح پڑھ لیا تو صحیح ہوگا۔ اور امام مالک کے نزدیک ایسے مریض کا نکاح صحیح نہیں ہوگا کہ جس کے مرنے کا خوف ہو پس اگر ایسے مریض نے نکاح پڑھا تو نکاح فاسد ہوگا اور فسخ ہوگا خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو لیکن فسخ بالطلاق ہوگا۔ اور اگر وہ مرض سے اچھا ہوگیا تو امام مالک سے نکاح صحیح ہونے اور باطل ہونے میں دونوں طرح روایت ہے۔ اور اگر کسی کے تین اولاد ہے اور اس نے کسی دوسرے کے لئے وصیت کی کہ اس کو مثل حصہ ایک لڑکے کے دینا تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو جو تہائی مال دینگے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تہائی دینگے۔ اور اگر کسی کے کوئی وارث نہیں ہے اور اس نے کسی کیلئے تمام مال کی وصیت کی تو مذہب امام ابی حنیفہ میں وصیت صحیح ہوگی اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے اور بمذہب امام شافعی اور ایک روایت امام مالک اور دوسری روایت امام احمد سے وصیت ثلث میں صحیح ہوگی۔ اور اگر کسی نے ہبہ کیا یا آزاد کیا اگر بہر حالت مرض میں تہائی حصہ کو ترک کرکے آزاد کیا تو آئمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت مرض میں جو

حرام ہے اس لئے غلام اپنی سیدہ کیطرف نگاہ کرے تو جائز ہے اور ایسا ہی جمہور اصحاب امام شافعی کے نزدیک اصح ہے اور شیخ ابو حامد فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک غلام اپنی سیدہ کے لئے محرم نہیں ہے چنانچہ نووی فرماتے ہیں کہ یہی رائے صواب ہے بلکہ اسمیں اختلاف سزاوار نہیں ہے اور ایک قول سے وہ اپنے سیدہ پر محرم ہے لیکن اس کے لئے کوئی دلیل بظاہر نہیں ہے کہ عبد حرہ سے نکاح نہ کرے البتہ ائیت میں جو مضمون ہے وہ لونڈیوں کے بارہ میں اس مراد سے ہے کہ مرد آزاد کو لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے نہ یہ کہ عورت کو غلام سے جائز نہیں +

مسئلہ۔ تمام فقہا کے نزدیک اس شخص کا نکاح درست ہوتا ہے جو جائز التصرف ہو اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ طفل تمیز دار اور غیر تمیز دار کا نکاح اُس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا۔ اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک سوائے باپ کے اور ولی یتیم نابالغ کا نکاح کر دے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ ولی اُس کا نگراں حال مانند باپ کے ہو۔ اور امام شافعی نے یتیم بالغ کے نکاح کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک غلام کا نکاح بغیر اجازت مولی کے درست نہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک درست ہے۔ مگر ولی اگر فسخ کرنا چاہے تو اس کا نکاح فسخ کرسکتا ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اجازت ولی پر موقوف رہیگا۔ اگر اجازت اُس کے ولی یعنے مولا نے دیدی تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں +

مسئلہ۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک بدوں ولی مذکر کی اجازت کے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ اگر عورت نے عقد نکاح کر لیا تو درست نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عورت کو اختیار ہے کہ اپنا نکاح آپ کرلے اور وہ لینے نکاح کے لئے وکیل بھی کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ لینے مال میں تصرف کرنے کے لایق یعنے ہوشیار اور تمیز دار ہو ایسی صورت میں اُسپر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا لیکن جب وہ اپنا نکاح غیر کفو کے ساتھ کرنا چاہے تو اُس کا ولی معترض ہوسکتا ہے یعنے اُس کے نکاح کو روک سکتا ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت

کو کافی ہو اُس قدر اسمیں سے کہا سکتا ہے۔ اور جب اس کے پاس اُس کا عوض موجود ہو تو واپس دینے میں امام شافعی سے دو قول ہیں اور امام احمد سے دو قول ہیں یعنے دیوے اور نہیں دیوے۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر وصی غنی ہے تو اُس کو لازم ہے کہ اپنے عمل کی اُجرت معاف کرے اور اگر محتاج ہے تو بقدر نگہداشت اور اُجرت مثل کے بطریق معروف اُس میں سے کہاوے +

کتاب النکاح

نکاح۔ ایک عقد ہے کہ جس سے مرد کو عورت کے ساتھ توالد اور تناسل کے لیے صحبت کرنا حلال ہو جاتا ہے۔

مسئلہ۔ اصل شرع شریف میں بالاجماع نکاح عقود شرعیہ مسنونہ سے ایک عقد ہے۔ اور اتفاق آئمہ کا اسپر ہے کہ جس شخص کو شدت شہوت ہو اور زنا میں گرفتار ہونے کا خوف ہو تو اُس کے لئے نکاح کرنے کی بہت تاکید ہے اور اسکو نکاح کرنا حج اور جہاد اور صلوٰۃ اور صوم نفل سے افضل ہے اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک جو شخص مغلوب النفس ہو اور اُس کو ضرورت نکاح کی ہو تو اُس کے لئے نکاح کرنا مستحب ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جس کو شہوت کی شدت ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہے تو اس کو نکاح کرنا واجب ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بہر حال مستحب ہے حالانکہ امام اعظمؒ کے نزدیک بصورت شدت شہوت انقطاع عبادت کا خوف ہو تو نکاح کرنا افضل ہے اور داؤد کہتے ہیں کہ ہر مرد و عورت کو عمر میں ایکدفعہ نکاح کرنا مطلقاً واجب ہے +

مسئلہ۔ جب کسی عورت کے نکاح کا قصد کرے تو بالاتفاق اُس عورت کے مُہنہ کیطرف اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف نظر کرنا سنت ہے۔ اور داؤد کے نزدیک تمام جسد کی طرف سوا شرمگاہوں کے دیکھنا جائز ہے۔ اور اصح مذہب امام شافعی میں زوجہ اور کنیز کے فرج کیطرف نظر کرنا جائز ہے اور برعکس اسکے عورت مرد کی شرمگاہ کی طرف نظر کرے تو جائز ہے اور اسی موجب امام ابی حنیفہ و مالک اور احمد کا قول ہے اور امام شافعی کے نزدیک عورت پر اُس کا غلام

مسئلہ۔ اور نکاح میں وکالت جائز ہے۔ اور ابو ثور کے نزدیک نکاح میں وکالت نہیں ہے۔ اور دادا بہتر ہے بھائی سے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ بھائی دادا سے اولیٰ ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حقیقی بھائی علاتی بھائی سے اولےٰ ہے اور اسی موجب اصح قول ہیں امام شافعی سے ہے اور امام مالک کے نزدیک دونوں قسم کے بھائی برابر ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک بیٹے کو اپنی ماں پر ولایت نہیں ہے بسبب بیٹے ہونے کے اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک بیٹے کو اپنی ماں پر ولایت ثابت ہے بلکہ امام مالک اور ابو یوسف نے بیٹے کو باپ پر مقدم کیا ہے اور امام احمد کے نزدیک ولایت میں بیٹے سے باپ اولےٰ ہے اور دادا کے بابت امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے اور اسی موجب امام ابی حنیفہ کا قول ہے +

مسئلہ۔ بمذہب امام شافعی اور احمد ولایت فاسق کو نہیں ہے اور بعض اصحاب امام احمد کا قول ہے کہ اگر ولی باپ یا دادا ہو اور وہ فاسق ہو تو اُس کو ولایت نہیں ہے اور اگر ان دونوں کے سوائے اور کوئی عصبات سے ہوں تو اُنکی ولایت مع النفس بھی ثابت ہوگی۔ اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک فسق مانع ولایت نہین ہے +

مسئلہ۔ اور جب ولی اقرب مسافت قصر نماز تک چلے جانے سے حاضر نہو تو اُس عورت کا نکاح قاضی کرا دیگا ور بمذہب امام شافعی اگر کوئی عصبہ بعید تر ہو تو وہ نکاح نہیں پڑھا سکتا۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد اگر عصبہ منقطع ہو یعنے ایسے جگہ ہو کہ جہاں سے سال بھر میں قافلہ ایک دفعہ آسکتا ہو تو اس صورت میں ولایت بعید تر کیطرف منتقل ہو جاویگی۔ اور اگر عصبہ قریب اسقدر فاصلہ پر نہیں ہے تو عصبہ بعید کی طرف ولایت منتقل نہ ہوگی۔ اور امام مالک کے نزدیک جب کسی باکرہ کا ولی موجود نہو اور اس کی خبر بھی پوشیدہ ہو کہ کس مکان پر ہے تو اُس باکرہ کا بھائی اس کی اجازت سے اُس کا نکاح کرا دے اور ایسا ہی قول امام ابی حنیفہ اور انکے اصحاب کا ہے

صاحب جمال اور شریف سے نکاح کرنا چاہے تو بدوں اجازت اُس کے ولی کے
درست نہیں اور اگر وہ عورت شریفہ اور جمیلہ نہیں ہے تو مرا اپنی طرف سے
عورت کی رضامندی کے ساتھ کسی اجنبی کو نکاح کے لئے متولی کرسکتا ہے۔
اور داؤد فرماتے ہیں کہ اگر عورت باکرہ ہے تو بدوں اجازت ولی کے نکاح صحیح
نہیں اور اگر ثیبہ ہے تو صحیح ہوگا۔ اور ابو ثور اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر
اُس نے اجازت ولی سے اپنا نکاح کیا تو درست ہوگا اور اگر اُس نے اپنے
آپ نکاح کرلیا اور پھر اُس کا مقدمہ حاکم حنفی کے پاس لے گئے اور اُس
نے نکاح درست ہونیکا حکم دیدیا تو وہ حکم نافذ ہوجائیگا اور پھر حاکم شافعی المذہب
اس حکم کو نہیں توڑ سکتا۔ مگر ابی سعید الاصطخری کے نزدیک حاکم شافعی
المذہب اس حکم کو توڑ سکتا ہے اگر اُس نے قبل حکم کے وطی کرلی تو حد نہیں
مگر ابی بکر صیرفی کے نزدیک حد آویگی اگر اُس کے اعتقاد میں وطی حرام ہو
اور اگر قبل حکم طلاق دیدی تو طلاق واقع نہ ہوگی مگر ابی اسحٰق مروزی کے
نزدیک احتیاطاً واقع ہوجائیگی۔ اور اگر عورت ایسی جگہ ہے کہ جہاں نہ
حاکم ہے نہ ولی تو اُس وقت دو وجہ ہیں۔ اول یہ کہ اپنا نکاح آپ کرلیوے
دوسرے یہ کہ اپنے نکاح کے امر کو کسی مسلمان کے سپرد کردیوے کہ وہ اسکا
نکاح پڑھا دیوے۔ مشہری کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے اصول پر نہیں
ہے اور شیخ ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ ایسے کام کے لئے اختیار ہے کہ کسی فقیہ
کو حوالہ اجتہاد سے ہو اُس کو پنچ قرار دیوے کیونکہ تحکیم فی النکاح جایز
مسئلہ۔ امام مالک کے نزدیک وصیت نکاح کے لئے درست ہے اور
نکاح کے لئے ولی سے وصی بہتر ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے
کہ قاضی نکاح کرادے اور امام شافعی کے نزدیک جب ولی موجود ہو تو وصی
کے لئے وصیت درست نہیں ہے اسواسطے کہ وصی کو عورت کیطرف سے
کچھ عار نہیں ہوتا۔ قاضی عبدالوہاب مالکی فرماتے ہیں کہ یہ اطلاق تعلیل
میں فاسد ہے کیونکہ حاکم جسوقت نکاح کسی عورت کا کرادیتا ہے تو اُس کو
بھی عار لاحق نہیں ہوتا +

باپ نکاح کے لئے درخواست کرے تو بیٹے پر باپ کا نکاح کرا دینا بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک لازم نہیں اور اظہر روایتیں امام احمد سے یہ ہے کہ بیٹے پر نکاح کرانا لازم ہوگا۔ اور اسی موجب امام شافعی سے تصریح ہے لیکن محقق اصحاب امام شافعی کا قول ہے کہ حریت باپ کی شرط ہے اسی طرح امام شافعی کے نزدیک دادا کا نکاح کرا دینا لازم ہے خواہ جہت اب سے ہو یا ام سے۔

مسئلہ۔ بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد[1] ولی کو جائز ہے کہ ام ولد کا نکاح بدون رضامندی اس کے کر دیوے اور اس بارہ میں امام شافعی سے چند اقوال ہیں اصح انہیں کا مثل مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا اور اس کی آزادی کو مہر قرار دیکر بموجودگی دو گواہوں کے نکاح پڑھا۔ تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہے ایک روایت مثل مذہب جماعت کے اور دوسری روایت انعقاد نکاح اور ثبوت مہر عتق میں ہے۔ اور عتق بالاجماع ایسی صورت میں صحیح ہوگا۔ اور اگر کسی لونڈی نے اپنے سید سے کہا کہ تو مجھے آزاد کر دے اس شرط پر کہ میں تجھ سے نکاح کروں گی اور آزادی میرا مہر ہو پس سید نے اُسے آزاد کر دیا تو ایمہ اربعہ کے نزدیک عتق صحیح ہوگا اور نکاح کے بارہ میں امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اس لونڈی کو بعد آزادی اختیار رہوگا چاہے نکاح کرے یا نہ کرے اور اگر نکاح کرنا اختیار کرے تو مہر از سر نو قرار دیا جاویگا۔ اور اگر وہی لونڈی نکاح سے کراہت کرے تو بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک اوس پر کچھ نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین اس کو اپنے نفس کی قیمت سید کو دینا ہوگی۔ اور امام احمد کے نزدیک وہ حُرہ ہو جائیگی لیکن اپنے نفس کی قیمت سید کو دینا ہوگی اور اگر نکاح پر رضامند ہو گئی تو عتق مہر ہو جائیگا اور اس کے سوا اس پر کچھ نہیں۔

---

[1] ۔ غالباً اس جگہ بجائے امام احمد کے امام مالک کا نام ہوگا مگر اصل کتاب میں امام احمد کا نام موجود ہے ۱۲۔

بخلاف امام شافعی ؛
مسئلہ - امام شافعی کے نزدیک باپ اور دادا کو باکرہ کا نکاح بغیر رضامندی اسکے کرا دینے کا اختیار رہے خواہ باکرہ صغیرہ ہو یا کبیرہ - اور ایسا ہی قول امام مالک کا باپ کے واسطے ہے اور اسی موجب اشہر روائتیں امام احمد سے دادا کے لیئے ہے - اور بمذہب امام ابی حنیفہ باکرہ بالغہ عاقلہ کا نکاح کرا دینا بدون رضامندی اس کے کسی حالت میں کسیکو جائز نہیں - اور امام مالک اور احمد کی منجملہ روائتیں کے ایک روایت سے یہ ہے کہ دادا کے لئے ولایت اجبار کی ثابت نہیں - اور سوائے باپ کے صغیرہ کا نکاح کرا دینا کسیکو جائز نہیں ہے یہانتک کہ بالغہ ہو اور اجازت دیوے - اور بقول امام ابی حنیفہ تمام عصبات کو جائز ہے کہ صغیرہ کا نکاح کرا دیوے - لیکن حق صغیرہ میں عقد لازم نہیں ہے البتہ جب وہ بالغہ ہوگی تو اس کو اختیار حاصل ہوگا - اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عصبات کا عقد صغیرہ کو لازم ہو جائیگا +
مسئلہ - جب باکرہ کا بکر بوجہ وطی زائل ہو جاوے اگرچہ وطی بطریق حرام ہو اس کا نکاح کرا دینا جائز نہیں مگر اس کی اجازت سے کرا دینا جائز ہے اگر بالغہ ہو اور اگر صغیرہ ہونا جائز ہے - اور جب صغیرہ کی بکارت قبل بلوغ زائل ہو جاوے تو امام شافعی کے نزدیک اس کا نکاح نہ کرایا جاویگا یہانتک کہ جوان ہو نکاح کرانے والا باپ ہو یا غیر ہو - اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جب صغیرہ کی عمر نو برس کی ہو جاوے تو اس کی اجازت نکاح اور غیر نکاح میں درست ہے -
مسئلہ - بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور منجملہ قولین امام شافعی کے حسب قول قدیم غلام کبیر کا نکاح اس کا سید جبراً کر سکتا ہے اور بمذہب امام احمد اور بقول جدید امام شافعی سید جبراً کرنے کا مالک نہیں ہے - اور اگر غلام اپنے نکاح کر دینے کی سید سے درخواست کرے تو اس حالت میں اس کا نکاح سید جبر کے ساتھ کرا سکتا ہے یا نہیں ؟ بمذہب ائمہ ثلاثہ ایسی صورت میں سید نکاح کے لئے جبر نہیں کر سکتا کس لئے کہ غلام کی درخواست تھی - اور امام شافعی سے دونوں طرحکے قول ہیں اصح یہ ہے کہ جبر نہ کیا جاویگا - اور اگر

کہ صحیح ہوگا کس لئے کہ اُس کا یہ قول (کہ میں نے نکاح کر دیا) پورا عقد شمار کیا جائیگا اور اگر کسی نے یوں کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا تجھ سے نکاح کر دیا اور اُس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس بارہ میں امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں ہوگا یہانتک کہ کہے کہ میں نے قبول کیا نکاح یا تزویج اُس کی۔ اور بقول ثانی نکاح صحیح ہوگا۔ اسی موجب قول امام ابی حنیفہ اور احمد کا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان بولایت کتابی کتابیہ سے نکاح کر لے تو بمذہب امام احمد درست نہیں لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے ✦

مسئلہ۔ جب کسی عورت اور اُس کے اولیاء نے کسی غیر کفو کے ساتھ نکاح میں اتفاق کر لیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا اور امام احمد کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا۔ اور جب اولیاء سے کسی ایک نے عورت کی رضامندی سے کسی غیر کفو کے ساتھ نکاح کر دیا تو امام شافعی کے نزدیک صحیح نہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اولیاء کا اتفاق اور اختلاف برابر ہے جبکہ عورت نے کسی مسلم سے اپنے نکاح کرنے کی اجازت دی تو اُس کو اولیاء سے اس بارہ میں اعتراض کرنا نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں نکاح لازم ہوگا ✦

باب بیان میں ایسے اسباب کے جو نکاح کو حرام کر دیتے ہیں

مسئلہ۔ بالاتفاق داماد پر اُس کی ساس ہمیشہ کے واسطے حرام ہے اسوجہ سے کہ اُس کی بیٹی سے نکاح کیا۔ حضرت علیؓ اور زید بن ثابت سے منقول ہے کہ عورت کی والدہ جب حرام ہوتی ہے کہ جب عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہو اور ایسا ہی قول مجاہد کا ہے اور زید بن ثابت نے فرمایا کہ اگر قبل دخول عورت کو طلاق دیدی ہو تو اُس کی والدہ کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر قبل دخول عورت مر گئی تو اُس کی والدہ یعنے ساس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے کس لئے کہ موت

معلوم نہیں کہ نکاح اول کس کے ساتھ ہوا ہے تو دونوں نکاح باطل ہونگے۔ اور جب کسی نے بیان کیا کہ فلان عورت نے مجھ سے نکاح کیا اور اس کے بیان کی تصدیق عورت نے کی تو ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک بوجہ اتفاق مرد و عورت کے نکاح صحیح ہوجائیگا اور امام مالک کے نزدیک صحیح نہ ہوگا۔ یہانتک کہ اُس کے پاس آتے جاتے دیکھیں مگر جب وہ سفر میں ہوگا تو صحیح ہوگا +

مسئلہ۔ ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک نکاح بدون شہادت کے صحیح نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک نکاح بدون شہادت کے درست ہے لیکن شہرت کا اعتبار ضرور ہوگا۔ اور پوشیدہ رکھنے پر رضامند نہ ہوں یہانتک کہ اگر پوشیدہ طور پر نکاح کیا اور شرط کیا نکاح چھپانیکو تو امام مالک کے نزدیک نکاح فسخ کیا جاویگا اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد دو شاہدوں کے ہوتے ہوئے نکاح کو پوشیدہ رکھنا کچھ نقصان نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک نکاح ثابت ہوگا مگر دو گواہ عادل مذکر سے صحیح ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہوجاویگا۔ اسی طرح دو فاسق کی گواہی سے نکاح صحیح ہوگا۔ اور جب کوئی مرد مسلمان عورت ذمیہ سے نکاح کرے تو بدون گواہی دو مسلمان کے ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک نکاح ثابت نہ ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک دو ذمیوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہوجائیگا اور جمیع فقہا کے نزدیک نکاح میں خطبہ شرط نہیں ہے لیکن داؤد کے نزدیک شرط ہے کیونکہ یہ فعل نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

مسئلہ۔ بمذہب امام شافعی اور احمد نکاح بدون لفظ تزویج درست نہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نکاح منعقد ہوجاویگا۔ ہر ایک لفظ کے ساتھ جو مقتضی ہو ملکیت کو ہمیشہ کے لئے حالت زندگی میں یہانتک کہ امام ابی حنیفہ سے لفظ اجازت میں دو روایتیں کی گئی ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک نکاح منعقد ہوجائیگا لفظ اجازت کے ساتھ اگر مہر کا ذکر ہو۔ اور جب کسی نے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح فلان کے ساتھ کیا اور اُس فلان نے خبر پہونچنے پر کہا کہ میں نے قبول کیا تو عامہ فقہا کے نزدیک نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ اور ابو یوسف فرماتی ہیں

مسئلہ۔ دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا بالاتفاق حرام ہے اور ایسی ہی عورت کی پھوپی اور خالہ کو عورت کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اور اسیطرح لونڈی اور اُسکی بہن اور اُس کی پھوپی اور خالہ کو اُس کے ساتھ وطی مین جمع کرنا حرام ہے۔ اور داؤد کے نزدیک لونڈی اور اُس کی بہن کو وطی میں جمع کرنا حرام نہیں اور اسی موجب روایت امام احمد سے ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر کسی نے منکوحہ کی بہن سے نکاح کرلیا تو تاوقتیکہ وہ منکوحہ موطوءہ کو اپنے پر حرام نہ کرلیگا اُخت منکوحہ سے وطی درست نہیں البتہ نکاح درست ہوگا +

مسئلہ۔ کوئی شخص اسلام لایا اور اسکے پاس چار عورتوں سے زیادہ ہیں تو امام مالک اور شافعی اور احمد نے فرمایا اونمیں سے چار کو پسند کرلے اور دو بہنوں میں سے ایک کو جسے چاہے رکھہ لیوے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر سب عورتوں کا عقد حالت واحدہ میں واقع ہوا ہو تو باطل ہے اور نکاح کے چند عقود ہیں تو جن چار عورتوں کا نکاح اول ہوا وہ صحیح ہے اور اون کے بعد والیو نکا نکاح باطل ہے اسیطرح دو بہنوں کا حال ہے کہ جسکا اول ہوا اسکا نکاح صحیح ہے۔ اور اگر احدالزوجین سے کوئی مرتد ہو گیا پس امام ابو حنیفہ اور مالک نے فرمایا کہ اونمیں تفریق فی الفور ہو جاویگی برابر ہے کہ ارتداد قبل دخول ہوا ہو یا بعد دخول اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اگر ارتداد قبل دخول کے ہے تو تفریق فی الفور ہو جاویگی اور اگر بعد دخول کے ارتداد ہوا تو تفریق تاانقضائے عدت نہ ہوگی اور اگر دونوں مرد و عورت معاً مرتد ہو گئے تو بمنزلہ ارتداد احدالزوجین ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ تفریق واقع نہ ہوگی۔ اور بمذہب ائمہ ثلاثہ نکاح کفار کے صحیح ہیں کیونکہ اُن کے متعلق وہ احکام ہونگے جو احکام مسلمین کے ساتھ متعلق ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک کفار کے نکاح فاسد ہیں +

مسئلہ۔ آزاد مرد کا نکاح لونڈی سے دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ اول یہ کہ خوف زنا ہو دویم یہ کہ حرہ سے نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک بحالت عدم شرطین بھی لونڈی سے نکاح جائز ہے۔ اور اگر اُس کی نکاح مین

کہ بمنزلہ دخول قرار دیا ہے۔ اور ربیبہ یعنے عورت کی لے پالک لڑکی کے ساتھ دخول کرنے سے ربیبہ بالاتفاق حرام ہوجاتی ہے اگرچہ وہ اپنے سوتیلے باپ کے پاس نہ ہو اور داؤد فرماتے ہین کہ ربیبہ جب حرام ہوگی کہ جب وہ اُس کی کفالت میں ہو اور تحریم مصاہرۃ متعلق وطی فی الملک سے ہے پس اگر مباشرت ما دون الفرج شہوت سے ہو تو نزدیک امام ابی حنیفہ کے تحریم ثابت ہوگی بلکہ فرمایا امام ابو حنیفہ نے کہ تحریم مصاہرہ میں نظر بجانب فرج مانند مباشرت کے ہے۔

مسئلہ۔ زانیہ کا نکاح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حلال ہے مگر امام احمد کے نزدیک جبتک زانیہ توبہ نہ کرے اُس کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک نکاح اس زانیہ سے یا اُس کی والدہ یا اُس کی لڑکی سے حرام نہیں ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہوجائیگی اس صورت میں سوائے زانیہ کے اُس کی والدہ اور لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اور امام احمد نے فرمایا کہ جب غلام کے ساتھ لواطت کی تو اوسپر اُس غلام کی والدہ اور لڑکی حرام ہوگئی۔ اور اگر کسی عورت نے زنا کرایا تو اس کا نکاح بالاتفاق فسخ نہیں کرایا جائیگا۔ اور حضرت علیؓ اور حسن بصری سے منقول ہے کہ نکاح فسخ کیا جائیگا۔ اور اگر عورت نے کسی سے زنا کرایا اور پھر اُس سے نکاح کیا تو بمذہب امام شافعی اور ابی حنیفہ خاوند کو بدوں عدت کے وطی کرنا حلال ہے لیکن اگر وہ عورت حاملہ ہو تو وطی کرنا مکروہ ہے تاوقتیکہ وضع حمل نہو اور امام مالک اور احمد نے فرمایا کہ اوسپر عدّت واجب ہے اور خاوند پر وطی کرنا حرام ہے یہانتک کہ وضع حمل ہو[1]۔ اور اگر غیر حاملہ ہو تو نکاح حرام نہیں ہے اور نہ عدت گذارے۔ اور ولد الزنا کے ساتھ بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد نکاح حلال نہیں ہے اور بمذہب امام شافعی بکراہت حلال ہے اور امام مالک سے مثل مذہبین دونوں روایتیں ہیں +

---

[1]۔ مذہب احناف میں اسی قول پر فتوی ہے ۱۲ منہ

نزدیک نکاح شغار[۱] یعنے نکاح جاہلیت کا باطل ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک نکاح صحیح ہے اور مہر فاسد ہے۔ اور جب کسی نے عورت سے نکاح اس شرط پر کیا کہ جب تو وطی کی جائیگی تو تو طالقہ ہے یا نکاح نہیں ہے تاکہ زوج اوّل کہ جسنے طلاق ثلاثہ دی تھی اُس کے لئے حلال ہو جاوے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک نکاح بغیر شرط صحیح ہو گا۔ اور شوہر اوّل کا۔ اور شوہر اوّل کے لئے حلال ہونیکے واسطے دونوں طرح روائیتیں ہیں[۲]۔ اور امام مالک کے نزدیک اوّل کے لئے حلال نہیں لیکن بعد حصول نکاح صحیح کے کہ جو رغبت سے بدون قصد تحلیل کے صادر ہو اور اوس سے بطریق حلال وطی کرے یعنے مسماۃ طاہرہ غیر حائضہ ہو۔ پس اگر نیت تحلیل کی گئی یا شرط کی تو عقد فاسد ہو گا۔ اور شوہر ثانی کے لئے مسماۃ حلال نہ ہوگی۔ اور امام شافعی سے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اصح یہ ہی کہ نکاح صحیح نہ ہو گا۔ اور امام احمد کے نزدیک بھی مطلقاً صحیح نہیں ہے پس اگر نکاح کیا اور یہ شرط نہ کی مگر اُس کے ارادہ میں تحلیل تھی تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک نکاح مع الکراہت صحیح ہو گا۔ اور امام مالک اور احمد نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوگا۔ اور اگر نکاح کیا کسی عورت سے اور شرط کی کہ اوسپر کسی اور عورت سے نکاح نہ کرے اور نہ فضیلت دیوے اوسپر اور اُس کے شہر یا اُسکے گھر سے اور جگہ نہ لیجاوے اور نہ اُس کو سفر میں لیجاوے پس بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی عقد صحیح ہو گا اور یہ شرط لازم نہ ہوگی اور اُس کے لئے مہر مثل ہو گا اسواسطے کہ یہ شرط حرام کرتی ہے حلال کو چنانچہ ایسی شرط کہ وہ عورت اپنے نفس کو اپنے خاوند کے سپرد نہ کرے۔ اور امام احمد کے نزدیک یہ شرط صحیح ہوگی اور لازم ہوگی اور اُس کو وفا اور جب خلاف کرے اُس سے کسی

[۱] ۔ نکاح شغار اُس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کسیکو کہے کہ تو اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دے اور میں اپنی بہن سے تیرا نکاح کر دوں اور ہر ایک کا مہر ایک دوسرے کا نکاح کر دینا ہے ۱۲ منہ

[۲] ۔ مذہب حنفی میں مفتی بہ یہ ہے کہ جبتک شوہر ثانی اُس سے صحبت کر کے طلاق نہ دے شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی ۱۲ منہ

عورت حرّہ ہے یا حرّہ عدت میں بیٹھی ہوئی ہے ایسے حالت میں لونڈی سے نکاح
جائز نہیں ہے۔ اور مرد مسلمان کے واسطے امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک
لونڈی کتابیہ سے نکاح جائز نہیں ہے اور بمذہب امام ابی حنیفہ حلال ہے۔ اور
بالاتفاق مشرکین کی لونڈیوں سے وطی درست نہیں ہے اگرچہ ان کا مالک ہو جاوے
اور ابی ثور سے منقول ہے کہ تمام لونڈیوں سے وطی حلال ہے اگر وہ ملک میں آوین
خواہ لونڈیاں کسی دین پر ہوں اور بمذہب امام شافعی اور احمد آزاد کو ایک لونڈی سے
زیادہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک آزاد
کو چار لونڈیوں تک نکاح میں لانا جائز ہے جیسا کہ چار حرّہ تک جائز ہے +
مسئلہ۔ بمذہب امام شافعی اور ابی حنیفہ اور احمد غلام کو دو عورتوں تک درست
ہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ غلام کو چار تک درست ہیں جس طرح آزاد
کو درست ہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک جس لونڈی سے زنا کیا ہو اسکے
ساتھ نکاح کرنا درست ہے اور بعد نکاح بدون استبراء کے وطی کرنا جائز ہے
اور ایسا ہی بمذہب امام ابی حنیفہ ہے مگر بدون استبراء وطی کرنا جائز نہیں
اور استبراء ایک حیض کے ساتھ ہوتا ہے یا وضع حمل کیساتھ اگر ہو۔ اور امام
مالک کے نزدیک مطلقاً زانیہ کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے اور امام احمد نے فرمایا
ہے کہ زانیہ سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے مگر دو شرط سے جائز ہے یعنے وجود توبہ
اور وجود استبراء کے اور استبراء بذریعہ وضع حمل ہو یا بذریعہ حیض یا شہور کے ہو۔
مسئلہ۔ نکاح متعہ کا باجماع باطل ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا خلاف نہیں ہے
تعریف متعہ یہ ہے کہ عورت سے ایک مدت معلومہ تک نکاح کرے یعنے یوں
کہے کہ نکاح کیا میں نے تجھ سے ایک ماہ یا ایک سال تک وغیرہ باجماع تمام علمائے
سلف وخلف متعہ باطل ہے مگر شیعہ متعہ کو صحیح جانتے ہیں اور ابن عباس سے
روایت کرتے ہیں حالانکہ ابن عباسؓ سے اس کے بطلان پر قول صحیح ہے اور
مذہب احناف میں زفر سے روایت ہے کہ نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی
بشرطیکہ لفظ تزویج کے ساتھ عقد ہو اور اگر لفظ متعہ کے ساتھ عقد ہوا
تو موافق قول جماعت کے باطل ہے۔ اور امام شافعی اور احمد اور مالک کے

شافعی سے اس بارہ میں کئی قول ہیں اصح یہ ہے کہ عورت کو فوراً اسیوقت اختیار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تین دن تک اختیار ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جب تک وطی پر قادر نہ کرے اختیار فسخ ہے۔ اور اگر عورت آزاد کی گئی اور اس کا خاوند حُر ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک عورت کو فسخ کا اختیار نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگرچہ اُس کا خاوند حُر ہو عورت کو فسخ کا اختیار رہے ہے۔

کتاب الصداق یعنے کتاب المہر

مسئلہ۔ بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی فساد مہر کی وجہ سے نکاح فاسد نہیں ہوتا۔ اور اس بارہ میں امام مالک اور احمد سے دونوں طرح روائتیں ہیں۔ اقل مہر امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک یہی مقدار ہے کہ جس مقدار پر چور کے ہاتھ کاٹے جاویں مقدار میں دونوں کا اختلاف ہے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک دس درہم یا ایک دینار ہے اور امام مالک کے نزدیک ربع دینار یا تین درہم ہیں اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اقل مہر کی کچھ حد نہیں جو چیز خرید و فروخت میں قیمت ہوسکے نکاح میں مہر ہوسکتی ہے اگر تعلیم قرآن مہر قرار دیا جاوے تو بمذہب امام مالک اور شافعی اور ایک روائیت امام احمد سے جائز ہے اور بمذہب امام ابی حنیفہ اور اظہر روائیت احمد سے یہ ہے کہ تعلیم قرآن مہر نہیں ہوگا۔

مسئلہ۔ بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد عورت بمجرد عقد مہر کی مالک ہوجاویگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر کی مالک نہ ہوگی لیکن دخول کے ساتھ یا شوہر کے مرنے پر مالک مہر کی ہوجاویگی بلکہ وہ محفوظ ہوگا کہ بمجرد عقد کل مہر کی مستحق نہ ہوگی بلکہ نصف مہر کی مستحق ہوگی[ل]۔ اور جب کل مہر عورت کا ادا کردیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک عورت کو جہاں چاہے سفر میں لیجاوے اور ایک روائیت سے منقول ہے کہ عورت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں

ل۔ مذہب حنفی میں بھی یہی مفتیٰ بہ ہے کہ بمجرد عقد نصف مہر کی عورت مستحق ہوتی ہے ۱۲

شے کا تو اُس عورت کو فسخ کا اختیار ہے +

باب اختیار فسخ نکاح اور رد بالعیبین

مسئلہ - خیار نو عیبوں سے ثابت ہوتا ہے اُن میں سے تین عیب جنون - جذام برص - مرد اور عورت میں مشترک ہیں - اور اونمیں سے دو عیب مردوں کو مخصوص ہیں ایک جب یعنے قطع ذکر دوم عنیت کہ بوجہ عدم انتشار جماع سے عاجز ہو - اور منجملہ نو عیبوں کے چار عیب عورتوں کو مخصوص ہیں ایک قرن یعنے فرج میں ایک ہڈی ہوتی ہے کہ وطی کو منع کرتی ہے دوم رتق یعنے فرج کا بند ہونا سوم فتق یعنے محل وطی اور مخرج بول کے درمیان پہت جانا - چہارم عفل یعنے فرج میں گوشت کا ہونا - اور بقول بعض رطوبت کا نام ہے کہ جو لذت جماع کو منع کرتی ہے - بمذہب امام ابی حنیفہ بحالت موجودگی عیوب مذکورہ مرد کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے اور عورت کو فسخ کا اختیار ہے اگر مرد مقطوع الذکر یا بوجہ عدم انتشار جماع سے عاجز ہو - اور بمذہب امام مالک اور شافعی بحالت مذکورہ مرد کو فسخ کا اختیار ہے مگر فتق اگر عورت کو ہو اسمیں فسخ کا اختیار نہیں اور امام احمد کے نزدیک ہر حالت مذکورہ میں مرد کو فسخ کا اختیار ہے - اور اگر مرد میں عیب جب اور عنیت بعد عقد اور قبل دخول کے پیدا ہوا تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے اور اسیطرح بعد دخول کے اختیار فسخ کا ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک جب مرد بوجہ عدم انتشار وطی پر قادر نہ ہو اس صورت میں عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت میں عیب پیدا ہو جاوے تو حسب قول راجح امام شافعی مرد کو فسخ کا اختیار ہے اور یہی مذہب امام احمد کا ہے اور بقول امام مالک اور منجملہ قولین ایک قول امام شافعی یہ ہے کہ مرد کو اختیار نہیں +

مسئلہ - کوئی عورت آزاد کی گئی اور خاوند اس کا غلام ہے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک جس مجلس میں عورت کو اپنے آزادی کی اطلاع ہوئی اسی مجلس میں جب تک وہ مسماۃ ہے اُس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے اور جب عورت کو اپنی آزادی معلوم ہوئی اور خاوند کو وطی کرنے پر قادر کیا پس وہ رضامندی ہے امام

یہی ہے کہ جسپر متعہ کا اطلاق ہو سکے جیسا کہ مہر کا اطلاق کم و زیادہ پر ہوتا ہے مستحب یہی ہے کہ تیس درہم سے قیمت میں کم نہ ہو۔ اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ متعہ کا اندازہ ایسے لباس سے کیا جاوے کہ جو نماز کے لئے کافی ہو وہ کپڑے ہیں ایک کرتہ اور اوڑھنی اس سے کم نہ کیا جاوے +

مسئلہ۔ مہر مثل کے اعتبار کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ مہر مثل معتبر ہوگا خاصکر عصبات قریبہ کے لحاظ پر یعنے اُس کے باپ کے خاندان میں اس صفت کی عورتوں کا مہر کیا ہے۔ والدہ اور خالہ کو اسمین کچھ دخل نہیں مگر وہ والدہ اور خالہ غیر کنبہ اونکی سے نہ ہوں اوسوقت اونکا خیال یہی کیا جاویگا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر مثل عورت کے حال کے ساتھ اُس کے جمال اور شرف اور مال میں معتبر ہوگا۔ اُس کے نسب انساب پر معتبر نہ ہوگا مگر جب وہ عورت ایسے قبیلہ کی ہو کہ اُس قبیلہ کی عورتوں کا مہر کم زیادہ نہ ہوتا ہو سب کا مساوی ہوتا ہو اسوقت نسب پر مہر مثل کا اعتبار کیا جاویگا۔ اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ مہر مثل عصبات مسماۃ پر معتبر ہوگا پس قریب تر کی رعایت کیجائیگی اور اقرب عورتوں میں حقیقی بہن اُس کے بعد علاتی بہن اُسکے بعد بھائی کی بیٹیاں اُس کے بعد پھوپیاں اور اگر عصبات کی عورتیں نہ ہوں یا اونکا مہر مجہول ہو اُس حالت میں ذوی الارحام پر غور کیا جاویگا جیسے جدات وخالات۔ اور اعتبار کیا جاویگا عمر اور عقل اور دولت اور بکارت اور ہر اُس چیز پر کہ جس سے غرض میں اختلاف ہو جاوے۔ پس اگر مختص ہوئی زیادتی یا نقص کے ساتھ تو مہر مثل اُس کے حال کے لائق کم زیادہ کیا جاویگا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مہر مثل میں عصبات قریب کی عورتوں اور ذوی الارحام کی عورتوں پر اعتبار کیا جاویگا +

مسئلہ۔ جب شوہر اور زوجہ میں مہر کے قبضہ کرنے میں اختلاف ہوا تو امام ابو حنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ مطلقاً قول زوجہ کا معتبر ہوگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر شہر میں مہر معجل دینے کا قاعدہ قبل دخول کے عرفاً جاری ہو جیسے مدینہ میں رائج تھا اس صورت میں بعد دخول کے شوہر کا قول معتبر ہوگا اور قبل

نہ لیجاوے اسواسطے کہ مسافرت میں تکلیف ہوتی ہے یہ مضمون ہدایہ میں لکھا ہو
اور بعد اداء کل مہر کے مذہب حنفی میں عورت کو جہاں چاہے سفر میں لیجاوے
اور ایک روایت سے منقول ہے کہ عورت کے ساتھ سفر نہ کرے اور اسی پر فتوے
ہے بوجہ فساد اہل زمانہ کے اور جو قریہ قریب شہر ہو وہاں تک سفر میں لیجاوے
کیونکہ وہ سفر میں شمار نہیں ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں
کہ خاوند کو اختیار ہے کہ اپنی عورت سفر میں جس جگہہ چاہے لیجاوے +

مسئلہ۔ عورت مفوضہ یعنے وہ عورت کہ جس کے نکاح میں کچھ مقرر نہ ہوا ہو
اُس کو قبل مساس اور تعین مہر کے طلاق دیجا دے تو مذہب امام ابی حنیفہ اور
شافعی اور اصح روائتیں امام احمد سے یہ ہے کہ اُس کو تین کپڑوں کے سوا کچھ
نہ دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اُن کپڑوں کی نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو اور وہ
تین کپڑے یہ ہیں پیراہن۔ اوڑھنی۔ چادر یہی مذہب کافی میں بیان کیا
ہے اور امام احمد دوسری روائیت میں فرماتے ہیں کہ مفوضہ کے لئے نصف
مہر مثل ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ متعہ یعنے تین کپڑے دینا کسی حالت
میں واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور ظاہر مذہب امام احمد میں یہ ہو
کہ غیر مفوضہ کے لئے متعہ یعنی تین کپڑے دینا نہیں ہے اور ایک روائیت
امام احمد سے ہے کہ ہر مطلقہ کے واسطے تین کپڑے دینا واجب ہے اور یہی
مذہب امام ابی حنیفہ کا ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر شخص زندہ پر واجب
ہے کہ وہ اپنی مطلقہ کو جسے کہ قبل وطی کے طلاق دی ہے متعہ یعنے تین کپڑے دیوے
اور نصف مہر کا دینا واجب نہیں ہے۔ اسیطرح ہر فرقت میں موطوئہ کو دینا لازم ہے
بشرطیکہ فرقت عورت کی طرف سے نہ ہوئی ہو۔ اور جو صاحب متعہ دینے کو واجب
کہتے ہیں اونمیں باہم متعہ کے اندازہ میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ فرماتے
ہیں کہ متعہ تین کپڑے ہیں یعنے کرتا۔ اوڑھنی۔ چادر۔ اور یہ چیزیں ایسے
ہوں کہ قیمت انکی مہر مثل سے زیادہ نہ ہو۔ اصح قولین امام شافعی اور ایک روایت
امام احمد سے یہ ہے کہ مقدار متعہ حاکم کی رائے پر رکھا جاوے کہ وہ اپنی نظر
سے اُس کا اندازہ کر دے۔ اور قول ثانی امام شافعی کا یہ ہے کہ مقدار متعہ کی

قیمت پر زیادہ نہ ہو جاوے اور اگر قیمت سے زیادہ ہو جاوے تو اُس کے سید کو لازم نہ ہوگا مگر اُس کی قیمت یا بعینہ غلام کو سپرد کر دینا ہوگا اسواسطے کہ مذہب امام احمد کا یہ ہے کہ مہر معین غلام کے ذمہ ہو جاتا ہے +

مسئلہ - جب عورت نے اپنے نفس کو قبل مہر لینے کے اپنے خاوند کے سپرد کر دیا اور اُس نے اُس کے ساتھ دخول کیا یا خلوت کی بعد اُس کے پھر عورت رکی تو امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ عورت کو ایسی صورت میں اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یہانتک کہ مہر پر قبضہ کر لے اور امام مالک اور شافعی نے فرمایا کہ عورت کو بعد دخول کے اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہیں ہے اور بعد خلوت کے اپنے نفس کو روک سکتی ہے +

مسئلہ - بعد نکاح کے ایسی خلوت واقع ہوئی جہاں کوئی مانع نہیں ہے تو کیا ایسی حالت میں مہر لازم آجاتا ہے یا دخول کرنے کے بعد لازم آتا ہے اظہر قولین امام شافعی سے لازم آتا ہے مگر وطی کے ساتھ اور امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ جب خلوت اُس کے ساتھ کر لی اور مدت خلوت کی دراز ہوئی تو مہر لازم ہو جائیگا اگرچہ وطی نہ کی ہو - اور ابن قاسم نے درازی خلوت کو مقرر کیا ساتھ ایک برس کے اور امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ ایسی خلوت کے ساتھ کہ جسمیں کوئی مانع نہیں ہے اگرچہ وطی حاصل نہ ہوئی ہو مہر لازم ہو جائیگا - اور بالاتفاق احد الزوجین کے مرنے بعد مہر لازم ہو جائیگا +

مسئلہ - ولیمہ شادی کا موافق مذہب راجح امام شافعی کے سنت ہے - اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے اور دعوت ولیمہ کی قبول کرنا امام ابی حنیفہ کے نزدیک موافق مذہب اصح کے مستحب ہے - اور موافق مذہب مشہور امام مالک کے واجب ہے اور یہی قول اظہر امام شافعی کا ہے اور اسی موجب امام احمد کی منجملہ روایتیں کے ایک روایت ہے - اور شادی میں نثار کرنا امام ابی حنیفہ کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور شئے نثار کی ہوئی کو لینا بھی مکروہ نہیں اور امام شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ شئے نثار کی ہوئی کو لینا مکروہ ہے اور امام احمد سے دونوں مذہب کے موافق دو روایتیں ہیں - اور ولیمہ علاوہ شادی

دخول کے نزدیک اقوال معتبر ہوگا +
مسئلہ ۔ عقد نکاح کس کے قبضہ میں ہے اس میں اماموں کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ زوج کے قبضہ میں ہے اور یہی قول جدید راجح مذہب امام شافعی کا ہے ۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ولی کے قبضہ میں ہے اسی موجب قول قدیم امام شافعی کا ہے اور امام احمد سے دو روائیتیں دونوں طرح پر ہیں
مسئلہ ۔ جب عقد نکاح مہر معین پر ہوگیا اس کے بعد مہر کی زیادتی اور کیجاوے تو کیا وہ زیادتی لاحق ہو جاویگی ؟ ۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر خاوند نے اس کے ساتھ دخول کیا یا اس سے مرگیا تو وہ زیادتی ثابت ہوگی ۔ اور اگر قبل دخول اس کو طلاق دیدی تو وہ زیادتی مہر ثابت نہیں ہوگی اور مسماۃ کو فقط نصف مہر معین ملیگا ۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ دخول کیا تو زیادت ثابت ہوگی ۔ پس اگر طلاق قبل دخول کے دیدی تو عورت کے واسطے نصف زیادت کا مع نصف مہر مسمیٰ کے دیا جائیگا ۔ اور اگر شوہر قبل دخول اور قبل قبضہ کے مرگیا تو زیادت باطل ہو جائیگی اور زوجہ کے واسطے مہر معین بالعقد موافق مذہب مشہور امام مالک کے دیا جائیگا ۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ زیادت ہبہ مستانفہ ہے اگر مسماۃ نے اوسپر قبضہ کرلیا تو وہ ہبہ صحیح ہوجاویگا اور اگر اس زیادت مہر پر مسماۃ نے قبضہ نہ کیا تو زیادت باطل ہو جاویگی ۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ حکم زیادت کا حکم اصل کا ہے +
مسئلہ ۔ غلام نے اگر بدون اجازت اپنے سید کے نکاح کرکے زوجہ کے ساتھ دخول کیا اور تحقیق طور پر مہر بھی مقرر کرلیا تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ فی الحال کچھ مہر لازم نہ ہوگا پس اگر اس کو سید نے آزاد کردیا تو اوسپر مہر مثل لازم آئیگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس منکوحۂ غلام کے واسطے پورا مہر معین لازم ہوگا ۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مسماۃ کے لئے مہر مثل ہے اور بقول جدید راجح مذہب امام شافعی یہ ہے کہ وہ مہر غلام کے ذمہ متعلق ہو جاتا ہے اور امام احمد سے دو روائیت ہیں ایک روائیت موافق مذہب امام شافعی کے ہے اور دوسری روائیت یہ ہے کہ غلام پر دو خمس مہر معین کا لازم ہے جبتک کہ وہ غلام کی

جائز ہے اگرچہ اجازت نہ لیوے لیکن امام شافعی نے اس سے منع فرمایا ہے پس اس کا ترک کرنا اولٰے ہے اور امام ابوحنیفہ اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر زوجہ لونڈی ہو تو اس سے عزل بغیر اجازت اس کے سید کے جائز نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک بدوں اجازت اس کے سید کے جائز ہے +

مسئلہ - ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر زوجہ جدیدہ باکرہ ہو تو سات روز اس کے پاس رہے بعد ازاں باقی عورتوں پر دَوَر بالقسمت کرے - اور اگر زوجہ جدیدہ ثیبہ ہو تو تین روز اس کے پاس رہے اور بعد ازاں اور زوجات پر دَوَر بالقسمت کرے - اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ زوجہ جدیدہ کو قسمت میں کچھ فضیلت نہیں دیجاتی بلکہ نئی اور پرانی میں برابر قسمت ہوگی - اگر خاوند منجملہ کسی منکوحہ کے ایک منکوحہ کے لینے ساتھ سفر میں لیجانا چاہے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک بدوں قرعہ ڈالنے کے لیجانا جائز ہے اگرچہ اور منکوحات راضی نہ ہوں - اور امام مالک سے دو روائت ہیں ایک موافق قول امام ابی حنیفہ کے دوسری یہ کہ ایک کو بغیر رضامندی دیگر منکوحات یا بدوں قرعہ ڈالنے کے سفر میں لیجانا جائز نہیں ہے اور یہی مذہب امام شافعی اور امام احمد کا ہے اور اگر خاوند کسی ایک بی بی کو بلا رضامندی دوسری بی بیوں کے اور بدوں قرعہ کے سفر میں لے گیا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک خاوند پر قضا باقی بی بیوں کے واسطے لازم ہے اور امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک باقیات کے واسطے قضا لازم نہیں ہے -

کتاب الخلع

خلع - اُسے کہتے ہیں کہ عورت اپنے خاوند کو کچھ مال دیکر اپنے آپ کو ملک نکاح سے نکال لیوے -

مسئلہ - بالاجماع خلع مستمر الحکم یعنے غیر منسوخ ہے اور بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے کہ خلع منسوخ ہے اور یہ کچھ چیز نہیں ہے - اور اتفاق ائمہ کا اسپر ہے کہ جب عورت اپنے خاوند سے بوجہ بدصورتی یا حسن معاشرت نہ ہونے کی وجہ سے کراہت کرے تو جائز

مثل ختنہ وغیرہ اور مثل اس کے امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک مستحب ہے ۔ اور مذہب امام احمد میں غیر مستحب ہے +

باب قسم یعنے حصہ کشی و نافرمانی و معاشرت یعنے حسن برتاؤ رکھنا عورتون مین

قسم ۔ اس کو کہتے ہیں کہ خاوند ایک سے چار زوجہ تک ہونے کی حالت میں سب کے درمیان کھانے پینے رات رہنے میں انصاف کے ساتھ قسمت کر دیوے ۔ ہندی میں باری مقرر کرنا کہتے ہیں +

عزل ۔ آب منی کو عورت اور لونڈی سے باز رکھنا یعنے وقت انزال اُنسے جدا ہو جانا +

مسئلہ ۔ حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بی بیوں میں باری مقرر کرتے تھے پس قسمت چند منکوحہ کے واسطے بالاتفاق واجب ہے ایک عورت اور چند لونڈیوں کے واسطے باری مقرر کرنا نہیں ہے ۔ کسی شخص نے ایک بی بی کے پاس شب باشی کی تو باقی بی بیونکے پاس شب باشی کرنا اس کو لازم ہو گا ۔ بالاجماع جماع میں برابری ضرور نہیں ہے البتہ مستحب ہے اور اگر اعراض کرے اونسے یا ایک سے گنہگار نہیں ہو گا ۔ اور مستحب ہے کہ باقیات کی تعطیل نہ کرے ۔ بالاجماع عورت کو خاوند کی نافرمانی حرام ہے اور یہ نافرمانی نفقہ کو ساقط کر دیتی ہے میاں بی بی دونوں پر واجب ہے کہ آپسمیں ایک دوسرے کو اچھی طرح خوش رکھیں ۔ اور ہر واحد بدون اظہار کراہت بلا دریغ اُس چیز کو خرچ کرے کہ جس کا اسپر خرچ کرنا واجب ہے اور بی بی پر واجب ہے کہ اپنے خاوند کے تابع رہے اور ہر وقت گھر میں بنی رہے ۔ اور بالاتفاق خاوند کو اختیار ہے کہ بی بی کو گھر کے باہر نکلنے سے منع کرے اور خاوند پر مہر اور نفقہ واجب ہے +

مسئلہ ۔ ایمۂ ثلاثہ کے نزدیک عزل کرنا حرہ سے ناجائز ہے مگر حرہ کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور راجح مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ عزل حرہ سے کرنا

رضاعت ساقط ہوجاویگی اور غیر ولد اُس کی جگہ قایم نہ ہوگا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ رضاعت ساقط نہ ہوگی بلکہ اُس کے مانند اور لڑکا دودھ پلانیکے لئے اس کو لاکر دے گا۔ اور جب ہم یہ بات کہیں کہ رضاعت ساقط ہوگئی پس اس حالت میں دو قول امام شافعی ہیں قول جدید یہ ہے کہ وہ ام مہر مثل کیطرف رجوع کریگی۔ اور قول قدیم یہ ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت کیطرف رجوع کریگی یعنے اسقدر قیمت خاوند کے سپرد کریگی +

مسئلہ۔ والد اگر دختر صغیرہ کا خلع کرادے بیٹی کے مال میں سے دیکر تو بمذہب امام شافعی اور احمد اور ابی حنیفہ یہ اختیار باپ کو نہیں ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ اختیار باپ کو حاصل ہے اور ایسا ہی قول بعض اصحاب امام شافعی کا ہے۔ اور اگر باپ اپنے ابن صغیر کی زوجہ کو خلع کرے تو نزدیک امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد باپ کو اختیار نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک باپ کو یہ اختیار حاصل ہے +

مسئلہ۔ اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے باین الفاظ کہا کہ تو مجکو ہزار روپیہ پر تین طلاق دے پس اُس نے اُس کو ایک طلاق دی تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ مستحق ہزار کی تہائی کا ہوگا اور امام مالک کے نزدیک عورت پر ہزار لازم آوینگے خواہ ایک طلاق دی خواہ تین۔ اسواسطے کہ عورت مالک ہوجاتی ہے اپنے نفس کی ایک طلاق سے جیسے مالک ہوجاتی ہے تین طلاق سے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ دونوں حالت میں یعنے خواہ ایک طلاق دے یا تین ہزار کی تہائی کا مالک ہوگا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ دونوں حالت میں کسی شئے کا مستحق نہ ہوگا۔ اور اگر عورت نے ان لفظوں سے کہا کہ تو مجکو ہزار روپیہ کے بدلے میں ایک طلاق دے پس اُس نے اُس کو تین طلاق دی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تین طلاق ہوجاویگی اور وہ ہزار روپیہ کا مستحق ہوگا اور امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ کسی شے کا مستحق نہ ہوگا اور تین طلاق واقع ہوجاویگی

مسئلہ۔ بالاتفاق خلع غیر زوجہ کے ساتھ صحیح ہوگا اسطور پر کہ کوئی اجنبی شخص کسی کے خاوند کو کہے کہ تو اپنی عورت کو ہزار روپیہ کے عوض طلاق دیدے۔ اور

ہے کہ وہ عورت اپنے خاوند سے کسی عوض پر خلع کرلے اگرچہ خاوند کی طرف سے کوئی بات نہ ہو اور اگر دونوں رضامند ہو جاویں خلع پر بدون کسی سبب کے تو جائز ہے مکروہ نہیں ہے۔ اور زہری اور عطا اور داؤد سے منقول ہے کہ خلع اس حالت میں صحیح نہ ہوگا جبکہ کوئی سبب نہ ہو +

مسئلہ۔ بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک و بروائت امام احمد و بقول جدید صحیح امام شافعی خلع طلاق بائن ہے۔ اور اظہر روائت امام احمد سے ہے کہ خلع فسخ ہے عدت کو کم نہیں کرتا اور طلاق نہیں ہے۔ یہی منجملہ قولین کے قدیم قول امام شافعی کا ہے اور اسیکو ایک جماعت متاخرین اصحاب امام شافعی نے پسند کیا ہے بشرطیکہ یہ زوجہ کے ساتھ بلفظ خلع ہو۔ اور اس سے طلاق کی نیت نہ کرے اور قول ثالث امام شافعی کا یہ ہے کہ خلع کوئی شئے نہیں ہے +

مسئلہ۔ بمذہب امام شافعی اور مالک مہر مسمی سے زیادہ پر خلع کرنا مکروہ نہیں اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر نافرمانی عورت کی جانب سے ہو پس مہر مسمی سے زیادہ خلع میں لینا مکروہ ہے اور اگر جانب خاوند سے ہو تو مطلقاً ہر شئے کا لینا مکروہ ہے۔ اور کراہت کے ساتھ صحیح ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مہر مسمی سے زیادہ پر خلع کرنا مطلقاً مکروہ ہے +

مسئلہ۔ جب مختلعہ* کو طلاق دیوے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس کی طلاق عورت کو مدت عدت میں لاحق ہو جائیگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر بعد خلع متصل خلع کے طلاق دے تو واقع ہو جائیگی۔ اور اگر بعد خلع بفاصلہ طلاق دی تو طلاق نہیں ہوگی۔ اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اس کو کسی حالت میں طلاق لاحق نہیں ہوگی +

مسئلہ۔ اگر مرد نے اپنی زوجہ سے اس شرط پر خلع کیا کہ اپنے لڑکے کو دو برس تک دودھ پلاوے تو جائز ہے اور اگر لڑکا دو برس سے پہلے ہی مرگیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد عورت سے خاوند قیمت دودھ پلانے مدت مشروطہ کی لیویگا اور امام مالک سے دو روائیت ہیں ایک یہ کہ کچھ شئے نہ لیویگا۔ اور دوسری روائیت موافق مذہب امام ابو حنیفہ اور احمد کے ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ

* جس عورت سے خلع چاہا گیا ہو۔ مصحح

شوہر نے پھر اُس سے نکاح کر لیا جس کے بعد مسماۃ گھر میں داخل ہوئی تو کیا ایسی
تعلیق سے طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک ایسی صورت
میں وہ شرط پہلے کی متحقق ہو گی کیونکہ بوجہ نہ ہونے طلاق ثلاثہ کے بعد نکاح ثانی
قسم باقی رہی اور تمام یعنے ساقط نہ ہوئی۔ اور اب ایسی حالت میں وہ گھر میں
داخل ہوئی تو قسم ٹوٹ گئی اسلئے بموجب تعلیق اسپر طلاق واقع ہو جاویگی۔
اور بعد تعلیق اگر طلاق ثلاثہ دی اور بعد حلالہ پھر نکاح کر لیا اس کے بعد وہ
عورت گھر میں داخل ہوئی تو اب طلاق نہ پڑیگی کیونکہ طلاق ثلاثہ کی وجہ
سے یمین ساقط ہو جاتی ہے یعنے وہ تعلیق باطل ہو جاتی ہے۔ امام شافعی
کے اس بارہ میں تین قول ہیں ایک قول موافق مذہب امام ابی حنیفہ رح
کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قسم ساقط نہیں ہوتی ہے اگرچہ بائنہ ہوئی
ہو طلاق ثلاثہ کے ساتھ۔ اور تیسرا قول اصح یہ ہے کہ جب مسماۃ کو طلاق باین
دیکر پھر اس سے نکاح کر لیا تو بہر حال یمین پوری ہو جاتی ہے یعنے ساقط
ہو جاتی ہے اگرچہ فعل محلوف علیہ حاصل نہ ہوا یعنے حالت بینونت میں
وہ گھر میں داخل نہ ہوئی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یمین عود کر آویگی
خواہ طلاق ثلاثہ یا مادون ثلاثہ کے ساتھ باین کیا ہو اور اگر حالت بینونت
میں یعنے جدائی میں فعل محلوف علیہ حاصل ہو لیعنے گھر میں داخل ہوئی تو بمذہب
امام ابی حنیفہ اور شافعی اور مشہور روایت امام مالک سے یہ ہے کہ یمین عود
نہیں کریگی یعنے پھر وہ تعلیق باطل ہو جاویگی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ یمین

---

٣ ف + ہو اگر طلاق ثلاثہ واقع نہوں تو اس کے لئے یہ حیلہ ہے کہ اس کو بعد تعلیق بالفعل ایک طلاق باین
دیوے اور بعد عدت گذر جانیکے وہ عورت گھر میں داخل ہو جاوے اور پھر اس سے نکاح پڑھا لیوے۔ اب نکاح پڑھنے
کے بعد اگر گھر میں داخل ہو گی تو کسی قسم کی طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ شرط ملک شوہر میں متحقق نہ ہو گی اس لئے
تعلیق باطل ہو گی۔ اور صورت مذکور متن میں اگرچہ درمیان میں ملک زائل ہو گئی تھی مگر پھر حالت ملک
میں شرط پائی گئی اس لئے طلاق واقع ہوئی۔ اور جب شرط ایک بار کسی حالت میں موجود ہو جاوے تو
قسم پوری یعنے ساقط ہو جاتی ہے + ١٢ منہ

ابوثور فرماتے ہیں کہ اس طرح پر خلع صحیح نہیں ہے +

کتاب الطلاق

طلاق - ملکیت نکاح کے علیحدہ کرنے کو کہتے ہیں ایسے لفظوں کے ساتھ کہ جن سے وہ قید جو نکاح کے سبب حاصل ہوئی ہے ٹوٹ جاوے +

مسئلہ - جس وقت استقامت حال خاوند وجورو ہو ایسی حالت میں طلاق دینا بالاتفاق مکروہ ہے بلکہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں طلاق دینا حرام ہے - اگر کوئی شخص عورت اجنبیہ سے یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طلاق والی ہے یا یوں کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طلاق والی ہے یا غلام کو کہے کہ اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں پس تو آزاد ہے یا یوں کہے کہ جو غلام میں خریدوں وہ حُر ہے تو نزدیک امام ابی حنیفہ کے یہ تعلیق صحیح ہے اور لازم ہوگی طلاق اور عتق برابر ہے کہ تعلیق مطلق کرے یا عام کرے یا خاص کرے - اور مذہب امام مالک میں ہے کہ جب تعلیق خاص کرے یا عین کرے قبیلہ سے اور شہر سے یا عورت بعینہا کو کرے تو لازم ہوجاویگی اور مطلق کیا یا عام کیا تو نہیں لازم ہوگی اور بمذہب امام شافعی اور احمد تعلیق لازم نہیں ہوگی یعنے تعلیق کسی طور پر لازم ہی نہیں ہوتی +

مسئلہ - بمذہب امام ابی حنیفہ اعتبار طلاق کا عورتوں کے ساتھ ہے چنانچہ حُرہ کو تین طلاق دیجاویگی اور لونڈی کو دو طلاق دیجاویگی خواہ زوج حُر ہو یا غلام ہو - اور بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد اعتبار طلاق کا مردوں کے ساتھ ہے چنانچہ حُر مالک تین طلاق کا ہے اور غلام دو طلاق کا مالک ہے +

مسئلہ - اگر کوئی شخص اپنے منکوحہ سے کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجکو طلاق ہے اُس کے بعد خاوند نے قبل اس کے کہ منکوحہ گھر میں داخل نہ ہوئی تھی کہ اُس کو ایک طلاق بائن بلا تعلیق دیدی اور پھر مسماۃ بھی حالت بینونت یعنے جدائی میں گھر میں داخل نہ ہوئی[1] - اور بعد عدت گذرنیکے

ل[1] - کسی نے اپنی عدت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو تین طلاق ہیں اور پھر نظر ثانی

اَنْتَ بَرِیئَۃٌ (تو بری ہے الگ ہے) اَنْتَ بَائِنٌ (تو جدا ہے) اَنْتَ بَتَّۃٌ وَبَتْلَۃٌ (تو علیحدہ) حَبْلُکِ عَلٰی غَارِبِکِ۔ (رسی تیری پشت پر ہے یعنے جہاں تو چاہے چلی جا) وَاَنْتِ حُرَّۃٌ (تو آزاد ہے) وَاَمْرُکِ بِیَدِکِ (تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے) اِعْتَدِّیْ۔ (عدت کر) اِلْحَقِیْ بِاَھْلِکِ۔ (مل جا اپنے لوگوں سے) اور امام مالک فرماتے ہیں کہ واقع ہوگی طلاق بمجرد لفظ۔ اور اگر ان کنایات کی طرف دلالت حال ملجاوے چنانچہ غصہ یا ذکر طلاق۔ تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص ذکر طلاق کی حالت میں الفاظ مذکورہ بالا سے کوئی لفظ کہے اور پھر وہ کہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا پس وہ شخص سچا نہ سمجھا جاویگا اور اگر وہ حالت غضب میں ہے اور ذکر طلاق جاری نہیں ہے تو اس کا قول صحیح مانا جاویگا مگر تین الفاظ ہیں اس کے قول کے تصدیق نہ کی جاویگی وہ یہ ہیں اِعْتَدِّیْ (عدت کر) واختاری (تجکو اختیار ہے) وَاَمْرُکِ بِیَدِکِ (تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے) اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جب تبیع کنایات ظاہرہ کو ابتداءً کہا یا عورت نے طلاق کا سوال کیا اور اس کے جواب میں کنایات ظاہرہ کہے تو طلاق ہوجاویگی اور اس کا قول قبول نہیں کیا جاویگا اگرچہ وہ کہے کہ میں نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً یہ تمام باتیں نیت کی محتاج ہیں اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں ایک موافق مذہب امام شافعی کے اور دوسری روائت یہ ہے کہ محتاج نیت کی طرف نہیں ہے دلالت حال کافی ہے۔

مسئلہ۔ بالاتفاق الفاظ طلاق و فراق و سَرَاح صریح ہیں انہیں نیت کی طرف احتیاج نہیں ہے۔ ان الفاظ سے طلاق واقع ہوجاویگی مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک صریح فقط ایک لفظ طلاق ہے لفظ فراق اور سَرَاح سے طلاق واقع نہیں ہوتی +

مسئلہ۔ بجواب سوال طلاق جانب عورت کے کنایات ظاہرہ میں طلاق کی نیت کی اور عدد کی نیت نہیں کی تو کتنی طلاق واقع ہوگی؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر طلاق کی نیت کی تو اس کی قسم کے ساتھ ایک طلاق واقع ہوگی اور امام مالک کے نزدیک اگر زوجہ مدخول بہا ہے تو اس سے قبول نہ کیا جاویگا لیکن یہ کنایات خلع کے جواب میں ہو تو قبول کیا جاویگا۔ اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو دعوے قبول

عود کریگی عود نکاح کے ساتھ +

مسئلہ - بالاتفاق ایمہ اربعہ مدخول بہا (یعنے وہ منکوحہ کہ جس سے صحبت کر چکا ہے) کو حیض کی حالت میں یا اُس طہر میں کہ جسمیں جماع کرلیا ہے طلاق دینا حرام ہے لیکن طلاق ضرور واقع ہوجاتی ہے اور اسیطرح تین طلاق ایک مرتبہ دینا حرام ہے مگر طلاق واقع ہوجاویگی اور بعد واقع ہونے ایسی طلاق کے دیکھا جاوے کہ یہ طلاق سنت ہے یا بدعت امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ وہ طلاق بدعت ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ طلاق سنت ہے اور امام احمد سے دونوں مذہبوں کے مانند دو روایتیں ہیں اور خرقی نے پسند کیا ہے کہ وہ طلاق سنت ہے - اور اگر کسی نے اپنی عورت کو کہا کہ تجھکو طلاق برابر عدد ریل اور تراب کے ہے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ کلام مقتضی ہے ایک طلاق کو کیونکہ تعداد مبہم ہے اور اس سے اُس کی عورت بائنہ ہوجاویگی اور نزدیک امام مالک اور شافعی اور احمد کے اس کلام سے تین طلاق واقع ہونگی +

مسئلہ - کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دوں تو تو طلاق والی ہے پہلے اُس سے تین طلاق" پھر اُس نے اُس کے بعد طلاق دی تو باتفاق اصحاب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد ایک طلاق منجزہ یعنے منجملہ طلاق ثلاثہ کے ایک طلاق منجزہ واقع ہوگی اور پھر اوسیوقت طلاق ثلاثہ بسبب شرط کے واقع ہوجاینگی - اور اس بارہ میں اصحاب امام شافعی نے اختلاف کیا ہے روضہ میں لکھا ہے کہ رافعی نے اصح قول کہ جس پر فتوی اولے ہے یہ ہے کہ اس صورت میں وقوع ایک طلاق منجزہ کا ہے بسبب اُٹھانے ڈور کے اور مزنی اور ابن سریج اور ابن الحداد اور قفال اور شیخ ابوحامد اور صاحب المہذب وغیرہم فرماتے ہیں کہ ہرگز طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ منقول ہے نص امام شافعی سے - اور بعض اصحاب امام شافعی مثل مذہب جماعت کے کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں وقوع طلاق ثلاثہ کا ہے +

مسئلہ - کنایات ظاہرہ میں ایمہ ثلاثہ کے نزدیک احتیاج نیت یا دلالت حال کیطرف ہے - اور کنایات ظاہرہ یہ ہیں - انت خلیۃ (تو خالی یعنے رہا ہے) -

نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک واقع ہوگی۔ اور اگر اپنی عورت کو کہا انتِ طالقٌ اور نیت تین طلاق کی کی تو بمذہب امام ابی حنیفہ واحد ایک طلاق واقع ہوگی اور ایک روایت میں خرقی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور بمذہب امام مالک اور شافعی و بروایت امام احمد تین طلاق واقع ہونگی اور اگر اپنی عورت کو کہا اَمرُكِ بِيَدِكِ (تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے) اور نیت طلاق کی کی اور عورت نے اپنے نفس کو تین طلاق دیدیں تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر تین کی نیت کی تھی تو تین واقع ہوجاوینگی اور اگر ایک کی تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر عورت کو ثابت اور منظور رکھا تو جسقدر طلاق عورت اپنے اوپر لیگی اوسیقدر واقع ہوجاوینگی۔ اور اگر عورت کو منظور اور ثابت نہ رکھا اور انکار کیا تو اس کو قسم دلائی جاویگی اور شمار کئے جاوینگے عدد طلاق کے جسقدر اسکو کہا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ تین واقع نہ ہونگی لیکن اگر نیت تین کی کرے تو واقع ہوجاوینگی اور اگر نیت تین سے کم کی کرے تو کم واقع ہونگی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ تین واقع ہونگی چاہے نیت تین کی کی یا ایک کی۔ اور اگر اپنی عورت کو یوں کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ (طلاق لے اپنے جان پر) پس عورت نے تین طلاق لے لیں تو اس صورت میں امام ابی حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ ایک طلاق واقع ہوگی +

مسئلہ۔ اگر خاوند نے اپنی عورت غیر مدخول بہا کو کہا اَنتِ طالقٌ ثلاثاً۔ تو باتفاق ائمہ تین طلاق واقع ہونگی اور رافضی فرماتے ہیں کہ یہ نہیں کہا جاویگا ساتھ قول انت طالقٌ کے کہ بائن ہوجاویگی اور نہ طلاق ثلاثہ واقعہ ہونگی۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت غیر مدخولہ کو یہ کہا اَنتِ طالقٌ اَنتِ طالقٌ انتِ طالقٌ متتابعہ الفاظ کے ساتھ تو امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تین طلاق واقع ہونگی اور اگر یہ بات مدخولہ کو کہی اور پھر کہا کہ میں نے سمجھانے کی غرض سے دوسرے تیسرے مرتبہ کہا تھا تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی۔ اور

کیا جاویگا اُس کے قسم کے ساتھ اور واقع ہوگی جو نیت کی ہوگی لیکن لفظ مُبَتّۃٌ
میں اسواسطے کہ امام مالک کا قول اسمیں مختلف ہے پس اُن سے روائت کی
گئی ہے تین ہے کہ اس میں اُس کے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی۔ اور ایک رعایت
ہے کہ اُس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاویگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک
اُس کا قول اصل طلاق اور تعداد طلاق میں جو کچھہ دعوے کرتا ہے قبول کیا جاویگا
اور امام احمد کے نزدیک جبکہ دلالت حال موجود ہو یا اُس نے نیت طلاق کی کی
تو واقع ہوگی تین طلاق خواہ نیت طلاق ثلاثہ کی کی یا کم کی کی او منکوحہ مدخول بہا ہو
یا غیر مدخول بہا ہو +

مسئلہ۔ کنایات خفیہ جیسے اُخْرُجِیْ (نکل جا) اِذْهَبِیْ (چلی جا) اَنْتَ مُخَلَّاۃٌ
(تو رہا ہے) اور اُس کے مانند۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک مثل کنایات ظاہرہ کے
ہیں۔ پس اگر ان الفاظ میں تعداد طلاق کی نیت نہیں کی تو ایک طلاق واقع
ہوگی اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر دو کی نیت کی تو بجز ایک
کے واقع نہ ہوگی اور بمذہب امام شافعی اور احمد یہ ہے کہ اگر ان الفاظ سے دو کی
نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر لفظ اِعْتَدِّیْ
(عدت کر) وَاسْتَبْرِئِیْ رَحِمَکِ (پاک کر رحم اپنا) کہا اور اُن کے ساتھ تین طلاق
کی نیت کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور امام مالک نے فرمایا کہ ان الفاظ
سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی لیکن یہ الفاظ جب ابتداءً واقع ہوں ذکر طلاق مین
یا حالت غضب میں تو جسقدر نیت کی ہوگی اوسیقدر طلاق واقع ہونگی۔ اور
امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی مگر جب طلاق کی
نیت کی تو جسقدر نیت کی ہے اوسیقدر عورت مدخول بہا کے نسبت واقع ہونگی
اور اگر عورت مدخول نہیں ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور امام احمد سے دو روائت
ہیں ایک یہ کہ تین طلاق واقع ہونگی اور دوسری یہ کہ جسقدر نیت ہوگی اوسیقدر
واقع ہونگی +

مسئلہ۔ اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تجھ سے طلاق والا ہوں یا یوں کہا کہ
مِنِّیْ طَالِقٌ یعنے تو مجھسے طلاق والی ہے اس صورت میں امام ابی حنیفہ واحمد کے

اور شافعی فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگی۔ اگر طلاق میں شک ہوگیا تو امام شافعی اور ابو حنیفہ اور احمد کے نزدیک یقین پر بات قائم ہوگی اور مشہور قول امام مالک کا یہ ہے کہ ایقاع طلاق غالب ہوگا +

مسئلہ۔ اگر مریض نے اپنی عورت کو طلاق بائن دیدی اور مریض نے جس مرض میں طلاق دی اُسی میں وہ مرگیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یعنے امام ابی حنیفہ و مالک اور احمد کے نزدیک عورت وارث ہوگی امام ابو حنیفہ نے عورت کی ارث میں یہ شرط رکھی ہے کہ طلب طلاق عورت کی جانب سے نہ ہو۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں اظہر یہ ہے کہ وارث نہیں ہوگی۔ اور اگر عورت کی عدت تمام نہیں ہوئی کہ مریض مرگیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُسوقت عورت وارث ہوگی اور اگر بعد عدت مرگیا تو وارث نہ ہوگی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جبتک نکاح نہ کرے وارث ہوگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وارث ہوگی اگرچہ نکاح کرلیوے۔ اور امام شافعی سے چند اقوال ہیں ایک یہ کہ وارث ہوگی جبتک کہ عدت میں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وارث ہوگی جبتک کہ نکاح نہ کرے تیسرا قول یہ ہے کہ وارث ہوگی اگرچہ نکاح کرلیوے +

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اَنْتِ طَالِقٌ اِلٰی سنۃ یعنے تو طلاق والی ہے ایک سال تک تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک فی الحال طلاق ہوجاویگی اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی تاوقتیکہ ایک برس نہ گذرے +

مسئلہ۔ ایک شخص کی کئی عورتیں ہیں اس نے ایک عورت منکوحہ کو بدوں تعیین طلاق دیدی یا تعیین کرلی تھی مگر بھول گیا اور طلاق رجعی دی تھی تو ایسے صورت میں امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ہریرہ کہ شافعیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ کسی عورت سے وطی کرنے میں منع نہیں کیا جاویگا اُسکو اختیار ہے کہ جس عورت سے چاہے وطی کرے اور جب وہ کسی ایک سے وطی کرلیگا تو پھر جاویگی طلاق غیر موطؤہ کی طرف اور اگر طلاق بائن مبہم دی پس امام شافعی کے نزدیک بطور مبہم ہر ایک کو طلاق واقع ہوجاویگی اُسکو تعیین کرنا لازم ہے اور تاوقتیکہ

امام شافعی اور احمد کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی ۔ اور اگر غیر مدخول بہا کیواسطے
یہ الفاظ کہے اَنْتِ طَالِقٌ وَطَالِقٌ وَطَالِقٌ تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک
ایک طلاق واقع ہوگی ۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی +
مسئلہ ۔ ایسا لڑکا جو طلاق کو نہیں سمجھتا ہے اگر وہ طلاق دیوے تو ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی اور امام احمد سے دو روایت ہیں اظہر اُن میں سے
یہی ہے کہ واقع ہو جاویگی اور اگر کسی نے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو امام
ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک طلاق واقع ہو جاویگی اور امام شافعی سے دو روایت
ہیں اصح یہ ہے کہ واقع ہو جاویگی اور امام احمد سے بھی دو روایت ہیں اظہر اُن سے
یہ ہے کہ واقع ہو جاتی ہے ۔ اور حنفیہ سے طحاوی و کرخی نے اور شافعیہ سے
مزنی اور ابو ثور نے کہا کہ طلاق واقع نہ ہوگی +
مسئلہ ۔ مکرہ یعنے وہ شخص جس پر اکراہ کیا گیا ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک اسکی
طلاق واقع ہوگی اور اعتاق حاصل ہوگا ۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے
نزدیک نہ واقع ہوگی جبکہ وہ یہ بولا ہو اس کے ساتھ اپنے نفس سے دکھ دور کرنیکو
اکراہ کیا چیز ہے امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ کسی شخص کے
ڈرانے سے جو گمان غالب تکلیف کا ہو جاوے وہ اکراہ ہے ۔ اور امام احمد سے
تین روایت ہیں ایک روایت مثل مذہب جماعت کے ہے اور دوسری روایت
یہ ہے کہ یہ اکراہ نہیں ہے اور اسکو خرقی نے پسند کیا ہے تیسری روایت یہ
ہے کہ اگر گمان غالب قتل یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کا پیدا ہو وہ اکراہ ہے اور اگر ایسا
نہیں ہے تو وہ اکراہ نہیں ہے ۔ اکراہ کرنے میں بادشاہ اور غیر بادشاہ برابر ہے
یا نہیں امام شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ اکراہ کرنے میں بادشاہ اور غیر بادشاہ
مثل چور اور راہ زن دونوں برابر ہیں کچھ فرق نہیں اور امام احمد سے دو روایتیں
ہیں ایک یہ کہ اکراہ سلطان کی طرف سے ہو سکتا ہے دوسرے کی طرف نہیں
کیونکہ اکراہ مختص بالسلطان ہے دوسری روایت مثل مذہب امام مالک اور
شافعی کے ہے اور امام ابی حنیفہ سے دو روایتیں ہیں موافق دونوں مذہبوں کے
اور اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ اَنْتِ طَالِقٌ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ تو امام ابو حنیفہ

مثل بال کے تو امام مالک اور شافعی کے نزدیک طلاق واقع ہو جاویگی اور امام احمد کے نزدیک واقع نہ ہوگی +

باب الرجعت

رجعت یعنی طلاق رجعی سے اس کو کہتے ہیں کہ شوہر کو بلا رضامندی زوجہ اختیار ہے کہ مابین عدت طلاق رجوع کرے نکاح کی ضرورت نہیں +

مسئلہ - باتفاق آئمہ رجعت مطلقہ کی جائز ہے - طلاق رجعیہ میں وطی کرنا کیسا ہے؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور اظہر روائیت امام احمد سے یہ ہے کہ طلاق رجعیہ میں وطی کرنا حرام نہیں ہے - اور وطی کرنے سے مراجعت ہو جاتی ہے اور وطی کے ساتھ کسی لفظ کی ضرورت نہیں کہ جس سے نیت رجعت کی سمجھی جاوے - اور بمذہب امام مالک اور شافعی اور بروایت دیگر امام احمد طلاق رجعی میں وطی کرنا حرام ہے - رجعت کیونکر حاصل ہوتی ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک فعل وطی کرنے سے یا جس فعل سے حرمت مصاہرۃ ہو جاوے یا قول سے یعنے لفظ رجوع کے کہنے سے رجعت حاصل ہو جاتی ہے اور امام مالک کے نزدیک اگر نیت رجعت کی کرے تو رجعت حاصل ہو جاویگی اور امام شافعی کے نزدیک رجعت حاصل نہیں ہوگی مگر لفظ کے ساتھ اور اظہر روائیت امام احمد سے وطی کرنے سے رجعت حاصل ہو جاتی ہے کسی لفظ کی ضرورت نہیں - اور رجعت کے واسطے گواہ کرنا شرط ہے یا نہیں - بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور ایک روائیت امام احمد سے ہے کہ رجعت کے واسطے گواہ کرنا شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اونمیں سے یہ ہے کہ مستحب ہے اور قول ثانی یہ ہے کہ شرط ہے اور اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے اور رافعی نے جو حکایت کی ہے کہ امام مالک کے نزدیک گواہ کرنا شرط ہے ہمنے مشاہیر کتب مالکیہ میں نہیں دیکھا بلکہ قاضی عبدالوہاب نے تصریح کی ہے اور قرطبی نے اپنے تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ مذہب امام مالک میں گواہ کرنا رجعت کے واسطے مستحب ہے اور دونوں سے نہ امام مالک سے روایت نہیں کی خلاف اس کے اور

تعیین نہ کرے عورتوں کے ساتھ وطی کرنے سے منع کیا جاویگا اور فوراً معین کرنا چاہیئے اور اگر طلاق رجعی مبہم دی تھی تو فوراً معین کرنی ضرور نہیں یہی صحیح مذہب ہے اسواسطے کہ رجعیہ زوجہ ہے اور جسکو معین کر دیگا وہ عدت کو وقت تلفظ سے شمار کریگی نہ وقت تعین سے۔ اور امام مالک کے نزدیک کل عورتوں پر طلاق واقع ہو جاویگی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ خاوند اور عورتونکے درمیان منع کیا جاویگا اور وطی ان سے درست نہیں یہانتک کہ قرعہ ڈالے اُن کے درمیان پس جسپر قرعہ نکلے وہی مطلقہ ہے +

مسئلہ۔ جب کسی نے اپنی زوجہ کو کہا انتِ طالقٌ نصف طلقۃ یعنے تجکو آدھی طلاق ہے تو باتفاق ائمہ اُسکو طلاق لازم ہوگی اور اگر یوں کہا نصفک طالقٌ نصف طلقۃ۔ تو قاضی عبدالوہاب فرماتے ہیں اور داؤد سے روایت کی گئی ہے کہ اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی اور فقہا اُس کے برخلاف ہیں۔ اگر کسی شخص کے چار زوجہ ہیں اور اُس نے کہا کہ عورت طلاق والی ہے اور کسیکو معین نہیں کیا تو امام ابو حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ ایک عورت پر طلاق واقع ہو جاویگی اُس کو اختیار ہے کہ چاہے جس عورت کی طرف طلاق پھیر دیوے اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ کل کو طلاق ہو جاویگی +

مسئلہ۔ اگر عدد طلاق میں شک ہو جاوے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقل پر قرار دیا جاویگا۔ اور امام مالک نے قول مشہور میں اپنے مذہب سے فرمایا کہ غالب ہوگا ایقاع طلاق +

مسئلہ۔ اگر اشارہ طلاق کا مُنہ اور سر اور گردن۔ اور پیٹھ۔ اور فرج کیطرف کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاویگی اور جزو شایع اسی کا حکم رکھتا ہے چنانچہ نصف اور ربع اور اگر اضافت طلاق کی ایسے جز کی طرف کی جو حالت سلامتی میں جدا ہو جاتے ہیں جیسے دانت اور ناخن اور بال تو طلاق واقع نہ ہوگی اور بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد تمام اعضا متصلہ کے ساتھ طلاق کا اشارہ کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اعضا متصلہ یہ ہیں جیسے انگلیاں وغیرہ جو بحالت سلامتی میں جدا نہیں ہوتی ہیں۔ اور اگر اجزاء منفصلہ کی طرف اشارہ کیا

چار ماہ کے اندر قسم ترک وطی پر کہاوے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایلاء حاصل ہوگا۔ اور اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اور ایک روایت مشہور امام احمد سے یہ ہے کہ ایلاء حاصل نہ ہوگا +

مسئلہ - جب چار ماہ عدت کے گذر گئے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک طلاق واقع ہوجائیگی اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ عدت گذرنے سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ توقف کیا جاویگا تاکہ ایفاء یعنے رجوع کرلے یا طلاق دیدے اور اگر طلاق دینے سے باز رہے تو امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ حاکم اُس کو طلاق دیدیگا اور امام احمد سے دوسری روایت میں ہے کہ حاکم طلاق دینے کے لئے اوسپر تنبیہ کرے یہانتک کہ وہ طلاق دیدیوے اور امام شافعی کے دو قول ہیں اظہر قول یہی ہے کہ حاکم اوسپر طلاق دیدیوے اور قول ثانی یہ ہے کہ حاکم اوسپر تنبیہ اور سختی کرے تاکہ طلاق دیدیوے +

مسئلہ - اگر ایلاء غیر قسم اللہ عزوجل کے کیا جیسے طلاق و عتاق و صدقہ مال و ایجاب عبادات خواہ بقصد ضرر رسانی مسماۃ ہو یا بغیر ضرر رسانی مسماۃ کے ہو چنانچہ مرضعہ یا مریضہ کے لئے یا اپنے نفس سے ضرر رفع کرنے کی نیت سے ہو تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ شخص مُولی ہوگا۔ اور امام مالک فرماتے ہین کہ اگر حالت غضب میں حلف کرے یا قصد ضرر رسانی زوجہ کا ہو اوسوقت مُولی ہوگا اور اگر واسطے اصلاح یا نفع زوجہ کے حلف کرے تو مُولی نہیں ہوگا۔ اور امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ اگر اضرار زوجہ مقصود ہو تو مُولی ہوگا اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح اونمیں کا موافق قول امام ابی حنیفہ کے ہے +

مسئلہ - جب مُولی ایفا یعنے رجوع کرلے تو بالاتفاق اُس کو کفارہ یمین اللہ عزوجل کا لازم ہوگا بخلاف ایک قول قدیم امام شافعی کے +

مسئلہ - اگر کسی نے عورت کو ضرر دینے کے لئے بدون قسم چار ماہ سے زیادہ وطی ترک کردی تو بمذہب امام ابی حنیفہ و شافعی مُولی نہیں ہوگا۔ اور مذہب امام مالک میں اور منجملہ روائتیں ایک روائت امام احمد سے یہ ہے کہ اس صورت میں مُولی ہوگا +

اسی طور پر روائت کی ابن ہبیرہ نے شافعیہ سے افصاح میں +

مسئلہ - جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دین تو پھر وہ عورت باتفاق ائمہ حلال نہ ہوگی یہانتک کہ نکاح کرے غیر شوہر سے اور وہ غیر زوج اُس عورت سے وطی کرے نکاح صحیح میں اور یہ بات شرط ہے اول خاوند کے لیئے عورت کے حلال ہونے کے جواز میں - اگر وطی نکاح فاسد میں کی تو عورت اول خاوند کے واسطے حلال نہ ہوگی - مگر ایک قول امام شافعی سے حلال ہوگی - اور اگر وطی حالت حیض یا احرام میں کرلی تاہم آئمہ ثلاثہ کے نزدیک حلت حاصل ہوجاویگی - اور امام مالک کے نزدیک حلّت حاصل نہ ہوگی - اور جو لڑکا جماع کرنے پر قادر ہو اور اُس سے نکاح صحیح ہوجاوے اور وہ وطی کرے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت میں حلال ہوجاویگی - اور امام مالک کے نزدیک حلال نہیں ہوگی +

باب الایلاء

ایلاء - ایلاء اُس کو کہتے ہیں کہ خاوند قسم کہالے کہ میں مدت ایلاء میں عورت سے قریب نہ ہونگا اور اگر قسم مدت ایلاء سے کم پر کھاوے تو وہ ایلاء نہیں اور مدت ایلا کی آزاد عورت کے واسطے چار ماہ کی ہے یا زیادہ چار ماہ سے +

ف

ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی قسم پر پکّا رہا تو بعد گذرنے چار ماہ کے عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوجاویگی یعنے بغیر نکاح حلال نہیں اگر شوہر نے چار ماہ کے اندر رجوع کرلیا یعنے عورت سے صحبت کرلی تو اوسپر قسم کا کفارہ لازم آویگا - اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کپڑا پہناوے یا کہانا کہلاوے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر تنگدست ہو تو تین روزے پے درپے رکھے +

مسئلہ - جو شخص قسم کہاوے اللہ عزوجل کی اسبات پر کہ اپنی بی بی سے چار ماہ سے زیادہ مدت تک مجامعت نہیں کرونگا تو باتفاق آئمہ اسطرح قسم کہانیوالا مُولِیٰ ہوگا - اور اگر چار ماہ سے کم مدت کی قسم کہاوے تو مُولِیٰ نہیں ہوگا - اگر

کہ یا تو ایک غلام آزاد کرے (بالفعل ہندوستان میں یہ ناممکن ہے) اگر اُسکو میسر ہو ورنہ دو ماہ کے روزے پے درپے رکھے۔ اور اگر طاقت روزونکی بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے ذمی کا ظہار صحیح ہے یا نہیں؟ امام مالک اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ صحیح ہے اور ظہار سید کا لونڈی سے درست ہے یا نہیں؟ باتفاق ائمہ درست نہیں مگر امام مالک کے نزدیک درست ہے۔ وہ کفارہ روزوں کے ساتھ یا اطعام مساکین کے ساتھ ادا کرے۔ اور امام مالک کے نزدیک جب درست ہے کہ اگر اُس کے سید نے مالک کر دیا ہو +

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو لونڈی ہو یا حرہ ہو کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر طلاق ثلاثہ کی نیت کری تو طلاق ثلاثہ واقع ہو جائیگی اور اگر نیت ایک یا دو طلاق کی کری تو ایک طلاق بائنہ ہو جاویگی اور اگر نیت تحریم کی تھی طلاق کی نہیں کی تھی یا کچھ نیت نہیں تھی پس وہ قسم ہوگی اور وہ مؤلی ہوگا اگر ترک کر دی اُس کو چار ماہ تک تو واقع ہوگی طلاق بائن۔ اور اگر نیت کی ظہار کی پس وہ مظاہر ہوگا۔ اور اگر نیت قسم کی کی تھی تو قسم ہوگی اور اُس کی نیت کی طرف خیال کیا جاویگا کہ کس قدر کا ارادہ کیا ہے ایک کا یا زیادہ کا اور برابر ہے کہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس صورت میں مدخول بہا کی نسبت تین طلاق واقعہ ہونگی اور غیر مدخول بہا کے لئے ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو نیت کی ہوگی وہ ہوگا اگر نیت طلاق کی کری تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہوگا۔ لیکن اگر قسم کی نیت کی تو قسم نہ ہوگی مگر اُس پر قسم کا کفارہ ہوگا۔ اور اگر اُس نے کچھ نیت نہیں کی تو اس بارہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں قول راجح یہ ہے کہ کچھ شئے لازم نہیں اور قول ثانی یہ ہے کہ اوسپر کفارہ یمین لازم ہوگا۔ اور امام احمد سے چند روائتیں ہیں اظہر روائت یہ ہے کہ صریح ظہار ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور اسمیں کفارہ ظہار کا ہے اور قول ثانی یہ ہے کہ اس صورت میں قسم ہے اور اوسپر کفارہ قسم کا ہوگا۔

مسئلہ ۔ غلام کے ایلاء کی مدت کس قدر ہے اسمیں اختلاف ہے۔ امام مالک کے نزدیک دو مہینہ میں اُس کی عورت حرّہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ اور امام شافعی کے نزدیک مطلق چار ماہ مدت کے ہیں۔ کوئی شخص خواہ حُر ہو یا عبد اُسکی تحت میں لونڈی ہو تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس کے واسطے مدت ایلاء دو ماہ ہیں کیونکہ اعتبار مُدت کا عورتوں کے ساتھ ہے اور اگر اُس کے تحت میں حرہ ہے تو مدت ایلاء چار ماہ ہیں خواہ شوہر اُس کا حُر ہو یا عبد ہو۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت موافق مذہب امام مالک کے اور دوسری روایت موافق مذہب امام شافعی کے۔ اور کافر کا ایلاء صحیح ہے یا نہیں؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ ایلاء کافر کا صحیح نہیں ہے اور آئمہ ثلاثہ نے فرمایا کہ کافر کا ایلاء صحیح ہے اور فائدہ اس کا مطالبہ اُس کا بعد اسلام اس کے کے ہے +

باب الظہار

ظہار ۔ شرع شریف میں اُس کو کہتے ہیں کہ مرد اپنی زوجہ کے سارے بدن کو یا اُس کے کسی عضو کو کہ جس سے کل بدن زوجہ کا تعبیر کر سکتے ہوں یا اُسکے کسی عضو شایع کو اپنی اُن عورتوں رشتہ دار کے سارے بدن یا جزو شایع سے تشبیہ دیوے کہ جنکے ساتھ اُس کا ہمیشہ کو نکاح حرام ہے +

مظاہر ۔ ظہار کنندہ +

ف

ظہار میں جبتک کفارہ نہ دیوے اُس عورت سے صحبت کرنا حرام ہے مگر وہ عورت اُس کی زوجہ رہتی ہے اگر قبل کفارہ اس سے صحبت کرے تو اولاد اُس کی ہوگی اور وراثت کی مستحق ہوگی صرف گنہگار وطی کرنیسے ہوگا +

مسئلہ ۔ اگر مسلمان نے اپنی زوجہ کو کہا کہ تو میرے پر میری ماں کے پشت کے مانند ہے تو بالاتفاق آئمہ ایسا کہنے والا مظاہر ہوگا۔ اُس کو اُس عورت سے وطی کرنا حلال نہیں جبتک کہ ظہار کا کفارہ نہ دیوے اور کفارہ ظہار کا یہ ہے

ہیں ۔ کہ مظاہر کو اختیار ہے کہ چاہے روزے پورے کرلے یا غلام آزاد کردیوے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ایک یا دو تین روزے رکھے ہیں تو روزے رکھنا موقوف کرے اور غلام آزاد کرے اور اگر روزے تین سے زیادہ رکھ چکا ہے تو پھر پورے روزے رکھ لیوے ۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اسکو مطلقاً غلام آزاد کردینا لازم ہوگا اگرچہ اخیر روزے میں غروب آفتاب تک بھی غلام مل گیا ہو۔

مسئلہ ۔ جب تک مظاہر کفارہ نہ دیوے باتفاق اس کو اس عورت سے وطی کرنا حرام ہے اور اسیطرح کفارہ میں سے کوئی شے کافر حربی کو دینا درست نہیں کفارہ میں سے کوئی شئے ذمی کو دینا کیسا ہے؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک دینا جائز ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے کہے تو مجھ پر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پشت تو باتفاق عورت پر کچھ کفارہ نہیں لیکن ایک روایت امام احمد سے کفارہ ہے اور اسکو خرقی نے پسند کیا ہے +

باب اللعان

لعان ۔ وہ چار گواہیاں ہیں جو درمیان خاوند جورو کے قسم کے ساتھ جاری ہوتی ہیں ساتھ الفاظ معروفہ کے اور پانچویں قسم میں شوہر کی طرف سے لفظ لعن اور عورت کی طرف سے لفظ غضب ہو یہ بات اسوقت درپیش آتی ہے کہ خاوند اپنی زوجہ پر تہمت زنا کی لگا دے اور جب لعان طرفین سے پوری ہو جاوے تو حاکم دونوں میں تفریق کرادیوے +

مسئلہ ۔ جس شخص نے اپنی عورت کو قذف (دشنام بہ بدی) کیا یا زنا کے ساتھ مطعون کیا یا اس کے حمل کی نفی اور عورت نے خاوند کو جھٹلایا اور خاوند کے پاس گواہ نہیں ہیں تو باتفاق آئمہ خاوند پر حد واجب ہے گواہ نہ ہوں تو شوہر پر حد قذف لازم آتی ہے ۔ اس لئے بحکم خداتعالےٰ ثبوت گواہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شوہر و زوجہ آپس میں قسما قسمی کرلیں پس اس حالت میں شوہر کو چاہئے کہ

اور قول ثالث یہ ہے کہ وہ طلاق ہے +

مسئلہ۔ اگر کسی نے اپنے پر اپنا کھانا پانی یا اپنی لونڈی کو حرام کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد اس نے قسم کھائی ہے اور اوسپر کفارہ قسم کا ہے اگر اس نے قول کو توڑا کیونکہ وہ حانث ہوگا اور حنث حاصل ہوگا اس کے ایک جزو کرنے سے کل کھانے پینے کی ضرورت نہیں۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے حرام کیا کھانا پانی یا کپڑا تو یہ فضول بات ہے اوسپر کچھ شے لازم نہیں اور نہ کفارہ لازم ہے اور اگر اس نے لونڈی کو حرام کیا تو اس بارہ میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کے ذمہ کچھ شے نہیں دوسرا یہ کہ اوسپر ایسا کہنے سے لونڈی حرام نہیں مگر اوسپر کفارہ قسم کا ہے اور یہی قول راجح ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے سے مطلقاً اوس پر حرام نہیں ہوگا اور نہ کفارہ قسم لازم ہوگا +

مسئلہ۔ مظاہر کو بوسہ لینا اور مس کرنا شہوت کے ساتھ امام ابی حنیفہ و مالک کے نزدیک حرام ہے اور بقول جدید امام شافعی مباح ہے اور امام احمد سے دو روائت ہیں اظہر او نمیں سے یہی ہے کہ حرام ہے اگر مظاہر نے صوم ظہار میں درمیان دو ماہ کے وطی کی تو امام ابو حنیفہ اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ از سر نو روزے رکھنا شروع کرے خواہ وطی رات میں کی ہو یا دن میں قصداً کی ہو یا سہواً۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں اگر وطی رات کے وقت کی ہو تو مطلقاً اس کو از سر نو روزے رکھنا لازم نہیں آتا۔ اور اگر دن میں قصداً کی ہو تو روزہ اس کا فاسد ہو جاویگا اور تتابع اس کا منقطع ہوگا اور اس کو نص قرآن کی رو سے از سر نو روزے رکھنا لازم ہوگا +

مسئلہ۔ مظاہر کفارہ میں جس غلام کو آزاد کرے تو کیا اس غلام کا مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور ایک روایت امام احمد سے غلام کا مسلمان ہونا شرط نہیں خواہ کافر ہو یا مسلمان اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اور بروائت دیگر امام احمد یہ ہے کہ غلام کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ جب مظاہر نے کفارہ ادا کرنے کو روزے رکھنا شروع کر دئے ازاں بعد اس کو غلام مل گیا تو اب وہ روزے پورے کر لے یا غلام آزاد کرے؟ تو اس بارہ میں امام شافعی اور احمد فرماتے

تہمت لگائی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ لعان کریگا بسبب قذف کے اور نہ نفی ہوگی نسب ولد کی اگرکہا ہو یا لڑکی خلقت اچھا جو میں پیدا ہوا ہو یا کم میں اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ بسبب نفی حمل کے لعان کریگا لیکن البتہ امام مالک نے شرط کیا یہ کہ وہ عورت استبراء کرے تین حیض کے ساتھ یا ایک حیض کے ساتھ اور اس بارہ میں اصحاب امام مالک نے آپسمیں اختلاف کیا ہے +

مسئلہ - فرقت لعان کی خاوند جورو میں باتفاق ائمہ واقع ہو جاتی ہے - اور فرقت تو واقع ہو جاویگی یا حاکم تفریق کرادیگا - امام مالک کے نزدیک بسبب لعان زوجہ بدون تفریق حاکم کے فرقت واقع ہو جاویگی اور ایسے ہی ایک روایت امام احمد سے ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور اظہر روایت امام احمد سے یہ ہے کہ بسبب لعان دونوں کے فرقت واقع ہو جاویگی اور حاکم حکم کریگا کہ میں نے دونوں کے درمیان تفریق کردی اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خاصکر بسبب لعان زوج یعنے شوہر کے فرقت واقع ہوتی ہے چنانچہ اُسکے لعان کے سبب نفی نسب ولد کی ہو جاتی ہے البتہ اگر خاوند اور جورو دونوں نے لعان کرلی تو دونوں سے حد ساقط ہو جائیگی - اور اگر خاوند اپنے نفس کی تکذیب کریگا یعنے اپنے آپ کو جھٹلائیگا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک حد ماری جائیگی اور فرقت قائم نہ رہیگی اُس عورت سے نکاح کرنے کا اختیار ہے اور یہی ایک روایت امام احمد سے ہے - اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اور اظہر روایت امام احمد سے یہ ہے کہ فرقت ہمیشہ رہیگی کسی حالت میں دور نہ ہوگی -

مسئلہ - کیا فرقت لعان طلاق ہے یا فسخ امام ابی حنیفہ کے نزدیک فرقت لعان طلاق بائن ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک فسخ ہے فایدہ اسکا یہ نکلا کہ اگر وہ فرقت طلاق ہوگی تو تحریم ہمیشہ کو نہیں رہی اور اپنے نفس کی تکذیب کی تو جائز ہے کہ اس مسماۃ کے ساتھ نکاح کرے - اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ تحریم ہمیشہ کو ہے مثل رضاع کے پس اس کے واسطے ہمیشہ کے لئے حلال نہیں ہے - اور اسیطرح حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور

لعان کرے تاکہ حد ساقط ہو اور لعان یہ ہے کہ چار بار قسم کو مکرر کرے یعنے اسطرح چار مرتبہ قسم کہاوے کہ اللہ کی قسم میں اس دعوی کیں صادقین سے ہوں اور پانچویں دفعہ قسم اسطرح کہاوے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہے اگر میں اس دعوی میں جھوٹا ہوں جبکہ خاوند لعن کرلیگا پس اوسوقت عورت پر حد لازم ہوگی اور عورت بہی حد دور کرنے کی غرض سے لعان کرے یعنے چار مرتبہ اسطرح گواہی دیوے تو یوں کہے اللہ کی قسم میرا شوہر جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اور پانچویں دفعہ یوں کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر میرا خاوند اس دعوی میں سچا ہو۔ اگر خاوند لعان سے انکار کرے تو نزدیک امام مالک اور شافعی اور احمد کے اوسپر حد لازم ہوگی۔ لیکن امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر لعان سے انکار کریگا تو فاسق ہوجاویگا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ فاسق نہیں ہوگا یہانتک کہ حد مارا جاوے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حد نہیں مارا جاوے بلکہ اسکو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اقرار کرے اور اگر عورت لعان سے انکار کرے تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور اظہر روایتین امام احمد سے وہ مسماۃ قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اقرار کرے اور بمذہب امام مالک اور شافعی یہ ہے کہ اوسپر حد واجب ہے۔

مسئلہ۔ لعان کس شخص سے صحیح ہے امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ ہر مسلمان جس کی طلاق صحیح ہے اس کی لعان صحیح ہے خواہ وہ حر ہو یا عبد ہو عادل ہو یا فاسق ہو اور ایسا ہی قول امام شافعی اور احمد کا ہے۔ کافر اگر لعان کرے تو صحیح ہے یا نہیں نہ امام مالک کے نزدیک کافر واسطے لعان نہیں ہے اور نہ اس کی طلاق واقع ہوتی ہے کیونکہ نکاح کفار کے فاسد ہیں اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ کافر کی طلاق اور لعان جایز ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ لعان شہادت ہے جب اس نے قذف کی تو حد مارا جاویگا کیونکہ کافر اہل شہادت اور قابل گواہی کے نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی نے اپنی عورت کے حمل کی نفی کی قبل وضع حمل کے تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک دونوں کے درمیان لعان نہیں ہے اور اس سے نفی لازم نہیں ہوگی۔ اور اگر صریح زنا کی

مسئلہ۔ أخرس یعنے گونگا اگر اشارہ کو جانتا ہے یا کتابت کو سمجھتا ہے یا جو کچھ اس کو کہے وہ معلوم کر لیتا ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اُسکا لعان اور اُس کی قذف صحیح ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے +

مسئلہ۔ جب کسی کی عورت بائنہ ہو گئی اُس کے بعد حالت عدت میں سماۃ کو زنا کراتے دیکھا تو امام مالک کے نزدیک خاوند کو اختیار ہے کہ لعان کرے اور اسیطرح اگر بعد طلاق اُس عورت کو حمل ظاہر ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے سماۃ کو حیض کے ساتھ استبراء کیا تھا تو بھی وہی حکم ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اس جگہ حمل یا ولد ہو پس اُس کو لعان کا اختیار ہے ورنہ نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ہرگز اُس کو یعنے خاوند کو اختیار نہیں ہے کہ لعان کرے +

مسئلہ۔ اگر کسی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور پھر بوجہ نہونے قدرت وطی کے اُس کو طلاق دیدی اور بعد عقد نکاح چھ ماہ میں لڑکا پیدا ہوا تو ایمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اُس کے ساتھ لاحق نہیں کیا جاویگا جیساکہ لاحق نہیں کیا جاتا اگر چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوتا۔ اور فرمایا امام ابوحنیفہ نے کہ جب حاکم کے سامنے عقد نکاح کیا اور پھر اُس کو طلاق دیدی اور بعد عقد کے چھ ماہ میں لڑکا پیدا ہوا تو اُس لڑکے کا نسب اُس کے ساتھ لاحق کیا جاویگا اگرچہ اس کو قدرت وطی کی نہ ہو اعتبار کیا جاویگا کہ فقط چھ ماہ میں لڑکا پیدا ہوا۔ اور اعتبار نہیں کیا جاویگا کم وزیادہ چھ ماہ سے اسواسطے کہ اگر اُس کے پیدا ہو لڑکا چھ ماہ سے زیادہ مدت میں تو بعد طلاق ثلاثہ کے لڑکے کی پیدائش ہو سکتی ہے اس لئے اُس لڑکے کا نسب اُس سے لاحق نہیں ہو سکتا اور اگر چھ ماہ کی مدت سے کم میں پیدا ہوا تو قبل عقد کے حادث ہوا پس اس صورت میں بھی اُس کا نسب اُس سے لاحق نہیں کیا جاویگا۔ اور فرمایا ہے کہ اگر نکاح کیا کسی عورت سے اور پھر اُس عورت سے بہت برسوں تک غائب رہا اور پھر اس کے وفات کی خبر آئی پس عورت نے عدت کر کے نکاح کر لیا اور اُس کے اولاد ہوئی اس کے بعد وہی پہلا خاوند چلا آیا تو اولاد اول خاوند کے ساتھ متعلق کی جاویگی اور نفی کی جاویگی شوہر ثانی سے۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اولاد شوہر ثانی کے متعلق کیجاویگی۔ اور یہ بھی امام ابوحنیفہ نے

ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ اور عطاؒ اور زہریؒ اور اوزاعیؒ اور ثوریؒ نے فرمایا ہے اور سعید ابن جبیر نے کہا کہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ تحریم استمتاع بسبب لعان واقع ہوگی پس اگر اُس نے اپنے نفس کی تکذیب کی یعنے اپنے آپ کو جبوقت جھٹلایا تو وہ تحریم دور ہوجاویگی اور عود کریگی اُس کی زوجہ اگر وہ عدت میں ہے۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے تہمت زنا کی اپنی عورت کو شخص معین کے ساتھ لگائی اور کہا کہ فلان شخص نے تیرے ساتھ زنا کیا ہے تو امام ابی حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ وہ لعان کیا جاویگا عورت کے واسطے اور حد مارا جاویگا بسبب اُس شخص کے کہ جسکو تہمت زنا کی لگائی ہے اگر وہ شخص حد طلب کرے اور حد بسبب لعان کے ساقط نہیں ہوگی اور امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ مقذوف و مقذوفہ کے لیئے ایک ہی حد ماری جاویگی اور یہی قول راجح ہے۔ اور قول ثانی یہ ہے کہ واجب ہے کہ دونوں کی طرف سے دو حد ماری جاوے علیحدہ علیحدہ اور اگر لعن میں مقذوف کو ذکر کیا تو حد ساقط ہو جاویگی۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اُسپر بوجہ دونوں کے ایک حد ہے اور جب دونوں نے لعان کیا تو حد ساقط ہوجاویگی۔ اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو کہا کہ اے زانیہ تو امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ ثبوت زنا کا نہ کریگا تو حد واجب ہوگی اور امام مالک قول مشہور میں فرماتے ہیں کہ جبتک اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا دعوے نہیں کریگا لعان نہیں کرایا جائیگا۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ لعان کرایا جاویگا اگرچہ وہ اپنی رویت کا ذکر نہ کرے +

مسئلہ۔ اگر چار شخصوں نے عورت پر شہادت دی اور ان چاروں میں سے ایک خاوند ہے پس امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک یہ شہادت صحیح نہیں سوا زوج کے کل کو حد ماری جاویگی اور حد خاوند کی بسبب لعان کے ساقط ہوگی۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ انکی شہادت قبول کیجاویگی اور زوجہ کو حد ماری جاویگی۔ اور اگر خاوند سے پہلے زوجہ نے لعان کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اعتبار کیا جاویگا۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہین کہ اُس کے ساتھ اعتبار نہیں کیا جاوے +

علی اللہ کو استثناء کر دیا کہ اس لفظ کے ساتھ انعقاد یمین دیکھا گیا +

مسئلہ- یمین غموس میں کفارہ ہے یا نہیں؟ اور یمین غموس اس کو کہتے ہیں کہ کسی فعل یا ترک فعل گذشتہ پر قصداً خلاف واقع یعنے جھوٹی قسم کھاوے - مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور ایک روائت امام احمد سے یہ ہے کہ یمین غموس کا کفارہ نہیں کسواسطے کہ یمین غموس بڑھکر ہے کفارہ سے اور غموس اس کا نام اسی وجہ سے ہے کہ قسم کھانے والے کو گناہ میں غرق کر دیتی ہے اسکا کفارہ بجز توبہ و استغفار کچھ نہیں - اور مذہب امام شافعی اور ایک روائت امام احمد سے یہ ہے کہ کفارہ دیوے - اور جب امر مستقبل پر قسم کھاوے کہ فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا اور بعد ازاں حانث ہوا یعنے قسم توڑدی تو بالاجماع اوسپر کفارہ لازم ہوگا +

مسئلہ- اگر کسی نے اقسم باللہ یا اشہد باللہ کہا تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک قسم منعقد ہوگی اگرچہ نیت قسم کی نہیں اور امام مالک فرماتے ہیں جبکہ اقسم یا اقسمت کو اللہ کے لفظ کے ساتھ لفظ میں یا نیت میں کہا تو قسم ہوگی اور اگر اللہ کے لفظ کو لفظاً اور نیتاً نہیں کہا تو یمین نہیں ہوگی - اور مذہب امام شافعی یہ ہے کہ جس نے اقسم باللہ کہا اور نیت اس سے قسم کی کری تو قسم ہوگی اور اگر نیت اخبار کی کری تو قسم نہ ہوگی اور اگر مطلقاً ایسا کہا تو اصحاب امام شافعی نے اختلاف کیا ہے بعض ترجیح دیتے ہیں اس پر کہ وہ قسم نہیں ہے اور اسیطرح اگر اشہد باللہ کہا اور نیت یمین کی کری تو یمین ہوگی اور مطلقاً کہا تو اصح مذہب امام شافعی سے یہی ہے کہ وہ یمین نہ ہوگی - اور اگر کسی نے اشہد لافعلنّ (نکیا یعنے) کہا اور کچھ نیت نہیں کی تو مذہب امام ابی حنیفہ اور اظہر روایت امام احمد میں ہے کہ وہ یمین ہوگی اور مذہب امام مالک اور شافعی اور دوسری روائت امام احمد میں یہ ہے کہ وہ یمین نہیں ہوگی +

مسئلہ- اگر کسی نے کہا وحق اللہ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یمین ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک یمین نہیں ہوگی - اور اگر کہا لعمر اللہ (قسم حیات خدا کی) یا وایم اللہ (قسم خدا کی) تو مذہب امام ابی حنیفہ اور ایک روائت امام احمد میں ہے کہ یمین منعقد ہو جائیگی اگرچہ یمین کی نیت کی یا نہ کی اور بعض اصحاب امام

فرمایا ہے کہ اگر نکاح کیا کسی نے کسی عورت سے اور خاوند مشرق میں ہے اور عورت مغرب میں ہے اور بعد عقد کے چھ ماہ میں اس عورت سے لڑکا پیدا ہوا تو اُس شخص کے ساتھ لڑکا لاحق کیا جاویگا یعنے وہ لڑکا اُسی شخص کا بوجہ عقد نکاح کے کہا جائیگا اگرچہ اُن کے درمیان اسقدر فاصلہ ہے کہ ملاقات کرنا ممکن نہیں +

کتاب الایمان

ایمان - یمین کی جمع ہے اور یمین قسم کو کہتے ہیں اور قسم اُس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے ارادہ کو قوی اور مضبوط کر دیوے اللہ پاک کے ذکر کے ساتھ یا کسی شئ کی تعلیق کے ساتھ[1] - اور قسم میں اللہ تعالےٰ یا اُس کے صفات کا نام لینا چاہئے غیر اللہ کی قسم کہانا جائز نہیں ہے -

مسئلہ - جس کسی شخص نے عبادت میں حلف کیا یعنے قسم کہائی تو باتفاق ائمہ اُس عبادت کو پورا کرنا اُسپر لازم ہے اور باوجود قدرت ادائے عبادت کفارہ کیطرف رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک کفارہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا - اور امام شافعی کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ کفارہ کی طرف رجوع نہ کرے اور اگر رجوع کریگا تو جائز ہوگا اور اوسپر کفارہ لازم ہو جائیگا - اور امام مالک سے دو روایتیں مانند دونوں مذہبوں کے ہیں - ترک عبادت اور صلہ رحم سے باز رہنے پر قسم کہانا کیسا ہے؟ اتفاق ائمہ کا اسپر ہے کہ ایسے کاموں کے لئے اللہ کے نام کو ڈہال نہ بناوے[2] جب کار خیر کے ترک کرنے پر قسم کہا وے تو بہتر یہی ہے کہ قسم کو توڑ ڈالے اور کفارہ دیوے - اور قسم میں نیت کی طرف رجوع کیا جاویگا - اور اگر نیت نہیں ہے تو دیکہا جاویگا کہ قسم کیا سبب ہے اور قسم کہانے پر کس شے نے برانگیختہ کیا -

مسئلہ - باتفاق ائمہ اللہ کے لفظ کے ساتھ قسم منعقد ہو جاویگی اور تمام اسماء حسنیٰ کے ساتھ بہی منعقد ہوگی جیسے رحمٰن و رحیم و حی آور تمام صفات ذات اللہ کے ساتھ جیسے عزت اللہ و جلال اللہ کے ساتھ منعقد ہوگی لیکن امام ابو حنیفہ نے لفظ

---

[1] - مثلاً کوئی کہے کہ میں فلاں مکان میں داخل ہوں یا فلاں کام کروں تو میری عورت پر طلاق ہے ۱۲ -

[2] - کلام اللہ میں اسیکو عرضہ فرمایا ہے ۱۲ +

غیر صیام کے ساتھ جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک سب برابر ہیں طعام اور صیام اور عتق میں کچھ فرق نہیں +

مسئلہ۔ لغو یمین کس کو کہتے ہیں؟ مذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور ایک روائیت امام احمد سے یہ ہے کہ لغو یمین یعنے بیہودہ قسم یہ ہے کہ حلف کیا ساتھ لفظ باللہ کے ایسے کام پر کہ اس کے وقوع پر اُس کا گمان تھا بعد اس کے برخلاف اُس کے اُس کا ظہور ہوا اور اُس نے اُس کو قصداً کہا یا بدوں قصد بصفت لسانی سے زبان پر جاری ہوگیا برابر ہے۔ لیکن امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک زمانہ ماضی و حال میں جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک فقط زمانہ ماضی میں جائز ہے بہرحال ان ائمہ ثلاثہ کا اتفاق اسپر ہے کہ اسمیں گناہ اور کفارہ نہیں اور ایک روائیت امام مالک سے لغو یمین یہ ہے کہ کہے لا واللہ و بلی واللہ بطریق محاورہ بدوں قصد عقد یمین کے۔ اور امام شافعی کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ اُس کا عقد نہ کرے اور ظہور اُس کا ان الفاظ میں ہے لا واللہ بلی واللہ وقت محاورہ اور غضب اور عاجزی کے بغیر قصد کے برابر ہے کہ زمانہ ماضی یا مستقبل پر ایسا کہا ہو۔ اور اسی موجب ایک روائیت امام احمد سے یہ ہے۔ اور اگر کسی نے واللہ لا افعل کذا یعنے قسم اللہ کی میں ایسا نہیں کرونگا کہا پس مع الاطلاق یہ یمین ہے نیت کرے یا نہ کرے لیکن اصحاب امام شافعی اسکے خلاف ہیں +

مسئلہ۔ اگر حلف کیا کہ البتہ نکاح کرونگا اپنی عورت پر تو مجرد عقد نکاح قسم سے بری ہوگا؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک مجرد عقد نکاح قسم سے بری ہو جائیگا اور امام مالک اور احمد کے نزدیک مجرد عقد قسم سے بری نہ ہوگا تاوقتیکہ دو شرطین ضروری نہ پائی جاویں ایک یہ کہ بعد نکاح اُس کی عورت کی طرح مشہور ہو دوسری یہ کہ اُسکے ساتھ دخول کرے +

مسئلہ۔ اگر حلف کیا کسی نے کہ زید کا پانی نہیں پیونگا اور ارادہ کیا اُس سے قطع احسان کا اور پھر زید کے مال سے کھانے یا پینے یا سواری وغیرہ یا عاریت کے ساتھ نفع اُٹھاوے تو حانث ہوگا یا نہیں؟ امام مالک اور احمد کے نزدیک جب زید کے مال سے بطریق مذکورہ بالا نفع حاصل کرے تو

شافعی نے فرمایا ہے کہ اگر نیت یمین کی نہیں کی تو یمین نہیں ہوگی۔ اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے +

مسئلہ۔ اگر حلف کیا مصحف یعنے قرآن شریف کے ساتھ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یمین منعقد ہوجاویگی اور اگر قسم کو توڑ دیگا تو اوسپر کفارہ لازم آویگا۔ اور ابن ہبیرہ کہتے ہیں نقل کیا گیا مسئلہ میں ایسے شخص کا خلاف کہ جس کا قول معتبر نہیں۔ اور ابن عبد البر نے تمہید میں اس مسئلہ کے بابت روایت کئے اقوال اصحابہ اور تابعین کے اور کہا کہ اتفاق صحابہؓ اور تابعین کا اسمیں ہے کہ اوسپر کفارہ واجب ہے اور کسی نے اسمیں اختلاف نہیں کیا مگر ایسے شخص نے کہ جسکا قول قابل اعتبار نہیں اور امام مالک اور شافعی نے فرمایا کہ ایک کفارہ لازم ہوگا اور امام احمد سے دو روائیتیں ہیں ایک یہ کہ ایک کفارہ لازم آویگا۔ اور دوسری یہ کہ ہر آیت کے عوض کفارہ لازم آویگا۔ اور اگر قسم کہائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو امام احمد نے اظہر روائت میں فرمایا ہے کہ یمین منعقد ہوجاویگی اور اگر حانث ہوگا تو اوسپر ایک کفارہ لازم آویگا۔ اور امام ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی نے فرمایا کہ اس صورت میں یمین منعقد نہیں ہوگی اور نہ اوسپر کفارہ لازم آویگا +

مسئلہ۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک کافر کی قسم منعقد نہ ہوگی اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوس کی یمین منعقد ہوجاویگی اور لازم آویگا اوسپر کفارہ بسبب توڑ دینے قسم کے +

مسئلہ۔ جب قسم توڑیگا تو باتفاق ائمہ اوسپر کفارہ واجب ہے خواہ یمین طاعت میں یا معصیت میں یا مباح میں ہو برابر ہے اور کفارہ قبل الحنث دیا جاوے یا نہیں امام ابی حنیفہ کے نزدیک کفارہ قبل الحنث نہیں دیا جاویگا۔ بعد حنث مطلقاً کافی سمجھا جاویگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک تقدیم کفارہ حنث مباح پر جائز ہے اور امام مالک سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ تقدیم کفارہ جائز ہے اسی موجب مذہب امام احمد کا ہے۔ اور دوسری روائت یہ ہے کہ تقدیم جائز نہیں ہے اور قبل حنث کفارہ دیا تو درمیان صیام اور عتق و طعام کے کچھ فرق ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک تقدیم کفارہ کی صیام کے ساتھ جائز نہیں ہے اور

ہوگا یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک بُسر یعنے خرمائے خام اور رطب میں تو حانث نہ ہوگا اور باقی میں حانث ہوگا۔ اور امام مالک اور احمد کے نزدیک سب میں حانث ہوگا اور امام شافعی سے دونوں طرح کے قول ہیں +

مسئلہ۔ اگر حلف کیا کہ گھر میں نہ داخل ہونگا اور پھر مسجد یا حمام میں داخل ہوا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا۔ اور امام احمد کے نزدیک حانث ہوگا۔ اور اگر حلف کیا کہ گھر میں نہ رہونگا اور پھر بانسونکے مکان میں یا چمڑے کے مکان میں یا خیمہ میں رہا تو امام ابی حنیفہ نے نزدیک اگر وہ شخص شہر کا رہنے والا ہے تو حانث نہیں ہوگا اور اگر جنگل کا رہنے والا ہے تو حانث ہوگا۔ اور امام مالک سے اس بارہ میں کوئی نص نہیں ہے اگرچہ اونکے اصول مقتضی حنث کو ہیں اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ جب اُس کی نیت ایسی نہیں تھی تو وہ حانث ہوگا شہری ہو یا جنگلی ہو۔ اور بعض اصحاب امام شافعی نے شہری اور جنگلی میں فرق کیا ہے +

مسئلہ۔ کسی نے حلف کیا کہ میں اس کام کو نہیں کرونگا اور پھر اُس نے اُس کام کیلئے دوسرے شخص سے کہا اور اُس دوسرے نے وہ کام کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک نکاح اور طلاق میں حانث ہوگا اور بیع اور اجارہ میں حانث نہ ہوگا۔ لیکن اگر ایسا شخص ہو کہ وہ بنفسہ ایسے کام کا انتظام نہیں کرتا ہے تو مطلقاً وہ حانث ہوگا۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر حلف کرنے والا سلطان ہے یا ایسا شخص ہے کہ وہ ان امور میں بذاتہ انتظام نہیں کرتا یا اُس کی نیت اس امر میں ہو پس وہ حانث ہوگا بخلاف صورت مذکورہ کے حانث نہیں ہوگا یعنے اگر وہ اس کام میں بذاتہ متولی ہے اور پھر دوسری سے وہ کام کرادے تو حانث نہ ہوگا کیونکہ خود کے کرنے کا جو کام تھا اُس نے نہیں کیا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر اس کام میں اُس کی نیت بنفسہ متولی ہونے یعنے انتظام کرنے کی نہ ہو تو وہ حانث ہوگا کس واسطے کہ فعل غیر بمنزلہ اُس کے مانا جاویگا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مطلقاً حانث ہوگا +

مسئلہ۔ اگر کسی نے حلف کیا کہ کل کے روز قرض ادا کرونگا اور پھر اُس نے

وہ حانث ہوگا۔ اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک حانث نہیں ہوگا
مگر اسوقت کہ جب اوسپر بولا جاوے کہ اُس نے پانی پیا تو حانث ہوگا +
مسئلہ۔ اگر قسم کہائی کہ میں اُس گھر میں نہیں رہونگا اور وہ اس گھر میں
رہتا تھا پھر قسم کہانے بعد وہ اُس گھر سے تنہا نکل گیا اور اُس کے اہل اور
اُس کا سامان اُس کے اندر رہا تو کیا تنہا نکل جانیسے قسم سے بری ہوگا یا
نہیں؟ بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد تنہا نکل جانے سے وہ قسم
سے بری نہ ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک تنہا نکل جانے سے بری ہوجائیگا
اور اگر قسم کہائی کہ میں اس مکان میں داخل نہیں ہونگا اور پھر اُس کی چھت
پر یا دیوار پر کھڑا ہوا یا اُس مکان کے کسی کوٹھری میں کہ ادہر نہیں ہوکر راستہ
جاتا ہے داخل ہوا تو حانث ہوگا یا نہیں۔ بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک
اور احمد حانث ہوگا اور بمذہب امام شافعی حانث نہ ہوگا لیکن جب اوس
مکان کے صحن میں داخل ہوجائیگا تو حانث ہوگا۔ اور اگر اُس کی چھت پر
دوسرے مکان کی طرف سے ہوکر چڑھا اور اُس مکان کیطرف ہوکر نہیں
اوترا تب بہی حانث نہیں ہوگا۔ اور اصحاب امام شافعی سے پتھر کی چھت
کے بارہ میں دونوں طرح قول ہیں۔ اور اگر کسی شخص نے قسم کہائی کہ زید
کے گھر میں داخل نہیں ہونگا اور بعد میں زید نے وہ مکان فروخت کردیا
اور پھر اُس کے بعد قسم کہانے والا اُس مکان میں داخل ہوا تو حانث ہوگا
یا نہیں؟ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک جب اُس مکان میں داخل
ہوگا حانث ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا +
مسئلہ۔ کسی نے قسم کہائی کہ فلان لڑکے سے کلام نہ کرونگا اور پھر وہ لڑکا
بوڑھا ہوگیا۔ یا حلف کیا کہ اُس بکری کے چھوٹے بچہ کا گوشت نہ کہاؤنگا اور
پھر وہ جوان اور بڑا ہوگیا یا کہا کہ بُسر یعنے خرما خام نہ کہاؤنگا پس وہ رطب (خرمائے
تر یعنے پنڈ کھجور) ہوگیا یا کہا کہ رطب نہ کہاؤنگا اور پھر وہ تمر (چھوہارا) ہوگیا یا کہا
کہ تمر نہ کہاؤنگا اور پھر اُس کا حلوا بنایا یا کہا کہ اس مکان میں داخل ہونگا اور پھر وہ
مکان میدان ہوگیا غرضیکہ دوسری حالت پیدا ہونے پر وہ کام کیا تو حانث

ذریعہ سے گفتگو کی یا قاصد بھیجا یا اپنے ہاتھ یا آنکھ یا سر سے اشارہ کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور بقول جدید امام شافعی حانث نہ ہوگا اور امام مالک کے نزدیک مکاتب اور مراسلت میں حانث ہوگا اور اشارہ کے بابت دونوں طرح روایات ہیں۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ حانث ہوگا اور اسی موجب قول قدیم امام شافعی کا ہے +

مسئلہ۔ کسی نے اپنے زوجہ کو کہا کہ اگر تو میرے بغیر اجازت نکلیگی تو تجکو طلاق ہے اور نیت سے شے معین یعنے وقت معین کی کی پس موافق نیت کے ہے بالاتفاق۔ اور اگر نیت وقت معین کی نہیں کی یا کہا کہ تو نکلیگی تو طلاق ہے مگر جب تجکو اجازت دوں یا یہانتک کہ میں تجکو اجازت دوں تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک بصورت اول ہر بار وقت خروج اجازت ضرور ہے اور بصورت دیگر مذکور ایک مرتبہ اجازت کافی ہے۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک خروج اول میں حاجت اجازت کی جمیع صورتوں میں ہے اور ہر مرتبہ اجازت کی حاجت نہیں اور امام احمد کے نزدیک ہر مرتبہ اجازت کی حاجت ہے تمام حالت میں۔ اور اگر عورت کو اسطرح پر اجازت دی کہ اُس نے نہیں سُنا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اجازت نہوئی اور امام شافعی کے نزدیک وہ اجازت صحیح ہوگی +

مسئلہ۔ اگر مطلقاً حلف کیا کہ سریان نہ کھاؤنگا اور نیت کسی سے نہیں کی ہے تو کن جانورونکے سر سمجھے جاوینگے امام ابی حنیفہ کے نزدیک خصوصاً یہ کلمہ حمل کیا جاویگا بھیڑ و بکری و گائے و بیل کی سری پر۔ اور امام شافعی کے نزدیک حمل کیا جاویگا اونٹ اور بھیڑ اور بکری اور گائے و بیل کی سری پر اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ محمول ہوگا اوپر ہر اُس چیز کے کہ نام اسکا سر رکھا گیا عرفاً یا لغتہً چنانچہ گائے بھینس بیل بکرا اونٹ اور پرندے اور مچھلیاں سب کا سر سمجھا جائیگا +

مسئلہ۔ کسی نے حلف کیا کہ زید کو سو دُرّے مارونگا اور پھر اُس نے اسکو ایک جھاڑو ماری کہ اُسمیں سو تنکے تھے پس وہ اپنی قسم سے بری ہوگا یا نہیں؟

پہلے ادا کر دیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک حانث ہوگا۔ اور اگر صاحب حق یعنے قرضخواہ کل سے پہلے مرگیا تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حانث ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک حانث نہیں ہوگا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کل کے روز اس نے صاحب حق کے وارثوں کو یا قاضی کو دیدیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر تاخیر کریگا تو حانث ہوگا۔ اگر کسی نے حلف کیا کہ اس کوزہ کا پانی کل کے روز پیونگا اور کل سے پہلے اوسمین سے پانی گر پڑا تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حانث نہ ہوگا۔ اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کل سے پہلے پانی بلا اختیار تلف ہوگیا پس وہ حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر حلف کیا کہ کل کے روز اس کوزہ کا پانی پیونگا اور پانی اوسمین نہیں تھا تو بالاتفاق حانث نہیں ہوگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک حانث ہوگا +

مسئلہ۔ اگر فعل محلوف علیہ کو یعنے جس کی قسم کہائی تھی اس کام کو بھول کر کیا تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک مطلقاً حانث ہوگا خواہ حلف باللہ یا بالطلاق یا بالظہار یا بالعتاق ہو اور امام شافعی سے دو قول ہیں اظہر اونمیں سے یہی ہے کہ مطلقاً حانث نہ ہوگا اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ اگر یمین باللہ یا بالظہار ہے تو حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر بالطلاق یا بالعتاق ہے تو حانث ہوگا اور دوسری روائت یہ ہے کہ سب میں حانث ہوگا۔ یمین مکرہ کی منعقد ہوگی یا نہیں؟ امام مالک اور شافعی کے نزدیک منعقد نہیں ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک منعقد ہوجائیگی +

مسئلہ۔ جب کسی نے قسم کہائی کہ واللہ میں فلان سے تازندگی بات نہیں کرونگا اور نیت وقت معین کی کی تو بالاتفاق موافق نیت کے صحیح ہے اور اگر نیت وقت معین کی نہیں کری تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک چھ ماہ تک اس سے بات نہ کرے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک سال تک بات نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک ایک ساعت تک بات نہ کرے۔ اور اگر حلف کیا کہ میں فلان سے کلام نہ کرونگا اور پھر اس نے اس سے کتابت کی یعنے خط کی

احمد فرماتے ہیں کہ حانث ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ حانث نہیں ہوگا +
مسئلہ - اگر کسی نے حلف کیا کہ اس غلام سے خدمت نہ لونگا اور پہر اُس غلام نے بدوں طلب خدمت کے اپنی خوشی سے خدمت کی اور وہ چپ رہا اور خدمت کرنے سے منع نہیں کیا تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اُس نے قسم سے پہلے اگر کبھی خدمت نہیں کی تہی تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم سے پہلے اُس غلام سے خدمت طلب کی اور وہ اُس خدمت پر قایم رہا تو حانث ہوگا - اور امام شافعی کے نزدیک دوسرے کے غلام سے حانث ہوگا - اور اگر اپنے غلام سے خدمت لی تو اصحاب امام شافعی سے اس بارہ میں دو قول ہیں اور امام مالک اور احمد کے نزدیک مطلقاً حانث ہوگا +
مسئلہ - اگر حلف کیا کہ میں کسی سے کلام نکرونگا اور اُس کے بعد اُس نے کلام اللہ یعنے قرآن شریف پڑہا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر اُس نے قرآن شریف نماز میں پڑہا تو حانث نہیں ہوگا - اور اگر نماز سے علیحدہ قرآن شریف پڑہا تو حانث ہوگا اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا +
مسئلہ - اگر حلف کیا کہ فلان شخص گہر میں ہو تو میں اُس گہر میں داخل نہ ہونگا اور پہر وہ فلان اُس گھر میں آگیا کہ جس گہر میں حلف کرنے والا تہا اور پہر ہمیشہ کو اُس کے ساتھ مقام کیا تو اُس صورت میں حانث ہوگا یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور ایک قول امام شافعی سے یہ ہے کہ حانث نہیں ہوگا اور امام مالک اور احمد نے فرمایا کہ حانث ہوگا - اور اسی موجب قول ثانی امام شافعی کا ہے - اور اگر حلف کیا کہ میں اس مکان معین میں فلاں شخص کے ساتھ سکونت نہیں کرونگا اور پہر اُس مکان کو تقسیم کرلیا اور بیچ میں دیوار قایم کر علیحدہ دروازہ بند کرنے کا رکہہ لیا ہے اور پہر ہر طرف ہر شخص اُس میں رہا تو حانث ہوگا یا نہیں؟ امام مالک کے نزدیک حانث ہوگا - اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک حانث نہیں ہوگا اور امام ابی حنیفہ سے دونوں طرح روایت ہے +
مسئلہ - اگر زید نے کہا کہ میرے ممالیک یا عبد آزاد ہیں تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک اوسمیں مُدبَّر اور ام ولد داخل کئے جاوینگے اور مکاتب داخل نہیں کیاجائیگا

امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک بری ہوجائیگا عہ - اور امام مالک اور احمد کے نزدیک بری نہیں ہوگا - اگر کسی نے حلف کیا کہ زید کو ایک حبہ نہیں بخشونگا اور پھر اس نے اسکو صدقہ دیا تو حانث ہوگا یا نہیں ؟ - امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا - اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک حانث ہوگا - اور اگر کسی نے حلف کیا کہ البتہ میں فلانے کو قتل کرونگا اور وہ فلاں میت تھا اور قسم کہانے والے کو اس کی میت کا علم نہیں تھا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا اور اگر علم تھا تو حانث ہوگا - اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اسکو علم ہو یا نہو حانث نہیں ہوگا - اور اگر حلف کیا کہ زید کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ اس کا روپیہ دوسروں کے ذمہ قرض کے طور پر ہے اس صورت میں حانث ہوگا یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک حانث ہوگا +

مسئلہ - اگر حلف کیا کہ فاکہہ یعنے میوہ نہ کہاؤنگا اور پھر اس نے خرما اور انگور اور انار کہایا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا کس لئے کہ انکے نزدیک خرما اور انگور اور انار فاکہہ سے نہیں ہے یعنے ان پر فاکہہ کا اطلاق نہیں آتا ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا - اگر حلف کیا زید نے کہ نانخورش نہ کہاؤنگا اور پھر اس نے گوشت یا پنیر یا انڈے کہائے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا لیکن اس چیز کے کہانیسے حانث ہوگا کہ جو شے انہیں سے بکائی جاوے اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ تمام اشیاء مذکورہ کے کہانے سے حانث ہوگا - اور اگر حلف کیا کہ گوشت نہ کہاؤں گا اور اس نے چربی کہائی تو حانث ہوگا یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک حانث نہیں ہوگا - اور امام مالک کے نزدیک حانث ہوگا - اور اگر حلف کیا کہ چربی نہ کہاؤنگا اور پھر اس نے پشت کی چربی کہائی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا - اور اگر حلف کیا کہ گوشت نہ کہاؤنگا اور پھر اس نے مچھلی کہائی تو امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک حانث نہیں ہوگا - اور اگر حلف کیا کہ بنفشہ نہ سونگھونگا اور پھر روغن بنفشہ سونگا تو امام ابی حنیفہ اور مالک اور

اگر گیہوں دیوے تو نصف صاع دیوے اگر چھوہارے یا جو دے تو ایک صاع دیوے - اور امام احمد نے فرمایا کہ گیہوں اور آٹے سے ایک مُدّ دیوے اور جو اور چھوہارے سے دو مُدّ اور روٹی دیوے تو دو رطل یعنے ایک مُدّ - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر مسکین کے لئے ایک مُدّ ہے اور اگر کپڑا دیوے تو اسقدر دیوے کہ نماز اُسکے ساتھ کافی ہوجاوے اور اس مقدار لباس میں اختلاف ہے امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ مرد کے واسطے قمیص یا ازار یعنے کرتا یا پاجامہ خواہ لنگ - اور عورت کے واسطے کرتا اور اوڑھنی - اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اسقدر کپڑا کافی ہو کہ جسپر لباس کا اطلاق آجاوے - اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اقلّ لباس کا قبا یا کرتا - یا کل یا چادر ہے لیکن عمامہ اور منديل یعنے رومال اور سراویل یعنے پاجامہ اور میزر یعنے چادر میں امام ابی حنیفہ سے دونوں طرح روایت ہے - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام اشیاء مذکورہ کافی ہیں اور ٹوپی کے بارے میں اصحاب امام شافعی سے دونوں طرح روایت ہے +

مسئلہ - باجماع کفارہ دینا جایز ہے فقراء مسلمین آزاد کو اور اُس صغیر کو جو کہانا کہاتا ہو اور کفارہ کو اُس کا ولی لیکر قبضہ کرلیوے - اور جو صغیر کہانا نہ کہاوے اُس کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسے صغیر کو دینا جایز ہے اور امام احمد کے نزدیک جایز نہیں - اور اگر پانچ کو کہانا کہلاوے اور پانچ کو لباس پہناوے تو جائز ہے یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک ایسا کرنا کافی ہوگا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک کافی نہیں ہوگا +

مسئلہ - اگر کسی شے واحد پر یا اشیاء پر مکرر قسم کہائی اور پہر حانث ہوا تو بمذہب امام ابی حنیفہ و مالک اور ایک روایت امام احمد سے ہر یمین پر کفارہ ہے - لیکن امام مالک فرماتے ہین کہ اگر مکرر قسم سے تاکید کا ارادہ کیا تو ایک قسم کا کفارہ واجب ہوگا - اور اگر ارادہ استیناف کا کیا تو ہر یمین پر کفارہ واجب ہوگا - اور امام احمد کی دوسری روایت سے ہے کہ ہر صورت میں اُسپر ایک کفارہ ہو اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر تاکید کا ارادہ کیا تو موافق نیت کے ایک کفارہ لازم ہوگا - اور اگر ارادہ استیناف یعنے از سر نو کا کیا تو دو یمین ہوگی اور کفارہ

لیکن اس نے مکاتب کی نیت کی ہوگی تو وہ بھی داخل ہوگا اور شقص یعنے غلام مشترک بالکل داخل نہیں کیا جاویگا ۔ اور طحاوی نے فرمایا کہ کل داخل کئے جاوینگے اور یہی مذہب امام مالک کا ہے ۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مدبرؔ اور عبد اور ام ولد داخل کئے جاوینگے اور مکاتب کے بارہ میں ان سے دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ داخل نہ کیا جاویگا ۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ کل داخل کئے جاوینگے مگر شقص کے بارہ میں ایک روائت ہے کہ وہ داخل نہیں کیا جاویگا لیکن نیت کے ساتھ

مسئلہ ۔ بالاتفاق ائمہ قسم کا کفارہ یہ ہے ۔ دس مساکین کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا دس مساکین کو یا آزاد کرنا ایک غلام کو ۔ حلف کرنے والے کو اختیار ہے کہ انہیں سے ایک کو ادا کرے اور اگر اشیاء مذکورہ سے کوئی میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے ۔ روزوں میں تتابع واجب ہے یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک واجب ہے کہ پے در پے بلا فاصلہ روزے رکھے ۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ پے در پے رکھنا واجب نہیں ہے ۔ امام شافعی سے دو قول ہیں قول جدید راجح یہ ہے کہ واجب نہیں ہے ۔ اور بالاجماع اعتاق یعنے آزاد کرنے میں غلام مومن بے عیب غیر مشترک کا ہونا ضرور ہے مگر امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اعتاق رقبہ میں ایمان کی شرط نہیں ہے اور شرط ایمان میں فائدہ یہ ہے کہ تخلیص قرب اللہ عزوجل کی عبادت کے واسطے کی جاتی ہے ۔ اگر کافر کو آزاد کیا جاویگا تو وہ ابلیس کی عبادت کریگا ۔ اور تقرب جناب باری تعالیٰ کی طرف بذریعہ مؤمن بہتر ہے نہ کافر کے ساتھ اور عتق بھی ایک قربت ہے ۔ اگر قسم کھانے والے نے ایک مسکین کو دس روز تک کھانا کھلایا تو باتفاق کفارہ شمار نہیں کیا جاویگا ایک مرتبہ دس کو کھلانا چاہیئے لیکن امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کفارے میں ایک شخص کو دس روز تک کھلانے سے بجائے دس مساکین کے اس کافی ہوگا +

مسئلہ ۔ مقدار ایک مسکین کے کھلانے کی کسقدر ہے ؟ امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک مد جو دو رطل بغدادی کا ہوتا ہے اور کچھ نانخورش بھی ہو ۔ اور اگر فقط ایک مد ہی پر بلا نان خورش اقتصار کریگا بہی کافی ہوگا ۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ

کو نہ کھاؤں گا اور پہر اُس میں سے کسیقدر کہالی - یا کہا کہ اس پانی کو نہ پیونگا
اور پہر اوسمیں سے تہوڑا سا پی لیا - یا کہا کہ فلان عورت کا کاتا ہوا کپڑا نہ پہنونگا
اور پہر اُسکو پہنا کہ جسمیں اُس کے کاتے ہوئے سوت کے تار تھے یا قسم کہائی
کہ اس گہر میں نہ داخل ہونگا اور پہر اُس گہر میں اپنا ہاتھ یا پاؤں داخل کیا - امام ابی
حنیفہ اور شافعی کے نزدیک ان سب صورتوں میں حانث نہیں ہوگا - اور امام مالک
اور احمد فرماتے ہیں کہ حانث ہوگا اگر حلف کیا کہ فلان کے ہاتھ کا خریدا ہوا کہانا نہیں
کہاؤنگا اور پہر اُس نے اُس میں سے کہایا کہ اُس فلان اور غیر اُس کے نے خریدا
تھا تو امام مالک اور احمد کے نزدیک حانث ہوگا اور اسیطرح اگر قسم کہائی کہ زید کا
خریدا ہو کپڑا نہ پہنونگا یا اُس گہر میں کہ جسکو زید نے خریدا ہے نہ رہونگا وعلی ہذا القیاس
تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک فقط ایک اکل طعام میں حانث ہوگا اور امام شافعی
کے نزدیک تمام میں حانث نہیں ہوگا +

مسئلہ - اگر حلف کیا کہ میں اس آٹے کو نہیں کہاؤنگا اور اُس نے اُس آٹے
کو پہانکا یا روٹی پکائی اور پہر روٹی کہائی تو امام مالک اور احمد کے نزدیک
حانث ہوگا - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر اُس آٹے کو پہانکا تو حانث نہیں
ہوگا - اور اگر روٹی پکا کر کہائی تو حانث ہوگا - اور امام شافعی کے نزدیک اگر اسکو
پہانکا تو حانث ہوگا اور اگر روٹی پکا کر کہائی تو حانث نہیں ہوگا - اور اگر حلف
کیا کہ زید کے مکان میں نہ رہونگا اور پہر اوسمیں کرایہ سے رہا تو نزدیک امام ابی
حنیفہ اور مالک اور احمد کے حانث ہوگا - اور امام شافعی کے نزدیک اگر اُس کی
نیت حلف کرتے وقت کرایہ پر رہنے کی نہ تھی تو حانث نہیں ہوگا - اور اگر حلف
کیا کہ زید کے گہوڑے پر سوار نہ ہونگا اور پہر زید کے غلام کے گہوڑے پر
سوار ہوا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا - اور امام شافعی کے نزدیک اگر
اُس کی نیت زید کے غلام کے واسطے نہ تھی تو حانث نہیں ہوگا - اور اگر حلف
کیا کہ دجلہ اور فرات اور دریائے نیل سے پانی نہ پیونگا - اور پہر اُس میں چلو
پانی اپنے ہاتھ یا برتن میں لیکر پیا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا - اور امام
ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا - لیکن اگر اپنے منہ سے جہک کر گہونٹ بہری

میں دو قول ہیں ایک قول سے ایک کفارہ ہے اور قول دوسرا یہ ہے کہ دو کفارے ہیں اور اگر قسم اشیاء مختلف پر ہے تو ہر شے کے واسطے ایک کفارہ ہے +
مسئلہ ۔ اگر غلام روزوں کے ساتھ کفارہ دینے کا ارادہ کرے تو اُس کا مالک اُسکو منع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اُسکے مالک نے یمین اور حنث میں اجازت دی تھی تو منع نہیں کر سکتا اور اگر اجازت نہیں دی تھی تو مالک کو منع کرنے کا اختیار ہے اور امام احمد کے نزدیک مالک کو مطلقاً منع کرنیکا اختیار نہیں ہے۔ اور اصحاب امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً اُس کو منع کرنیکا اختیار ہے مگر کفارہ ظہار میں اختیار نہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے سے مرنے کا خوف ہے تو سید کو منع کرنے کا اختیار ہے ورنہ نہیں اور بدون اجازت سید کے غلام کو روزہ رکھنے کا اختیار ہے مگر کفارہ ظہار میں سیّد کو منع کرنے کا اختیار مطلقاً نہیں ہے +
مسئلہ ۔ اگر کسی نے کہا کہ میں ایسا کرونگا تو یہودی یا کافر ہونگا یا اسلام یا رسول سے بری ہونگا اُس کے بعد اُس نے ویسا ہی کیا تو حانث ہوگا یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک حانث ہوگا اور کفارہ واجب ہوگا۔ اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اُسپر کفارہ نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا کہ میرے پر اللہ کا عہد اور اللہ کا میثاق ہے تو بالاتفاق یمین ہوگی اور کہا وَعَھْدُ اللّٰہِ وَ مِیثَاقُہٗ یعنے قسم اللہ کے عہد اور اُس کے میثاق کی تو بھی یمین ہوگی مگر امام ابی حنیفہ کے نزدیک یمین نہیں ہوگی اور اگر کہا (قسم) وامانۃ اللہ تو قسم ہوگی یا نہیں تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک قسم ہوگی اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک قسم نہیں ہوگی +
مسئلہ ۔ اگر حلف کیا کہ زیور نہیں پہنونگا اور پھر انگوٹھی پہنی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا۔ اور اسیطرح عورت نے حلف کیا کہ زیور نہ پہنونگی اور پھر موتی اور جواہر کو پہنا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگی اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک حانث نہیں ہوگی۔ مگر جب موتی اور جواہر کے ساتھ سونا یا چاندی ہو تو حانث ہوگی۔ اور اگر حلف کیا کہ اللہ کی قسم اس وقت

میعاد معین تک عقد ثانی نکرے یہ تنگی ہے۔ عدت سے مقصود حفاظت نسب ہے اگر مفارقت ہوتے ہی دوسرے سے نکاح کر لے تو کیا معلوم ہو کہ نطفہ کس کا ہے

مسئلہ۔ کسی عورت کا خاوند مرگیا ہو یا اُس کے خاوند نے اُس کو طلاق دیدی ہو اور وہ عورت حاملہ ہو تو باتفاق ائمہ اُس کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہے اور جس عورت کو حیض آتا ہو اسکی عدت امام مالک اور شافعی کے نزدیک تین طہر ہیں اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تین حیض ہیں[۱]۔ اور امام احمد سے دونوں طرح روایت ہیں اور اگر کسی عورت کا خاوند حج کے رستہ میں مرجائے تو اُس کو عدت کہاں گذرانی چاہیئے امام ابی حنیفہ کے نزدیک عورت کو چاہیئے کہ شہر میں یا جنگل میں اُس جگہ کے جو مقام ٹھہرنے کا ہو ٹھہرے اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر خوف حج فوت ہونے کا بسبب اقامت اداء عدت کے ہو تو جائز ہے کہ عورت سفر کرے ❊

مسئلہ۔ مفقود کی عورت دوسرے سے کب تک نکاح نہ کرے۔ بمذہب امام ابی حنیفہ و بقول جدید راجح امام شافعی اور ایک روایت امام احمد سے یہ ہے کہ مفقود کی عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا اسقدر مدت تک جائز نہیں ہے کہ اُس کے خاوند مفقود الخبر جیسا شخص غالباً اسقدر عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے اور اُس کی حد امام ابی حنیفہ کے نزدیک ایک سو بیس[۱۲۰] برس تک ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک نوّے برس تک اور بقول جدید امام شافعی اس عرصہ میں عورت خاوند کے مال سے ہمیشہ نفقہ طلب کرے اور اگر نفقہ مشکل ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے بسبب مشکل ہو جانے نفقہ کے اور بمذہب امام مالک اور بروایت دیگر امام احمد اور بقول قدیم امام شافعی کہ جسکو متاخرین اصحاب امام شافعی کے ایک جماعت نے پسند کیا ہے اور یہی قوی ہے بلکہ حضرت عمرؓ نے اسکو کیا ہے اور

---

[۱] جو عورت حاملہ نہو اور اُس کا شوہر مرجاوے تو اُس کی عدت مذہب حنفی میں چار مہینہ دس دن ہیں آزاد کے لئے اور باندی کے لئے نصف مدت اور آزاد مطلقہ کیلئے تین حیض [illegible] اور [illegible] ۱۲ ❊

سینے پی لیا تو حانث ہوگا۔ اگر حلف کیا کہ اس کنوئیں کا پانی نہ پیونگا اور پھر تھوڑا سا پانی اوس میں سے پی لیا تو ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا مگر جب کہ نیت کی سب پانی نہ پینے کی۔ اور امام شافعی کے نزدیک حانث نہ ہوگا +

مسئلہ۔ اگر حلف کیا کہ میں اپنی عورت کو نہیں ماروں گا اور پھر اُس کا گلا گھونٹا یا اُس کو دانت کاٹا یا اُس کے بال اُکھاڑے تو ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک حانث نہ ہوگا۔ اور اگر حلف کیا کہ استبرا نہ کرونگا اور پھر اُس سے مجامعت کری تو امام مالک اور احمد کے نزدیک حانث ہوگا اگرچہ اس سے نکاح کر کے اولاد کا خواستگار نہوا ہے۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر نکاح کر کے مجامعت کی تو حانث ہوگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک حانث ہوگا جبکہ اس سے ولد طلب کرے یعنے اولاد چاہے۔ اگر حلف کیا زید نے کہ فلان شخص کو کوئی چیز نہ بخشونگا اور بعد ازان اُس نے اُس کو کوئی شئے دیدی اور اُس نے اُس کو قبول نہیں کیا تو ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک حانث نہیں ہوگا جبتک کہ وہ قبول نہ کرے اور قبضہ نکرے اور اگر حلف کیا کہ نہ بیچونگا اور پھر اُس نے بشرط الخیار للغیر بیچا تو ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک حانث ہوگا اور امام مالک کے نزدیک حانث نہ ہوگا +

مسئلہ۔ اگر زید کا مال غائب ہو یا اُس کا قرضہ دوسروں پر ہو اور اُس کے پاس اس قدر مال نہیں کہ کفارہ میں غلام آزاد کرے یا مساکین کو کپڑے پہنا دے یا کھانا کھلا دے اسوجہ سے وہ روزے رکھکر کفارہ ادا کرنا چاہے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔ ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک اُس کو روزے رکھنے کافی نہیں ہونگے اُس کو لازم ہے کہ صبر کرے یہانتک کہ اُس کا مال وصول ہو جاوے بعد ازان اُس مال سے کفارہ دینا ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر مال غائب ہو تو کفارہ ادا کرنے میں روزے رکھنا کافی ہونگے +

کتاب العدت و مفقود و استبراد

عدت شرع شریف میں اُس کو کہتے ہیں کہ بعد زوال نکاح یا مشابہ نکاح کے عدت

امام شافعی سے دو روائیتیں ہیں اصح اُن میں سے یہ ہے کہ نکاح ثانی باطل ہوگا اور دوسری روائیت سے اول کا نکاح ہر حال میں باطل ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ دخول نہ کیا تو وہ عورت شوہر اول کے واسطے ہے اور اگر دخول کر لیا تو شوہر اول کو اختیار ہے چاہے اُس کو روک لے اور مہر زوج ثانی کا واپس کرادیوے یا چاہے تو اُس کو نکاح ثانی پر چھوڑ دیوے اور مہر زوج ثانی سے جو عورت کو دلوایا ہے لے لیوے +

مسئلہ۔ جب ام ولد کا سید مر گیا یا اُس نے اُس کو آزاد کر دیا تو ام ولد کی عدت کیا ہوگی امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں عدت اُم ولد کی تین حیض ہیں برابر ہے کہ اُس کا سید مر گیا ہو یا اُس نے اُس کو آزاد کر دیا ہو۔ اور امام شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ اُم ولد کی عدت دونوں حال میں ایک حیض ہے اور امام احمد سے دو روائیتیں ہیں ایک یہ کہ ایک حیض ہے کہ جسکو خرقی نے پسند کیا ہے دوسری روائیت یہ ہے کہ اگر آزاد کر دیا ہے تو ایک حیض اور اگر اُس کا سید مر گیا ہے تو عدت وفات کی پوری کرے +

مسئلہ۔ حمل کی اقل مدت اور اکثر مدت کیا ہے؟ باتفاق ائمہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہیں اور اکثر مدت امام ابی حنیفہ کے نزدیک دو برس ہیں اور امام مالک سے کئی روائیتیں ہیں چار برس پانچ برس سات برس اور امام شافعی کے نزدیک چار برس ہیں۔ اور امام احمد سے اکثر مدت حمل میں دو روائیتیں ہیں مشہور روائیت مثل مذہب امام شافعی کے ہے اور دوسری روائیت موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے +

مسئلہ۔ جب معتدہ نے علقہ یعنے خون بستہ کو یا مضغہ یعنے گوشت کے ٹکڑے کو وضع کیا تو اس سے عدت پوری ہو جائیگی یا نہیں؟ اور اگر وہ کنیز ہے تو ام ولد ہوگی یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اور اظہر روائیت امام احمد سے یہ ہے کہ ایسے وضع کے ساتھ عدت نہ گذریگی اور ام ولد بھی نہ ہوگی۔ اور مذہب امام مالک اور ایک قول امام شافعی میں ہے کہ بسبب اس کے عدت گذر جائیگی اور اگر کنیز ہے تو ام ولد ہو جائیگی اور اسی موجب امام احمد کی دوسری روائیت ہے •

اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکار کیا وہ یہ ہے کہ عورت چار سال تک منتظر رہے کیونکہ یہ اکثر مدت حمل کی ہے اور بعد اس کے چار مہینہ دس دن عدت وفات کے گذار کر پھر دوسرے سے نکاح کر لیوے پس چار سال اور چار ماہ دس یوم کے بعد دوسرے خاوند کے واسطے حلال ہو جاویگی +

مسئلہ۔ مفقود کس کو کہتے ہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک مفقود وہ شخص ہے کہ جو غائب ہو اور اس کی خبر معلوم نہو۔ اور بقول جدید امام شافعی مفقود وہ ہے کہ اس کا اثر جاتا رہے اور اس کی خبر منقطع ہو جاوے اور غالب گمان اس کی موت پر ہو۔ اور امام مالک کے نزدیک اور بقول قدیم امام شافعی مفقود وہ ہے کہ جسکی خبر منقطع ہو جاوے بسبب ہلاک کے یا بدوں ہلاک کے۔ اور امام احمد کے نزدیک مفقود وہ ہے کہ جس کی خبر منقطع ہو جاوے بسبب غالب گمان ہلاک کے چنانچہ مفقود بین الصفین یا وہ کسی سواری پر مثل کشتی کے سوار تھا اور کشتی ڈوب گئی کہ جس سے بہت سے آدمی سلامت رہے اور بہت سے مر گئے ایسے صورت میں اسکی ہلاکت پر گمان غالب ہوگا۔ اور جب کسی نے تجارت کے واسطے سفر کیا اور اس کی خبر منقطع ہو گئی اور معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا پس اس صورت میں اس کی عورت کا دوسرے سے نکاح نہیں کیا جاویگا جب تک اس کے موت کا یقین نہو یا اس قدر زمانہ گذر جاوے کہ اس مدت تک اس کی مثل زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔

مسئلہ۔ مفقود الخبر کی عورت نے بعد انتظاری کے نکاح کر لیا اور پھر شوہر اول یعنے وہ مفقود الخبر آ گیا تو نکاح ثانی باطل ہوگا یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نکاح باطل ہوگا اور عورت اول شوہر کے لئے ہوگی اور اگر زوج ثانی نے وطی کر لی تو اوسپر مہر مثل ہوگا اور زوج ثانی سے عورت عدت گذاریگی اور شوہر اول کے سپرد کیجاویگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر دخول کیا ثانی نے تو وہ زوجہ ثانی کی رہیگی اور واجب ہوگا زوج ثانی پر زوج اول کو وہ مہر دینا جو اس نے عورت کو دیا تھا اور اگر دخول نہ کیا تو عورت اول شوہر کے واسطے ہوگی۔ اور دوسری روایت امام مالک سے یہ ہے کہ وہ عورت ہر حال میں شوہر اول کی ہوگی اور

یا قید کے تو اُس کا استبرا و لازم ہے یا نہیں؟ (ف) استبراء کہتے ہیں باندی کا رحم حمل سے پاک دریافت کرنا بذریعہ حیض کے) بالاتفاق ائمہؒ استبرار لازم ہے اگر باندی جوان ہے اور حیض آتا ہو تو اُس کا استبراء ایک حیض کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر حیض بسبب صغر سنی یا بوڑھاپے کے نہیں آتا ہے تو ایک ماہ کے ساتھ استبراء ہوگا۔ اور اگر لونڈی کو عورت یا خصی کے ہاتھ پر فروخت کردی بعد ازاں بیع فسخ کرکے لونڈی کو واپس لے لی اب اُس کے ساتھ بدون استبراء وطی جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بدون استبراء اُس کے ساتھ وطی جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر اقالہ کیا قبل قبض کے تو استبراء نہیں ہے اور اگر اقالہ کیا بعد قبضہ کے پس استبراء لازم ہے +

استبراء صغیرہ اور کبیرہ اور بکر اور ثیب میں فرق ہے یا نہیں۔ ائمہ ثلاثہ یعنے امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر وہ لونڈی ایسی ہے کہ مثل اُس کے وطی کیجاتی ہے پس بدون استبراء کے وطی جائز نہیں اور اگر اُس کے مثل وطی نہیں کی جاتی ہے تو بدون استبراء وطی جائز ہے۔ اور داؤد فرماتے ہیں کہ باکرہ کا استبراء واجب نہیں۔ اگر زید مالک ہوا لونڈی کا تو کیا زید کو قبل استبراء کے اُس کا فروخت کرنا جائز ہے ائمہ اربعہ کے نزدیک قبل استبراء کے مالک کو فروخت کرنا جائز ہے اگرچہ اُس نے اُس سے وطی کی ہے۔ اور نخعی اور ثوری اور حسن اور ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ واجب ہے بائع پر استبراء جس طرح مشتری پر واجب ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ بائع پر استبراء واجب ہے مشتری پر واجب نہیں

مسئلہ۔ کسی شخص کے لونڈی ہے اور اُس نے ارادہ کیا کہ اس لونڈی سے نکاح کروں حالانکہ اُس نے اُس کے ساتھ وطی کرلی ہے اور اسیطرح مشتری نے چاہا کہ لونڈی سے نکاح کروں مگر بائع نے اُس سے وطی کی ہے اسی طرح آزاد کرنے کے بعد نکاح چاہا تو کیا بدون استبراء نکاح جائز ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تینوں صورتوں میں بدون استبراء کئے ہوئے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جب اپنی لونڈی سے بعد وطی یا بعد عتق نکاح کرنا چاہے تو بدون استبراء نکاح کرلے

مسئلہ - معتدہ کو سوگ کرنا یعنے ترک زینت کرنا واجب ہے یا نہیں ؟ باتفاق
ائمہ عدت وفات میں معتدہ کو زینت کا ترک کرنا اور اُس چیز کا ترک کرنا کہ جسکی
وجہ سے وطی کی طرف میلان ہو واجب ہے - اور حسن اور شعبی سے روایت کی گئی
ہے کہ واجب نہیں ہے - اور معتدہ مبتوتہ یعنے وہ عورت جو طلاق بائن کی
عدت میں ہو اُس کو سوگ کرنا کیسا ہے ؟ بمذہب امام ابی حنیفہ اور ایک روایت
امام احمد سے یہ ہے کہ مبتوتہ پر عدت میں ترک زینت کرنا واجب ہے اور اسی موجب
قدیم قول امام شافعی کا ہے اور بقول جدید امام شافعی واجب نہیں اور ایسا ہی قول
امام مالک کا ہے اور اسی موجب ایک روایت دوسری امام احمد سے ہے - اور
جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اسکو دن میں اپنے گھر سے کسی حاجت کے
لئے نکلنے کا حکم ہے یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس کو دن میں اپنے گھر
سے نکلنا نہیں چاہیئے مگر ضرورتاً نکلنا درست ہے[1] - اور امام مالک اور احمد کے
نزدیک بائنہ کو مطلقاً اختیار ہے - اور امام شافعی سے دو قول مثل دونوں مذہبوں
کے ہیں اصح اُن میں کا موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے - سوگ کرنے میں
صغیرہ اور کبیرہ برابر ہیں یا نہیں ؟ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں
کہ صغیرہ اور کبیرہ ترک زینت میں برابر ہیں - اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک
عدت میں صغیرہ پر ترک زینت نہیں ہے یعنے کچھ سوگ نہیں ہے - اور
ذمیّہ جب تحت مسلمان ہو یا ذمیہ کا خاوند ذمی ہو ایسے صورت میں ذمیہ کو عدت
اور سوگ کرنا واجب ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ذمیہ پر عدت واجب ہو
اور سوگ واجب نہیں - اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ذمیہ پر نہ عدت اور نہ
سوگ واجب ہے +

مسئلہ - کوئی شخص لونڈی کا مالک ہو جاوے خواہ از روے بیع یا ہبہ یا وراثت

[1] جو عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو اُس کو دن میں نکلنا نہ چاہیئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ رات کو نکلے بلکہ رات کو ہرگز نہ نکلے مطلب یہ ہے کہ نہ نکلے مگر اشد ضرورت ہو اور
نکلے تو درست ہے ۱۲ منہ

دودھ پینا کبیر یعنے بڑے کا حرام کر دیتا ہے اور یہ قول تمام فقہا کے مخالف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی گئی ہے اور اتفاق کیا ہے اس بات پر کہ حرمت رضاعت مؤنث کے دودھ سے ثابت ہوتی ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ موطوئہ ہو یا غیر موطوئہ لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ حمل کے واسطہ سے جس عورت کے دودھ ظاہر ہوا ہو اُس دودھ سے رضاعت ثابت ہوگی۔ اور اگر مرد کے دودھ ظاہر ہوا اور اُس نے کسی بچہ کو پلایا تو رضاعت کی حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ باتفاق اس صورت میں تحریم ثابت نہ ہوگی۔ اور اگر دودھ کو ناک میں یا حلق میں ٹپکایا جاوے تو تحریم ثابت ہوگی یا نہیں؟ باتفاق سعوط اور وجور کو ناک اور حلق میں ٹپکانے سے تحریم ثابت ہوگی مگر ایک روائت امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں ہوگی کس واسطے کہ حرمت رضاعت کے لئے پستان سے دودھ پینا شرط ہے۔ اور اگر دودھ کا حقنہ کیا تو رضاعت کی حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ باتفاق دودھ حقنہ کرنے سے تحریم ثابت نہیں ہوگی لیکن امام شافعی کے قول قدیم سے اور ایک روائت امام مالک سے ثابت ہوگی۔ اور اگر دودھ کو پانی میں ملا کر پلایا تو کیا حکم ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر دودھ غالب ہوگا تو تحریم ثابت ہوگی اور اگر مغلوب ہوگا تو ثابت نہیں ہوگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جبتک دودھ کی صورت پانی میں نہ جاتی رہے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک تحریم متعلق ہے دودھ کے ساتھ جب مولود پانیں ملا ہوا دودھ پانچ دفعہ پی لیگا تو حرمت ثابت ہوجاوگی برابر ہے کہ دودھ غالب ہو یا مستہلک یعنے غیر معلوم ہو۔ اور اگر دودھ کو کھانے میں مخلوط کر کے کھلایا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک حرمت ثابت نہو گی دودھ غالب ہو یا مغلوب اور امام مالک سے اس بارہ میں کوئی تصریح نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک جب پانچ دفعہ اُس کھانے کا لقمہ کھا گیا تو حرمت ثابت ہوگی اور جمہور اصحاب امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ جب دودھ کسی دوا یا جوشاندہ میں یا اسی طرح کسی اور شئے میں ایسا مل گیا کہ دودھ معلوم نہو تو وہ حرام نہیں کریگا +

توجائز ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ قاضی ابی یوسف کا ہے کہ۔ ہارون الرشید کو حیلہ بتایا تھا اس کا قصہ یہ ہے کہ خلیفہ رشید نے ایک لونڈی خریدی اور چاہا اس کے نفس سے کہ قبل استبراء اس سے جماع کروں تو ہارون رشید کے لئے اس طرح پر جائز کر دیا کہ اس کو آزاد کر کے نکاح کر کے وطی کر لے۔ اور جب ام ولد کو آزاد کیا یا وہ بسبب مرجانے سید کے آزاد ہو گئی تو اسپر استبراء واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اسپر ایک حیض کے ساتھ استبراء واجب ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ تین حیض کے ساتھ عدت گذارے اور عبداللہ بن عمرؓ و بن عاص فرماتے ہیں کہ جب ام ولد کا مولے مرجاوے تو چار مہینہ دس دن عدۃ کرے اور یہی روایت امام احمد اور داؤد ظاہری کی ہے

کتاب الرضاع یعنے دودھ پینے کی بیان میں

مسئلہ۔ جو نسب کے سبب سے حرام ہوتا ہے کیا وہ دودھ پینے سے حرام ہوجاتا ہے؟ اتفاق ائمہ کا اسپر ہے کہ جو بات نسب کے باعث حرام ہوتی ہے وہی دودھ پینے کی مدت میں دودھ پینے سے حرام ہوجاتی ہے۔ حرمت رضاعت کتنی دفعہ دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک ایک بار دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوجائیگی اور امام شافعی کے نزدیک پانچ بار دودھ پلانے سے یعنے پانچ دفعہ چوسنے سے حرمت ثابت ہوگی۔ اور امام احمد سے تین روایت ہیں پانچ دفعہ پلانے سے اور تین دفعہ پلانے سے اور ایک دفعہ پلانے سے۔ اور تحریم بالرضاع کس قدر عمر میں حاصل ہوتی ہے باتفاق ائمہ دو برس کی عمر میں بچے نے دودھ پیا تو رضاعت ثابت ہوگی۔ اور اگر دو برس کی عمر سے زیادہ میں دودھ پیا تو رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ڈھائی برس کی عمر تک اگر دودھ پیئے گا تو رضاعت ثابت ہوگی اور امام زفر شاگرد امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ تین سال تک رضاعت ثابت ہوگی۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک فقط دو برس مدت رضاعت ہے لیکن امام مالک کے نزدیک حرمت رضاعت کے ثبوت میں دو سال پر ایک ماہ زیادہ کیا جاوے تو مستحسن ہے اور داؤد کہتے ہیں کہ

ہیں کہ خاوند صغیر پر نفقہ واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک اوسپر نفقہ واجب نہیں۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح الوئیں کا یہی ہے کہ نفقہ اوس پر واجب ہے +

مسئلہ۔ اگر خاوند کی طرف سے نفقہ اور لباس میں بوجہ مفلسی کے تنگی ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے۔ لیکن عورت سے قبضہ دور کیا جاوے تاکہ کسب کرے۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ عورت کو فسخ نکاح کا بسبب تنگی نفقہ وکسوت وسکن کے اختیار ہے۔ اور اگر نفقہ نہ دینے میں ایک زمانہ گذر گیا تو کیا یہ سبب گذر جانے زمانہ کے نفقہ ساقط رہیگا یا دلایا جائیگا۔ بمذہب امام ابی حنیفہ ساقط رہیگا جبتک حاکم حکم نہ کرے نفقہ کے لئے یا دونوں قدر معلوم پر متفق ہو جاویں پس اونکی اصلاح میں یہ قرض ہوگا۔ اور بمذہب امام مالک اور شافعی اور اظہر روائت امام احمد سے یہ ہے کہ زوجہ کا نفقہ بسبب گذر جانے زمانہ کے ساقط نہ ہوگا بلکہ اوسپر قرض ہوگا کس لئے کہ نفقہ بمقابلہ تمکین اور استمتاع ہے +

مسئلہ۔ عورت نافرمان کے لئے نفقہ ہے یا نہیں باتفاق آئمہ عورت نافرمان کے لئے نفقہ نہیں ہے اور اگر عورت نے خاوند کی اجازت سے ایسی جگہ سفر کیا کہ وہاں کا سفر عورت پر واجب نہ تھا اس صورت میں اوس کا نفقہ ساقط ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں نفقہ ساقط ہوگا اور بمذہب امام مالک اور شافعی ساقط نہ ہوگا +

مسئلہ۔ اگر عورت مبتوتہ یعنے وہ عورت جس کو طلاق بائن دی ہو جب اجرت مثل اپنے کی اپنے بچہ کے دودھ پلانے میں طلب کرے تو کیا ایسی عورت بہ نسبت غیر عورت کے نسبت مستحق زیادہ ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اگر اس جگہ ایسی عورت ہو کہ بدوں اجرت مثل دودھ پلاوے تو باپ کو اختیار ہے کہ لڑکے کو غیر والدہ اوس کی سے دودھ پلواوے بشرطیکہ دودھ پلانا اوس کی والدہ کے پاس ہو واسطے کہ نگہبانی اور حفاظت والدہ کی ہوگی۔ اور امام مالک

کتاب النفقات یعنی روزمرہ کے خرچ کا بیان

مسئلہ - نفقہ کس کا واجب ہے؟ باتفاق ائمہ نفقہ اُس شخص کا واجب ہے کہ جسکا
نفقہ اُس کو لازم ہے جیسے باپ زوجہ ولد صغیر - نفقہ زوجات کا شرع شریف
میں مقرر ہے یا باعتبار حالت زوج وزوجہ کے ہے - امام ابوحنیفہ اور مالک اور
احمد فرماتے ہیں کہ نفقہ زوجات کا زوج وزوجہ کی حالت پر معتبر ہے پس شوہر دولتمند
پر واجب ہے دولتمند عورت کے لیے دولتمندونکا نفقہ اور شوہر تنگدست پر زوجہ
فقیرہ کے لیئے اس قدر نفقہ واجب ہے جو اقل درجہ کافی ہو - اور شوہر فقیر پر زوجہ
دولتمند کے لیئے بھی اسیقدر نفقہ واجب ہے جو اقل درجہ کافی ہو اور شوہر دولتمند
پر عورت فقیرہ کے لیئے اسقدر نفقہ واجب ہے جو دونوں نفقوں کا اوسط ہو یعنے
اس کا نفقہ ایسا ہو کہ نہ دولتمندوں کا نہ فقیروں کا اوسط درجہ پر ہو - اور باقی خرچ
ضروری اُس کے شوہر کے ذمہ میں ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ نفقہ
معین ومقرر ہے شرع شریف میں اسمیں کچھ اجتہاد کی ضرورت نہیں یعنے
نفقہ فقط خاوند کے حال کے ساتھ معتبر ہے یعنے شوہر غنی پر دو مُد یعنے دو سیر
اور متوسط حال پر ڈیڑھ سیر اور غریب پر ایک سیر ہے اور اگر زوجہ کو احتیاج خادم
کی ہو تو باتفاق ائمہ مسماۃ کی خدمت کرنا واجب ہے - اور اگر ایک خادم سے
عورت کو زیادہ کی ضرورت ہے تو امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک
ایک خدمتگار سے زیادہ لازم نہیں ہے اگرچہ زیادہ کی ضرورت ہے - اور
امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر عورت دو خدمتگاروں یا زیادہ یعنے تین خدمتگاروں
کی طرف محتاج ہو تو خاوند پر لازم ہونگے - اگر شخص کبیر نے ایسی صغیرہ سے
نکاح کیا کہ جس سے مجامعت نہیں کیجاتی ہے اُس کے نفقہ میں اختلاف
ہے امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک ایسے صغیرہ کا نفقہ خاوند پر نہیں
ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح انمیں کا یہی ہے کہ صغیرہ کے لئے نفقہ
نہیں ہے - اور اگر زوجہ کبیرہ ہو اور خاوند صغیر ہو کہ مثل اُس کے جماع نہیں
کرتا ہے تو خاوند صغیر پر نفقہ واجب ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور احمد فرماتے

بارہ میں امام احمد سے دونوں طرح سے روایت ہیں +
مسئلہ - سید کو اپنے آزاد کئے ہوئے کا نفقہ لازم ہے یا نہیں - امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اپنے عتیق کا نفقہ لازم نہیں اور امام احمد کے نزدیک لازم ہے اور امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک روایت موافق مذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی کے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر آزاد کیا سید نے عبد صغیر کو کہ وہ طاقت سعی کی نہیں رکھتا ہے تو لازم ہوگا نفقہ اس کے سید پر یہاں تک کہ وہ سعی کرنے کے لائق ہو جاوے +
مسئلہ - جب لڑکا جوان ہو جاوے اور وہ تنگدست ہو اور اس کو کوئی پیشہ نہیں آتا ہو تو اس کا نفقہ ساقط ہو گا یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک جب لڑکا بالغ صحیح طور پر ہو جاوے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جاویگا مگر لڑکی کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا جبتک کہ اس کا نکاح نہ کر دیوے اور اسی موجب امام مالک کا قول ہے مگر لڑکی کے بارہ میں امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کا نفقہ واجب ہے اس وقت تک کہ خاوند اس کے ساتھ دخول کرے - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ دونوں کا نفقہ یعنے لڑکا لڑکی کا بالکل ساقط ہو جاویگا - اور امام احمد کے نزدیک ایسے لڑکے کا نفقہ جوان ہونے پر بھی ساقط نہو گا کہ جسکے پاس مال نہ ہو اور اس کو کوئی پیشہ نہ آتا ہو - مگر جب لڑکا جوان ہو گیا لیکن وہ بیمار رہے تو اس صورت میں اس کا نفقہ اس کے باپ پر رہیگا یا نہیں؟ بالاتفاق ایسے لڑکے کا نفقہ اس کے باپ پر رہیگا - اور اگر وہ بیماری سے اچھا ہو گیا اور پھر بیماری لوٹ آئی تاہم اس کا نفقہ اس کے باپ پر ہے مگر امام مالک فرماتے ہیں کہ پھر نفقہ عود نہیں کریگا -
مسئلہ - اگر ایک شخص کے کئی وارث جمع ہو جاویں مثلاً ایک صغیر ہے کہ اس کی ماں اور دادا ہے اور اسیطرح سے جبکہ بیٹا اور بیٹی یا بیٹی اور پوتا ہو یا اس کے ماں اور بیٹی ہے تو نفقہ کس طرح دیا جائیگا - امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ نفقہ صغیر کا ماں اور دادا پر ہوگا تین حصہ کر کے ایک حصہ ماں پر اور دو حصے دادا پر - اور اسی طور سے بیٹا اور بیٹی پر تین حصے کر کے ہوگا لیکن پوتے اور بیٹی کے ہوتے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بیٹی پر کل نفقہ ہوگا پوتے پر نہیں

سے دو روائیتیں ہیں اول یہ کہ والدہ اولےٰ ہے اور دوسری روائیت مانند مذہب
امام ابی حنیفہ کے ہے۔ اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک یہ کہ والدہ ہر حال
میں احق ہے باوجود اس کے کہ ایسی عورت موجود ہے کہ احسان کرے ساتھ دودھ
پلانے کے یعنے مفت دودھ پلاتی ہو تاہم بچہ اُس کی والدہ کو اجرت مثل پر دودھ
پلانے کے لئے خاوند سے جبراً دلایا جاوے اور اسی موجب قول امام احمد کا ہے
اور دوسرا قول موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے عورت کو اپنے بچہ کو پوسی
یعنی اول مرتبہ کا دودھ جو بعد بچہ پیدا ہونے کے آتا ہے پلانا بالاتفاق واجب ہے
اور بعد شرب لبأ یعنے پوسی پلانے کے عورت پر دودھ پلانے کے لئے جبر
کیا جاوے یا نہیں ہے۔ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک جب دوسری
عورت دودھ پلانے کو ملجاوے تو جبر نہیں کیا جاوے۔ اور امام مالک فرماتے
ہیں کہ جبتک اُس کے باپ کی زوجیت میں ہے جبر کیا ویگی مگر مثل اُس
عورت کے دودھ نہیں پلاتی ہو بوجہ عزت یا شرف یا دولت مندی یا بوجہ بیماری
یا فساد دودھ کے تو جبر نہیں کیجاویگی +

مسئلہ۔ ہر ذی رحم محرم کے نفقہ پر جبر کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ
فرماتے ہیں کہ جبر کیا جاویگا پس اسمیں خالہ بھی داخل ہے اور پھوپھی بھی۔
اور چچا کا بیٹا اس سے خارج ہے۔ اور وہ شخص جو نسبت کیا جاوے اُس کی طرف
رضاع کے ساتھ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ نفقہ واجب نہیں مگر والدین
جو قریب ہیں اُن کے لئے اور اولاد صلب کے واسطے۔ اور امام شافعی فرماتے
ہیں کہ نفقہ باپ پر واجب ہے اگرچہ اوپر کے درجہ کا ہو اور واجب ہے بیٹے
پر اگرچہ نیچے کے درجہ کا ہو اور نسب سے علیحدہ تجاوز نہیں کریگا اور امام احمد
فرماتے ہیں کہ وہ دو شخص کہ درمیان اُن کے طرفین سے میراث بطریق فرض یا
تعصیب کے جاری ہے تو لازم ہوگا نفقہ ایک کو دوسرے کا مانند ماں باپ
اور اولاد بھائی اور بہن اور چچا کے اور اونکے درمیان روائیت واحدہ ہے اور
اگر درمیان اونکے ایک طرف سے میراث جاری ہو وہ ذوی الارحام ہیں چنانچہ
بھائی کا بیٹا ساتھ اپنے پھوپی کے اور چچا کا بیٹا ساتھ اپنی پھوپی کے بیٹی کے اس

حق پرورش عود کر آویگا - اور امام مالک سے مشہور قول یہ ہے کہ حضانت لسبب
طلاق عود نہیں کریگی - اور جب نوع اور زوجہ میں افتراق ہو جاوے اور دونوں
کے درمیان ولد ہو تو کون حقدار زیادہ ہے امام ابو حنیفہ ایک روائیت مین فرماتے
ہیں کہ اُس کی ماں لڑکے کی زیادہ حقدار ہے جبتک کہ لڑکا بذاتہ مستقل ہو جاوے
کہانے اور پینے اور پہننے اور وضو کرنے اور استنجا کرنے میں اور جب لڑکا اسقدر
ہوشیار ہو جاوے اُس کے بعد اُس لڑکے کا باپ حقدار زیادہ ہے - اور ماں
زیادہ حقدار ہے لڑکی کے واسطے یہانتک کہ وہ جوان ہو - اور کوئی اُن میں
سے یعنے لڑکا لڑکی سے اختیار نہیں دیا جاویگا - اور امام مالک فرماتے ہیں
کہ لڑکی کیواسطے ماں زیادہ حقدار ہے جبتک کہ اُس لڑکی کا نکاح کرے اور
دخول کرے اُس کے ساتھ زوج اور بقول مشہور امام مالک لڑکے کے لئے بہی
ماں حقدار ہے اُس کے جوان ہونے تک - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ماں
زیادہ حقدار ہے لڑکا لڑکی کی سات برس تک بعدازاں اختیار دیا جاویگا
لڑکا لڑکی کو پس جس کو وہ اختیار کریں اُس کے پاس رہینگے - اور امام احمد
سے دو روائیتیں ہیں ایک یہ کہ ماں زیادہ حقدار ہے لڑکے کی سات برس
تک بعدازاں اختیار دیا جاویگا - اور لڑکی بعد سات برس کے ماں کے ساتھ
کردیجاویگی بدوں اختیار کے اور دوسری روائیت موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے
ہے - اور بہن حقیقی اولے ہے یا بہن علاتی - امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حقیقی
بہن علاتی بہن سے اولے ہے اور ایک روایت میں ماموں اور خالہ بہتر ہیں
بہن علاتی سے اور دوسری روائیت میں بہن علاتی اولے ہے خالہ سے - اور امام
مالک فرماتے ہیں کہ خالہ اولے ہے دونوں سے اور بہن اخیافی اولے ہے بہن
علاتی سے اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ بہن علاتی اولے ہے بہن اخیافی
اور خالہ سے +

مسئلہ - جب والدہ نے لڑکے کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور پہر باپ نے سفر
میں لڑکے کو لیجانے کا ارادہ کیا اس نیت سے کہ وطن دوسرے شہر میں کرے
تو کیا باپ لڑکے کو ماں سے لیجا سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ

ہوگا[1]۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ بیٹی اور پوتے پر نصف نصف ہوگا۔ اور جب ماں اور بیٹی ہو تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ چہارم حصہ ماں کے اوپر اور باقی بیٹی کے اوپر ہوگا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ خصوصاً نفقہ ذکور کے اوپر ہے یعنے دادے اور بیٹے اور پوتے پر نہ بیٹی پر اور بیٹی پر ہے نہ ماں پر۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ نفقہ اولاد صلب پر ہے مذکر اور مونث اوسمیں برابر ہیں جبکہ وہ جدّت میں برابر ہوں اور اگر ایک اوسمیں سے مالدار ہو اور دوسرا فقیر ہو پس نفقہ اوسپر ہے کہ جس کے پاس مال ہو۔

مسئلہ۔ کوئی شخص جانور رکھتا ہے اور وہ اُس کو نفقہ نہیں دیتا یعنے کہانیکو نہیں دیتا اور نہ اُس کو فروخت کرتا ہے تو کیا حاکم اُس کے فروخت کرنے پر جبر کریگا یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک حاکم اس کو بطریق امر بالمعروف ونہی عن المنکر حکم کریگا اور جبر نہیں کریگا۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک حاکم کو لازم ہے کہ اُس کے مالک پر اس کے نفقہ کے لئے یا اُس کے فروخت کرنے کے لئے جبر کرے۔ اور امام مالک اور احمد نے اس قدر زیادہ فرمایا ہے کہ حاکم اس کے مالک کو ایسی شے کے اُٹھانے سے منع کرے کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے +

باب الحضانت یعنے پرورش کا بیان

مسئلہ۔ بچہ کی پرورش اور حفاظت کے لئے سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ باتفاق آئمہ تربیت صغیر کے لئے اُس کی والدہ اولٰی حقدار ہے جبتک نکاح نہ کرے اور جب اُس نے نکاح کر لیا اور شوہر نے دخول کیا پس اُس سے حضانت یعنے حفاظت ساقط ہوگئی۔ اور جب عورت کو طلاق بائن دیدی تو حضانت عود کر آویگی یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ حضانت یعنے

[1] اس جگہ اعتبار قرب اور جزئیت کا ہے نہ وراثت کا اس لئے کل نفقہ بیٹی پر ہوگا کیونکہ پوتے سے بیٹی اقرب ہے ۱۲

فرماتے ہیں کہ قتل کیا جاویگا مسلمان بالعوض ذمی کے نہ بالعوض مستامن کے اور بالاتفاق غلام عوض حُر کے قتل کیا جاویگا اور غلام قتل کیا جاویگا عوض غلام میں اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر حُر نے کسی دوسری کے غلام کو قتل کردیا تو حُر قتل نہیں کیا جاویگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک قتل کیا جاویگا +

مسئلہ - اگر بیٹے نے اپنے باپ یا ماں کو قتل کیا تو بالاتفاق بیٹا باپ اور ماں کے عوض قتل کیا جاویگا - اور جب باپ نے اپنے بیٹے کو قتل کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد باپ بیٹے کے عوض قتل نہیں کیا جاویگا - اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر قصداً قتل کیا چنانچہ اُس کو دباکر ذبح کیا پس باپ بیٹے کے عوض میں بصورت مذکورہ قتل کیا جاویگا اور اگر بدون قصد تلوار سے مارا تو قتل نہیں کیا جاویگا اور اس بارہ میں دادا باپ کے مانند ہے + ف

ف بطریق حاشیہ از مترجم بر مذہب احناف

قتل پانچ قسم پر ہے ایک قتل عمد - دوسرا قتل شبہ عمد - تیسرا قتل خطا - چوتھا قتل جاری مجری خطا پانچواں قتل بالسبب -

(ا) قتل عمد اس کو کہتے ہیں کہ قصداً ہتھیار مثل تلوار بندوق وغیرہ تیز دھار کی شے مثل نرکل پتھر لکڑی آگ وغیرہ سے کسی کو مار ڈالنا - اس قتل عمد کے سبب قاتل گنہگار ہوگا اور اُسپر قصاص واجب ہوگا +

(ب) قتل شبہ عمد - اُسکو کہتے ہیں کہ قصداً غیر اُن چیزوں سے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں یعنے ہتھیار اور دھاردار تیز چیز سے نہووے مثلاً لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر سے مارنا اور اسکو خطای عمد بھی کہتے ہیں اس قتل شبہ عمد کے سبب قاتل گنہگار ہوگا اور اسپر کفارہ واجب ہوگا اور اس کے عاقلہ پر دیت مغلظ لازم ہوگی - قصاص واجب نہیں ہوگا -

(ج) قتل خطا - یہ دو صورت پر ہے ایک خطائی القصد جسکو خطائی المحل بھی کہتے ہیں مثلاً کسی مسلمان پر تیر مارا یہ سمجھکر کہ یہ شکار یا حربی یا مرتد ہے یعنے قاتل کے گمان اور قصد میں خطا واقع ہوئی اُس نے غلط گمان میں اس محل کو مباح سمجھا - دوسری صورت خطائی الفعل - مثلاً کوئی تیر وغیرہ نشانہ پر مارتا تھا اور وہ کسی آدمی کو لگ گیا - ان قتل خطا میں قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آئیگی اور قاتل پر کفارہ واجب ہوگا بحکم قولہ تعالیٰ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ

اس صورت میں باپ کو یہ اختیار نہیں کہ لڑکے کو ماں سے لیجاوے۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک باپ کو اختیار ہے کہ لڑکے کو سفر میں لیجاوے بصورت مذکورہ بالا۔ اور اگر عورت لڑکے کو لیکر سفر کا ارادہ کرے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک عورت کو اختیار ہے دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ اپنے شہر میں جاتی ہو۔ دوسری یہ کہ واقع ہوا ہو عقد اس شہر میں کہ جسمیں جاتی ہے اور اگر دونوں شرطوں سے کوئی شرط نہ پائی جاوے تو عورت کو اختیار نہیں لیکن ایسے قریب موضع میں لیجاسکتی ہے کہ وہاں جاکر شام سے اول واپس آسکتی ہو۔ اور اگر دار الحرب میں جاتی ہو یا شہر سے دیہات جنگل میں جاتی ہو اگرچہ قریب ہو تو بھی وہاں جانے سے باز رکھی جاویگی۔ اور مذہب امام مالک اور شافعی اور ایک روایت امام احمد سے ہے کہ باپ اپنے ولد کا زیادہ حقدار ہے خواہ باپ سفر کرے یا ماں۔ اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ ماں زیادہ حقدار ہے جبتک ماں اور نکاح نہ کرے +

کتاب الجنایات یعنی قتل اور اعضا تلف کرنیکے بیان میں

مسئلہ۔ بالاتفاق آئمہ قاتل ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا اور قتل سے قاتل توبہ کریگا تو صحیح ہوگی۔ اور ابن عباس اور زید بن ثابت اور ضحاک سے منقول ہے کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں کیجاویگی اور اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جو شخص مسلمان کو قتل کرے اور وہ مقتول آزاد کامل ہو اور قاتل کا بیٹا نہ ہو اور قصداً اسکو قتل کیا ہو پس واجب ہوگا اسپر قصاص۔ اور جب سید نے اپنے غلام کو قتل کیا پس سید قتل نہیں کیا جاویگا اگرچہ قتل قصداً واقع ہوا ہو۔ اگر کافر نے مسلمان کو قتل کیا تو بالاتفاق کافر قتل کیا جاویگا اور اگر مسلمان نے ذمی کو یا معاہد کو قتل کیا تو امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان قتل نہیں کیا جاویگا۔ اور اسی طرح امام مالک نے فرمایا ہے لیکن اسقدر استثنا کرکے فرمایا ہے کہ اگر قتل کیا ذمی کو یا معاہد کو یا مستامن کو فریب سے تو بالضرور قتل کیا جاویگا۔ اور ولی کو معاف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قتل کا تعلق امام کے فتوی دینے کے ساتھ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ

واجب ہوگی اور قصاص واجب نہ ہوگا۔ اگر ایک شخص کا ہاتھہ ایک جماعت نے کاٹ دیا ہو تو سب کے ہاتھ اُس کے ہاتھہ کے عوض میں کاٹے جاوینگے یا نہیں؟ بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد ایک جماعت کے ہاتھہ بالعوض ایک ہاتھہ کے کاٹے جاوینگے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ ہاتھہ نہیں کاٹے جاوینگے بلکہ دیت ہاتھہ کے کاٹنے والوں سے برابر لیجاویگی +

مسئلہ۔ ایک نے ایک شخص کو قصداً زخمی کیا کہ جس سے وہ صاحب فراش ہوگیا اور پھر وہ اُسی زخم کے صدمہ کے سبب سے مرگیا اس صورت میں قصاص لیا جاویگا یا نہیں؟ ایسی حالت میں بالاتفاق اُس سے قصاص لیا جاویگا اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بھاری یعنے وزنی چیز سے قتل کیا جیسے بڑی لکڑی اور بڑے پتھر سے کہ جس کے ساتھہ قتل کا گمان کیا جاسکتا ہو پس قصاص واجب ہوگا اُس کے ساتھ اور کچھ فرق نہیں ہے کہ جس کو پتھر سے زخمی کرے یا عصا سے یا غرق کرے اُس کو پانی میں یا جلا دیوے آگ میں یا گلا گھونٹ دیا اُس کا یا گھر کو اس پر چن دیا یا اسکا کھانا روک دیا یا پانی بند کر دیا یہانتک کہ بھوک یا پیاس سے مرجاوے یا دبا دیوے اُس کو یا گرا دیوے اوسپر مکان کو یا مارے اُس کو بڑے پتھر یا لکڑی عظیم سے کہ وہ خواہ تیز ہو یا تیز نہ ہو۔ اور ایسا ہی کہا امام ابو یوسف اور امام محمد نے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے قصاص قتل بالآلہ یا تیز لوہے سے یا لکڑی تیز سے یا پتھر تیز دھار سے۔ پس اگر ڈبو دیا پانی میں یا قتل کیا اُس کو پتھر کے ساتھہ یا لکڑی غیر تیز سے پس تحقیق اس حالت میں قصاص نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور نخعی اور حسن بصری نے فرمایا کہ قصاص نہیں ہے لیکن تیز چیز کے ساتھہ اور اگر کسیکو مارا اور وہ جگہ کالی ہوگئی یا ہڈی داخل جلد میں ٹوٹ گئی تو امام ابی حنیفہ سے دو روایتیں ہیں۔ اور عمد خطا میں اختلاف ہے اسطرح پر کہ اگر فعل قصداً کیا اور ارادہ میں خطا کی یا کوڑے سے مارے کہ مثل اُس کا غالباً قتل نہیں کرتا۔ یا اُس کے زور سے طمانچہ مارے اس صورت میں امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک دیت ہے قصاص نہیں

مسئلہ۔ بالاتفاق عورت مرد کے عوض قتل کی جاویگی اور مرد بالعوض عورت کے قتل کیا جاویگا۔ اور قصاص مرد اور عورت کے درمیان اور غلاموں میں بعض ان کے کا بعض پر ما دون النفس میں جاری ہوگا یا نہیں؟ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک قصاص جاری ہوگا۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ جاری نہیں ہوگا +

مسئلہ۔ اگر ایک جماعت نے ملکر ایک شخص کو قتل کیا تو ایک کے عوض میں کل جماعت قتل کیجاویگی یا نہیں بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کل جماعت قتل کیجاویگی لیکن امام مالک استثنا کر کے فرماتے ہیں کہ قتل بالقسامت ہوگا اور بالقسامت قتل نہیں کیا جاویگا مگر ایک شخص جماعت سے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک موافق مذہب جماعت کے کہ جس کو خرقی نے پسند فرمایا ہے اور دوسری یہ کہ جماعت ایک شخص کے عوض قتل نہیں کی جاویگی بلکہ دیت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۹

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ یعنے جو شخص قتل کرڈالے کسی مومن کو خطا سے تو اوسپر ایک بردے مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور دیت ہے کہ مقتول کے گھر والوں کو سپرد کیجاوے +

(د) قتل جاری مجری خطا۔ وہ ہے کہ مثلاً کوئی سونیوالا آدمی کروٹ لینے میں اوسپر سے کسی پر گر پڑے اور جسپر پڑے وہ مرجاوے یا کسی کے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور جسپر پڑے وہ اُس کے صدمے سے مرجاوے یا سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے۔ اس قتل جاری مجری خطا میں بھی کفارہ اور دیت مثل قتل خطا واجب ہے قتل خطا اور قتل جاری مجری خطا میں ترک احتیاط کی وجہ سے قاتل گنہگار ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے اوسپر کفارہ واجب ہوتا ہے +

(ہ) قتل بالسبب۔ وہ ہے کہ آدمی اپنی غیر مملوک زمین میں بغیر حکم حاکم کنواں کھود دے یا پتھر رکھے اور اس کنوئیں میں کوئی گر کر مرجاوے یا پتھر دسے ٹھوکر کھاکر مرجاوے۔ تو اس قتل میں بھی اُس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوجاتی ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوگا +

تنبیہ

جمیع اقسام قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوجاویگا۔ ۱۲ +

ہوگی - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ قصاص واجب ہوگا اسی موجب قول مشہور امام مالک کا ہے - اور اگر گواہوں نے بیان کیا کہ ہمنے خطا کی تو باتفاق ایمہ اُن پر قصاص واجب نہیں بلکہ اُن پر دیت واجب ہوگی +

مسئلہ - قتل عمد میں واجب معین کیا ہے ؟ مذہب امام ابی حنیفہ اور ایک روایت امام مالک سے فقط قصاص معین ہے اور دوسری روائت میں ہے کہ اختیار ہے قصاص اور دیت میں - اور امام شافعی نے قول اول میں فرمایا کہ ایک واجب ہے بدوں تعین کے خواہ قصاص یا دیت - اور قول ثانی میں فرمایا کہ واجب فقط قصاص معین ہے اور یہی صحیح ہے لیکن اس کے لئے عدول ہے دیت کیطرف اگرچہ جنایت کرنے والا رضامند نہ ہو - اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں مثل دونوں مذہبوں کے - اور فائدہ اختلاف کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر وہ یعنے ولی مطلقاً معاف کریں پس دیت ساقط ہوگی اور اگر ولی قصاص کو معاف کریگا تو عود کرے گا طرف دیت کے بدوں رضامندی جنایت کرنے والے کے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ قصاص سے عدول کرنا دیت کی طرف بغیر رضامندی جنایت کرنے والے کے نہیں ہوسکتا - اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ ولی کو اختیار ہے کہ قصاص سے عدول کرے دیت کی طرف مطلقاً - اور امام مالک سے مثل دونوں مذہبوں کے دو روائتیں ہیں +

مسئلہ - جب کسی ولی نے اولیاء میں سے خون معاف کردیا تو بالاتفاق ائمہ قصاص ساقط ہوجائیگا - اور پھر امر منتقل ہوگا دیت کی طرف - اور اگر عورت نے خون معاف کیا تو امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک قصاص ساقط ہوجائیگا اور امام مالک سے مختلف روائت ہیں ایک یہ کہ عورتوں کو خون میں دخل نہیں ہے اور دوسری روائت یہ ہے کہ عورتوں کو خون میں دخل ہے مردوں کی طرح سے جبکہ اُن کے درجہ میں عصبہ نہ ہوں پس اسی بناپر کہ کس میں دخل عورتوں کا ہے امام مالک سے دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ عورتوں کو دخل قصاص میں ہے نہ معافی میں اور دوسری روائت یہ ہے کہ عورتوں کا دخل معافی میں ہے نہ قصاص میں +

مگر امام شافعی نے فرمایا کہ اگر ضرب کو مکرر کیا یہانتک کہ وہ مرگیا پس اوس پر قصاص ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک ان صورتوں میں قصاص ہے +

مسئلہ - اگر کسی نے کسی شخص پر کسی کے قتل کرنے پر اکراہ یعنے زبردستی کی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک جبر کرنے والا قتل کیا جاویگا۔ نہ مباشر یعنے قتل کرنے والا اور امام مالک اور احمد کے نزدیک قتل کرنے والا قتل کیا جائیگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول میں جبر کرنے والا قتل کیا جاویگا اور واسطے قتل مجبور مکرہ کے دو قول ہیں قول راجح یہ ہے کہ دونوں پر قصاص ہے۔ اور اگر مکافی ہوا مقتول کو ایک ان دونوں میں کا پس قصاص فقط اوس پر ہے جو اُسکے قتل پر مکافی ہوا۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر جبر و اکراہ کرنے والا سلطان یا متغلب یا سید اپنے غلام پر ہو پس قصاص واقع ہوگا دونوں پر اور اگر وہ غلام کہ جسپر قتل کرنے کے لئے اکراہ کیا عجمی ہے اور وہ اُسکی تحریم نہیں جانتا ہے تو اوسپر قصاص واجب نہیں اور فرمایا باقیوں سے کہ اکراہ صحیح ہے ہر صاحب قدرت ظالم سے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک کو پکڑ لیا اور دوسرے نے اُس کو قتل کیا تو قصاص کس پر ہے؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک قصاص قاتل پر ہے نہ پکڑنے والے پر اور پکڑنے والے پر کوئی چیز واجب نہیں مگر تعزیر۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ پکڑنے والا اور قاتل دونوں شریک ہیں قتل کرنیمیں پس قصاص دونوں پر واجب ہے بشرطیکہ قاتل بدون پکڑنیکے قتل پر قادر نہ ہو اور مقتول بعد پکڑنے کے بھاگنے پر قادر نہ ہو۔ اور امام احمد نے ایک روایت میں فرمایا کہ قاتل قتل کیا جاویگا۔ اور پکڑنے والا تا زیست قید کیا جاوے یہانتک کہ قید میں مرجاوے اور دوسری روایت میں ہے کہ مطلقاً دونوں قتل کئے جاوینگے +

مسئلہ - اگر چند آدمیوں نے قتل کرنے کی گواہی دی کہ جس سے قصاص لیا گیا اور بعد قصاص لینے کی شہادت سے رجوع کیا اور بیان کیا کہ ہمنے قصداً ایسا کیا تھا یا جسکے قتل کی گواہی دی تھی وہ زندہ آگیا اس صورت میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قصاص گواہوں سے نہیں لیا جاویگا بلکہ دیت مغلظ واجب

کے لئے قتل کیا جاویگا پھر اُس پر دیت نہیں ہے اور اگر بعض نے قصاص طلب کیا اور بعض نے دیت تو قتل کیا جائیگا اُس کے لئے جو قصاص طلب کرتا ہی اور دیت ہو گی اُس کے واسطے جو دیت طلب کرتا ہے اور اگر سب ملکر دیت طلب کریں پس ہر ایک کے لئے دیت کا ما ہے +

مسئلہ۔ اگر کسی نے کسی پر جنایت کری یعنے اُس نے اُس کا داہنا ہاتھ کاٹا اور پھر جنایت کرے دوسرے پر اور اُس کا بھی داہنا ہاتھ کاٹا اور پھر اُس سے دونوں نے قصاص طلب کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک دونوں کے بالعوض اُس کا داہنا ہاتھ کاٹا جاویگا اور دونوں کے واسطے علیحدہ دیت بھی لیجاویگی امام مالک کے نزدیک اُس کا داہنا ہاتھ بالعوض دونوں کے قطع کیا جاویگا اور اور دیت نہیں لیجاویگی۔ اور امام شافعی کے نزدیک اول کے واسطے اُسکا داہنا ہاتھ کاٹا جاویگا اور دوسرے کے لئے دیت کا تاوان لینا ہوگا۔ اور اگر اُس نے دونوں کا ہاتھ ایک ساتھ کاٹا ہے تو دونوں کے قصاص میں قرعہ ڈالا جائیگا جیسا کہ قصاص فی النفس میں بیان کیا ہے اور اسیطرح اس امر میں جو اسکے مشابہ ہو۔ اور امام احمد کے نزدیک اگر دونوں نے قصاص طلب کیا تو دونوں کے لئے قصاص میں اُس کا ہاتھ قطع کیا جائیگا۔ اور اُسپر دیت نہ آویگی۔ اور اگر ایک نے قصاص طلب کیا اور دوسری نے دیت طلب کی تو قطع کیا جائیگا اُس کے لئے جو قصاص طلب کرتا ہے اور دیت دلائی جاویگی اُس کو جو دیت طلب کرتا ہے۔ اور اگر کسی نے متعمداً کسی کو قتل کیا اور بعد اُس کے قاتل مرگیا تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک حق ولی مقتول کا ساقط ہو جائیگا بالکل قصاص اور دیت سے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک ترکہ قاتل میں اولیاء مقتول کے لئے دیت باقی رہیگی +

مسئلہ۔ جب امام نے چور کا ہاتھ قطع کیا کہ جس کے صدمہ سے وہ مرگیا تو باتفاق امام پر اس کا تاوان نہیں ہے اور اگر طالب قصاص نے ہاتھ قطع کیا اور سرایت کر گیا اُس کی جان کی طرف یعنے اُس کے صدمہ سے وہ مرگیا تو امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اسپر تاوان نہیں ہوگا یعنے وہ سرایت غیر مضمونہ ہوگی۔ اور

مسئلہ۔ اولیاء مستحقین بالعین جسوقت حاضر ہوں اور قصاص طلب کریں تو بالاتفاق تاخیر نہیں کیجاویگی۔ لیکن اگر عورت خیانت کرنے والی حاملہ ہو پس تاخیر کیجائیگی یہانتک کہ وضع حمل ہو۔ اور جبکہ اولیاء مستحقین چھوٹے ہوں یا غائب ہوں تو باتفاق قصاص میں تحقیق طور پر تاخیر کیجائیگی۔ لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر صغار کے باپ موجود ہوں پس قصاص پورا کیا جاویگا اور تاخیر نہیں کیجاوگی اور اگر مستحقین میں صغیر ہو یا غائب ہو یا مجنون ہو تو اتفاق کیا ایمہ نے اس بات پر کہ قصاص میں تاخیر کیجاویگی دراں حالیکہ مستحقین غائب ہوں اور صغیر اور مجنون میں اختلاف کیا ہے امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ بسبب صغیر اور جنون قصاص میں تاخیر نہیں کیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک تاخیر کیجاویگی یہاں تک کہ صغیر بالغ ہو اور مجنون کو جنون سے افاقہ ہو اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں اظہر اونمیں سے یہ ہے کہ قصاص میں تاخیر کیجائیگی اور دوسرے روایت یہ ہے کہ تاخیر نہیں کیجائیگی +

مسئلہ۔ باپ کو اپنے جوان بیٹے کی طرف سے قصاص پورا کرنے میں بالاتفاق اختیار نہیں ہے اور ولد صغیر کی طرف سے اختیار ہے کہ قصاص کو پورا کرے خواہ ولد صغیر باپ کے شریک ہو یا نہ ہو اور برابر ہے کہ قصاص فی النفس ہو یا فی الطرف یعنے ہاتھ پاؤں کا ہو اور امام شافعی کے نزدیک باپ کو استیفاء قصاص کا ولد کی طرف سے اختیار نہیں ہے +

مسئلہ۔ اگر ایک شخص نے جماعت کو قتل کر دیا تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک بسبب قتل جماعت اُس شخص پر بجز قصاص اور کوئی شے واجب نہیں۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر قتل کیا ایک کو بعد ایک کے قتل کیا جاویگا بسبب اول کے اور باقیوں کے واسطے دیتیں ہیں اور اگر اُس نے حالت واحد میں سب کو قتل کیا تو اولیاء مقتولین کے درمیان قرعہ ڈالا جائیگا پس جس کا قرعہ نکل آوے اُس کے لئے قتل کیا جاویگا اور باقیوں کے واسطے دیات ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ جب کوئی قتل کرے ایک جماعت کو اور اولیاء مقتولین حاضر ہوں اور وے قصاص کو طلب کریں ایسی حالت میں قاتل ایک جماعت

کتاب الدیات یعنے خون بہا میں

مسئلہ- دیت مسلمان حر مذکر کی بالاتفاق سو اونٹ ہیں قاتل قصداً کے مال میں سے جب کہ رجوع کرے دیت کی طرف- دیت فی الحال دینی ہوگی یا تاخیر کے ساتھ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک دیت اوسیوقت دینا ہوگی- اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تین برس تک تاخیر کیجاویگی- قتل عمد کی دیت میں اونٹ کیسے یعنی کس قسم کے دیئے جاوینگے بمذہب امام ابی حنیفہ اور منجملہ روایتیں کے ایک روایت امام احمد سے یہ ہے کہ اونٹ چار قسم کے باعتبار عمر کے دیئے جاوینگے اسطرح پر کہ پچیس بنت مخاض یعنے وہ اونٹنیاں کہ جنکا ایک سال پورا ہوکر دوسرا لگا ہو پچیس بنت لبون یعنے جنکو تیسرا سال لگا ہو- پچیس حقاق یعنے جنکو چوتھا سال لگا ہو پچیس جذاع یعنے جن کو پانچواں سال لگا ہو- اور امام شافعی کے نزدیک تین طرح کے لئے جاوینگے اس طرح پر کہ تیس حقہ اور تیس جذعہ- اور چالیس خلفہ یعنے حوامل- اور اسیطور امام احمد کا قول ہے دوسری روائت میں شبہ عمد کی دیت کس طرح پر ہے؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک دیت شبہ عمد کے موافق دیت عمد محض کی ہے اور امام مالک سے اسمیں مختلف روائتیں ہیں- اور دیت قتل خطا کیا ہے؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک دیت خطا یہ ہے بیس جذعہ اور بیس حقہ اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت مخاض- اور اسی موافق امام مالک اور شافعی نے فرمایا ہے مگر ان دونوں اماموں نے بجائے ابن مخاض کے ابن لبون بیان کیا ہے-

مسئلہ- دیات میں دنانیر اور دراہم لینا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک دینار اور دراہم یعنے اشرفیاں اور روپیہ لینا جائز ہے باوجود موجود ہونے اونٹوں کے اور پھر ان دونوں سے یہ روایت بھی ہے کہ اصل دیت میں اونٹ ہیں اور سونا چاندی اُس کے بدلہ میں دیا جاتا ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اصل دیت میں سونا چاندی ہے جو شرع شریف میں مقدرہ ہے اور اسکا

امام ابی حنیفہ کے نزدیک سرایت مضمونہ ہوگی یعنے اُس کا تاوان طالب قصاص کے عاقلہ پر ہوگا۔ اور اگر ولی مقتول نے قاتل کا ہاتھ قطع کیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر معاف کر دیا تھا اُسکو تو ولی تاوان میں اس کے ہاتھ کی دیت کو دیگا اور اگر معاف نہیں کیا تو کوئی شئے اُسپر لازم نہیں ہوگی۔ اور امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ اس کا ہاتھ قطع کیا جاویگا ولی اُس کو معاف کرے یا نہ کرے اور امام شافعی نے فرمایا کہ بہرحال قاطع پر تاوان نہیں ہے اور نہ قصاص خواہ ولی معاف کر دے یا معاف نہ کرے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کے ہاتھ کی دیت ہر حال میں اس کے مال میں لازم آویگی +

مسئلہ۔ شل ہاتھ کے عوض صحیح ہاتھ اور بائیں ہاتھ کے عوض داہنا ہاتھ اور داہنے ہاتھ کے بدلے میں بایاں ہاتھ بالاتفاق نہیں کاٹا جاویگا۔ قصاص مادون النفس میں زخم اچھے ہونے بعد قصاص لیا جاویگا یا پہلے امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک بعد آرام ہونے یعنے زخم کے بھر جانیکے بعد قصاص طلب کیا جاویگا۔ اور امام شافعی کے نزدیک قصاص اوسیوقت طلب کیا جاویگا زخم اچھے ہونے کی شرط نہیں ہے۔ قصاص تلوار کے ساتھ لیا جاویگا یا کسی اور سے۔ مذہب امام حنیفہ میں قصاص تلوار کے ساتھ لیا جاویگا خواہ اُسنے تلوار سے قتل کیا ہو یا غیر تلوار سے۔ اور مذہب امام شافعی اور مالک قتل کیا جاویگا اس چیز کے مثل کے ساتھ جس کے ساتھ اُس نے قتل کیا ہے۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں مانند دونوں مذہبوں کے۔ اور اگر کسی نے خارج حرم میں کسیکو قتل کیا اور بعد ازاں وہ حرم میں آگیا یا اوسپر بسبب کفر قتل واجب ہوگیا یا بوجہ زنا قتل واجب ہوگیا یا مرتد ہونے کے سبب قتل واجب ہوا او۔ پھر وہ حرم کیطرف آیا پس بمذہب امام ابی حنیفہ اور احمد قتل نہیں کیا جاویگا حرم کے اندر لیکن اوسپر تنگی کیجاوے اسطور پر کہ اُس کے ساتھ خرید و فروخت نکریں یہانتک کہ نکلے ہو ویے حرم سے تاکہ قتل کیا جاوے۔ اور امام مالک اور شافعی نے فرمایا کہ وہ قتل کیا جاویگا حرم میں +

دوسری روایت یہ ہے کہ مغلظ کیجاویگی دیت اور بتعریف تغلیظ سونے اور چاندی میں دو روائتیں ہیں اشہر یہ ہے کہ لازم ہے سونے اور چاندی سے قیمت اونٹ مغلظ کی جسقدر پہونچے ۔ اور امام شافعی کے نزدیک دیت مغلظ ہوگی حرم میں اور محرم میں اور اشہر روایت سے یہ ہے کہ حرم میں قتل کرنے سے دیت مغلظہ ہوگی اور حالت احرام میں قتل کرنے سے دیت مغلظ نہیں ہوگی ۔ اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ نہیں ہے لیکن اونٹ میں اور سونے چاندی میں تغلیظ نہیں سونے اور چاندی کے تغلیظ خصوصاً باعتبار سن یعنے عمر اونٹ کر ہے ۔ اور امام احمد نے فرمایا کہ دیت مغلظ ہوگی اور تغلیظ امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ اگر تاوان سونے اور چاندی کے ساتھ ہو پس تغلیظ زیادتی قدر کے ساتھ ہے اور وہ باعتبار ان کے نص کے ثلث دیت ہی یعنے مقدار دیت کے ساتھ ثلث دیت کی مقدار اور ملا کر دیوے تاکہ تغلیظ ہوجاوے ۔ اور اگر تاوان اونٹوں کے ساتھ ہو پس قیاس ان کے مذہب کا مانند قیمت کے ہے اور دیت مغلظہ زیادتی قدر کے ساتھ ہوگی نہ ساتھ سن کے اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر زید نے شہر حرام میں محرم کے اندر ذی رحم محرم کو قتل کیا پس تغلیظ دیت کا تداخل ہوگا اور اسمیں ایک تغلیظ لازم ہوگی ۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اسمیں تغلیظ دیت کا تداخل نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے واسطے اس سے ثلث دیت کا لازم آئیگا +

مسئلہ ۔ جن زخموں میں قصاص آتا ہے ان زخموں کو باتفاق جروح قصاص کہتے ہیں اور جن زخموں میں قصاص نہیں وہ دس ہیں ۔ اول حارصہ یعنے جلد پھٹ جاوے دوئم دامیہ وہ زخم کہ جس سے خون نکلے ۔ سوئم باضعہ وہ زخم کہ گوشت پھٹنے سے ہو چہارم متلاحمہ وہ زخم جو گوشت میں گھس جاوے ۔ پنجم سمحاق وہ زخم کہ درمیان اسکے اور درمیان ہڈی کے جلد رقیقہ باقی رہے ان پانچوں میں باتفاق ائمہ اربعہ قصاص مقرر شرعی نہیں ہے مگر امام احمد سے روائت ہے کہ زید رضی اللہ عنہ نے حکم دیا دامیہ میں ایک اونٹ کا اور باضعہ میں دو اونٹ کا اور متلاحمہ میں تین اونٹ کا اور سمحاق میں چار اونٹ کا اور امام احمد نے فرمایا کہ میں اس کی طرف جاتا ہوں پس یہ روائت امام احمد سے ہے ۔ اور ظاہر مذہب امام احمد کا موافق جماعت کے ہے ۔ اور اجماع کیا

اونٹ کے ساتھ اعتبار نہیں کیا گیا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اونٹ سے عدول نہیں کیا جاویگا بشرطیکہ اونٹ ملتے ہوں لیکن رضامندی کے ساتھ عدول جائز ہے اور اگر اونٹ موجود نہ ہوں تو دو قول ہیں قول جدید راجح یہ ہے کہ انکی قیمت لگا کر روپیہ دیا جاوے لیتے وقت جیسے قیمت ہو کم یا زیادہ اسی کا اعتبار ہوگا۔ اور قول قدیم معمول بہ ضرورت میں یہ ہے کہ ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم دیت میں لئے جائینگے۔ مبلغ دیت دراہم کسقدر ہے یعنے دیت میں کتنے درہم دئے جاوینگے۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک دس ہزار درہم دئے جاوینگے۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک بارہ ہزار درہم دئے جاوینگے۔ اور بقر یعنے گھسے بیل اور گوسپند اور لباس بھی بطریق قیمت دیت میں لئے جاوینگے یا نہیں امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک دیت میں انکی کچھ اصل نہیں ہے البتہ یہ اشیاء رضامندی کے ساتھ بطور قیمت لیجاوینگی۔ اور امام احمد کے نزدیک دیت میں انکی اصل ہے اور شرع شریف میں مقدر ہیں یعنے مقرر ہیں پس بقر یعنے گاؤ دو سو اور گوسپند دو ہزار۔ اور امام احمد سے لباس میں مختلف روائتیں ہیں ایک روائت میں ہے کہ دو سو حُلہ یعنی لباس ہیں اور ایک حلہ میں ایک ازار اور ایک چادر ہوتی ہے۔ اور دوسری روائت میں ہے کہ حلل یعنے لباس دیت کے بدلے میں نہیں ہے +

مسئلہ۔ جب کسی نے حرم میں قتل کیا یا قتل کیا دراں حالیکہ وہ محرم تھا یا ماہ حرام میں قتل کیا یا قتل کیا ذی رحم محرم کو تو امور مذکورہ میں دیت مغلظہ ہوگی یا نہیں[۵]۔ امام ابی حنیفہ کے نزدیک اس صورت میں دیت مغلظہ نہ ہوگی۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ دیت مغلظہ لیجاویگی جبکہ کوئی شخص فقط اپنے لڑکے کو قتل کرنے اور تعریف مغلظہ کی یہ ہے کہ تین قسم کے اونٹ لئے جاویں تیس حقہ اور تیس جذعہ۔ اور چالیس خلفہ اور امام مالک سے سونے اور چاندی میں دو روائتیں ہیں ایک یہ کہ دیت مغلظہ نہیں لیجاویگی سونے اور چاندی میں اور

---

[۵] دیت مغلظہ سے مراد سخت دیت ہے یعنے کچھ زیادہ دینا ہے ۱۲

مسئلہ۔ بالاتفاق آنکھ عوض آنکھ کے اور ناک عوض ناک کے اور کان عوض
کان کے اور دانت عوض دانت کے نکالی جاوے اور کاٹی جاوے۔ اور
دونوں آنکھوں کے عوض دیت کاملہ ہے یعنے سو اونٹ ہیں اور ناک میں
جبکہ کاٹ لیوے دیت ہے اور زبان میں اور دونوں لبوں میں اور مجموع بتیس
دانتوں میں بھی دیت ہے ہر دانت کے عوض پانچ اونٹ ہیں۔ اور دونوں جبڑوں
میں بھی دیت ہے اور ہر جبڑہ کے لئے بھی دیت ہے اگرچہ باقی رہے دوسرا
نصف اور شکل قائم رہے اور صاحب تتمہ جو شافعیہ سے ہیں جبڑوں کی دیت
کے لئے کہتے ہیں کہ اسمیں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اور نہ اسمیں قیاس مقتضی
ہے بلکہ وہ عظام داخلہ میں سے ہے مانند ترقوہ (ہنسلی) اور پسلی کے اور ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک دو کانوں میں دیت ہے۔ اور امام مالک سے دو روائتیں ہیں ایک
مانند جماعت کے دوسری روائت یہ ہے کہ حکومت ہے اور چاروں پلکوں میں
باتفاق دیت ہے اور ہر واحدہ میں چوتھائی دیت کا ہے لیکن امام مالک فرماتے
ہین کہ اسمیں حاکم کی رائے ہے۔ جو آنکھ قائم ہو لیکن اس سے دکھائی نہیں دیتا
اس کو پھوڑ دے یا وہ ہاتھ جو شل ہو گیا اسکو یا وہ ذکر جو شل ہو گیا یا خصّی کے ذکر کو
یا زبان گونگی کو یا انگلی زائدہ کو کاٹ ڈالے یا دانت کالے رنگ والے کو توڑ دیا
تو نزدیک امام ابوحنیفہ اور مالک اور اظہر قول امام شافعی سے یہ ہے کہ اسمین
حکومت عدل یعنے رائے حاکم ہے اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں اظہر اونمیں
سے یہ ہے کہ دیت ہے اور دوسری روائت مانند جماعت کے ہے۔ اور ترقوہ
اور پسلی اور ذراع اور پہونچا۔ اور ٹخنہ اور ران کے بارہ میں ائمہ ثلاثہ کے
(ہنسلی) نزدیک حکومت ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ پسلی میں ایک اونٹ
اور ترقوہ (ہنسلی) میں ایک اونٹ اور ہر واحدہ میں یعنے ذراع (ہاتھ کا وہ حصہ
جو کہنی سے لیکر انگلیوں تک ہے) اور پہونچا اور ٹخنہ اور ران میں دو اونٹ
اور دونوں ٹخنوں میں چار اونٹ ہیں۔ اگر کسی نے زید کو مارا جس سے اسکے
زخم موضحہ آیا اس کی وجہ سے زید کی عقل جاتی رہی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور
ایک قول امام شافعی سے مارنے والے پر دیت عقل کے واجب ہوگی اور تاوان

اس بات پر کہ پانچوں زخم مذکورہ میں بعد آرام ہونے کے حکم ہوگا اور فیصلہ یہ ہے کہ جس کے زخم آیا ہے گویا ایک غلام ہے کہ اُس کے زخم آیا پس خیال کرینگے قبل زخم کے اُس کی کیا قیمت تھی اور بعد زخم کے کس قدر کم ہوگئی جو فرق قیمت میں پڑیگا اسی قدر دیت لازم ہوگی یعنے جس قدر قیمت کم ہوگئی ہے اوسی قدر دیت میں بیٹا ہوگا +

مسئلہ - پانچ زخم کہ جنمیں مقرر شرعی ہے یہ ہیں اول موضحہ وہ زخم جسمیں ہڈی کھل جاوے یعنے ظاہر ہوجاوے بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور ایک روائت امام احمد سے یہ ہے کہ اگر یہ زخم چہرہ پر ہوجاوے پس پانچ اونٹ دیت کے ہیں اور امام احمد کی دوسری روائت میں دس اونٹ ہیں - اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر یہ زخم ناک میں نیچے کے دونوں جبڑوں میں واقع ہو اُس کے واسطے فیصلہ کا حکم علیحدہ ہے اور باقی جگہ منہہ پر یہ زخم ہو پانچ اونٹ ہیں - اور جو موضحہ سر میں ہو وہ مانند موضحہ چہرہ کے ہے نزدیک امام ابی حنیفہ اور شافعی اور مالک کے اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں ایک روائت موافق جماعت کے ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر یہ زخم چہرہ پر ہو دس اونٹ دیت کے ہیں اور اگر سر میں ہو پانچ اونٹ دیت کے ہیں +

مسئلہ - اگر زخم موضحہ قصداً ہو تو باتفاق قصاص ہے - دوسرا زخم ہاشمہ ہے کہ جسمیں ہڈی ٹوٹ جاوے اُس کی دیت کیا ہے ؟ امام ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ دس اونٹ ہیں - اور امام مالک سے دو روائتیں ہیں ایک روائت سے پانچ اونٹ اور دوسری روائت سے پندرہ اونٹ ہیں - اور اشہب فرماتے ہیں کہ دس اونٹ ہیں مانند مذہب جماعت کے - اور تیسرا زخم منقلہ ہے کہ کھول دیوے اور ہٹا دیوے ہڈی کو اُس کی جگہ سے اُس کی دیت میں بالاجماع پندرہ اونٹ ہیں - چوتھا زخم مامومہ ہے کہ جلد دماغ تک پہونچے اُس کی دیت بالاتفاق تہائی دیت کا ہے - پانچواں زخم جائفہ ہے کہ جو متصل ہو طرف جوف کے جیسا پیٹ شکم تک یا صدر یا ثغرہ نحر تک - یا جنب (پہلو) یا خاصرہ (تہیگاہ) وغیرہ تک پہونچے اُسکی دیت بھی بالاتفاق دیت کا تہائی ہے +

ہیں اور قوت سامعہ کے جاتے رہنے میں دیت ہے۔ اور اگر کسی نے کسی کو مارا کہ جس سے مضروب کی ڈاڑھی کے بال جاتے رہے کہ دوبارہ پیدا نہیں ہوئے یا سر کے بال جاتے رہے یا بال بھوؤں کے یا آنکھوں کے پلک کے اور دوبارہ پیدا نہیں ہوئے پس امام ابو حنیفہ اور احمد نے فرمایا کہ اس صورت میں دیت ہے اور امام شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ اسمیں حکومت یعنے حاکم کی رائے ہے +

مسئلہ - دیت عورت حرہ مسلمہ کی فی نفسہا مرد حر مسلمان کی دیت کے مساوی ہے یا نہیں باجماع ائمہ دیت مرد حر مسلمان سے عورت حرہ مسلمہ فی نفسہا کی دیت نصف ہے اور بقول امام ابی حنیفہ اور بقول جدید امام شافعی مساوات نہیں ہے کسی شئے میں زخم سے بلکہ عورت کے زخم کی دیت مرد کے زخم سے نصف ہے کم و زیادہ میں اور فرمایا امام مالک اور احمد نے اور امام شافعی نے قول قدیم میں کہ عورت کے زخم کی دیت مرد کے زخم کے دیت کی برابر ہے بشرطیکہ ایسا زخم ہو کہ جسکی دیت ثلث سے کم ہو اور جبکہ ایسا زخم ہو کہ جسکی دیت ثلث کو پہونچے تو اسوقت عورت کے زخم کی دیت مرد کے زخم کی دیت سے نصف ہوگی اور اظہر روائیت امام احمد میں ہے کہ جس کو خرقی نے اختیار کیا ہو یہ ہے کہ مساوی ہوگی دیت زخم عورت کی دیت زخم مرد کے تہائی دیت تک اور جبکہ زخم ثلث دیت سے زیادہ ہو اس حالت میں دیت زخم عورت کی مرد کی زخم کی دیت سے نصف ہوگی - اگر کسی نے اپنے ایسی زوجہ سے وطی کی کہ اس جیسی عورت سے وطی نہیں کی جاتی ہے پس وطی کرنے سے عورت مفضاۃ ہوگئی یعنے اس کے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ شگافتہ ہوگیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ امام ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ اسپر تاوان نہیں ہے - اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسپر دیت ہے اور امام مالک سے دو روائت ہیں اشہر روائت یہ ہے کہ اس بارہ میں حکومت ہے اور دوسری روائت سے اس پر دیت ہے +

مسئلہ - دیت کتابی یہودی اور نصرانی کی کس طرح ہے؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک انکی دیت مثل دیت مسلمان کے ہے خواہ قتل عمد ہو یا خطا کچھ فرق نہیں ہے اور

موضحہ کا دیت عقل میں داخل سمجھا جاویگا جدا تاوان لینا ضرور نہیں۔ اور دوسرا قول امام شافعی سے یہ ہے کہ جو اصحاب امام شافعی کے نزدیک اصح ہے کہ مار نیوالے پر عقل جاتی رہنے کے سبب سے دیت کاملہ ہے اور تاوان زخم موضحہ کا بھی ہے اور یہی مذہب امام مالک اور احمد کا ہے۔ اور جب کسی نے کسی کا دانت اکھاڑا اور پھر دوبارہ پیدا ہوگیا تو امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک تاوان واجب نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک تاوان واجب ہوجاتا ہے اور دوبارہ پیدا ہونے کے سبب تاوان ساقط نہیں ہوتا۔ اور امام شافعی کے دو قول ہیں اصح انمین کا یہ ہے کہ تاوان واجب ہوگا ساقط نہیں ہوگا۔ اور اگر آدمی کے دانت پر چوٹ ماری کہ جس سے دانت کالا ہوگیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور منجملہ روائتین کے ایک روائت امام احمد سے یہ ہے کہ دانت کے تاوان میں پانچ اونٹ واجب ہیں۔ اور دوسری روائت امام احمد سے ہے کہ دانت کی دیت کا تہائی واجب ہے اور امام مالک نے اسقدر اور زیادہ کیا ہے کہ اگر وہ دانت بعد سیاہ ہونے کے گر پڑا تو دوسری دیت لازم ہوگی اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ فقط اسمیں حکومت ہے۔ اگر کسی طفل کی زبان کہ جو ہنوز حد گویائی تک نہ پہونچے تھے کاٹ لی تو بمذہب امام ابی حنیفہ اسمیں حکومت ہے اور امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک دیت کاملہ ہے۔ اور اگر کسی نے بھینگے کی آنکھہ اکھاڑی تو مذہب امام مالک اور احمد میں اوسپر دیت کاملہ لازم ہوگی۔ اور امام ابی حنیفہ اور شافعی کے نزدیک اوسپر نصف دیت لازم ہوگی اور اگر بھینگے نے قصداً ایک آنکھ صحیح تندرست کی اکھاڑی تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی قصاص واجب ہوگا اور اگر اس کو معاف کر دیوے تو نصف دیت ہوگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کے لئے قصاص نہیں ہے مگر دیت لیکن اسمین دو طرح روائت ہے یعنے دیت کاملہ ہوگی یا نصف دیت ہوگی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کیلئے قصاص نہیں بلکہ دیت کاملہ ہے۔ اور بالاجماع دونوں ہاتھوں میں دیت ہے اور ایک ہاتھ میں نصف دیت اور ایسا ہی حکم دونوں پاؤں کے لئے ہے اور ایمہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ زبان میں اور ذکر میں اور عقل کے جاتے رہنے

اور مولی اُس کی بیع کا مطالبہ کرے اور ولی کو قیمت دیوے تو یہ اُس کے مولی کو
اختیار ہے۔ اور اگر جنایت عمداً ہووے تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور اظہر روائیت
امام شافعی سے یہ ہے کہ اُس غلام کے ولی کو کہ جسپر جنایت کرے اختیار ہے
قصاص کا اور معاف کرنیکا مال کے بدلے میں مگر بعوض رقبہ عبد یا غلام بنانے
پر اُس کو اختیار نہیں اس صورت میں جنایت کے سبب غلام کا مالک نہیں
ہوگا۔ اور بمذہب امام مالک و بروائیتے ازاماماحمد یہ ہے کہ ولی اُس شخص کا جسپر
جنایت کی ہے اُس کا مالک ہوجائیگا بسبب جنایت کے اگر چاہے تو اُس کو
قتل کرے یا غلام بنالیوے یا چاہے اُس کو آزاد کر دیوے اور ان تمام صورتوں
میں تصرف کرنیوالا اپنی ملک میں ہوگا۔ لیکن امام مالک نے شرط کیا ہے
کہ جنایت ثابت ہوگی گواہوں کے ساتھ اور نہیں ثابت ہوگی اقرار کے ساتھ
اور جب غلام فروخت کیا جاوے اور قیمت اُس کی زیادہ ہوجاوے حُر کی دیت
سے یا قیمت اُس کی حُر کی دیت کے برابر ہوجاوے تو امام ابوحنیفہ فرماتے
ہیں کہ اس قدر قیمت نہیں دیجاویگی بلکہ کم کیجاویگی دس ہزار درہم سے اور فرمایا
امام مالک اور شافعی نے اور اظہر روایت میں امام احمد نے کہ تاوان کیا جاویگا
بقدر قیمت اُس کی کے جسقدر پہونچے اور جب حُر غلام کو خطا سے قتل کرے پس
بمذہب امام ابی حنیفہ اُس کی قیمت عاقلہ جنایت کرنے والے پر ہے اور امام مالک
اور احمد فرماتے ہیں کہ اُس کی قیمت جنایت کرنے والے پر ہے عاقلہ پر نہیں
اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک مانند مذہب امام مالک اور احمد کے اور
دوسرا یہ کہ قیمت عاقلہ جنایت کرنیوالے پر ہے۔ اور اگر جنایت اطراف عبد ہو
یعنے ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ ڈالے تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور
احمد کل تاوان جنایت کنندہ کے مال میں سے دلوایا جاویگا عاقلہ پر نہیں اور
امام شافعی سے دونوں طرح قول ہیں۔ ایسے جنایات کہ جنمیں تاوان حق حُر میں
مقرر ہے اگر ایسی جنایت غلام سے ہو تو اُس کا کیا حکم ہے بمذہب امام ابی
حنیفہ اور شافعی اور بروائیتے امام احمد تاوان حُر کا مقرر ہے دیت میں اور تاوان
غلام کا مقرر ہے اُس کی قیمت سے اور بمذہب امام مالک اور دوسری روائیت

امام مالک کے نزدیک عمد اور خطا میں بدوں فرق کے مسلمان کی دیت سے نصف دیت ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک عمد اور خطا میں بدوں فرق کے تہائی دیت مسلمان کی دیت سے ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی نصرانی اور یہودی کے واسطے عہد ہے اور پھر کسی مسلمان نے عمداً قتل کیا تو اُس کی دیت مانند دیت مسلمان کے ہے اور اگر خطاءً قتل کیا تو اوسمیں دو روائیتیں ہیں ایک یہ کہ نصف دیت مسلمان کی ہے اسکو خرقی نے اختیار فرمایا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ تہائی دیت مسلمان کی ہے اور مجوسی کی دیت میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی دیت کے مانند اُس کی بھی دیت ہے قتل عمد ہو خواہ خطا کچھ فرق نہیں۔ اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہیں قتل عمد ہو خواہ خطا۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ خطا میں آٹھ سو درہم اور عمد میں ایک ہزار چھ سو درہم ہیں۔ اور کتابیات اور مجوسیات کی دیت میں امام ابوحنیفہ اور مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اُنکی دیت اُنکے خاوندوں کی دیت سے نصف ہے عمد اور خطا میں کچھ فرق نہیں۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قتل خطا میں نصف ہے اور عمد میں برابر مرد کے مانند ہے۔

مسئلہ۔ جنایت کبھی خطاءً ہوتی ہے اور کبھی عمداً اور غلام نے کسی غلام کے ساتھ جنایت خطاءً کی پس اُس کا کیا حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک اور اظہر روائت امام احمد سے یہ ہے کہ مولے کو اختیار ہے کہ معاوضہ میں تاوان دیدے یا غلام کو سپرد کر دے اُس غلام کے سید کو کہ جسکے اوپر جنایت کی پس وہ سید اُس غلام کا مالک ہو جاویگا خواہ قیمت غلام تاوان جنایت پر زیادہ ہو یا کم۔ اور اگر ولی اُس غلام کا کہ جسپر جنایت کی قبول کرنے سے انکار کرے اور وہ چاہے کہ اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت کو تاوان جنایت میں دفع کرے تو اُس کا مولے اسپر مجبور نہیں کیا جاویگا اور بمذہب امام شافعی اور بروایت دیگر امام احمد یہ ہے کہ مولے کو اختیار ہے درمیان اس کے کہ فدیہ دیوے یا اُس کے ولی کو فروخت کے لئے سپرد کر دیوے اگر قیمت زیادہ ہو جاوے تو وہ زیادتی غلام جنایت کنندہ کے سید کی ہے۔ اور اگر اُس کا ولی قبول کرنے سے انکار کرے

نزدیک اسکو کچھ لازم نہ ہوگا عاقلہ میں گنجائش ہو یا نہ ہو۔ اور اس تقدیر پر اگر
عاقلہ میں گنجائش تمام دیت کی نہ ہوئی تو منتقل کی جاویگی باقی بیت المال کی
طرف یعنے بیت المال سے دلوائی جاویگی۔ اور اگر جنایت کنندہ اہل دیوان
سے ہو یعنے اُس کا نام لشکر کے دفتر میں درج ہو یعنے وہ بھی وہاں ملازم ہو
تو بمذہب امام ابی حنیفہ دیوان عاقلہ جانی کا ہے اور اہل دیوان مقدم کیے جاوینگے
تحمل میں عصبہ پر۔ اور اگر اہل دیوان نہوں اوسوقت عصبہ متحمل ہونگے۔ اور اسیطرح
عاقلہ بازاری کے بازار میں رہنے والے ہیں بعد ان کے رشتہ دار صاحب قرابت
ہیں اور اگر قرابت دار عاجز ہوں پس اہل محلہ اور اگر اہل محلہ وسعت برداشت
کی نہ رکھیں پس اہل شہر اور اگر جنایت کنندہ گانوں والوں میں سے ہو اور وہ
گاؤں والے گنجائش نہ رکھیں پس جو شہر گانوں کے قریب ہو اُس کی دیت
اُن سے لیجاوے۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اگر جنایت
کنندہ کے کوئی قرابت دار نہ ہوں پس غیروں پر کچھ دیت نہیں +

مسئلہ۔ عاقلہ سے جب دیت لیجاوے تو ہر ایک پر کچھ مقدار مقرر ہے یا بقدر
طاقت لیجاوے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ تمام عاقلہ سے برابر لیا جاوے گا۔
اور امام مالک اور احمد نے فرمایا کہ اسمیں کچھ مقرر نہیں ہے بطریق سہولت
اور طاقت برداشت کے لیا جاوے گا کہ اُس کو وہ ضرر نہیں دیوے۔ اور امام
شافعی نے فرمایا کہ اندازہ کیا جاویگا پس رکھا جاویگا غنی پر نصف دینار اور
متوسط پر چوتھائی دینار اور اس سے کم نہیں کیا جاویگا۔ اور فقیر اور غنی عاقلہ
میں سے تحمل دیت میں برابر ہیں یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک عاقلہ
میں سے فقیر اور غنی برابر ہیں۔ اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک
دولت مند زیادہ برداشت کرنے والا ہوگا متوسط سے۔ اور عاقلہ میں سے
جو کوئی غائب ہو وہ حاضر شخص کی مانند دیت سے دیگا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ
اور احمد فرماتے ہیں کہ غائب اور حاضر برابر ہیں۔ اور امام مالک فرماتے
ہیں کہ غائب حاضر کے ساتھ کسی شے کا متحمل نہ ہوگا جبکہ غائب دوسری ولایت
و اقلیم میں ہو یعنے سوا اس اقلیم کے کہ جسمیں بقیہ عاقلہ ہوں اُس اقلیم میں نہو بلکہ

امام احمد سے یہ ہے کہ ضامن ہوگا اُس کا جس قدر قیمت سے کم ہوگا اور امام مالک نے یہ زیادہ فرمایا ہے کہ ضامن ہوگا قیمت سے جسقدر کہ کم ہوگی مگر ان زخموں میں ۔ مامومہ[1] ۔ جائفہ[2] ۔ منقلہ[3] ۔ موضحہ[4] مذہب امام مالک کا مانند جماعت کے ہے +

مسئلہ ۔ جب دو سوار آزاد باہم ٹکرائے اور وہ دونوں مر گئے تو امام مالک اور احمد کے نزدیک ان دونوں میں سے ہر واحد کی عاقلہ پر دیت کاملہ ہے ۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک مختلف روائت ہیں واسنغانی کہتی ہیں کہ اسمین دو روائیتیں ہیں ایک مانند مذہب امام مالک اور احمد کے اور دوسری یہ کہ ہر واحد کے عاقلہ پر نصف دیت اونمیں سے دوسری کی یعنے دونوں عاقلہ پر دیت کاملہ ہے اسطرح سے کہ نصف ایک عاقلہ پر اور نصف دوسری عاقلہ پر اور یہی مذہب امام شافعی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر واحد کے ترکہ میں سے نصف قیمت دیت دوسرے کی ہے ۔ اور دوسرا قول امام شافعی سے یہ ہی کہ ہلاک ہونا دونوں سواراں حُراں کا اور دونوں گھوڑوں کا رائیگاں گیا اسلئے کہ اسمیں کسیکا قصور نہیں مثل آفت سماوی کے ہے +

مسئلہ ۔ دیت قتل خطا کی باتفاق ایمہ جنایت کنندہ کے عاقلہ پر ہے اور واجب ہوتی ہے مہلت کے ساتھ تین برس میں ۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جنائیت کنندہ ایک عاقلہ میں سے ہے جو ایک کو عاقلہ میں سے لازم آویگا اوسیقدر جنایت کنندہ کو لازم آویگا اور اصحاب امام مالک نے اختلاف کیا ہے پس ابن قاسم نے موافق قول امام ابی حنیفہ کے کہا ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ جنایت کنندہ عاقلہ کے ساتھ داخل نہیں ہوگا ۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر عاقلہ میں گنجائش دیت کی ہے تو جنائیت کنندہ پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر گنجائش نہیں ہے تو جنایت کنندہ کو لازم ہوگی ۔ اور امام احمد کے

---

[1] ۔ مامومہ وہ زخم جو جلد دماغ تک پہونچے + [2] جائفہ وہ زخم جو متصل ہوجاوے جوف کے مثلاً شکم یا صدر تک وغیرہ وغیرہ + [3] منقلہ وہ زخم کہ جو کھولدیوے اور ہڈی کو ہٹادیوے + [4] ۔ موضحہ وہ زخم ہے کہ جسمیں ہڈی کھل جاوے ۱۲ +

اور امام مالک کے نزدیک اور مجملہ روائتیں ایک روایت امام احمد سے یہ ہے کہ اگر اُس سے پہلے دیوار توڑنے کے واسطے کہدیا تھا اور اُس نے نہیں توڑی پس صاحب دیوار پر تاوان اور ضمان ہے اور امام مالک نے اسمیں اس قدر زیادہ فرمایا ہے کہ اُس کے اوپر گواہی دیگئی ہو اور امام مالک سے دوسری روائت یہ ہے کہ جب شدت خوف یہانتک پہونچے کہ تلف ہونے سے امن نہ پا سکے پس جسقدر تلف ہو اُس کا تاوان اور ضمان واجب خواہ اول دیوار توڑنے کے لئے کہا ہو یا نہ کہا ہو اور اسپر گواہی قائم کی گئی یا نہ کی گئی ہو۔ اور امام احمد سے دوسری روایت مشہور یہی ہے کہ مطلقاً وہ ضامن نہ ہوگا۔ اور اصحاب امام شافعی سے تاوان میں دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ ضامن ہوگا +

مسئلہ۔ اگر کوئی چلاوے یعنے زور سے آواز کرے کسی لڑکے پر یا ایسے بیقل پر کہ جو نیم دیوانہ سا ہو اور وہ چھت پر ہو یا دیوار پر اور وہ اس سبب سے گر پڑا اور مرگیا یا لڑکے کی عقل یا جوان کی عقل جاتی رہی اور گر پڑا یا امام نے کیسکو کسی عورت کیطرف بھیجا کہ اس کو مجلس حکم میں بُلالا اور اُس سے عورت کو دہشت پہونچی کہ جس سے اسقاط جنین ہوگیا یا عقل جاتی رہی۔ تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک صورتوں مذکورہ میں کسی پر کچھ تاوان نہیں۔ اور امام شافعی کے نزدیک کل صورت میں عاقلہ پر دیت ہے۔ لیکن حق بالغ میں تاوان اور ضمان عاقلہ پر نہیں۔ اور ابن ابی ہریرہ جو صحاب امام شافعی سے ہیں فرماتے ہیں کہ ضمان اور تاوان واجب ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ان کل صورتوں میں دیت عاقلہ پر ہے اور دیت اُس عورت کے حق کی جسکو مجلس حکم میں طلب کیا تھا اُس کے امام پر ہے اور امام مالک کے نزدیک کل صورتوں میں دیت عاقلہ پر ہے ماسوا عورت کے اور تحقیق یہ ہے کہ عورت کے بارہ میں کسی پر دیت نہیں +

مسئلہ۔ اگر کسی نے عورت کے پیٹ پر ضرب ماری کہ جس سے عورت نے بچہ مردہ شکم سے ڈالدیا اور پھر وہ عورت بھی مرگئی تو امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک تاوان اور ضمان بچہ کے لئے نہیں ہے۔ اور اُس شخص پر کہ

اس کے سوا کسی اور اقلیم میں ہو - اور ملایا جاویگا دیت دینے والوں کی طرف
اقرب قبائل جو کنبہ کے قریب قبیلہ ہو اور اُن کے ساتھ مجاور ہو - اور امام شافعی
سے دو قول ہیں مثل دونوں مذہبوں کے اور ترتیب تحمل میں قریب اور بعید
برابر ہیں بمذہب امام شافعی اور احمد ترتیب تحمل اوپر ترتیب اقرب کے ہے
پس اگر اقرب عصبات میں سے مستغرق ہوجاوے یعنے کل دیت کی برداشت
کرسکے پس نہیں تقسیم کیا جاویگا اوپر اور عصبوں کے - اور اگر کل عصبات نے
استغراق کرلیا یعنے کل دیت کے متحمل ہوگئے پس غیروں کے اوپر تقسیم نہیں
کیا جاویگا - اور اگر اقرب برداشت دیت کی گنجائش نہ رکھیں تو دور کے
رشتہ دار داخل کئے جاوینگے اور اسطرح داخل کئے جاوینگے دور کے رشتہ دار
باعتبار درجہ میراث کے - اور ابتدا سال عقل کا معتبر ہوگا ساتھ موت کے
یا حکم حاکم کے - امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس کا اعتبار اُس وقت سے ہوگا
جب سے حاکم نے حکم دیا ہے اور بمذہب امام مالک اور شافعی اور احمد موت
کے وقت سے اعتبار ہوگا - اور اگر کوئی شخص عاقلہ سے بعد ایک سال کے
مرگیا تو کیا ساقط ہوجاویگا حصہ دیت کا جو لازم آیا تھا اُس کو اُس کی زندگی میں
یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک ساقط ہوجاویگا اور اُس کے ترکہ میں سے نہیں
لیا جاویگا - اور بمذہب امام مالک ابن قاسم فرماتے ہیں کہ حصہ دیت کا واجب ہے
اُس کے مال سے یعنے ترکہ میں سے لیا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک اور ایک
روائت منجملہ دو روائتیں امام احمد سے یہ ہے کہ جو اُس کے لازم ہے وہ اُس کے
ترکہ کی طرف منتقل کیا جاویگا یعنے اُس کے ترکہ سے لیا جاویگا +

مسئلہ - جب کسی کی دیوار جھک گئی راستہ کی طرف یا غیر کے ملک کی جانب اور
پھر وہ دیوار کسی آدمی پر گر پڑی کہ جس سے وہ شخص مرگیا اور اول دیوار والے سے
کہا تھا کہ دیوار کو توڑ دے کہ اندیشہ گرنے کا ہے اور اُس نے نہیں توڑی باوجود
قدرت کے تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک وہ دیوار والا ضامن ہوگا - اور تاوان
دیگا اوسیقدر کا کہ دیوار کے گرنے کے سبب جسقدر تلف ہوا ہے - اور اگر پہلے
درخواست دیوار کے توڑنے کی اُس سے نہیں کی تھی تو ضامن نہیں ہوگا -

ضمان نہیں ہے +

باب القسامت

قسامت - وہ ہے کہ کوئی مردہ کہ جسپر ضرب یا جراحت وغیرہ کا نشان ہو یا اُس کے کان یا آنکھ سے خون بہتا ہے کسی محلہ میں پایا اُس کا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اُس کا قاتل معلوم نہیں اور ولی مقتول دعویدار ہے تو محلہ والوں سے اسطرح قسم لیوے کہ واللہ ہمنے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ اسکا قاتل ہم جانتے ہیں +

مسئلہ - باتفاق ائمہ قسامت مشروع ہے قتل میں جبکہ مقتول پایا جاوے اور اُس کا قاتل معلوم نہو۔ مقتول کونسی جگہ پایا جاوے کہ جس سے قسامت لازم آوے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قتیل ایسی جگہ پایا جاوے کہ جہان قوم کی حفاظت یا حمائت ہو جیسے محلہ یا مکان اور محلہ کی مسجد یا گانوں پس ایسی صورت میں قسامت واجب ہوگی اُس مقام کے اہل پر - اور قتیل جسمیں قسامت مشروع ہے نام ہے اُس میت کا کہ جسمیں زخم مارنے یا گلا گھونٹنے کا اثر ہو اور اگر اُس میت کے ناک سے یا دبر سے خون نکلے تو اسکا نام قتیل نہیں ہے - اور اگر اُس میت کے کان سے یا آنکھ سے خون نکلے تو وہ قتیل ہے اور اوسمین قسامت ہے - اور امام مالک کے نزدیک قسامت میں معتبر سبب یہ ہے کہ مقتول کہے کہ میرا خون فلانے نے قصداً کیا اور مقتول بالغ مسلمان اور حر ہو خواہ فاسق ہو یا عادل مذکر ہو یا مؤنث یا اولیاء مقتول کی طرف سے ایک گواہ قائم ہو اور بعض اصحاب امام مالک نے فرمایا کہ ذکوریت اور عدالت گواہ میں شرط ہے چنانچہ شرط کیا ابن قاسم نے اور اشہب نے اکتفا کیا فاسق اور عورت کے ساتھ اور امام مالک کے نزدیک بلا خلاف اسباب موجبہ قسامت کے لئے یہ ہے کہ مقتول ایک مکان میں پایا جاوے کہ وہ مکان آدمیوں سے خالی ہو اور اُسمیں کوئی شخص ہتیار والا ہو اور وہ ہتیار خون سے رنگا ہوا ہو - اور امام شافعی فرماتے ہیں سبب

جس نے عورت کو مارا ہے دیت کاملہ ہے اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں
کہ اسمیں دیت کاملہ ہے اور جنین کے عوض غرہ ہے یعنے غلام یا کنیزک اسکے
بدلے میں دیا جاوے - اور جبکہ جنین لونڈی کے پیٹ سے گرجاوے جبکہ وہ
مملوک ہو تو امام امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اوسمیں دسواں حصہ
جنین کی ماں کی قیمت کا ہے - اور قیمت اس روز کی معتبر ہوگی جس
روز جنایت اوس لونڈی پر واقع ہوئی اور وہ جنین مذکر ہو یا مونث - اور اگر
جنین ام ولد کا گرجاوے اس کے معاوضہ میں ایک غرہ یعنے ایک غلام یا
کنیزک دینا ہوگا کہ قیمت اوس غرہ کی نصف عشر دیت باپ کے ہوتی ہو اور
اسیطرح جنین ذمیہ میں جبکہ باپ اس کا مسلمان ہو - اور امام ابو حنیفہ فرماتے
ہیں کہ مذکر میں نصف عشر اور مؤنث میں عشر واجب ہے +

مسئلہ - اگر کسی نے اپنے مکان کے نواح میں کنوان کھودا اور اوسمیں کوئی
گرکر ہلاک ہوگیا تو ایمۂ ثلاثہ کے نزدیک کھودنے والا اس کا ضامن ہوگا -
اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اوسپر ضمان نہیں ہے اور اگر کسی نے چٹائی
وبوریا مسجد میں بچھایا یا مسجد میں کنوان مصلحت مسجد کے لئے کھودا یا مسجد میں
قندیل لٹکایا اور اس سبب سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو امام ابی حنیفہ کے
نزدیک وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ پڑوسیوں نے ان امور کی اسکو اجازت ندی ہو
اور امام شافعی سے دو قول ہیں ایک قول سے ضامن ہوگا اور دوسرے قول
سے ضمانت ساقط ہے اور امام احمد سے دو روایت ہیں اظہر روایت یہی ہے
کہ وہ ضامن نہیں ہوگا - اور اگر کنکر بچھایا اس کی وجہ سے اور کوئی رپٹ گیا
یعنے مزلق ہوگیا تو بلاخلاف اسپر ضمان نہیں ہے - اور اگر کسی نے اپنے مکان
میں کتے کاٹنے والے کو چھوڑ دیا اور کوئی شخص اس کے گھر میں داخل ہوا اور
اس داخل ہونے والیکو معلوم تھا کہ اس جگہ کتا کاٹنے والا ہے اور پھر اس کتے
نے کاٹا تو امام ابو حنیفہ اور شافعی فرماتے ہیں کہ اوسپر مطلقاً ضمان نہیں ہے -
اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اسپر ضمان ہے بشرطیکہ وہ صاحب مکان جانتا
تھا کہ کتا کاٹنے والا ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں اظہر یہی ہے کہ اس پر

اور کوئی گواہ مدعیوں کے پاس نہو تو مدعا علیہ پچاس قسم کھاویگا اور بری ہو
جاویگا جبکہ پچاس قسم کہالے - اور امام مالک فرماتے ہیں کہ قسم شروع کی
جاویگی مدعیوں سے اور ان سے کئی روائتیں ہیں ساتھ حکم کے اگر مدعیوں نے
قسم کہانے سے انکار کیا پس خون کا دعوے باطل ہوگا اور نہ قسامت ہوگی
اور دوسری روایت یہ ہے کہ قسم دلایا جاویگا مدعا علیہ اگر مدعا علیہ شخص واحد
ہے اور اُس نے قسم کہالی تو بری ہوجاویگا - اور اگر قسم سے انکار کیا
تو لازم ہوگی دیت اُس کے مال سے اور عاقلہ پر کوئی شئے لازم نہ ہوگی اسواسطے
کہ انکار کرنا قسم سے مانند اقرار کے ہے - اور عاقلہ متحمل نہ ہونگے اقرار کو اور
ایک روائیت میں ہے کہ متحمل ہونگے عاقلہ کم ہو یا زیادہ پس جس نے اونمیں
سے قسم کہائی وہ بری ہوجاویگا اور جو قسم نہ کہاوے اُن میں سے کہ اُس پر اُسکی
دیت کا حصہ ہے - اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قسامت میں قسم شروع
نہیں کرائی جائیگی مگر مدعا علیہ پر قسم ہوگی - اور جب مدعیوں نے مدعا علیہم میں
سے کسی کو مدعا علیہ معین نہ کیا پس مدعی مدعا علیہم میں سے پچاس آدمی جنکو
چاہیں چھانٹ لیں اور اُن کو پچاس قسم دلاویں اسطرح پر کہ قسم اللہ کی ہمنے
قتل نہیں کیا اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں اور اگر پچاس آدمی مدعا علیہم میں
نہ ہوں قسم مکرر کیجاویگی اور جب قسم پوری ہوجاویں تو دیت واجب ہوگی
عاقلہ اہل محلہ پر - اور اگر مدعیوں نے قاتل کو معین کردیا تو قسامت نہیں ہوگی
اور مدعیوں کا قاتل کو معین کردینا باقی اہل محلہ کے واسطے بریت ہے اور
لازم ہوگی مدعا علیہ پر قسم اللہ عزوجل کی کہ تحقیق میں نے قتل نہیں کیا اور
بعد قسم پہر وہ چھوڑ دیا جاویگا +

مسئلہ - جب اولیا ایک جماعت ہو قسم دلانے میں اختلاف ہے امام مالک
اور احمد فرماتے ہیں کہ اُن کے درمیان قسم تقسیم کیجاویگی حساب کے ساتھ اور
ایسا ہی قول مشہور مذہب امام شافعی سے ہے - اور امام ابوحنیفہ فرماتے
ہیں کہ قسم دور کے ساتھ مکرر کیجاوے گی اور ایک کو شروع کرائی جاویگی ساتھ قرعہ
کے اور غلاموں میں قسامت ثابت ہے یا نہیں؟ امام مالک کے نزدیک مطلقاً قسامت

موجب قسامت لوث ہے اور لوث قرینہ کو کہتے ہیں کہ جس سے صدق مدعی ہو اسطرح سے کہ قتیل کو کسی محلہ یا چھوٹے گانوں میں دیکھا اور اس کے آلپسمیں عداوت ظاہرہ ہو یا ایک جماعت قتیل سے جدا ہو گئی ہو اور اگر اونکے اور قتیل کے درمیان عداوت نہو اور ایسے حالت میں گواہی عادل ہو تو بھی امام شافعی کے نزدیک لوث ہے اور اسیطرح راجح مذہب امام شافعی سے گواہی غلاموں یا عورتوں یا لڑکوں اور فاسقوں اور کافروں کی لوث ہے نہ گواہی ایک عورت کی اور اون کے نزدیک اقسام لوث سے آوازہ عام وخاص کا ہے اسطور سے کہ فلاں نے فلان کو مار ڈالا یا کوئی شخص قتیل کے پاس موجود ہو اور وہ خون سے آلودہ ہو اوز اُس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو۔ یا آدمی جمع ہوں یعنے کسی جگہ پر یا دروازہ میں آدمیوں کا اژدحام ہو اور اوسمیں مقتول پایا جاوے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قسامت کا حکم نہیں کیا جاویگا لیکن اُس حالت میں کہ جب درمیان مقتول اور مدعا علیہ کے لوث ہو اور لوث کے بارہ میں امام احمد سے مختلف روائتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ عداوت ظاہرہ ہو اور تعصب خاص ہو چنانچہ مطالبہ خون وغیرہ قبائل میں ہوتا ہے یا جیسا کہ اہل عدل اور بغاوت میں ہوتا ہے اور یہی قول عام اصحاب امام احمد کا ہے اور مقتول کا یہ کہنا کہ مجھکو فلاں نے قتل کیا ہے یہ لوث نہیں ہوگا مگر امام مالک کے نزدیک یہ کہنا لوث ہوگا +

مسئلہ ۔ جب پایا جاوے مقتضی واسطے قسامت کے تو ائمہ میں سے ہر واحد کے نزدیک یہ ہے کہ کل مدعی حلف دلائے جاوینگے قاتل مقتول پر یعنے پچاس قسمیں کہا وینگے اور جب مدعیوں نے قتل عمد کا دعوے کر کے قسمیں کہا لیں تو امام مالک اور احمد کے نزدیک اور قول قدیم امام شافعی سے مدعی مستحق خون کے ہونگے یعنے قاتل سے قصاص لینگے لیکن قول جدید امام شافعی سے مدعی مستحق دیت مغلظ کے ہونگے +

مسئلہ ۔ قسم پہلے کس کو دلائی جاوے امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اول قسم دلائی جاتی اور شروع کیجاتی ہے مدعیوں سے پس اگر مدعی قسم سے انکار کریں

مالک ومنجملہ روائیتوں کے ایک روایت امام احمد سے مساکین کو کھانا کھلانا کفارہ میں کافی نہیں ہوگا اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ کافی ہوگا۔ اور امام شافعی سے اس بارہ میں دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ اسمیں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے کنواں کھودا یا چھری کو کھڑا کیا یا راستہ میں پتھر رکھا اور اس سے کوئی مرگیا تو کفارہ واجب ہوگا یا نہیں ؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کفارہ واجب ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلقاً کفارہ واجب نہ ہوگا اگرچہ اس بارہ میں وجوب دیت پر اجماع کیا ہے +

باب حکم سحر وساحر میں

مسئلہ۔ جادو کہتے ہیں افسوں اور منتروں اور تعویذ اور گرہ دینے کو کہ وہ اثر کرتے ہیں بدنوں میں اور دلوں میں کہ جس سے انسان کو بیمار کر دیتا ہے اور قتل کر دیتا ہے اور مرد اور عورت کے درمیان جدائی کر دیتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جادو کی اصلیت ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک جادو کی کچھ حقیقت نہیں اور وہ جسم میں تاثیر کرتا ہے اور اسیطرح فرمایا ابو جعفر استرا باذی نے شافعیہ میں سے۔ اور جادو سیکھنا بالاتفاق حرام ہے اور جادو کا سیکھنے والا اور سکھانے والا آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کافر ہوجاتا ہے اور بعض اصحاب امام ابی حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی جادو اس لئے سیکھے کہ اس سے پرہیز کرے یا اس سے بچے یعنے اس کے صدمہ سے دوسروں کو بچاوے اور خود بچے تو کافر نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر جادو کو سیکھا اور اس کے جائز ہونے کا یا نفع دینے کا اعتقاد رکھا تو کافر ہوجاویگا۔ اور اگر یہ اعتقاد رکھا کہ جادوگر جو چاہتا ہے اس کو شیاطین کرتے ہیں پس وہ کافر ہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کسی نے جادو سیکھا اور اس کو ہمنے کہا کہ تو اپنے جادو کو بیان کر اور اس نے بیان کیا ایسی چیز کو کہ موجب کفر تھی مثل اس کے کہ اعتقاد کیا اہل بابل نے تقرب حاصل کرنا کواکب سبعہ کی طرف کہ جو کچھ ان ستاروں سے طلب کیا جاوے وہ کر دیتے ہیں پس وہ کافر ہوگا اور اگر بیان کی ایسی بات

ثابت نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک قسامت ثابت ہے اور امام شافعی سے دو قول ہیں قول اصح یہی ہے کہ ثابت ہے۔ اور قسامت میں عورتوں کی قسم مسموع ہوگی یا نہیں امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک مطلقاً قسامت میں عورتوں کی قسم نہیں سنی جاویگی خواہ قتل عمد ہو یا خطا۔ اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً سنی جاویگی خواہ قتل عمد ہو یا خطا اور عورتیں قسامت میں آدمیوں کے مانند ہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ عورتوں کی قسم قتل خطا میں مسموع ہوگی اور عمد میں مسموع نہ ہوگی +

کتاب کفارہ قتل میں

مسئلہ۔ جب کوئی خطا سے قتل ہو گیا اور وہ ذمی اور عبد نہیں ہے تو باتفاق آئمہ کفارہ واجب ہوگا اور جبکہ مقتول ذمی یا عبد ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک علی الاطلاق کفارہ ذمی کے قتل کا واجب ہوگا اور قتل غلام مسلمان میں موافق قول مشہور کے اُس کے قتل کا کفارہ واجب ہوگا۔ اور امام مالک کے نزدیک کفارہ قتل ذمی میں واجب نہیں ہوگا۔ اور کفارہ قتل عمد میں واجب ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہوگا اور امام احمد سے دو روایتیں مانند دونوں مذہبوں کے ہے۔ اگر کافر نے مسلمان کو خطا سے قتل کیا تو امام شافعی اور احمد کے نزدیک اُس کے واسطے اسیر یعنے کافر پر کفارہ واجب ہے اور امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ اوسپر کفارہ نہیں ہے۔ اگر صبی یا مجنون نے قتل کیا تو اُن پر کفارہ واجب ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اُن پر کفارہ واجب ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اُن پر کفارہ واجب نہیں ہے +

مسئلہ۔ کفارہ قتل خطا کا باتفاق ائمہ آزاد کرنا رقبہ مومنہ کا ہے اور اگر رقبہ مومنہ میسر نہ ہو تو دو ماہ تک پے درپے روزے رکھے اور کفارہ میں کھانا مساکین کو کھلاوے تو کافی ہے یا نہیں؟ بمذہب امام ابی حنیفہ اور

یہ حکم ہے کہ قتل کیے جاوین یا قید کیے جاوین یہانتک کہ وہ دونون مرجاوین اور فرمایا نوذی نے کہ ہمارے اصحاب نے افسون پڑہنے والے کو جو مرگی والے پر افسون پڑہتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ جنوں کو جمع کرتا ہوں اور جن میرے تابع ہیں جادوگروں میں شمار کیا ہے۔ اور امام احمد سے منقول ہے کہ اسمیں توقف کیا جاویگا اور نوذی بھی فرماتے ہیں کہ ابن مسیب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کے پاس ہے اور وہ اس کے معالجے سے التماس کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس چیز سے جو ضرر پہونچاوے اور جو فائدہ دیوے اس سے منع نہیں فرمایا اگر تجھہ میں طاقت ہو وہ کام کر جو اپنے بھائی کو نفع پہونچاوے۔ پس یہ جواب دلالت کرتا ہے اسپر کہ جو کام مثل اس کے ہو اس کا کرنے والا کافر نہیں ہوتا اور نہ وہ قتل کیا جاتا ہے +

کتاب الحدود المرتبۃ علی الجنایات السبعۃ یعنے مردود ہونا۔ بغاوت کرنا۔ زنا کرنا۔ تہمت لگانا۔ چوری کرنا راہ میں ڈاکہ مارنا۔ شراب پینا

باب ردہ مین

مسئلہ۔ ردات کہتے ہیں اسلام کا قطع کرنا قول یا فعل کے ساتھ اور جو کوئی شخص مرتد ہوا اسلام سے تو بالاتفاق آئمہ اس کا قتل کرنا واجب ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس کو فوراً قتل کیا جاوے یا اس قدر توقف کیا جاوے کہ اس سے توبہ طلب کی جاوے۔ امام مالک کے نزدیک اس سے توبہ کا طلب کرنا واجب ہے اگر اسیوقت توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جاویگی اور اگر توبہ نہ کی تو تین مرتبہ مہلت دیجاویگی شائد توبہ کرلے اگر توبہ کرلے بہتر ورنہ

کہ وہ موجب کفر نہیں ہے لیکن اعتقاد جادو کے مباح ہونے کا رکھا تو کافر ہوگا
مسئلہ۔ اگر کسی نے بجز سیکھنے جادو کے اُس کا استعمال کیا تو امام مالک اور
احمد فرماتے ہیں کہ وہ قتل کیا جاویگا فقط سیکھنے اور استعمال سے اور اگر جادوگر
نے کسیکو جادو سے مار ڈالا تو باتفاق آئمہ وہ جادوگر قتل کیا جاویگا مگر امام ابو حنیفہ
فرماتے ہیں کہ قتل نہیں کیا جاوے جبتک کہ وہ دوسرے کو مکرر قتل نکرے
اور ایک روائت امام ابی حنیفہ سے یہ ہے کہ نہیں قتل کیا جاویگا جادوگر جبتک
کہ وہ اقرار نہ کرے کہ میں نے اُس آدمی کو جادو سے قتل کیا ہے۔ جادوگر کو
قتل کرنا آئمہ ثلاثہ کے نزدیک بطریق حد کے ہے نہ بطور قصاص اور امام شافعی
کے نزدیک بطور قصاص قتل کیا جاویگا نہ بطور حد +
مسئلہ۔ جادوگر کی توبہ بقول مشہور امام ابی حنیفہ اور بمذہب امام مالک قبول
نہ کی جاویگی اور نہ سنی جاویگی بلکہ زندیق کی طرح قتل کیا جاویگا اور بمذہب امام
شافعی جادوگر کی توبہ قبول کیجاویگی۔ اور امام احمد سے دو روائت ہیں اظہر
روائت یہی ہے کہ نہ قبول کیجاویگی۔ اور اگر اہل کتاب جادوگر ہو تو آئمہ ثلاثہ
کے نزدیک قتل نہیں کیا جاویگا۔ اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک قتل کیا جاویگا
جسطرح مسلمان جادوگر قتل کیا جاتا ہے اور اگر عورت مسلمہ جادوگر ہو تو آئمہ
ثلاثہ کے نزدیک اُس کا حکم مانند مرد مسلمان جادوگر کے ہے اور امام ابی حنیفہ
کے نزدیک وہ قید کی جاویگی اور قتل نہیں کیجاویگی +
مسئلہ۔ امام الحرمین فرماتے ہیں کہ جادو فاسق پر ظاہر ہوتا ہے اور سیطرح
فاسق پر کرامت ظاہر نہیں ہوتی اور ایسا ہی اجماع امت سے مستفاد ہے۔
اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جادو زندقہ ہے جب کسی شخص نے اُسکو اچھا جانا
کہا وہ قتل کیا جاویگا اور اُس کی توبہ قبول نہیں کیجاویگی +
مسئلہ۔ کاہن کو بلانا اور کہانت سیکھنا اور نجوم سیکھنا اور رمل کا پھینکنا اور
چوکا اور شعبدہ سیکھنا ان سب کے لئے نووی روضہ میں لکھتے ہیں کہ بنص صحیح
حرام ہے اور کافی میں ابن قدامۃ حنبلی فرماتے ہیں کہ امام احمد سے منقول ہو
کہ ایسی کاہن کا کہ جس کو جن نظر آتے ہیں اُس کا اور اعراف (کاہن) کا یعنے دونوں کا

اور یہی صحیح ہے پانچ وجہ میں سے نزدیک اصحاب امام شافعی کے۔ اور امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ قتل کیا جاوے گا اُس سے توبہ طلب نہیں کیجاوے گی اور اسیطرح امام ابی حنیفہ سے روائت کی گئی ہے +

مسئلہ۔ اگر مرتد ہو گئے اہل شہر اور جاری ہو گیا اسمیں حکم اُن کا تو کیا وہ شہر دار حرب میں ہو گا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دار اسلام دار حرب نہ ہو گا جبتک کہ تین شرطیں نہ پائی جاویں۔ اول یہ کہ احکام کفر کے ظاہر ہو جاویں دویم یہ کہ اسمیں نہ کوئی مسلمان۔ اور نہ کوئی ذمی امان اصلی کے ساتھ باقی رہے سویم ملا ہوا اور گھرا ہوا ہو دار حرب سے۔ اور ظاہر مذہب امام مالک کا یہ ہے کہ جب کسی شہر میں احکام کفر کے ظاہر ہو جاویں وہ دار حرب ہو جاویگا اور یہی مذہب امام شافعی اور احمد کا ہے اور انکا مال باتفاق غنیمت سمجھا جاویگا۔ اور اُن کی اولاد کے لئے کیا حکم ہے؟ امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ جو بعد مرتد ہونے کے پیدا ہوا ہے اُس کو غلام نہیں بناوینگے بلکہ وہ جبر کئے جاوینگے بالغ ہونے پر مسلمان ہونے کے لئے اور اگر اسلام نہ لاویں تو قید کئے جاوینگے اور ضرب شدید کے ساتھ اُن پر سختی کیجاویگی تاکہ اسلام اختیار کریں اور اُن کی اولاد کی اولاد غلام بنائی جاویگی اور غلام بناتے ہیں امام شافعی سے دو قول ہیں اصح یہی ہے کہ وہ غلام بنائے جاوینگے +

باب البغی یعنے بغاوت کی بیان

مسئلہ۔ امامت کا کیا حکم ہے آیا امام کا ہونا ضروریات سے ہے یا نہیں۔ بالاتفاق آیمہ امامت فرض ہے اور مسلمانوں کے لئے ضرور ہے امام کا ہونا تاکہ وہ شعائر دین کو قایم کرے اور مظلومونکا ظالموں سے انصاف کرے اور یہ جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں پر ایک وقت میں دو امام ہوں تمام دنیا میں نہ دونوں متفق ہوں اور نہ جدا جدا۔ اور امام قریش میں سے بنایا جاوے اسپر سب کا اتفاق ہے اور امامت جائز ہے قریش کے تمام قبیلوں میں۔ اور بالاتفاق امام کو جائز ہے

قتل کیا جاویگا۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مرتد سے توبہ طلب کرنا واجب نہیں اُس کو فوراً قتل کر دیا جاوے مگر جب وہ خود مہلت طلب کرے تو تین مرتبہ مہلت دیجاوے اور بعض اصحاب امام ابی حنیفہ فرماتے ہیں کہ مرتد کو استحباباً مہلت دینا چاہیئے اگرچہ وہ مہلت نہ مانگے۔ اور امام شافعی سے توبہ طلب کرنے میں دو قول ہیں اظہر اُن میں کا یہی ہے کہ توبہ طلب کرنا واجب ہے اور مہلت کے بارہ میں بھی دو قول ہیں اظہر یہی ہے کہ مہلت نہ دی جاوے اگرچہ وہ مہلت طلب کرے بلکہ فی الحال قتل کیا جاوے بشرطیکہ اُس نے ردت پر اصرار کیا ہو۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت مانند مذہب امام مالک کے اور دوسری روایت یہ ہے کہ توبہ طلب کرنا واجب نہیں ہے اور وجوب مہلت ثلاثہ میں مذہب امام احمد کا اختلاف ہے۔ اور حسن بصری سے روایت ہے کہ تحقیق مرتد سے توبہ طلب نہ کیجاوے بلکہ فی الحال اُس کا قتل کرنا واجب ہے اور عطاء فرماتے ہیں کہ اگر وہ پیدا ہوا اسلام پر اور پھر وہ مرتد ہوگیا تو اُس سے توبہ طلب نہیں کیجاویگی اُس کا فی الحال قتل کرنا ہے اور اگر پہلے کافر تھا اور پھر اسلام لایا اور بعد اسلام لانے کے مرتد ہوگیا تو تحقیق اُس سے توبہ طلب کیجاویگی اور ثوری سے حکایت کی گئی ہے کہ ہمیشہ توبہ طلب کیجاوے گی اور مرتد اور عورت حکم ردت میں برابر ہیں یا نہیں؟ امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک برابر ہیں اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عورت قید کیجاوے گی قتل نہیں کیجاویگی۔ اور تمیز دار لڑکے کی ردت صحیح ہے یا نہیں امام ابی حنیفہ کے نزدیک اُس کی ردت صحیح ہے اور یہی مذہب امام مالک سے ظاہر ہے اور ایسا ہی مشہور امام احمد سے ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ لڑکے کی ردت صحیح نہیں ہے اور مثل اس کے امام احمد سے روایت کی گئی ہے۔ باتفاق آئمہ زندیق وہ شخص ہے جو کفر کو پوشیدہ رکھے اور اسلام کو ظاہر کرے وہ قتل کیا جاویگا: زندیق کی توبہ قبول کیجاویگی یا نہیں؟ اصحاب امام شافعی کے نزدیک اگر وہ توبہ کرے تو اُس کی توبہ قبول کیجاویگی اور اسی موجب امام ابو حنیفہ نے منجملہ روائتیں کے اظہر روائت میں فرمایا ہے

شافعی و بروایتی امام احمد وہ ضامن نہ ہوگا اور بقول قدیم امام شافعی و بروایتی دیگر احمد وہ ضامن ہوگا۔

باب الزنا

مسئلہ ا۔ زنا بڑی بھاری بدی ہے اس سبب سے باتفاق ایمہ حد واجب ہوتی ہے اور زنا مختلف ہوتا ہے بوجہ اختلاف زناکار کے اسواسطے کہ زانی کہیں بکر ہوتا ہے اور کبھی ثیب کبھی محصن۔ اور شرایط احصان باتفاق یہ ہیں۔ حریت۱۔ بلوغ۲۔ عقل۳ نکاح صحیح کرنا۔ دخول کرنا ساتھ زوجہ کے پس جب یہ پانچ شرطیں جمع ہوں تو وہ محصن ہوگا اور اسلام شرط احصان ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور مالک کے نزدیک اسلام شرط احصان ہے اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک حد کے لئے اسلام کا ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ ذمی حد مارا جاوے گا۔ اور زانی محصن کی تعریف کیا ہے؟ بالاجماع زانی محصن وہ ہے کہ جس میں شرایط احصان کے پورے ہوں اور وہ زنا کرے اوس عورت کیساتھ جسمیں شرایط احصان پورے ہیں چنانچہ وہ عورت کہ حرۃ۔ بالغۃ۔ عاقلہ۔ مدخول بھا نکاح صحیح میں ہو اور مسلمہ ہو پس اس صورت میں مرد اور عورت دونوں زانی محصن کہلاینگے اور ان دونو پر رجم یعنے سنگساری ہے یہانتک کہ مرجاویں اور زانی اور زانیہ پر قبل رجم دُرّے مارے جاویں یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور مالک اور شافعی کے نزدیک دُرّے نہ مارے جاویں کیونکہ خاصکر رجم واجب ہے اسلئے رجم اور جلد دونوں جمع نہ کئے جاویں گے اور امام احمد سے دو روائتیں ہیں اظہر یہ ہے کہ دونوں جمع کی جاویں یعنے دونوں سزا دیجاوے اور اگر زانی غلام ہے اور اوس نے نکاح صحیح کیا تو وہ رجم کیا جاوے گا یا نہیں؟ بالاتفاق ایمہ وہ رجم نہیں کیا جاویگا اور ابو ثور کہتے ہیں کہ رجم کیا جاوے گا۔

مسئلہ ۲۔ اور جب بکر بن محصن نے زنا کیا تو افصاح میں لکھا ہے کہ اتفاق ایمہ اسپر ہے کہ ہر واحد کو سو دُرّے مارے جاوینگے اور دُرّوں کے ... مارنے ...

کہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کرے کیونکہ حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور عورت اور لڑکا۔۔
نابالغ اور مجنون کے لئے بالاتفاق امامت نہیں ہے اور امام کامل کی اطاعت
ہر چیز میں جس کا وہ حکم دیوے واجب ہے بشرطیکہ اوسمیں گناہ نہ ہو اور لڑائی اسکے
نزدیک فرض ہے اور جس کو وہ حکم بنا دے اُس کے احکام جاری ہونگے
اور اگر کوئی گروہ صاحب شوکت کہ باہم اطاعت کئے گئے ہوں یعنے متفق ہوں
اور اُنکو تاویل مشتبہہ ہو یعنے اطاعت امام میں شبہہ ہو وہ امام مسلمین پر خروج
کریں یا اُس کی اطاعت سے نکل جاویں پس تحقیق اُنسے جنگ کرنا جائیز ہے تاکہ
وہ رجوع کریں الله تعالی کے حکم کی طرف اور جب وہ رجوع کریں تو پھر اُن سے
لڑائی نہ کیجاویگی۔ اور باغیوں میں سے کوئی زخمی ہو یا بہاگے تو اُس کو مار دیا
جاوے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اُنکی کوئی جماعت ایسی ہو
کہ جنکی طرف بلکر مضبوطی پکڑینگے ایسی حالت میں باغیوں کے زخمی کو مار دیا
جاوے اور جو بہاگے اُس کا پیچھا کریں۔ اور امام مالک اور شافعی اور احمد
کے نزدیک یہ جائیز نہیں ہے اور باغیوں کا مال بعد توبہ کے واپس اُنکو
دیا جاوے یا نہیں۔ باتفا اُن کا مال بعد توبہ اُن کو واپس دیا جاویگا۔ اور
باغیوں کے ہتیاروں اور گہوڑوں وغیرہ سے انہیں کے قتل کرنے اور
کرنے کے لئے مدد لیجاوے یا نہیں؟ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے
ہیں کہ اُن کے ہتیاروں اور گہوڑوں سے مدد لینا جائیز نہیں ہے اور امام
ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اُن سے مدد لینا لڑائی قایم ہونے کے وقت جائیز ہے
اور جب لڑائی جاتی رہے تو اُن کو واپس کردئے جاوینگے۔ اور اگر محصول
زمین یا جزیہ ذمی کا باغیوں نے وصول کرلیا تو اہل عدل یعنے مطیع امام کو اُسکا
محاسبہ لازم ہے یا نہیں۔ باتفاق ایمہ اہل عدل کو محاسبہ لازم ہوگا اور اگر عادل
نے باغیوں پر خرچ کردیا ہے تو اُس اہل عدل پر باتفاق زمان نہیں ہے
اور اگر لڑائی کے وقت کسی باغی نے عادل کی جان یا مال سے ضائع کردیا
تو اسمیں اختلاف ہے بمذہب امام ابی حنیفہ اور مالک اور بقول جدید راجح

مذہب امام شافعی سے یہ ہے کہ نصف سال تک تغریب کی جاوے۔

مسئلہ ۴ - اگر مسلمان نے اپنی زوجہ کتابیہ سے وطی کی یا بالغ نے زوجہ صغیرہ سے جو طاقت وطی کی رکھتی تھی وطی کی یا حر نے اپنی لونڈی منکوحہ سے وطی کی تو اون صورتوں میں امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک دونوں میں سے کسی کے واسطے احصان ثابت نہ ہوگا۔ اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک احصان اوسکے لئے ثابت ہوگا جسمیں شرائط احصان پائے جاویں اور اگر زنا کیا دونوں نے پس جسکے واسطے احصان ثابت نہ ہوا اوسکو دُرّے مارے جاوینگے اور جسکے حق میں احصان ثابت ہوا اوسکو رجم کیا جاوے گا۔

مسئلہ ۵ - ذمی پر حد زنا قایم کی جاوے گی یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد کے نزدیک ذمی پر حد قایم کی جاوے گی۔ اور امام مالک کے نزدیک ذمی پر حد نہیں قایم کیجاوے گی۔ اور یہودی محصن جب زنا کرے اوسکو رجم کیا جاوے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ وہ رجم نہیں کیا جاوے گا کیونکہ اون کے نزدیک احصان کی شرط اسلام ہے اور یہود میں نہیں پائی جاتی لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک دُرّے مارےجاوینگے اور امام مالک کے نزدیک اجتہاد اً جو امام کی رائے میں آوے سزا دیجاوے اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ وہ محصن ہے پس رجم کیا جاوے گا کیونکہ اون کے نزدیک اسلام شرط احصان کی نہیں ہے۔

مسئلہ ۶ - اگر عورت عاقلہ نے اپنے نفس پر مجنون کو قادر کیا پس وطی کی اوس نے یا زنا کیا عاقل نے مجنونہ سے تو امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ اون دونوں میں سے عاقل پر حد واجب ہوگی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اون میں سے عاقل پر حد واجب ہوگی نہ عاقلہ پر۔ اور اگر کسی نے اپنے بستر پر عورت کو دیکھا اور اوس نے اپنی عورت سمجھکر وطی کی یا اندھے نے اپنی عورت کو پکارا اور عورت اجنبیہ نے جواب دیا اور اُسنے اوس سے وطی کی اپنی عورت سمجھ کر پھر ظاہر ہوا کہ موطوئہ اجنبیہ ہے تو امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ گمان کرنے والے پر اور اندھے پر حد آویگی۔

جلاوطنی کی سزا دیجاوے گی یا نہیں؟ بمذہب امام ابی حنیفہ جلد کے ساتھ تغریب شامل کی جاوے گی بلکہ تغریب غیر واجب ہے البتہ اگر امام بوقت مصلحت دیکھے تو دونوں کی تغریب کر دیوے جس قدر مصلحت ہو۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ زانی بکر حر کی تغریب واجب ہے۔ اور زانیہ کی واجب نہیں اور تغریب کہتے ہیں ایک سال تک اوس کے شہر سے دوسرے شہر میں بھیجدینے کو اور امام شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ زانی اور زانیہ حران بکران دونوں جمع کیئے جاوینگے درمیان درّے اور تغریب کے ایک سال تک اور اسکی تفسیر میں قرطبی فرماتے ہیں کہ بکر کے جلاوطن کرنے میں باوجود درّے مارنیکے اختلاف ہے جمہور اسپر ہیں کہ تغریب اور جلاوطنی دونوں سزا دی جاوے گی۔ اور یہی مذہب جمہور کا ہے اور ایسا ہی فرمایا چاروں خلفائے راشدین نے اور اسی کے قائل ہیں عطار اور طاؤس اور امام مالک اور شافعی اور احمد لیکن امام ابی حنیفہ کے نزدیک تغریب واجب نہیں ہے

مسئلہ — غلام اور لونڈی جب زنا کریں تو باتفاق ائمہ اون کو پوری حد نہیں ماری جاوے گی بلکہ ہر ایک کو پچاس پچاس درّے مارے جاوینگے مرد اور عورت ایک حکم میں برابر ہیں اور لونڈی اور غلام رجم نہیں کئے جاوینگے خواہ محصن ہوں یا نہ ہوں بلکہ درّے مارے جاوینگے یہ قول ائمہ اربعہ کا ہے اور بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ اگر محصن ہونگے رجم کئے جاوینگے اور ابن عباس اور مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام اگر محصن نہ ہونگے ہرگز درّے نہیں مارے جاوینگے اور جبکہ وہ محصن ہونگے پچاس درّے مارے جاوینگے۔ اور بعض آدمی اسطرف گئے ہیں جیسا کہ قاضی عبدالوہاب مالکی نے کتاب عیون میں فرمایا کہ لونڈی غلام مانند حر کے ہیں۔ احکام زنا میں برابر ہیں اگر محصن ہوں حد اون کی رجم ہے اور اگر محصن نہ ہووین حد اونکی پچاس درّے ہیں۔ اور داؤد فرماتے ہیں کہ غلام کے سو درّے اور لونڈی پچاس درّے ہیں۔ اور ابو ثور فرماتے ہیں کہ حد غلام کی مانند حد آزاد کے ہے پس غلام کو سو درّے مارے جاوینگے۔ اور لونڈی غلام کو تغریب کی جاوے گی یا نہیں؟ امام مالک اور ابو حنیفہ اور احمد فرماتے ہیں کہ لونڈی غلام کو تغریب نہیں کی جاویگی اور اسی طرح قول امام شافعی کا ہے۔ اور

مسئلہ ۱۰۔ لواطت باتفاق ایمہ حرام ہے اور عظیم فواحش میں سے ہے اور لواطت سے حد واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ لواطت سے حد واجب ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اول مرتبہ تعزیر واجب ہے اور اگر دوبارہ یہ فعل کرے تو قتل کیا جاوے گا اور نزدیک امام مالک اور منجملہ قولین ایک قول امام شافعی سے اور اظہر روایت امام احمد سے یہ ہے کہ لواطت کنندگان کی حد رجم ہے ثیب ہو خواہ بکر اور بقول دیگر راجح امام شافعی سے یہ ہے کہ حد لواطت کی زنا کی ہے محصن پر رجم ہے اور بکر پر درّے ہیں اور دوسری روایت امام احمد سے ایسا ہی ہے۔ اور لواطت کتنے گواہوں سے ثابت ہوگی؟ باتفاق ایمہ ساتھ چار آدمیوں کے مثل زنا کے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو گواہوں سے ثابت ہوگی۔

مسئلہ ۱۱۔ جس کسی نے جانور کے ساتھ وطی کی اوسکے لئے کیا حکم ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ تعزیر کیا جاوے گا اور ایک روایت امام مالک سے ہے کہ حد مارا جاوے گا اور امام شافعی سے تین قول ہیں ایک کہ اوسپر حد ماری جاوے گی اور مختلف ہوگا حکم ساتھ بکارت ثیوبت کے دوسرا قول یہ کہ وہ قتل کیا جاوے گا۔ بکر ہو خواہ ثیب۔ اور قول ثالث یہ ہے کہ تعزیر دیا جاوے گا اور یہی قول راجح اور معنی یہ ہے اور امام احمد سے دونوں روایت ہیں اور جسکو ایک جماعت اصحاب امام احمد نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ تعزیر دیا جاوے گا۔ اور جانور موطوئہ کے ذبح کرنے میں اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ جانور موطوئہ کسی حال میں ذبح نہیں کیا جاوے گا اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر جانور وطی کرنے والے کی ملک میں ہے پس وہ ذبح کیا جاویگا اگر اوس کی ملک میں نہیں ہے تو ذبح نہیں کیا جاوے گا۔ اور اصحاب امام شافعی سے تین اقوال ہیں اول یہ کہ اگر اوس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو ذبح کیا جاوے گا اور اگر اوس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے تو ذبح نہیں کیا جاوے گا اور قول ثانی یہ ہے کہ مطلقاً ذبح کیا جاوے گا اور بقول ثالث مطلقاً ذبح نہیں کیا جاوے گا۔ اور امام

مسئلہ ۷ - باتفاق ایمہ چار آدمی عادل کہ حقیقت زنا کو بیان کر سکتے ہوں ایسے شخص زنا کی گواہی دیں تو اونکی گواہی سے زنا ثابت ہوگا۔ اور اقرار میں عدد شرط ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک اقرار سے زنا ثابت نہیں ہوتا مگر جبکہ عاقل بالغ چار مرتبہ اپنے نفس پر اقرار کرے تو ثابت ہوگا۔ اور امام شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اقرار کرنے سے زنا ثابت ہو جاوے گا۔ اور اگر گواہی دی چار گواہوں نے مجلس متفرق میں تو قبول کی جاوے گی یا نہیں۔ امام ابی حنیفہ اور مالک اور احمد کے نزدیک جبتک مجلس واحد میں گواہی نہ دیں قبول نہ کی جاوے گی بلکہ گواہی دینے والے تہمت لگانیوالے ٹھرائے جاوینگے اور اون پر حد قذف یعنے تہمت کی حد لگائی جاوے گی اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کچھ مضایقہ نہیں اگر مجلس متفرق میں گواہی دی قبول کی جاوے گی۔

مسئلہ ۸ - ایک مجلس میں سب گواہوں کا مجتمع ہوکر آنا شرط ہے یا نہیں امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ سب گواہوں کا مجلس واحد میں اکٹھا آنا شرط ہے اور اگر وہ متفرق ہوکر آئے اور پھر مجلس میں جمع ہوگئے اس صورت میں وہ سب قاذف ٹھرینگے اور اون پر حد ماری جاوے گی۔ اور امام شافعی کے نزدیک اون کے اجتماع میں مجلس شرط نہیں ہے اور نہ اون کے آنے میں شرط ہے بلکہ یہانتک کہ گواہی دیویں زنا کی علیحدہ علیحدہ اگرچہ ایک بعد ایک کے حد واجب ہوگی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مجلس واحد شرط ہے گواہوں کے جمع ہونے میں اور گواہی ادا کرنے میں پس جبکہ اون کو مجلس واحد میں جمع کیا اور انھوں نے شہادت دی تو اون کی شہادت مسموع ہوگی اگرچہ وہ متفرق ہوکر آویں۔

مسئلہ ۹ - اگر کسی نے زنا کا اقرار کیا اور زاں بعد اوس اقرار سے رجوع کیا تو ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا رجوع کرنا قبول کیا جاوے گا اور اس سے حد ساقط کیجاویگی اور اس بارہ میں امام مالک سے مختلف قول ہیں ایک یہ کہ قبول کیا جاوے گا رجوع اوسکا اسی طرح چوری اور شراب خواری میں اور دوسرا قول اصح ہے کہ رجوع اوس کا قبول نہیں کیا جاویگا لیکن اگر رجوع کرے بوجہ شبہ کے تو حد روکدیا جاویگا بسبب شبہ کے۔

حد واجب ہوگی اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ اون کی گواہی قبول نہ کیجاویگی اور نہ حد واجب ہوگی اور بالاتفاق شہادت قذف میں اور زنا میں اور شراب پینے میں سُنی جاویگی اوسیوقت - اور اگر واقعہ پر زمانہ زیادہ گذر گیا تو بعد کو شہادت مسموع ہوگی یا نہیں؟ فرمایا امام ابو حنیفہ نے کہ دیر کرنا گواہوں کا بوجہ دوری امام کے نہ ہو تو اونکی شہادت قبول نہ کی جاوے گی اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک قبول کی جاوے گی اگر کسی نے امور مذکورہ کے ساتھ بعد گذرنے مدت کے اپنے نفس پر اقرار کیا پس امام ابی حنیفہ کے نزدیک اوس کا اقرار سُنا جاویگا لیکن شراب پینے کا اقرار بعد مدت خاصکر نہیں سُنا جاویگا اور ایمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا اقرار کل میں سُنا جاویگا -

مسئلہ ۱۴ - جب حاکم نے گواہوں کی گواہی کیساتھ حکم دیا اور بعد ازاں ظاہر ہوا حاکم کو کہ تحقیق گواہ فاسق ہیں یا غلام یا کافر ہیں پس امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حاکم پر ضمان اور تاوان نہیں ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر گواہوں کے فسق پر گواہ قایم ہوگئے تو حاکم ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس بات پر گواہ قایم ہوگئے کہ گواہ شراب کے نشہ میں تھے یا کافر تھے تو حاکم ضامن ہوگا اپنے [illegible] امام شافعی فرماتے ہیں کہ حاکم تاوان جسقدر کہ [illegible] وجہ سے ظاہر ہوا -

مسئلہ ۱۵ - اگر امام نے حد یا تعزیر [illegible] میں خطا کی تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک تاوان خطا [illegible] بیت المال سے دیا جاوے گا اور امام شافعی اور احمد سے [illegible] روایت ہے [illegible] کہ امام تاوان دے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ [illegible] -

مسئلہ ۱۶ - اپنی عورت کی لونڈی سے [illegible] بالاتفاق [illegible] جایز نہیں ہے اگرچہ بی بی نے اجازت دی ہو اور اگر [illegible] تو اوسکو حد ماری جاویگی یا نہیں پس مذہب امام ابی حنیفہ یہ ہے کہ اگر اوس نے کہا میں نے حلال گمان کیا میرے واسطے تو حد نہیں ماری جاوے گی اور اگر کہا کہ مجکو اوس کے حرمت کا حال معلوم تھا پس حد

احمد فرماتے ہیں - کہ وہ جانور ذبح کیا جاوے گا خواہ وطی کنندہ کی ملک ہو خواہ غیر کی
اور برابر ہے کہ اوس کا گوشت کھایا جاتا ہو اور وطی کنندہ سے قیمت اوس کی لے کر مالک
جانور کو دی جاوے گی اور اوس جانور کا لحم وطی کنندہ کو کھانا جایز ہے یا نہیں؟ امام
ابی حنیفہ کے نزدیک اوس کا گوشت وطی کنندہ نہ کھاوے اور غیر اوسکا کھاوے - اور
امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ بھی کھاوے اور غیر بھی کھاوے - اور امام احمد فرماتے ہیں
کہ وہ بھی نہ کھاوے اور غیر شخص بھی نہ کھاوے اور اصحاب امام شافعی سے دو قول ہیں
اصح یہ ہے کہ مطلقاً گوشت کھایا جاوے گا کیونکہ کوئی وجہ حرمت کی نہیں ہے -

مسئلہ ۱۲ - اگر کسی نے محرم نسب یا محرم رضاعت سے نکاح کر لیا تو بالاتفاق
ایمہ وہ نکاح باطل ہے اور اگر اس نکاح میں باوجود علم حرمت وطی کی یا اسی طرح اگر نکاح
کیا غیر کی عدت والی عورت سے اور اوس سے وطی کی باوجود علم حرمت کے پس ایمہ ثلاثہ
کے نزدیک اوس پر حد واجب ہے اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک تعزیر دیا جاوے گا - اور
اگر کسی نے عورت کو زنا کرنے کو اجرت پر طلب کیا اور بعد ازاں اجرت ٹھہرا کر اوس نے
زنا کیا تو بالاتفاق اوس پر حد واجب ہوگی اور ایک روایت امام ابی حنیفہ سے ہے کہ اوس پر
حد نہیں آوے گی - وہ تعزیر دیا جاوے گا - اور اگر اپنی اوس لونڈی سے وطی کی کہ جسکا
نکاح کر دیا ہے تو امام ابی حنیفہ اور شافعی اور مالک فرماتے ہیں کہ حد نہیں مارا جاوے گا
اور امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں -

مسئلہ ۱۳ - جبکہ زنا کے گواہ چار پورے نہ ہوں پس بالاتفاق ایمہ وہ تہمت
لگانے والے ہیں اون کو حد ماری جاوے گی لیکن ایک قول امام شافعی میں ہے کہ
حد نہیں ماری جاوے - اور جب دو شخص نے گواہی دی کہ عورت کے ساتھ رضامندی
سے زنا کیا اور دو دوسرے لوگوں نے گواہی دی کہ عورت سے جبراً زنا کیا تو بالاتفاق ایمہ
اون میں سے کسی پر حد نہیں ہے - اور اگر دو نے گواہی دی کہ دوسرے گوشہ میں زنا کیا
پس امام ابی حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اون کی گواہی قبول کی جاوے گی * اور

باب القذف

قذف - زنا کی تہمت لگانے کو کہتے ہیں۔

قاذف - تہمت لگانے والا۔

مقذوف - جس کو تہمت لگائی گئی۔

مسئلہ (۱) اگر کوئی شخص عاقل بالغ مسلمان اور پاکدامن مرد یا عورت کو زنا کی تہمت صاف لفظوں میں لگائے۔ اور مقذوف اس کو حد لگائے جانیکا دعویٰ کرے۔ تو قاضی اس کو ۸۰ کوڑے حد لگائے گا۔ بشرطیکہ مقذوف حر ہو اگر بردہ ہو تو چالیس کوڑے۔ حد کے وقت قاذف کے جسم سے پوستین اور روئی دار کوٹ کے سوا دوسرے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔ قذف ثبوت اس کے ایکبار اقرار سے ہوتا ہے یا دو مردوں کی شہادت سے۔ عورتوں کی شہادت اسمیں نہیں سنی جاتی۔ اگر قاذف ایکبار اقرار کرنے کے بعد انکار کرے تو اسکا انکار قبول نہیں کیا جائیگا حد قذف کے واجب ہونیکی شرائط میں سے جو مقذوف کا پاکدامن ہونا مذکور ہوا اسکا مطلب یہ ہے کہ اسنے کبھی زنا نہ کیا ہو اور نہ کبھی نکاح فاسد کیا ہو اگر کوئی شخص کسی کو کہے تو اپنے باپ کا نہیں ہے اور اسکی ماں پاکدامن ہو تو قاذف کو حد دکھائی جائیگی اگر کوئی غصے کیحالت میں کہے کہ تو زید کا بیٹا نہیں۔ حالانکہ سب اس کو زید کا بیٹا کہتے ہوں تو حد لگائی جائے گی۔

مسئلہ (۲) اگر کوئی شخص کسی کو کہے زانی اور زانیہ کے بیٹے۔ تو اسنے مخاطب کے ماں باپ دونوں کو قذف کیا بشرطیکہ وہ دونوں زندہ ہوں اور دونوں کیلئے حد طلب کیجائیگی۔ اگر دونوں مرچکے ہوں تو صرف مخاطب کیلئے حد طلب ہوگی اگر اجنبی عورت کو کہے کہ تو نے ذات سے برا کرایا یا بیل سے منہ کالا کیا یا گدھے کے پیچھے پڑی وغیرہ

مارا جاوے گا۔ اور امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں حد مارا جاوے گا اور اگر ثیب ہوگا رجم کیا جاوے گا اور فرمایا امام احمد نے سو دُرّے مارے جاوینگے۔

مسئلہ ۱۷۔ سید اپنے غلام اور لونڈی پر حد قایم کر سکتا ہے یا نہیں؟ بمذہب امام شافعی اور احمد اور مشہور قول امام مالک سے یہ ہے کہ جب سید کے روبرو شہادت قایم ہو جاوے یا اوس کے سامنے اقرار کرے تو سید کو اپنے غلام اور لونڈی پر حد قایم کرنے کا اختیار ہے قذف یعنے تہمت زنا میں اور شراب پینے میں اور زنا میں اور اس کے سوا اور جرموں میں۔ اور اگر چوری کی تو سید کو ہاتھ کاٹنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ امام مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ سید کو اختیار ہاتھ کاٹنے کا نہیں ہے اور اصحاب امام شافعی سے اس میں دو روائتیں ہیں اصح روایت روضہ میں یہ ہے کہ سید کو اختیار ہے بوجہ اطلاق خبر یعنے حدیث شریف کے اور بعض اون میں وہ ہے کہ جس نے ہاتھ کاٹا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کل میں سید کو اختیار نہیں ہے بلکہ اوس کو پیش کرے گا امام یا نائب امام کے پاس۔ اور اگر لونڈی منکوحہ ہو تو اوسکا سید کو اختیار ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور احمد کے نزدیک سید کو کسی حالت میں اختیار نہیں ہے بلکہ رجوع کرے گا امام یا نایب امام کیطرف اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک سید کو ہر حال میں اختیار ہے۔

مسئلہ ۱۸۔ اگر عورت کے حمل ظاہر ہوا اور اوسکے خاوند نہیں ہے اور اسی طرح لونڈی کے کوئی خاوند نہیں ہے اور مولی ابھی نہیں اور کہا عورت نے یا لونڈی نے کہ جبراً یا شبہ سے کسی شخص نے وطی کر لی ہے تو بمذہب امام ابی حنیفہ اور شافعی اور اظہر روایت امام احمد سے یہ ہے کہ اوسپر حد واجب نہ ہوگی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر عورت مقیمہ یعنے قیام کرنے والی ہے اور مسافرہ نہیں ہے تو حد ماری جاویگی اور نہیں قبول کیا جاوے گا قول اوس کا کہ وطی کی گئی ساتھ شبہ کے یا غضب کے لیکن اگر کوئی اثر ظاہر ہوگا۔ پس قول عورت کا قبول کیا جاوے گا۔ جیسے عورت کا فریادی آنا اور مثل

مسئلہ ۵۔ اگر کہا مقذوف کو تو غلام ہے اور مقذوف نے کہا نہیں بلکہ میں حر ہوں اور اگر مقذوف ظاہر میں حر ہے تو متہم کو اپنے بیان پر گواہی کی ضرورت ہوگی اور اگر مقذوف غلام مشہور ہے اور بعد میں مذکور ہوا کہ وہ آزاد کیا گیا پس اس صورت میں مقذوف کو احتیاج گواہوں کی ہوگی اور اگر مقذوف کا حال مجہول ہے تو امام مالک کے نزدیک قاذف کو اپنے بیان پر گواہ لانا ہوگا اور امام شافعی سے دو قول ہیں اصح ان میں کا یہ ہے کہ قاذف پر گواہ لانا ہے۔

مسئلہ ۶۔ حد قذف میں ورثہ ہوتا ہے یا نہیں امام مالک اور شافعی فرماتے کہ اسمیں ورثہ ہوتا ہے اور ورثہ میں امام شافعی سے تین طریق ہیں اوّل یہ کہ تمام مرد و عورت وارث ہیں دوم یہ کہ صاحب نسب وارث ہیں پس اس سے زوج اور زوجہ خارج ہو گئے سوم یہ کہ عصبات وارث ہوں گے عورتیں وارث نہوں گی۔ اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حد قذف میں ورثہ نہیں ہے۔ بلکہ مقذوف کے مرنے پر ساقط ہو جاویگی۔

باب السرقہ

سرقہ۔ چوری۔

سارق۔ چور۔

مسروقہ۔ وہ مال جسکو چرایا ہے۔

مسئلہ ۱۔ نصاب چوری کس قدر ہوتا ہے؟ اسمیں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک نصاب سرقہ ایک دینار یا دس درہم ہیں یا قیمت دونوں میں سے ایک کی اور نزدیک امام مالک اور روایت امام احمد سے یہ ہے کہ چوتھائی دینار یا تین درہم سرقہ کا نصاب ہے سرقہ جس پر ہاتھ کاٹنے کا شرعی حکم لازم آتا ہے۔ اسکی شرائط یہ ہیں کہ سارق عاقل و بالغ ہو۔ اور کسی مکان سے یا کسی کی حفاظت میں سے مال بمقدار مذکورہ خفیہ طور پر چھوٹے

تو اس پر کوئی حد نہیں۔ اگر کسی مرد کو کہے کہ تو نے اونٹنی سے برا کیا۔ تو حد لگائی جائیگی۔ امام محمد فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی کسی کو کہے کہ تو زنا کریگا۔ تو اس پر کوئی حد نہیں۔ کیونکہ یہ آئندہ زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور آئندہ زمانہ کے متعلق کوئی تہمت نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ ۳۔ اگر مجمل لفظ کہا۔ کہ بدون نیت اور تشریح کے اس سے قذف ثابت نہ ہو اس بارہ میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ کہ کہنے والے پر حد واجب نہ ہوگی۔ اگرچہ نیت اس نے قذف کی کی ہو۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ علی الاطلاق حد واجب نہ ہوگی اور امام شافعی فرماتے ہیں۔ کہ اگر اس نے نیت قذف کی کی ہو اس لفظ کے ساتھ اور اس لفظ کی تفسیر بھی اسنے کر دی۔ پس حد واجب ہوگی اور امام احمد سے دو روایت ہیں۔ اظہر روایت یہ ہے کہ مطلقاً حد واجب نہوگی اور دوسری مانند مذہب امام شافعی کے ہے۔ اور اگر کسی عربی کو کہا قبطی[1] یا رومی یا بربری یا کسی فارسی کو کہا یا رومی یا رومی کو کہا اے فارسی اور اس کے باپ دادا میں یہ صفت نہیں پائی جاتی ہے۔ پس امام مالک کے نزدیک کہنے والے پر حد ہے اور نزدیک امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد اس پر حد نہیں ہے۔

مسئلہ ۴۔ حد قذف حق العباد سے ہے یا حق تعالی سے۔ پس امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حد قذف حق ہے اللہ تعالی عزوجل کا جسکو گالی یا تہمت لگائی گئی ہو۔ اسکو معاف کرنے کا حق نہیں ہے کہ جس سے حد ساقط ہو جاوے اس سے اور اگر مقذوف مر گیا۔ تو اس سے حد ساقط نہیں ہے۔ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ حد قذف حق مقذوف کا ہے دعوی کریگا اسکے قذف کا تو حد لگائی جاویگی اور مقذوف کو اختیار معاف کرنیکا ہے کہ حد کو ساقط کرے۔ امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی شخص میت کو زنا کی تہمت سے یاد کرے تو اسکے والدین یا اسکی اولاد کو حق ہے کہ حد کا دعوی کریں۔ خواہ وہ وارث ہوں یا نہ ہوں۔ بشرطیکہ مقذوف کی نسب میں اس قذف سے کوئی قدح لازم آتا ہو۔

---

[1] قبطی وہ شخص ہے کہ منسوب قبط کی طرف ہو۔ اور قبط ایک گروہ ہے آدمیوں کے جو مصر کی قدیم اقوام میں سے ہیں

مال مسروقہ بھاری ہو کہ آدمی اوسکے واسطے مدد کا محتاج ہے جیسے ساج یعنے ساگون کی کڑیاں اور مثل اوسکی یا وہ مال ہلکا ہو یعنے مال مسروقہ وزن میں چنانچہ کپڑا وغیرہ خواہ سب نے شامل ہو کر محفوظ جگہ سے ایک مرتبہ نکالا ہو یا ہر واحد نے تہوڑا تہوڑا نکالا کہ کل ملکر حد نصاب کو پہونچا ہر حالت میں ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور جب دو آدمی نقب میں شریک ہوئے اور اُن دونوں میں سے ایک اندر داخل ہوا اور اُسنے مال لے لیا اور اُسکا دوسرا شریک جائے محفوظ سے باہر ہے یا اُس نے مال کو لیکر اوسکی طرف پھینکدیا جو باہر کھڑا ہے اور باہر والے نے اوسکو لے لیا۔ تو بمذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اوس شخص کا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر داخل ہوا اور خارج کا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک اون دونوں میں سے کسیکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور اگر نقب میں ایک جماعت شریک ہے اور وہ سب جائے محفوظ میں داخل ہوئے اور اُنمیں سے بعض نے نکالا نصاب کو اور باقیوں نے کچھ نہیں نکالا اور نہ مدد کی اُنہوں نے نکالنے میں تو امام ابی حنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک واجب ہے جماعت کا ہاتھ کاٹنا اور فرمایا امام مالکؒ اور شافعیؒ نے جسنے مال نکالا اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اگر نقب لگایا دو آدمیوں نے محفوظ جگہہ میں اور ایک اندر داخل ہوا اور اندر والے نے مال کو قریب کردیا نقب کیطرف اور چھوڑ دیا اوسکو پس باہر والے نے اندر ہاتھ داخل کرکے جائے محفوظ سے مال نکالا تو فرمایا امام ابو حنیفہؒ نے ان دونوں کا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ ایک قول میں فرماتے ہیں کہ جسنے مال کو نکالا اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور جسنے اندر جاکر نقب کے نزدیک مال کو کردیا اسمیں اصحاب امام مالکؒ سے دونوں قول ہیں۔ اور امام شافعیؒ سے وہ قول صحیح یہی ہے کہ خصوصاً نکالنے والیکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ دونوں کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اور اگر جائے حفاظت میں ایک نے نقب لگائی اور دوسرے نے اندر داخل ہو کر مال کو نکالا اسمیں امام شافعیؒ سے دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔

مسئلہ ۳ - اگر حر صغیر غیر تمیز دار نے چوری کی تو بمذہب امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ اوسکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا اور بعض اصحاب امام مالکؒ سے مختار یہ ہے کہ نہیں کاٹا جاویگا اگر کسی نے قرآن شریف چرایا تو نزدیک امام ابی حنیفہؒ اور امام احمدؒ ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کاٹا جاویگا اگر کسی نے کفن چرایا تو بمذہب امام مالکؒ

اگر سارق خود ایک بار اقرار کرے۔ یا دو مردوں کی گواہی سے سرقہ ثابت ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا لازم آتا ہے۔ اگر ایک جماعت چوری کرے۔ تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اگر جماعت میں سے ایک شخص نے چوری کی۔ اور باقی ہمراہیوں نے اس مال کو باہم تقسیم کیا۔ تو اگر امام ابی حنفیہ کے موافق نصاب کی مقدار ہر ایک کے حصہ میں مال آیا۔ تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اگر امام شافعی کے نزدیک صرف چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ امام مالک کے نزدیک اگر ایک جماعت نے تین درہم بھی چرایا۔ تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے حصہ داروں میں سے اگر کوئی شخص مشترکہ مال میں چوری کرے۔ تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ مد قرض خواہ اپنے قرض کی مقدار قرض دار کے مال سے چرا لے۔ تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ اگر کوئی ایک مال کی چوری کے بدلے میں سزا یافتہ ہو۔ اور وہ مال مالک کے ہاتھ میں دیا جائے۔ اور پھر وہ اس کو چرالے۔ تو دوبارہ اس کو سزا نہ دی جائے گی۔

مسئلہ ۴۔ لکڑی۔ گھاس۔ سر کنڈا۔ شکاری جانور۔ ہڑتال۔ گلاب کے پھول ترمیوہ اگرچہ درخت پر ہو۔ دودھ۔ گوشت۔ اور کھیتی جو کاٹی نہ گئی ہو۔ طنبورہ قرآن مجید کے چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دینی واجب نہیں۔ مگر امام شافعی کی روایت میں اور امام ابو یوسف رح کی ایک روایت میں اگر اس کی قیمت دس درم ہو۔ تو ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا۔ سونے کی یا چاندی کی صلیب اور شطرنج کی قیمتی مہرے کے چرانے سے بھی قطع لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کا بچہ چرا لے جائے۔ اگر وہ زیور پہنے ہو۔ ہاتھ کاٹنا لازم نہیں۔ مگر امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس کا زیور نصاب سے برابر ہو۔ تو کاٹا جائے۔ ورنہ نہیں۔ اگر ایک جماعت چوری کرے اور

مذہب امام مالکؒ کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں سے کسیکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا تیسرا قول یہ ہے کہ صرف خاوندکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر بیوی یا خاوند نے ایکدوسرے سے مال بچا کر محفوظ جگہہ میں رکھا ہے تو راجح مذہب امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ چوری کے بدلے ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک موافق مذہب امام مالکؒ کے دوسری روایت یہ ہے کہ مطلقاً شوہر و زوجہ میں سے کسیکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اگر ماں باپ نے اولاد کا مال چرایا تو بالاتفاق ائمہؒ ماں باپ کا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اگرچہ ماں باپ اوپر کے ہوں یعنے دادا پردادا وغیرہ اور اگر اولاد نے ماں باپ دونوں کا یا اونمیں سے ایک کا مال چرایا پس بمذہب امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ کے نزدیک کاٹا جاویگا تاکہ شباہت نہو۔ اور اگر کسی نے رشتہ دار ذی رحم محرم کا مال چرایا جیسا کہ بہائی اور چچا کا مال چرایا پس بمذہب امام ابی حنیفہؒ ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔ اور بمذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کاٹا جائیگا۔

مسئلہ — اگر کسی نے سونے کا بت توڑ ڈالا تو بالاتفاق اوسپر ضمان نہیں ہے اور اگر سونے کا بت چوری کیا پس امام ابوحنیفہؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اوسکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کاٹا جاویگا اور اگر کسی نے حمام میں سے کپڑے چرائے تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کپڑے رات کیوقت چرائے تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور بمذہب امام شافعیؒ اور بروایتے امام احمدؒ مطلقاً ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر حمام میں کوئی چیز محفوظ بحفاظت تھی تو چور کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگرچہ حفاظت اوسکی نہتی اور رکھنے والا غافل تھا پس ہاتھ نہیں کاٹے جاوینگے۔ اور کسی نے عدل[1] اور جوالق[2] کو چرایا اور بعد اوس حفاظت کی تو امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور اگر کسی نے مال مسروقہ بعینہ چور کے پاس سے چرالیا یا مال مغصوبہ غاصب سے چرایا۔ پس امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک مال مغصوبہ غاصب سے چرایا اوسمیں ہاتھ کاٹا جاویگا اور مال مسروقہ چور کے پاس سے چرایا اوسمیں ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اگر چور اول کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اگر چور اول کا ہاتھ نہ کاٹا گیا ہو تو دوسرے چور کا ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک ہر واحد کا ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ

---

[1] عدل بکسر عین تو اڑ کی تسمہ کو کہتے ہیں۔

[2] جوالق خرجین ہے کہ اسباب رکھنے کو جامہ فہمینہ سے بناتے ہیں ۱۲

و شافعیؒ و احمدؒ اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور فقط امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اوسکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور اگر کعبہ شریف کا پردہ چرایا کہ قیمت پردہ مسروقہ کی نصاب کو پہونچی تو نزدیک امام شافعیؒ اور احمدؒ اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام ابی حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اوس چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔

مسئلہ ۴ - کسی نے چوری کی اور اوسکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا اور بعد اوسکے اوسنے دوبارہ پہر چوری کی تو بالاتفاق اوسکا بایاں پاؤں کاٹا جاویگا اور پہر اوسنے تیسری مرتبہ چوری کی تو مذہب امام ابی حنیفہؒ و بروایتے امام احمدؒ اوسکو قید کیا جاویگا اور ایک ہاتھ اور پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ میں بایاں ہاتھ کاٹا جاوے اور اگر چوتھی بار چوری کی تو داہنا پاؤں کاٹا جاویگا اور اسیطرح دوسری روایت امام احمدؒ میں ہے۔

مسئلہ ۵ - اگر کسی نے ایکدفعہ چوری کا اقرار کیا تو امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک چوری کی حد ثابت ہو جاویگی اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ اقرار کرنیسے حد ثابت ہوگی اور اسی کے موافق قول امام ابی یوسفؒ کا ہے۔

مسئلہ ۶ - اگر مال مسروقہ بعینہ موجود ہو پس باتفاق آئمہ اوسکا لوٹا دینا واجب ہے اگر جسکا مال چوری گیا ہے اوسکا مال مسروقہ تلف ہو گیا اور مالک مال چور سے تاوان لینا اور اوسکا ہاتھ کاٹنا پسند کرتا ہے اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر تاوان لینا چاہتا ہے تو تاوان دلوایا جاویگا اور ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور اگر وہ ہاتھ کاٹنا پسند کریگا تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور تاوان نہیں دلوایا جاویگا کیونکہ دونوں بات جمع نہیں ہونگی اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر چور دولتمند ہے تو اوسکا ہاتھ بھی کاٹا جاویگا اور تاوان بھی دلوایا جائیگا اور اگر چور مفلس ہے تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور تاوان نہیں دلوایا جاویگا۔ اور امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں مجتمع ہونگے۔ ہاتھ بھی کاٹا جاویگا اور قیمت کا تاوان بھی دلوایا جاویگا۔

مسئلہ ۷ - اگر بی بی نے خاوند کا مال یا خاوند نے بی بی کا مال ایکدوسرے کے خاص گہر سے یا ایک گہر میں سے جسمیں دونوں رہتے ہیں چرالیا پس امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک کا خاص مکان محفوظ ہو اور اوسمیں سے چرایا تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر اوس مکان میں سے چرایا کہ جسمیں دونوں رہتے ہیں تو ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور امام شافعیؒ سے چند قول ہیں ایک قول موافق

شافعیؒ اور احمدؒ اگر قیمت لکڑی کی حد نصاب کو پہونچی تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک لکڑی چرانے میں
نہیں کاٹا جاویگا مگر ساگوان اور آبنوس اور صندل اور قنا کی لکڑیاں چرانے میں ہاتھ کاٹا جاویگا۔

مسئلہ ۱۰۔ جب کسی نے اول مرتبہ چوری کی اور وہ صحیح الاطراف ہے۔ یعنی سب ہاتھ پاؤں اوسکے
صحت ہیں اور چوری کے جرم میں اوسپر قطع ید واجب ہوا تو باتفاق ائمہ داہنا ہاتھ پہونچے کے جوڑ میں سے
کاٹکر داغ دیا جاویگا اور اگر پہر اوس نے چوری کی تو واجب ہے کہ اوسکا بایاں پاؤں ٹخنے کے جوڑ میں سے کاٹکر
داغ دیویں۔ اور اگر وہ طرف جسکا کاٹنا چاہئے وہ نہیں ہے تو اوسکا مابعد کاٹا جاویگا اور اسیطرح اگر ہاتھ شل ہو
لیے لنجا ہو کہ جس سے کچھ کام نہیں ہو سکتا ہو تو اوسکا مابعد کاٹا جاویگا لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہی
جوڑ کاٹا جاویگا جو مستحق کاٹنے کا ہے اگرچہ شل ہو اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چور کا داہنا ہاتھ شل ہے اور
عقلمند مثل ڈاکٹر و جراح حاذق کے کہدیویں کہ جب ہاتھ کاٹا جاویگا اور ختم کیا جاویگا تو خون بند ہو جاویگا۔
تو اسوقت اوسی ہاتھ شل شدہ کو کاٹیں اور اگر وہ کہدیویں کہ اسکے کاٹنے سے خون بند نہو گا اور تلف کریگا۔
یعنے اس سے ہلاک ہوگا تو اوسکا مابعد قطع کیا جاویگا۔ اور اگر غلطی سے کاٹنے والے نے داہنے کے عوض بایاں
کاٹ دیا۔ تو امام ابی حنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک یہی کافی ہوگا۔ اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک کاٹنے والے پر
دیت ہے اور امام شافعیؒ سے وجوب قطع دوبارہ میں دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ قطع کرے اور امام
احمدؒ سے دونوں طرح روایتیں ہیں۔

مسئلہ ۱۱۔ کسی نے مال النصاب کو چرایا اور بعد ازاں وہ چور اوسکا مالک بسبب خرید کرنے یا ہبہ
یا ورثہ یا اور طور پر ہو گیا۔ تو امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک اوسپر سے حد ساقط ہو جاویگی اور مذہب امام مالک رح
اور شافعیؒ اور احمدؒ حد ساقط نہیں ہوگی خواہ ملکیت اوسکی قبل روبکاری حاکم کے ہو یا بعد کو۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر مسلمان نے مستامن سے مال النصاب چرایا محفوظ جگہ سے تو بمذہب امام ابی حنیفہؒ
اوسکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کاٹا جاویگا اور جب مستامن اور معاہد چوری کریں تو بمذہب
امام مالکؒ اور احمدؒ اونکا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ رح اونکا ہاتھ کاٹنا واجب نہیں ہے اور
امام شافعی رح سے دو قول ہیں حسب مذہبین اصح اونہیں کا یہی ہے کہ ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور اچک لیجانیوالے
اور لوٹنے والے اور غصب کرنیوالے کا ہاتھ باوجود زیادہ قصور اور گناہ کے بالاتفاق ائمہ نہیں کاٹا

اوس شخص کا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا جس نے چور کے پاس سے چوری کا مال چرایا یا مال مغصوبہ کو غاصب کے پاس سے
چرایا اور اگر چور اول چور ثانی پر اوس مال کا دعوے کرے کہ جسکا وہ اول مالک ہو چکا ہے بعد قائم ہونے شہادت
کے اوپر ایسا کے کہ چور اول نے مال بنصاب کو جائے محفوظ سے چرایا پس امام مالک رح فرماتے ہیں کہ بہر حال ہاتھ
اوسکا یعنے چور اول کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور نہیں قبول کیا جاویگا دعوے اوسکا۔ اور امام ابو حنیفہ اور شافعی رح
نے فرمایا کہ چور اول کا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔ اور نام رکھا امام شافعی رح نے چور ثانی کا چور ظریف اور امام احمد سے چند
روایتیں ہیں اول یہ کہ ہاتھ کاٹا جاوے دوم یہ کہ ہاتھ نہ کاٹا جاوے سوم یہ کہ چور اول کا دعوے قبول کیا جاویگا
جبکہ وہ مشہور نہ ہو ساتھ چوری کے اور ساقط ہو جاویگا قطع ہاتھ کا اور اگر مشہور ساتھ چوری کے ہے تو
ہاتھ کاٹا جاویگا۔

مسئلہ ۹۔ چور کے ہاتھ کاٹنے میں مالک مال کے مطالبہ کی احتیاج ہے یا نہیں؟ بمذہب امام
ابی حنیفہ رح و اظہر روایت امام احمد رح اور بقول اصحاب امام شافعی رح یہ ہے کہ مالک مال جب مطالبہ اور دعوے کرے
اوسوقت ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اوسکے مطالبہ کی احتیاج نہیں اور اسی موجب ایک روایت
امام احمد رح سے ہے اگر کسی شخص کو کوئی آدمی اپنے گھر میں قتل کرے اور بیان کرے کہ یہ شخص میرے گھر میں مال چرانے
کے لئے آیا تھا اسکا نکالنا مجھ سے ممکن نہو امگر قتل کے ساتھ امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قاتل پر
قصاص نہیں بشرطیکہ گھر میں داخل ہونیوالا مفسد مشہور ہو ورنہ قاتل پر قصاص ہے۔ اور بمذہب امام شافعی و مالک و احمد
قاتل پر قصاص ہے لیکن اوس صورت میں قصاص نہیں ہوگا کہ قاتل اسکے گواہ لاوے کہ مال لینے کے ارادے پر گھر میں داخل
ہوا تھا۔ اور اگر کسی نے مال غنیمت سے چرایا اور چور اہل حرب سے ہے تو ہاتھ کاٹا جاویگا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ رح
اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اگر چور اہل سے ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا اور مشہور قول امام مالک سے کہ کاٹا جاویگا اور امام
شافعی رح سے دو قول مانند دو مذہبوں کے ہیں اصح یہ ہے کہ نہیں کاٹا جاویگا اور اگر مال غنیمت کا چرانیوالا اہل سے
نہیں ہے تو بالاتفاق اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر کسی نے شکار مملوکہ محفوظ جگہ سے چرایا تو ہاتھ کاٹنا واجب ہے
یا نہیں؟ بمذہب ائمہ ثلاثہ ہاتھ کاٹا جاویگا اور ہر اوس چیز میں جو عادت میں شمار کیا جاوے اور اوسکا عوض لینا جائز ہے
خواہ اصل اوسکی مباح ہو چنانچہ شکار۔ اور پانی۔ اور پتھر خواہ غیر مباح ہو۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ رح ہر اوس چیز میں
کہ اصل اوسکی مباح ہو اوسمیں ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔ اور اگر کسی نے لکڑی چرائی تو کیا حکم ہے بمذہب امام مالک رح

یا اُلٹے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دئے جاوینگے اور اگر راہزن پکڑے جاویں قبل اسکے کہ انہوں نے کسیکو
قتل نہیں کیا اور نہ مال لیا۔ پس بمذہب امام ابی حنیفہ رح حاکم وقت اُنکو قید کرے یہاں تک کہ وہ توبہ کریں
یا مرجاویں اور مذہب حنفی میں یہی صورت مذکورہ صفت نفی کی ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک حاکم کی رائے
پر موقوف ہے جیسا مناسب جانے کرے اور اس بارہ میں اجتہاد کرے پس انمیں سے جو شخص صاحب عقل
اور قوت ہو اوسکو قتل کرے اور جو صرف صاحب قوت ہو اوسکو شہر سے نکالدیوے۔ اور صفت نفی مذہب
مالکی میں یہ ہے کہ جو جس شہر میں رہتا ہو اوسکو وہاں سے نکالکر دوسری شہر میں قید کرے حاصل کلام یہ ہے
امام مالک کے نزدیک امام کو جائز ہے کہ استدلالاً اور تنبیہاً راہزنوں کو قتل کرے یا سولی دیوے یا ہاتھ کاٹے
اگرچہ اونہوں نے کسیکو قتل نکیا ہو اور نہ مال لیا ہو۔ امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک راہزنوں کی سزا نکالدینا ہے
اور تعریف نفی کی امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جب راہزن بھاگ جاویں تو طلب کئے جاویں اور جب
آجاویں تو اونکو حد ماری جاوے حاصل یہ کہ حد مارنا نفی ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک تعریف نفی میں دو
روایتیں ہیں ایک موافق مذہب امام شافعیؒ کے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ شہر سے نکالدئے جاویں کہ
پھر شہر کیطرف نہ آویں۔

راہزنوں کے قتل میں نصاب شرط ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نصاب شرط ہے اور امام مالکؒ کے
نزدیک نصاب شرط نہیں ہے۔ اگر راہزن جمع ہوئے اور اونمیں سے بعضوں نے قتل کیا اور پکڑا اور بعض
مددگاری میں رہے تو مددگاروں کا کیا حکم ہے امام ابی حنیفہؒ اور مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک مددگاروں
کی نسبت وہی حکم ہے جو لوٹنے والوں کے واسطے ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مددگاروں پر تعزیر قید
اور تغریب یعنی جلاوطنی کی ہے اور مثل اسکے کرنی چاہئے۔

مسئلہ ۲ ۔ کسی شخص نے شہر کے راستہ میں باہر کہ جہاں فریادرس اور مددگار نہ پہونچے
ہتھیار کھینچکر پوشیدہ جگہ سے اپنے کو ظاہر کیا اور ڈرانیوالا ہوا پس وہ شخص باتفاق ائمہ راہزن ہے
اور اوسپر احکام قطاع الطریق یعنی راہزن کے جاری ہونگے اور اگر کسی نے شہر میں ایسی حرکت کی تو ائمہ
ثلاثہ کے نزدیک وہ بھی مثل اوسکے ہے اور امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک اوسپر حکم راہزن کا ثابت نہو گا۔
مگر اوسکے لئے جو شہر کے باہر ایسی حرکت کرے اور اگر راہزنوں کے ہمراہ عورت ہو اور اوس عورت نے

جاویگا۔

باب قطاع الطریق

قطاع الطریق ۔ راستہ لوٹنے والے جنکو راہزن اور ڈاکو بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱ ۔ قاطع الطریق یعنے راہزن کی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک موافق ترتیب مذکور آیہ کریمہ کے ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اوسکی حد موافق ترتیب کے نہیں بلکہ بقتضا درائے امام کا ضرور ہے قتل اور صلب اور قطع ہاتھ اور پاؤں خلاف سے اور شہر سے نکالنا اور قید کرنا امام کی رائے کے موافق ہونا چاہئے اگر راہزن نے مال بھی لوٹا اور قتل بھی کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ حاکم کو اختیار ہے اگر چاہے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں جانب خلاف سے کاٹے اور اگر چاہے قتل کرے اور سولی دیوے۔ اور چاہے قتل کرے اور سولی نہ دیوے اور اس مذہب کے نزدیک صفت سولی یہ ہے کہ زندہ سولی پر چڑھا دے اور اسکے پیٹ کو نیزہ سے چیرے تاکہ مر جاوے اور تین دن تک اوسکی لاش کو سولی پر لٹکا دے زیادہ دن تک نہ لٹکا دے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک قتل کئے جاوینگے اور سولی دئے جاوینگے قطعاً اور امام مالکؒ کے نزدیک حاکم کو اختیار ہے جو نظر میں آوے کرے اور اگر راہزن نے قتل کیا اور مال نہ لیا پس مذہب امام ابی حنیفہؒ یہ ہے کہ امام یعنی حاکم وقت اونکو حد میں قتل کرے اور اولیائے مقتولین کے معاف کرنیکی طرف توجہ نکرے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اس صورت میں قطعاً قتل کئے جاوینگے البتہ قتل سولی دئے جاوینگے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ زندہ سولی پر چڑھائے جاویں اور بعد قتل کئے جاویں اور امام مالکؒ کے نزدیک امام کو اختیار ہے جیسے چاہے سزا دیوے اور صفت سولی موافق مذہب امام ابی حنیفہؒ ہے اور سولی دینے کے بعد مصلوب کو کتنے روز تک سولی پر لٹکا رکھیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تین دن تک لٹکا رہنے دیویں اور امام احمدؒ کے نزدیک یہاں تک لٹکا دیں کہ خلاف سولی پر لٹکا رہنیکا ہو جاوے اور اگر ڈاکو نے مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اگر اس مال کو اون پر تقسیم کیا جاوے اور ہر واحد کو دس درم پہونچیں یا ہر ایک کو اسقدر شئے پہونچے کہ جسکی قیمت دس درم ہو تو امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک ہر ایک کا ایک ہاتھ اور پاؤں جانب خلاف سے کاٹا جاویگا۔ اسیطرح اگر ڈاکوں نے مال لیا اور کسیکو قتل نہ کیا تو امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اون کے ہاتھ اور

نہیں قبول کیجاویگی جبتک کہ عمل میں اصلاح نہو۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہؒ و احمدؒ اوسکی گواہی قبول کیجاویگی اگرچہ نظاہر ہو اوس سے درستی اعمال۔ اور جبکہ راہزن محاربہ میں اوسکے ساتھ محاربہ کرتا ہے جو اوسکے برابر نہیں ہے۔ چنانچہ کافر اور غلام اور لڑکا اور اپنا غلام تو اوسکو قتل کیا جاویگا یا نہیں؟ بمذہب امام ابی حنیفہؒ و بظاہر مذہب امام احمدؒ یہ ہے کہ وہ نہیں قتل کیا جاویگا۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ قتل کیا جاویگا۔ اور امام شافعیؒ سے دو قول ہیں مانند دونوں مذہبوں کے اصح یہ ہے کہ قتل کیا جاویگا۔

باب شراب پینے کی حد میں

حد۔ سزا مقررہ شرعی کو کہتے ہیں۔ کہ اسمیں حاکم کی رائے کا دخل نہیں۔

مسئلہ ۱۔ بالاتفاق آئمہ شراب ناپاک اور حرام ہے اور کوئی شراب کو زیادہ پیوے یا کم اسپر حد واجب ہے اور شراب کو حلال جاننے والا کافر ہے اگر انگور کے شیرہ میں شدت ہو جاوے اور جھاگ آجاویں تو بالاتفاق وہ شراب ہے جسکو خمر کہتے ہیں جبکہ شیرہ انگور کو نکالے ہوئے تین روز ہو جاویں تو امام احمدؒ کے نزدیک وہ شراب ہو گیا اوسکا پینا حرام ہے اگرچہ اوسمیں شدت اور نشہ نہو۔ امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ شیرہ انگور شراب نہوگا جبتک کہ اوسمیں شدت یعنی تیزی ہو کر جھاگ لاکر نشہ نہ لاوے

مسئلہ ۲۔ ہر ایک شراب کہ جسکا زیادہ پینا نشہ لاوے بالاتفاق آئمہ اوسکا کم پینا بھی حرام ہے اور اوسکا نام خمر رکھا جاویگا۔ اور اوسکے پینے میں حد ہے برابر ہے کہ شراب انگور۔ یا تمر۔ یا زبیب۔ یا گیہوں۔ یا جو یا جوار۔ یا چاول۔ یا شہد۔ یا دودھ کی ہو۔ اور مثل اوسکے خواہ نیم پختہ ہو یا جوش دادہ لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نقیع یعنی پانی تمر اور داکھ کا جب شدید ہو جاوے تو خمر یعنے شراب ہو جاویگا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ لیکن اوسکا نام نقیع رکھا جاویگا نہ خمر اور اگر وہ نشہ لایا تو اوسکے پینے میں حد ماری جاویگی اور وہ ناپاک ہے اور اگر وہ دونوں کم پکائے جاویں تو پینا اونکا حلال ہے بشرطیکہ گمان غالب پینے والیکا یہ ہو کہ وہ نشہ نہ لاوے سوائے خوشی کے اور اگر اوسمیں شدت آجاوے تو نشہ دونوں کو حرام کردیگا اور اوسکے پکانے میں یہ معتبر ہوگا کہ دو ثلث جل جاویں اور بمذہب امام ابی حنیفہؒ نبیذ گیہوں اور جو۔ جوار۔ چاول۔ اور شہد کی حلال ہے۔ عرق پکائے ہوئے یا نکالے ہوئے میں سے اگر کوئی شے نشہ لاوے پس وہ حرام ہے اور اسمیں حد

اونکی موافقت کی یعنی عورت نے قتل کیا اور مال لوٹا پس امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ عورت حد میں قتل کیجاویگی۔ اور امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ وہ عورت قصاص میں قتل کیجاویگی اور ضامن ہوگی۔

مسئلہ ۲۔ جس شخص نے قتل کیا اور مال لیا تو بالاتفاق اوسپر حد قائم کرنا واجب ہے پس اگر ولی مقتول اور جس کا مال لیا ہے معاف کرے تو از روئے تحقیق اسقاط حد میں اوسکا معاف کرنا غیر موثر ہے اور کوئی شخص اونمیں سے قبل قادر ہونے قیام حد پر مرگیا تو اوس سے حد ساقط ہوجاویگی اسواسطے کہ حدود حق اللہ عزوجل کا ہے اور جو حق بسبب آدمیوں کے طلب کیئے جاتے ہیں مانند جان اور مال اور زخم کے وہ پورے کیئے جاوینگے۔ مگر یہ کہ معاف کردے تو معاف ہوجاویگا۔ اگر کسی نے شراب پی اور زنا کیا اور چوری کی اور اوسکا قتل محاربہ یا غیر محاربہ میں واجب ہوا تو بمذہب امام ابی حنیفہؒ و احمدؒ وہ قتل کیا جاویگا نہ ہاتھ کاٹا جاویگا نہ درے سے مارے جاوینگے اسواسطے کہ یہ حقوق اللہ تعالیٰ کے ہیں انکی بنا نرمی پر ہے اور اگر قذف کی اور ہاتھ کاٹا اور قتل کیا تو اس صورت میں درے سے مارے جاوینگے اور ہاتھ کاٹا جاویگا اور قتل کیا جاویگا یعنی ہر ایک جرم کی سزا ترتیب سے دیجاویگی۔ اسواسطے کہ یہ حقوق آدمی کے ہیں انکی بنیاد الحاف اور سختی پر ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمام سزائیں تمامہ بدون تداخل کے طلب کیجاوینگی علی الاطلاق۔ اور اگر کسی نے شراب پی اور محصنات پر تہمت لگائی تو بمذہب امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ اوسکی حد میں تداخل نہوگا اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تداخل کیا جاویگا۔

مسئلہ ۴۔ اگر غیر محاربین یعنی غیر راہزنوں میں سے شرابی اور زانی اور چور نے رجوع کی اور توبہ کی تو نزدیک امام ابی حنیفہؒ اور امام مالکؒ اوسکی توبہ اوسکی حد کو ساقط نہیں کریگی اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں۔ ایک مانند مذہب امام ابی حنیفہ رح و مالکؒ۔ دوسرا یہ کہ توبہ اوسکی حد کو ساقط کردیگی۔ بشرطیکہ اوسپر ایک سال گذر جاوے اور امام احمدؒ سے دو روایت ہیں اظہر یہ کہ ساقط ہوجاویگی بدون شرط گذرنے زمانہ کے۔

مسئلہ ۵۔ اگر محاربین یعنی راہزنوں میں سے کسی نے توبہ کی اور اوسپر درستی افعال کچھ ظاہر نہ ہوئی۔ تو اوسکی شہادت قبول کیجاویگی یا نہیں۔ بمذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ اوسکی شہادت

اور شرب کے سوا اوس کی بھی تیزی نہیں ہے پس مذہب امام ابی حنیفہ و شافعی و احمد رحمہم اللہ شراب سے لقمہ اتار لیوے اور بقول مشہور امام مالک کے یہ ہے کہ کسی حال میں شراب سے لقمہ نہ اتارے اور وقت ضرورت شراب جائز ہے یا نہیں۔ جیسے پیاس کے واسطے یا دوا کے واسطے امام مالک اور احمد کے نزدیک ایسی ضرورت میں بھی جائز نہیں اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک پیاس کے واسطے جائز ہے اور دوا کے واسطے جائز نہیں۔ اور امام شافعی رح سے چند قول ہیں اصح یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں اور قول ثانی یہ ہے کہ تھوڑی شراب دوا کے لئے جائز ہے تیسرا قول یہ ہے کہ پیاس کے واسطے جائز ہے اسقدر کہ تری اور تازگی آجاوے اور حرمت شراب کی بسبب علت کے ہے اور وہ علت شدت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ بذاتہ حرام ہے۔

باب التعزیر یعنے تادیب اور توبیخ کے بیان میں

تعزیر۔ اوس سزا کو کہتے ہیں۔ جو حد سے کم ہو اور وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے جسمیں تین کوڑے سے انتالیس ۳۹ کوڑے تک مارنا ہے۔

مسئلہ ۱۔ ہر اوس گناہ کے لئے تعزیر مشروع ہے کہ جسمیں حد اور کفارہ نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے گناہ کے سبب کہ جسمیں تعزیر دیجاتی ہے مستحق تعزیر ہوا۔ تو کیا یہ حق واجب ہے اللہ عزوجل کے واسطے یا غیر واجب؟ امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ واجب نہیں بلکہ مشروع ہے اور امام ابو حنیفہ رح اور مالک رح فرماتے ہیں کہ اگر گمان غالب حاکم کا یہ ہے کہ مارنے میں مصلحت ہے تو مارنا واجب ہے۔ اور اگر گمان غالب حاکم کا یہ ہو کہ مارنے میں مصلحت نہیں ہے تو غیر واجب ہے۔ اور امام احمد رح فرماتے ہیں کہ جب کوئی اپنے فعل سے تعزیر کا مستحق ہو جاوے تو تعزیر واجب ہے۔

مسئلہ ۲۔ اگر حاکم وقت نے کسیکو تعزیر دی اور وہ شخص اوس تعزیر سے مرگیا تو امام پر خون بہا لازم آویگا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ رح اور مالک رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ امام پر ضمان یعنے خون بہا نہیں ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ امام پر ضمان ہے اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کو مارا اور استاد نے شاگرد کو ادب دینے کے واسطے مارا پس وہ مرگیا تو امام مالک رح اور احمد رح کے نزدیک باپ اور استاد پر ضمان نہیں

ماری جاویگی۔

مسئلہ ۳۔ اگر شیرہ انگور اتنا پکایا جاوے کہ اوسمیں دو تہائی سے کم جل جاوے پس باتفاق ائمہ وہ حرام ہے اور اگر اوسمیں سے پورا دو تہائی جل جاوے تو حلال ہے جبتک نشہ نہ لاوے۔ اور اگر اسمیں نشہ آگیا اوسکا قلیل اور کثیر حرام ہوگا۔

مسئلہ ۴۔ نقوع یعنی شراب خام از مویز جو حلال ہے اور اسکا پینا جائز ہے اور ابن قدامہ حنبلی کتاب کافی میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جانے کسی شے کو کہ یہ نشہ نہ لاویگی مثل نقاع کے تو اوسکے پینے کا مضائقہ نہیں اگرچہ جوش پاگیا ہو کیونکہ نشہ علت اور سبب حرمت کا ہے اور جبکہ نشہ نہ پایا جاوے تو حکم حرام کا نہ دیا جاویگا۔ لیکن جب شیرہ پر تین دن گذر جاویں پس ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ وہ حرام ہو جاویگا اگرچہ نہ جوش دیا جاوے بسبب ورود حدیث۔

مسئلہ ۵۔ صاحب نشہ کسکو کہتے ہیں امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ نشہ والا وہ شخص ہے جو زمین اور آسمان کو نہ پہچانے اور مرد عورت کو نہ پہچانے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جسکے نزدیک اچھا برا برابر معلوم ہو وہ نشہ والا ہے اور امام شافعی رح اور احمد رح کے نزدیک وہ ہے جو بات کرتے وقت اپنے خلاف عادت لغزش کھاوے

مسئلہ ۶۔ شراب پینے والیکی کیا سزا ہے بمذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالک رح شراب پینے والے کو اسّی کوڑے یعنی دُرّے مارے جاویں۔ اور بمذہب امام شافعی رح چالیس ہیں۔ اور امام احمد رح سے دو روایت ہیں مانند دونوں مذہبوں کے۔ اور خرقی نے اسّی کو ترجیح دی ہے اور یہ سزا مرد آزاد کے حق میں ہے اور غلام کے واسطے باتفاق آیہ حرّ سے نصف سزا ہے یعنی غلام کو نصف حد ماری جاویگی اور باتفاق ائمہ شرابی کو دُرّے کے ساتھ حد ماری جاویگی۔ لیکن امام شافعی رح سے منقول ہے کہ حد ہاتھ اور جوتوں اور اطراف کپڑوں کے ساتھ قائم کیجاویگی۔

مسئلہ ۷۔ اگر کسی نے شراب پینے کا اقرار کیا اور اوسمیں شراب کی بُو نہیں پائی گئی تو امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک وہ حد نہیں مارا جاویگا اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ وہ حد مارا جاویگا اور اگر اوسمیں شراب کی بُو پائی گئی مگر اوسنے پینے کا اقرار نہیں کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ رح و شافعی رح اور احمد رح حد نہ ماری جاویگی اور بمذہب امام مالک رح حد ماری جاویگی۔ اور اگر حلق میں لقمہ اٹکے

قائم کیجاویگی علیحدہ علیحدہ کوڑوں کے ساتھہ کہ جسمیں جان کا ہلاکت سے بچاؤ رہے اور اسی طرح ضعیف الخلقت پر حد قائم کیجاویگی اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ حدیں سوائے کوڑوں کے نہیں مارا جاوے اور فرق کیا جاویگا ضرب اور عدد مستحق ہیں اور اسکا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اگر محدود مریض ہو تو تاخیر کیجاویگی تندرست ہونے تک

مسئلہ ۵- مرد کو کھڑا کرکے یا بٹھا کر حد ماری جاویگی ؟ امام مالک رح کے نزدیک بٹھا کر حد ماری جاویگی اور امام احمد رح سے دونوں طرح روایت ہے۔ اور محدود ننگا کیا جاوے یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ رح اور شافعی رح کے نزدیک ننگا نہیں کیا جاویگا خصوصاً قذف میں اور سوا اسکے اور میں ننگا کیا جاوے یعنے کپڑے اُتارے جاویں گے۔ اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ کل حدوں میں ننگا کیا جاویگا۔ اور امام احمد رح کے نزدیک ننگا نہیں کیا جاویگا کل حدوں میں بلکہ حد مارا جاویگا۔ ایسی چیزیں نہ اُتاری جاویں جو تکلیف ضرب کو مانع نہوں جیسے ایک کُرتا یا دو کُرتے۔ حد مارنے میں کس کس عضو پر ماری جاوے امام ابو حنیفہ رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ تمام بدن پر ماری جاوے مگر چہرہ اور فرج اور سر پر نہ ماری جاوے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ چہرہ اور فرج اور تمام بدن اندیشہ ناک کو بچاوے اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ پشت اور اوسکے قریب کی جگہہ ماری جاوے۔

مسئلہ ۶- مرد جب رجم کیا جاویگا تو اوسکے لئے گڈھا کھودا جاویگا مگر عورت کے لئے اور امام مالک رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اگر عورت پر گواہوں کے ساتھہ زنا ثابت ہوا تو اوسکے لئے گڈھا کھودا جاوے اور اگر اقرار کے ساتھہ ثابت ہوا تو نہیں کھودا جاوے اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک اسمیں امام کو اختیار ہے۔ اور حدود میں ضرب متفاوت ہوگی یا ایکسان ؟ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک سخت ضرب تعزیر کی ہے بعد ازاں زنا۔ بعد ازاں شراب۔ بعد ازاں قذف کی۔ اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ سب میں ضرب برابر ہے اور امام احمد رح فرماتے ہیں کہ سخت تر ضرب حد زنا میں ہے حد قذف سے اور حد قذف میں سخت تر ہے حد شراب سے۔

کتاب الصیال و ضمان الولاۃ والبہائم

صیال۔ بیگانہ پر حملہ لانا۔

مسئلہ ۱- جائز ہے دفع کرنا ہر حملہ آور آدمی یا جانور کا جو جان یا ہاتھہ پاؤں یا بضع (فرج) یا مال کا

اور امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اوسپر ضمان واجب ہے۔

مسئلہ ۳۔ تعزیر حد کی اعلیٰ سزا تک دیجاویگی یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ اور شافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک حد کی سزا سے زیادہ نہ دیجاویگی۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر امام کی رائے پر ہے اگر مصلحت امام کے نزدیک ہو زیادہ کردے۔ اور بسبب اختلاف اسباب کے تعزیر مختلف ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک فی الجملہ تعزیر حد کی ادنیٰ سزا کو نہ پہونچیگی۔ کیونکہ ادنیٰ حد حد شراب میں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک چالیس دُرّے ہیں۔ اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک بیس ہیں پس اکثر تعزیر امام امام ابی حنیفہ رح کے انتالیس ۳۹ ہیں اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اونیس ۱۹ ہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ جسقدر عدد اسکے اجتہاد رائے میں آوے اوسقدر عدد تعزیر میں مارے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر مختلف ہے اوسکے اختلاف اسباب کے سبب سے پس اگر تعزیر ہو بسبب وطی بشبہہ فی الفرج مثل وطی شریک کے یا وطی کی ماسوائے فرج کے تو اس حالت میں بیشک ادنے حدود پر تعزیر زیادہ کیجاویگی اور حدود کی اعلیٰ سزا تک تعزیر نہ پہونچیگی پس مارے جاوینگے سو کوڑے اور اگر وطی کی بغیر فرج کے مثلاً بوسہ لیا عورت اجنبیہ کا۔ یا گالی دی۔ یا چوری کی نصاب سے کم مال کی پس اس صورت میں بسبب اسکے تعزیر ادنے حدود کو نہیں پہونچیگی یعنے حد کے ادنے سزا تک نہ دی جاویگی۔ بلکہ سزائے تعزیر دی جاویگی۔

مسئلہ ۴۔ اگر مریض پر حد واجب ہو تو تاخیر کیجاویگی یا نہیں؟ امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر رجم ہے تو تاخیر نہیں کیجاویگی مگر حاملہ کے لئے تاخیر کیجاویگی اور اگر دُرّے ہیں تو یہانتک تاخیر کیجاویگی کہ امید تندرستی کی ہو اور امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً تاخیر نہیں کیجاویگی اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر قتل ہے تو تاخیر نہیں کیجاویگی مگر حاملہ کے لئے تا مدت وضع حمل تاخیر کیجاویگی۔ اور اگر دُرّے ہیں اور امید اچھے ہونے کی ہے تو تاخیر کیجاویگی ورنہ نہیں کیجاویگی اور مریض پر کس صفت کے ساتھ حد ماری جاوے امام ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ مریض پر اوسکے حسب حال حد قائم کیجاویگی۔ اگر اوسکو سو دُرّے مارتے ہیں اور اندیشہ اوسکے تلف کا ہے تو مارا جائیگا دستہ کیا جیسے یعنے جھاڑو کے ساتھ کہ جسمیں سو شاخیں ہوں یا ساتھ اطراف کپڑے کے اور اگر خوف تلف کا نہو تو اوسپر اسطرح حد

مسئلہ ۴ - اگر جانوروں نے دن میں کسیکا مال تلف کردیا حالانکہ اونکا مالک اون کے ساتھ نہ تھا۔
تو بمذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ جانوروں کے مالک پر ضمان نہیں ہے اور اگر رات کو مال تلف کیا۔
تو اُن کے مالک پر ضمان ہے۔ اور بمذہب امام ابی حنیفہ رح ضامن نہوگا مگر اسوقت ضامن ہوگا۔ کہ جب وہ
اوسکے ساتھ اوسپر سوار ہو یا چلانے والا یا ہانکنے والا ہو یا اوسنے چھوڑ دیا ہے برابر ہے کہ خواہ رات ہو یا دن
اگر جانور نے کسی شے کو تلف کیا اور اوسکا مالک اوسپر ہے تو بمذہب امام ابی حنیفہ رح اوسکا مالک ضامن ہوگا
اُس چیز کا جو اوسنے ہاتھہ یا مُنہہ سے تلف کردی ہے اور اگر اوس نے تلف کی پاؤں سے روندکر پس سوار
اوسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر پاؤں سے ٹھوکر ماری ایسی جگہہ جہاں شرعاً اجازت ہے جیسے راستہ میں چلنا
یا سوار کے ملک میں ٹہرنا یا جنگل میں یا جانوروں کے بازار میں پس ایسی حالت میں مالک جانور ضامن نہیں
ہوگا اور اگر ایسی جگہ ہو کہ جہاں اجازت نہ دی گئی ہو جیسے راستہ میں ٹہرنا سواری پر یا کسی آدمی کے گھر میں
بغیر اجازت داخل ہونا اس صورت میں ضامن ہوگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ جانور کا مُنہہ اور ہاتھہ اور
پاؤں برابر ہے انمیں سے کسی چیز میں ضمان نہیں ہے جبتک کہ سوار کیطرف سے یا چلانیوالے کیطرف سے یا ہانکنے
والے کی طرف سے سبب دبانے اور مارنے کا نہ ہو اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ جو نقصان کیا مُنہہ اور ہاتھ
اور پاؤں اور دُم سے سوار کیطرف سے یا ہانکنے والے کی طرف سے سبب ہو یا نہ ہو ضامن ہوگا۔ اور امام احمد رح فرماتے
ہیں کہ جسکو پاؤں سے تلف کرے اور مالک اوسکا اوسپر سوار ہو اس حالت ضمان مالک پر نہیں ہے۔ اور اگر
نقصان کیا مُنہہ یا ہاتھ سے اس صورت میں ضامن ہوگا۔

مسئلہ ۵ - کسی شخص کے پاس بلّی ہے اور وہ مشہور ہے کہ پرندوں کو کہاتی ہے اور اوسنے اوسکو
چھوڑ دیا اور اوس نے کسیکے پرندے کو کہالیا خواہ رات ہو یا دن پس وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر وہ مشہور اس صفت سے
نہیں ہے تو ضامن نہوگا۔ اسواسطے کہ عادتاً چھوڑ دیا ہے اور اگر کسی شخص کے ساتھ کُتا ہو کاٹنے والا
اوسنے اوسکو چھوڑ دیا اور اوس نے کسی چیز کو تلف کردیا پس اوسپر ضمان واجب ہے +

نقصان کرتا ہو اور اگر وہ بدون قتل کے دور نہیں ہوتا ہو تو وہ قتل کیا جاوے اور قتل کرنے والے پر ضمان نہیں ہے نزدیک امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ قاتل پر ضمان ہے اور اگر قتیل کسی کے مکان میں پایا گیا اور صاحب مکان نے یہ دعوے کیا کہ یہ مجھ پر تلوار (مشہور ہتیار ہے) لیکر آیا تھا پس میں نے اسکو اپنے نفس سے دور کرنے کے واسطے یعنے بچاؤ کے واسطے اسکو قتل کیا اور اسپر گواہ قائم کئے اور گواہوں نے اسکے داخل ہونیکی تصدیق کی اور گواہوں نے بیان کیا کہ مقتول نے ایسا ہی ارادہ کیا تہا۔ پس اس صورت میں قاتل پر قصاص نہیں ہے اور اگر گواہ قبول نکریں اسکو یعنے قتیل کے ارادہ کو پس شیخ ابو حامد نے ذکر کیا کہ وہ بیان قاتل سے قبول کیا جاویگا اور اس سے قصاص اور دیت ساقط ہوگی۔ اور ماوردی کتاب حاوی میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ قاتل سے قصاص ساقط ہوگا۔ اور دیت ساقط ہوگی اور اگر کاٹنے والے نے انسان کا ہاتھ انسان کے موہنہ میں سے کہینچکر کاٹا اور کہینچنے سے اوسکے دانت گر پڑے تو امام ابی حنیفہ رح اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک کاٹنے والے پر ضمان نہیں ہے اور قول مشہور امام مالک سے یہ ہے کہ کاٹنے والے پر ضمان لازم ہے۔

مسئلہ ۲ ۔ اگر کوئی آدمی کسی آدمی کے گھر میں جہانکتا اور گھر والے نے نیزہ مارا کہ جس سے اوسکی آنکہ پہوٹ گئی تو مذہب امام ابو حنیفہ رح اوسپر ضمان لازم ہے اور امام شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اوسپر ضمان نہیں ہے اور امام مالک رح سے دو روایت مانند مذہبین ہیں۔

مسئلہ ۳ ۔ کسی شخص کو حد ماری گئی وہ مرگیا یا قریب ہلاکت کے پہونچا اس صورت میں امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک امام پر ضمان نہیں ہے کیونکہ حق نے اوسکو قتل کیا اور مذہب امام شافعیؒ اسکی تفصیل سے ہے حاصل اوسکا یہ ہے کہ اگر وہ حد شراب میں مرگیا اور درے اوسکے اطراف کپڑوں اور جوتوں کے ساتھ تھے تو ایک قول سے امام ضامن نہوگا۔ اور اگر اوسکو کوڑوں سے مارا ہے۔ تو دو وجہ ہیں اصح یہ ہے کہ ضمان نہیں ہے اور ابن منذر نے امام شافعی رح سے روایت کی ہے کہ اگر مارا اطراف کپڑوں اور جوتوں کے ساتھ اور چالیس ضرب سے تجاوز نہیں کیا اور وہ مرگیا پس حق نے اوسکو قتل کیا اور اس صورت میں امام پر نہ دیت ہے نہ قصاص اور نہ کفارہ اور اگر اسکو چالیس مارے کہ جس سے وہ مرگیا تو اوسکی دیت امام کے عاقلہ پر ہے نہ بیت المال میں +

سی نہو اوسپر واجب نہیں - اور امام مالک رح کے نزدیک مطلقاً واجب ہے خواہ خوراک اور سواری ہو یا نہو -

مسئلہ ۳ - جب مسلمان اہل حرب کا مال لے لیویں اور دار الاسلام کیطرف لیجانے پر قادر نہوں اور واپس اون سے مال چھین لینے کا خوف ہو تو امام ابی حنیفہ رح اور مالک رح کے نزدیک جائز ہے کہ حیوانوں کو ذبح کر دیویں اور اسباب کو جلا دیویں اور ہتیاروں کو توڑ ڈالیں اور امام شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں مگر اوسکے مالک کے لئے جائز ہے -

مسئلہ ۴ - جب کفار کی عورتیں مقابلہ نہیں کرتی ہوں تو بالاتفاق وہ قتل نہیں کیجاوینگی لیکن اگر وہ عورات اہل رائے ہوں تو قتل کیجاوینگی اسیطرح اندھے اور بیٹھنے والے اور شیخ فانی اور اہل صوامع یعنے بت خانہ کے رہنے والے یہہ لوگ بہی جب صاحب رائے اور تدبیر ہوں تو باتفاق آئمہ یہہ بہی قتل کئے جاوینگے اور اگر یہہ لوگ اہل رائے سے نہوں تو بمذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالک رح اور احمد رح انکا قتل جائز نہیں اور شافعی رح سے دو قول ہیں اظہر اونکا یہ ہے کہ قتل اونکا جائز ہے اور جسکو دعوت اسلام نہیں پہونچی ہو اوسکے قاتل پر دیت ہے یا نہیں امام ابو حنیفہ رح اور مالک رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اوسکے قاتل پر دیت نہیں ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اوسکے قاتل پر دیت ہے اگر وہ ذمی تھا تو تہائی دیت ہے اور اگر وہ مجوسی ہے تو آٹہ سو ہیں -

مسئلہ ۵ - جنکے مکان ہم سے قریب ہیں پہلے اونکو دعوت اسلام کیجاوے یا نہیں ؟ امام مالک رح فرماتے ہیں کہ جنکے گہر ہم سے قریب ہیں اونکو دعوت اسلام کرنیکی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ اونکو دعوت اسلام کا علم ہے بلکہ وہ قتل کئے جاوینگے اور اونکی غفلت کیطرف توجہ نہ کیجاویگی اور جنکے مکان ہمسے دور ہیں اونکو دعوت کیجاویگی کیونکہ دعوت شک کو قاطع ہے - اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں - کہ اگر اونکو دعوت پہونچی ہے تو قتال سے پہلے بہتر ہے کہ اونکو اسلام کیطرف بلاوے یا ادائے جزیہ کے لئے کہے اور اگر انکو دعوت اسلام نہیں پہونچی ہے تو امام کو سزاوار نہیں ہے کہ اون سے ابتدا لڑائی کی کرے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ میں آجکے روز کسیکو مشرکین سے نہیں جانتا کہ اوسکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو - مگر اون مشرکوں کو جو ترکستان اور خوزستان کے پیچھے آباد ہیں اگر انکو دعوت اسلام

کتاب السیر یعنی جہاد ہا

جہاد۔ دین کے کام کے واسطے کافروں سے لڑنا (ف) اگر لڑائی میں ابتدا مسلمانوں سے ہے تو فرض کفایہ ہے اور اگر ابتدا کافروں سے ہے تو اوس وقت فرض عین ہے۔

مسئلہ ۱۔ باتفاق ائمہ جہاد فرض کفایہ ہے جب اسقدر مسلمان جہاد کے واسطے کھڑے ہوجاویں کہ وہ اس لڑائی کو کافی ہوں تو باقی مسلمانوں سے جہاد ساقط ہوگا۔ اور سعید بن المسیب سے منقول ہے کہ جہاد فرض عین ہے اور بالاتفاق ائمہ ہر شہر اور گاؤں کے رہنے والے پر تحقیقاً واجب ہے۔ کہ اون کے قریب جو کفار ہوں اونکو وہ قتل کریں۔ اور اگر وہ عاجز ہوں تو اون کے قریب رہنے والے اونکی مدد کریں اور وہ نزدیک والے بھی عاجز ہوں تو اونکی وہ لوگ مدد کریں جو اون کے قریب ہوں علیٰ ہذا القیاس باتفاق ائمہ دو لوگ بھی ہیں جنپر جہاد مقرر نہیں۔ اول وہ شخص ہے کہ جسکے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں وہ بدون اجازت والدین نہ نکلے۔ دوئم وہ شخص جو قرضدار ہو بدون اجازت صاحب قرض کے یعنی بدون اجازت قرضخواہ جہاد کو نہ نکلے اور جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو تو اوس وقت کل مسلمان حاضرین پر ثبات و قیام واجب ہے۔ اوس وقت مسلمان پر بھاگنا حرام ہوگا۔ مگر جبکہ لڑائی سے علیحدہ ہونے والے ہوں یا کسی طرف کو جگہ پکڑنے والے ہوں یا ایک شخص تین کے مقابلہ میں ہو۔ یا سو آدمی تین سو کے مقابلہ میں ہوں پس ایسی حالت میں بھاگنا درست ہے اور اگر باوجود اسکے وہ ٹھہریں۔ تو اونکو اختیار ہے خصوصاً ساتھ گمان غالب مدد کے اور جو شخص دار الکفر سے ہجرت پر قادر ہو اوس پر تحقیق ہجرت واجب ہے۔

مسئلہ ۲۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک توشہ اور سواری کا ہونا جہاد کے لئے شرط ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور جب اہل شہر پر جہاد مقرر ہوگیا اور اون کے اور موضع جہاد کے درمیان مسافت قصر یعنی تین منزل کا فاصلہ ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک توشہ اور سواری یعنے سامان رسد موضع جہاد تک پہونچنا اوس پر واجب ہے۔ کہ جسکے پاس خوراک اور سواری وہاں تک پہونچانے کی ہو اور جسکے پاس خوراک اور سواری وہاں تک

قریب تھیں کہ عجم کے رہنے والے بت پرست جو اہل کتاب نہیں ہیں اور نہ اونمیں کتاب کا شبہ ہے اونکو غلام بنانا جائز ہے اور جو عرب کے رہنے والے یا اہل کتاب ہوں اونکا غلام بنانا جائز نہیں اور اگر قیدی کو قاتل نے قتل کیا حالانکہ وہ قید میں ہے پس باتفاق قاتل پر کچھ واجب نہیں بلکہ تعزیر دیا جائیگا۔ اور اوزاعی فرماتے ہیں کہ اوسپر اوسکی دیت واجب ہے۔ اور جب قیدی مسلمان ہو گیا تو اوسکا خون محفوظ ہو جائیگا اور بعد اسلام غلام بنایا جاوے یا نہیں اسمیں امام شافعیؒ سے دو قول ہیں۔

مسئلہ ۱۰۔ اگر کافر پہلے قید ہونے کے اسلام لایا پس امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اوسکی جان محفوظ رکھی جاویگی اگرچہ وہ دار الحرب میں ہے اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اوسکا اسباب جو دار الحرب میں ہوگا۔ وہ لوٹا جاویگا اوسکے سوائے نہیں لوٹا جاویگا پس کوئی شے اوسکے ہاتھ میں یا مسلمان یا ذمی کے ہاتھ میں ہو وہ نہیں لوٹی جاویگی اور اگر حربی کے ہاتھ میں ہے۔ تو غنیمت کیجاویگی۔ اور اگر حربی دار الاسلام میں داخل ہوئے تو امام مالکؒ اور شافعی رح اور احمد رح کے نزدیک اونکا قید کرنا جائز نہیں اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اونکا قید کرنا جائز ہے۔

باب قسم الفئ والغنیمت یعنے خراج اور لوٹ کے مال کو تقسیم کرنا

مسئلہ ۱۔ جو چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں کفار کے مال سے بذریعہ رفتار گھوڑوں کے اور شتروں کے حاصل ہو وہ مال بعینہ ولعروضہ بالاتفاق آئمہ غنیمت ہے اور اگر اوسمیں سلب یعنے مقتول کا اسباب مثل سواری اور کپڑے اور ہتھیار یعنے جو چیزیں کہ مقتول کے پاس جانور پر ہوں تو بمذہب امام شافعیؒ اور احمدؒ اوسکا مستحق قاتل ہے۔ اصل غنیمت میں سے۔ برابر ہے کہ اوسکی شرط امام نے کی ہو یا نہ کی ہو اور سلب یعنے سامان مقتول کا اوسوقت مستحق ہوتا ہے کہ جب قاتل قتل مشرک میں اپنے نفس کو خطرہ اور ہلاکت

نہ پہونچی ہو تو انکو قتل نکریں تاوقتیکہ اونکو دعوت اسلام یعنی ایمان کی نکرلیں پس اگر بدون دعوت ایمان
اون میں سے کسیکو قتل کردیا تو قاتل کے عاقلہ پر دیت ہوگی - اور امام ابوحنیفہ رہ فرماتے ہیں کہ اگر بدون
دعوت اسلام کسیکو قتل کردیا تاہم قاتل پر کچھ شے نہیں ہے اور ایسا ہی حکم ظاہر مذہب امام مالک رہ
میں ہے -

مسئلہ ۶ - کافر کو کوئی مسلمان امان دیوے تو صحیح ہے یا نہیں بمذہب امام شافعیؒ اور ابی حنیفہؒ
اگر مسلمان عاقل بالغ مختار کسی کافر کو امان دیگا تو امان صحیح ہے اور اگر غیر عاقل بالغ مثلاً مجنون یا لڑکا ہے
تو اوسکی امان صحیح نہیں اور امام مالکؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکے اور مراہق یعنی قریب بلوغ کی
امان صحیح ہے - اور امان مسلمان غلام کی امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمد کے نزدیک صحیح ہے جبکہ وہ ایک
شخص یا ایک شہر کو امان دیوے اور اوسکی امان پوری کیجاویگی مگر جب اوسکے لئے اوسکی قتال کا اذن
دیا گیا ہو -

مسئلہ ۷ - جب مشرکین چند مسلمانوں کو ڈھال یعنے پناہ کرلیں تو باقی مسلمانوں کو بالاتفاق
تیر اندازی کرنا جائز ہے اور مسلمان قصد کریں مشرکین کا اور اگر اس حالت میں کسی مسلمان کے تیر لگا -
پس امام ابی حنیفہ رہ اور مالک کے نزدیک مارنے والے پر نہ دیت لازم ہوگی نہ کفارہ اور امام شافعی رہ سے
دو قول ہیں - اول یہ کہ کفارہ لازم ہوگا نہ دیت اور دوسرا یہ کہ کفارہ اور دیت دونوں لازم ہوں گے -
اور امام احمدؒ سے دو روایت ہیں - مانند دونوں قول کے اظہر اونکا اون کے نزدیک یہ ہے کہ خصوصاً
کفارہ لازم ہوگا -

مسئلہ ۸ - جب مسلمان ابتدا کرے تو اوسکو اختیار نہیں کہ مبارزت یعنی لڑائی طلب کرے -
اور ابن ہبیرہ شافعیہ سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مبارزت طلب کرنا مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ امیر کی
اجازت سے لڑائی کرے اور اگر بدون اجازت جنگ کیا تو جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رہ فرماتے ہیں کہ بغیر
حکم امیر لڑنا حرام ہے مگر جب لڑائی اپنے لوگوں کے حمایت اور امداد میں ہو تو حرام نہیں ہے -

مسئلہ ۹ - جو شخص اہل کتاب سے نہیں ہو اوسکا غلام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رہ

رسول اللہ صلعم کے حصہ کے صرف میں اختلاف ہے امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ اچھے کاموں میں صرف کیا جاوے چنانچہ ہتیاروں اور سامان کی طیاری میں اور پل اور مسجدوں کے بنانے میں اور مثل اسکے دوسرے کاموں میں پس ہوگا حکم اسکا حکم فیٔ کا۔ اور امام احمد رح سے دو روایتیں ہیں ایک موافق اسی مذہب کے کہ جسکو خرقی نے پسند کیا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ خرچ اہل دفتر میں اور اہل دفتر وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی جانیں قتال کے لئے نصب کر دئے ہیں اور سرحدوں پر مخالفوں کے روکنے لئے تنہا ہوئے ہیں بقدر کفایت اون کے اون میں تقسیم کیا جاوے۔

مسئلہ ۲- چار خمس باقی غنیمت کے رہے وہ باتفاق ائمہ اونکو تقسیم کئے جاوینگے جو بہ نیت قتال لڑائی میں حاضر ہوں۔ اور جو شخص اس نیت سے ہوگا وہ اہل قتال سے ہے پیدل سپاہی کو ایک حصہ اور سوار کے حصہ میں اختلاف ہے امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ سوار کے تین حصے ایک حصہ تو سوار کا اور دو حصے گھوڑے کے۔ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک سوار کے دو حصے ہیں ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ اوسکے گھوڑے کا۔ اور قاضی عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ قول یہی ہے کہ گھوڑے کیلئے دو حصے ہیں۔ اور ایسا ہی فرمایا حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب نے اور ان دونوں سے مخالف صحابہ میں کوئی نہیں ہے اور تابعین سے عمر بن عبد العزیز اور حسن اور ابن سیرین اور فقہا اہل مدینہ سے اور اوزاعی اور اہل شام سے لیث بن سعد اور اہل مصر سے سفیان الثوری اور امام شافعیؒ اور اہل عراق سے امام احمدؒ بن حنبل رح اور ابو ثور اور ابو یوسف اور محمد بن الحسن ہیں۔ اس مسئلہ میں کہا گیا ہے کہ کسی نے مخالفت نہیں کی سوائے امام ابی حنیفہ رح کے اور کسی نے ان کے قول کے موافق بیان نہیں کیا۔ اور امام ابی حنیفہ رح سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا ابو حنیفہ رح نے کہ مکروہ جانتا ہوں میں اسبات کو کہ مسلمان پر جانور کو فضیلت دوں اور اگر سوار کے ساتھ دو گھوڑے ہوں پس فرمایا امام ابو حنیفہ رح اور مالکؒ اور شافعی رح نے ایک گھوڑے کا حصہ ملیگا۔ اور امام احمد رح فرماتے ہیں کہ دو گھوڑوں کو حصہ ملیگا۔ اس سے زیادہ نہیں کیا جاویگا۔ اور موافقت کی اسکی امام ابو یوسفؒ نے اور ایسے ہی ایک روایت امام مالکؒ سے ہے۔ برابر ہے کہ گھوڑا عربی ہو یا غیر عربی حصہ دیا جاویگا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نر کے دو حصے اور مادہ کا ایک حصہ ہے اور اوزاعی اور مکحول فرماتے ہیں کہ فقط عربی کو حصہ ملیگا اور کو نہیں ملیگا اور اونٹ کے لئے حصہ ہے یا نہیں؟

نہیں ڈالدی اور نہیں اندیشہ ناک حالت سے باز رہے اور مذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالک رح یہ ہے کہ مقتول
کے اسباب کا قاتل مستحق نہیں ہے مگر جب امام نے شرط کر لی ہو تو مستحق ہوگا پھر بعد سلب یعنے سامان
مقتول کے مال غنیمت سے خمس علیحدہ کیا جاویگا - اور خمس حصہ تقسیم کرنیں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح
اور مالک رح فرماتے ہیں کہ خمس تین حصے کئے جاویں اونمیں سے ایک حصہ یتیموں کو دیا جاوے اور ایک حصہ
مساکین کو اور ایک حصہ مسافروں کو اور انہیں داخل کئے جاویں گے فقراء ذوی القربی بغیر اغنیاء اور
اور حصہ نبی صلعم کا کہ وہ خمس واحد اللہ و رسول کا ہے ساقط ہو گیا - بسبب وفات رسول اللہ صلعم کے
جیسا کہ ساقط ہو گیا صفی (صفی اوس مال کو کہتے ہیں کہ رسول اللہ غنیمت میں سے کسی شے کو اپنے نفس
نفیس کے لئے پسند فرمایا کرتے تھے - اب امام کو اپنے لئے پسند کرنا روا نہیں) اور حصہ ذوی القربی
کے زمانہ رسول اللہ صلعم میں تعیین کے ساتھ مستحق ہوتے تھے یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب بعد رسول اللہ
کے خاص اونکے لئے حصہ نہیں بلکہ سب اقارب آپ کے خاصکر بسبب فقر کے مستحق ہوتے ہیں یعنے بنی ہاشم
اور بنی مطلب اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل اور اسمیں انکے مرد اور عورت برابر ہیں لڑکا حصہ بیٹے بیٹی
برابر ہیں - اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اس خمس کا استحقاق نہیں ہوتا ہے تعیین ساتھ ایک شخص کے
نہ دوسرے شخص کے لیکن اسمیں امام کو اختیار ہے کہ جس جگہ چاہے خرچ کرے اور جس مسلمان کو چاہے
دیدے اور امام قرابت والوں کو خمس سے اور فے سے اور خراج سے اور جزیہ سے عطا کرے اور امام شافعی رح
اور احمد رح فرماتے ہیں کہ خمس کے پانچ حصے کئے جاویں اوسمیں ایک حصہ رسول اللہ صلعم کا ہے وہ باقی
ہے اوسکا حکم ساقط نہیں ہے بسبب وفات نبی صلعم کے اور ایک حصہ واسطے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے
نہ واسطے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے کیونکہ یہ حصہ مختص ہے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ
اسلئے کہ وہ رشتہ دار تھے اور صدقہ لینے سے منع کئے گئے تھے - پس اونکے لئے یہ حصہ کر دیا اسمیں اونکے
دولتمند اور فقیر برابر ہیں اور مرد کو برابر دو عورتوں کے حصہ ملیگا اور بیٹیوں کی اولاد انمیں سے مستحق نہیں
ہوگی - اور ایک حصہ یتیموں کے واسطے ہے اور ایک حصہ مساکین کے واسطے اور ایک حصہ مسافروں کے
واسطے اور یہ تینوں فرقے اپنے حصہ کے مستحق ہونگے بسبب فقر اور احتیاج کے نہ بوجہ اسم کے اور

مسئلہ ۵ ۔ مال غنیمت کو دارالحرب میں تقسیم کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے لیکن اصحاب امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر اٹھانے کے لئے باربرداری نہو تو بخوف ضائع ہونیکے تقسیم کر دیویں اگر امام دارالحرب میں غنیمت کو تقسیم کر دیوے پس وہ تقسیم بالاتفاق صحیح اور جاری ہوجاویگی اور کہانا اور گہاس اور حیوان دارالحرب میں ہوں اور کوئی اونکا استعمال بدون حکم امام کرے تو بقول امام ابی حنیفہ اور ایک روایت امام احمد رح سے یہ ہے کہ کچھ ڈر اور مضائقہ نہیں۔ اور اگر فاضل ہو استعمال سے اور اوسکو دارالاسلام میں لیگئے پس وہ غنیمت ہے کم ہو یا زیادہ اور امام احمد رح کی دوسری روایت میں ہے کہ اگر زیادہ ہو۔ واپس کیا جاویگا۔ اور اگر تہوڑا ہو تو واپس نہیں کیا جاویگا اور امام شافعی رح فرماتے ہیں اگر زیادہ ہو تو اوسکی قیمت واپس کیجاویگی۔ اور اگر تہوڑا ہو تو اوسمیں دو قول ہیں اصح اونمیں کا یہ ہے کہ واپس کیا جاویگا اور امام مالک رح سے منقول ہے کہ جو چیز دارالاسلام کیطرف نکلی وہ غنیمت ہے۔

مسئلہ ۶ ۔ اگر امام نے حکم دیا کہ جو شخص کوئی شے لیگا وہ چیز اوسکی ہے پس امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک امام کو جائز ہے کہ ایسی شرط کر دے لیکن بہتر یہ ہے کہ نکرے اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ ایسی شرط کرنا امام کو مکروہ ہے تاکہ جہاد میں مجاہدین کا قصد و ارادہ دنیا سے پریشان نہو جاوے اور یہ خمس سے ہوگا۔ نہ اصل غنیمت سے اور اسیطور امام مالک کے نزدیک اوسکی کل غنیمت خمس سے ہے اور اظہر قولین امام شافعی رح سے یہ ہے کہ یہ شرط لازم نہیں ہوگی اور امام احمد کے نزدیک یہ شرط صحیح ہے اور بالاتفاق امام کو اختیار ہے کہ بعض غنیمت والونکو بعض پر فضیلت دیوے قبل لینے اور حفاظت کرنیکے۔

مسئلہ ۷ ۔ اتفاق کیا اماموں نے اس بات پر کہ امام کو اختیار ہے کہ قیدیوں کو قتل کر دے یا غلام بنا لیوے اور اختلاف ہے اسمیں کہ آیا امام کو اختیار ہے کہ قیدیونکو مفت احسان رکہکر چہوڑ دے یا بالعوض مال کے چہوڑے یا آزاد چہوڑ دے کہ ذمی ہوکر جزیہ دیں مذہب امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح میں امام کو اسمیں اختیار ہے کہ قیدیونکو مال کے بدلے میں چہوڑ دے یا مفت احسان رکہکر چہوڑے یا قید کر رکھے

امام ابی حنیفہ رح اور مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اونٹ کا کوئی حصہ نہیں ہے اور امام احمد رح کے نزدیک اونٹ کو ایک حصہ ملیگا۔ اور اگر کوئی دار الحرب میں گھوڑے کے ساتھ داخل ہوا۔ اور پہر گھوڑا قبل قتال مرگیا تو امام مالکؒ کے نزدیک اوسکے گھوڑے کا حصہ نہیں ملیگا بخلاف اسکے کہ جب گھوڑا لڑائی میں مرگیا۔ یا بعد لڑائی کے مرگیا تو حصہ دیا جاویگا۔ اور ایسا ہی فرمایا امام شافعی رح اور احمدؒ نے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہوا دار الحرب میں سوار ہوکر بعد ازاں گھوڑا مرگیا قبل قتال کے تو حصہ دیا جاویگا۔

مسئلہ ۳۔ اگر مسلمانوں کا مال کفار کو پہونچ جاوے تو کفار اوسکے مالک ہونگے یا نہیں؟ مذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ اور اصح روایت امام احمد رح سے یہ ہے کہ کفار مالک نہیں ہونگے اور ابن ہبیرہ فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں اسکے اوپر اسواسطے کہ ابن عمر کا گھوڑا چلا گیا اور دشمن نے پکڑ لیا جب مسلمان اونپر غالب ہوئے پس واپس کردیا ابن عمر کو گھوڑا زمانہ رسول اللہ صلعم میں اور ابن عمر کا غلام بہاگ گیا اور روم میں چلا گیا جب مسلمان اونپر غالب ہوئے تو وہ غلام ابن عمر کو واپس کردیا۔ اور امام ابی حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ کفار مالک ہوجاتے ہیں اور ایسے ہی ایک روایت امام احمد سے ہے۔

مسئلہ ۴۔ جب غنیمت کو تقسیم کرکے دیدیا اور اوسپر قبضہ کرلیا بعد ازاں مدد پہونچی تو بالاتفاق ائمہ اب مددگاروں کے لئے غنیمت میں سے حصہ نہیں ہے اور اگر بعد تمام ہونے لڑائی اور قبل حفاظت کرنے غنیمت کے دار الاسلام میں مدد پہونچی یا بعد اسکے کہ غنیمت کو لے لیا اور ابہی تقسیم نہیں کی کہ مدد پہونچی ایسی حالت میں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک اونکو حصہ دیا جائیگا جبکہ غنیمت دار الاسلام تک نہ پہونچی یا جبتک کہ تقسیم نہیں کی اور مذہب امام مالک رح اور احمد رح اونکو ہر حال میں حصہ نہیں دیا جاویگا اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں ایک یہ کہ حصہ دیا جائیگا دوسرا یہ کہ حصہ نہیں دیا جاویگا۔ اور اگر غنیمت کی موجودگی میں کوئی غلام یا لڑکا یا عورت یا ذمی حاضر ہوجاوے تو بالاتفاق ائمہ اونکو غنیمت میں سے کچھ حصہ ملیگا کہ جسکا اندازہ امام اپنے اجتہاد رائے سے کردیوے پورا حصہ اونکو نہیں ملیگا اگر لڑکا قریب بلوغ پہونچا اور وہ طاقت جنگ کی رکہتا ہے اور اوسکو امام نے اجازت دی پس بقول امام مالک رح اوسکو پورا حصہ ملیگا اگرچہ بالغ نہوا ہو۔

مسئلہ ۱۰ - جو زمین غلبہ اور زبردستی کے ساتھ فتح کی گئی ہو اوسپر کیا خراج لگایا جاوے -
امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک ایک جریب گیہوں میں ایک قفیز اور دو درہم اور ایک جریب جو میں ایک قفیز اور ایک درہم - اور امام شافعی رح کے نزدیک گیہوں کی جریب میں چار درہم اور جو کی جریب میں دو درہم اور اظہر روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ گیہوں اور جو جریب میں برابر ہیں - پس ہر واحد میں ایک قفیز اور ایک درہم - اور قفیز مذکور آٹھ رطل حجازی کا ہوتا ہے - جو برابر سولہ رطل عراقی کے ہوتا ہے اور ایک جریب[ف] نخل یعنے کھجور میں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک دس درہم اور بعض اصحاب امام شافعی کے نزدیک دس درہم اور بعض کے نزدیک آٹھ درہم اور امام احمدؒ کے نزدیک آٹھ درہم ہیں اور جریب انگور میں بمذہب ابی حنیفہ اور احمد دس درہم ہیں اور بعض اصحاب امام شافعیؒ کے نزدیک دس درہم اور بعض کے نزدیک آٹھ درہم - اور جریب زیتون میں امام شافعی رح اور احمد رح کے نزدیک بارہ درہم ہیں اور امام ابی حنیفہؒ سے اس بارہ میں کوئی نص صریح نہیں پائی گئی - اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تمام میں مقرر شرعی نہیں بلکہ اہل عقل کی مدد سے مناسب طاقت زمین کے اپنی اجتہاد رائے سے مقرر کر دیوے - اور ابن ہبیرہ نے افصاح میں فرمایا کہ اختلاف انکا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مختلف روایات سے ہے اسواسطے ہر ایک اعتماد کرتے ہیں اوسپر کہ جو انہوں نے رکھا ہے اور اختلاف روایات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا کل میں صحیح ہے اور اختلاف بوجہ اختلاف اطراف کے ہوتا ہے واللہ اعلم -

مسئلہ ۱۱ - جو خراج امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب نے رکھا ہے اوسمیں زیادہ کم کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح جزیہ میں - امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کوئی نص خراج اور جزیہ میں نہیں آئی لیکن قدوری نے بعد ذکر ان اشیاء کے کہ جنپر خراج مقرر ہے ساتھ وضع حضرت عمرؓ کے امام ابی حنیفہ رح سے اسطرح روایت کی ہے کہ فرمایا امام ابو حنیفہؒ نے کہ ماسوا انکے اور اصناف اشیاء

ف جریب ایک پیمانہ ہے جو برابر چہار قفیز کے ہوتا ہے - اور قفیز برابر بارہ صاع کے ہے - اور صاع برابر چہار رطل کے اور رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے - اور پیمائش کی رو سے ایک جریب زمین ایک سو چوالیس ۱۴۴ گز ہوتی ہے - اور جریب ساٹھ گز لمبی اور ساٹھ گز چوڑی زمین کی مقدار کو بھی کہتے ہیں اور یہاں اسی مقدار سے مراد معلوم ہوتی ہے چنانچہ شرح وقایہ میں ایسا ہی ہے - ۱۲

اور امام ابی حنیفہ رحمہ کے نزدیک نہ احسان رکھکر چھوڑے اور نہ مال کے بدلے میں چھوڑے لیکن عقد الذمہ یعنے ذمی بناکر رہنے میں امام ابوحنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ اسمیں امام کو اختیار ہے حالانکہ وہ آزاد ہونگے اور امام شافعی رح اور احمد فرماتے ہیں کہ امام کو ایسا اختیار نہیں کیونکہ بتحقیق وہ مملوک ہو چکے۔

مسئلہ ۸ - اگر کوئی قید کیا گیا اور اوسکو مشرکوں نے قسم کھلائی کہ ہمارے گھر سے نہ نکلے اور نہ بھاگے اور بعد اس قسم کے اوسکو چھوڑ دیویں کہ چلا جاتا ہے اور آتا ہے پس امام مالک فرماتے ہیں کہ اوسکو لازم ہے قسم پوری کرے اور اُن سے نہ بھاگے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اوسکو گنجائش نہیں کہ قسم پوری کرے اور اسپر لازم ہے کہ بھاگ جاوے اور اوسکی قسم زبردستی کی قسم ہے اور ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا ہے۔

مسئلہ ۹ - جو زمین عراق اور مصر سے غلبہ کے ساتھ غنیمت کیجاوے اوسکو غنیمت کرنیوالوں پر تقسیم کیجاوے یا نہیں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے چاہے زمینوں کو تقسیم کردے یا جو زمین پر قابض ہیں اونکو قائم رکھکر اون پر خراج مقرر کردے یا اہل زمین کو وہاں سے دور کردے اور دوسری قوم کو لاکر اوس جگہ آباد کرکے اونپر خراج لگاوے اور امام کو یہ اختیار نہیں کہ زمین کو تمام مسلمانوں پر یا غنیمت کرنیوالوں پر وقف کردے اور امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ امام کو تقسیم کرنیکا اختیار نہیں ہے بلکہ اوس زمین پر جو کچھ پیدا ہوگا وہ مسلمانوں پر وقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ امام کو اختیار ہے تقسیم کرنیکا اور مصالح مسلمین کے لئے وقف کرنیکا۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک امام پر واجب ہے کہ غنیمت کرنیوالونکو مثل سامان اور تمام اموال کے تقسیم کردے مگر جب غانمین کے دل مسلمانوں پر وقف کرنے کے لئے خوش ہوں اور اپنے حقوق کو اوسمیں سے ساقط کردیویں تو اوس زمین کو امام وقف کردے اور امام احمد رح سے تین روایتیں ہیں اظہر یہ ہے کہ جو مناسب سمجھے وہ کرے خواہ تقسیم کرے یا وقف اور دوسری روایت موافق مذہب امام شافعی رح کے ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ وہ بنفس ظہور وقف کیجاوے گی۔

اگر اوس زمین کو اوسکے کسی مسلمان نے خرید لی تو بھی ساقط ہوگا اسیکے موافق امام شافعیؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اوس زمین کا خراج اون سے ساقط نہوگا بسبب اونکے اسلام کے اور نہ بسبب خریدنے مسلمان کے۔

مسئلہ ۱۵۔ جب اہل حرب اہل اسلام سے لڑائی کریں تو مشرکین سے طلب کرنا یا مشرکین کو مدد دینا اونکے دشمنوں پر جائز ہے یا نہیں ؟ امام مالکؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ مدد طلب کرنا اور مدد دینا علی الاطلاق جائز نہیں۔ لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مسلمانوں کے خادم ہوں تو جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب اسلام کا حکم مشرکون پر غالب اور جاری ہو تو مطلقاً اون سے مدد طلب کرنا اور اونکو مدد دینا جائز ہے۔ اور اگر حکم شرک کا غالب ہو اوس صورت میں مکروہ ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ اول یہ کہ جب مسلمان تھوڑے ہوں اور مشرکین زیادہ ہوں۔ دوسری یہ کہ اسلام میں مشرکوں کی حسن رائے ہو اور اونکا میلان اسلام کی جانب ہو تو اون سے مدد لینا جائز ہے اور اوسکے صلہ میں اونکو کچھ عطا کیا جاویگا مگر پورا حصہ نہیں دیا جاویگا۔

مسئلہ ۱۶۔ آیا دار الحرب میں اوس شخص پر حدود قائم کیجاوینگے یا نہیں کہ جسپر دار الاسلام میں قائم کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہاں قائم کیجاویگی۔ پس جو فعل کوئی مسلمان دار الاسلام میں کرتا جس سے حد لازم آتی وہی فعل اوسنے دار الحرب میں کیا تو اوس پر حد لازم ہوگی۔ خواہ حقوق اللہ عزوجل سے ہو یا حقوق آدمیوں سے جیسے زنا کیا یا چوری کی یا شراب پی یا تہمت لگائی۔ تو حد ماری جاویگی اور اسی موافق امام شافعیؒ کا اور امام احمد کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جسنے دار الحرب میں زنا کیا یا چوری کی یا شراب پی یا تہمت زنا لگائی اوسپر حد قائم نہیں کیجاویگی۔ مگر جبکہ امام دار الحرب میں ہو پس بذاتہ حد قائم کریگا۔ لیکن دار الحرب میں پوری حد نہ ماری جاویگی تاوقتیکہ دار الاسلام میں نہ آجاوے اور یہی امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جب دار الحرب میں مسلمانوں کے ساتھ امام ہو تو لشکر میں قبل بازگشت کے اوسپر حد قائم کریگا۔ اور اگر امیر سریہ[1] یعنے جماعت قلیل کا سردار ہو تو دار الحرب میں حد قائم نہیں کریگا اور اگر کسی نے

---

[1] سریہ وہ جماعت ہے کہ جسمیں پانچ آدمی سے چار سو آدمی تک ہوں۔ ۱۲

پر بحسب طاقت خراج رکھا جاوے۔ پس زمین اُس محصول کی طاقت نہ رکھے جو اُسپر رکھا گیا ہے تو امام اُس سے کم کر دیگا۔ اور صاحبین کا اسمیں اختلاف ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام کو کم زیادہ کرنا جائز نہیں باوجود برداشت زمین کے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ کم زیادہ کرنا حیثیت زمین کے موافق امام کو جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کو جائز ہے زیادہ کرنا اور کم کرنا جائز نہیں اور امام احمدؒ سے تین روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ زیادہ کرنا جائز ہے جبکہ زمین اوسکی متحمل ہو اور کم کرنا جائز ہے جبکہ زمین اوسکی متحمل نہو۔ دوسری یہ کہ زیادہ کرنا جائز ہے جبکہ زمین متحمل ہو۔ اور کم کرنا جائز نہیں۔ اور تیسری یہ کہ زیادہ کرنا اور کم کرنا جائز نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی اصل پر ہے اجتہاد رائے ائمہ میں باندازہ طاقت زمین بامداد رائے دانشمندان۔

مسئلہ ۱۲۔ ابن ہبیرہ فرماتے ہیں کہ چند آدمیوں کی رعایت کے واسطے اوس چیز کا زمین پر لگان مقرر کرنا جائز نہیں کہ جس سے حقوق بیت المال کا نقصان ہو اور وہ کام کرنا بھی جائز نہیں کہ جس سے مالکان زمین کو نقصان پہونچے یعنی اسقدر نہ مقرر کرے کہ جسکی زمین متحمل نہ ہو سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بقدر طاقت زمین اور برداشت کے ہونا چاہئے۔ اور میں[1] امام ابو یوسف کے اوس قول کو دیکھتا ہوں کہ جسکو اونہوں نے کتاب الخراج میں بیان فرمایا ہے اور وہ قول جید ہے کتاب الخراج وہ کتاب ہے جسکو امام ابو یوسف نے خلیفہ رشید کے لئے تصنیف کی تہی۔ اوسمیں یو فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کہ بیت المال کے واسطے اناج میں سے دو خمس اور پہل میں سے ایک ثلث ہو۔

مسئلہ ۱۳۔ مکہ صلح سے فتح کیا گیا یا ساتھ غلبہ اور زبردستی کے بقول امام ابی حنیفہ رح و مالک رح اور اظہر روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ بقہر و جبر فتح کیا گیا اور بقول امام شافعیؒ اور ایک روایت امام احمد رح سے یہ ہے کہ از روئے صلح فتح کیا گیا۔

مسئلہ ۱۴۔ اگر قوم کفار سے اسبات پر صلح کی کہ اونکی زمین اونکے پاس رہی اور کچھ محصول اوسپر لگا دیا پس وہ بطور جزیہ ہوگا۔ اگر وہ اسلام لے آویں تو اوس زمین سے وہ جزیہ ساقط ہوگا۔ اور ایسے ہی اگر

[1] یہاں سے مؤلف کتاب کا قول ہے۔ ۱۲

پانی میں ڈالدیں یا کشتی میں صابر رہکر صبر کریں بقول امام ابی حنیفہؒ و مالکؒ اور ایک روایت امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ جب امید نجات کی نہو نہ پانی میں گرنے سے نہ کشتی میں قائم رہنے سے اس حالت اختیار ہے چاہیں پانی میں گر جاویں یا صبر کریں۔ اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر امید نجات کی پانی میں گرنے سے ہے تو پانی میں گر جاویں یا کشتی میں ثابت رہیں اگر دونوں امر برابر ہیں پس اختیار ہے جو چاہے وہ کرے۔ اور اگر یقین ہو ہلاکت کا کشتی میں یا غالب گمان ہلاکت کا ہو پس دو روایتیں ہیں اظہر اونمیں سے یہ ہے۔ کہ پانی میں گرنے سے باز رہیں کیونکہ پانی میں گرنے سے امید نجات کی نہیں ہے اور اسی موجب قول امام محمد بن حسن حنفی کا ہے اور ایسے ہی ایک روایت امام مالکؒ سے ہے۔

مسئلہ ۲۲۔ اگر اونٹ دار الحرب سے بہاگ دار الاسلام کیطرف یا حربی داخل ہوا دار الاسلام میں بدون امان کے اس صورت میں امام ابی حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ فے یعنے لوٹ کے مال سے ہوگا مسلمانوں کے لئے لیکن امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر حربی قبل گرفتار ہونیکے اسلام لے آیا۔ اوسپر دست اندازی نہیں ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ خصوصاً بہ اوسی کا ہوگا۔ کہ جسنے پکڑا۔

مسئلہ ۲۳۔ لشکروں کے سرداروں کے لئے جو تحفے آتے ہیں وہ خاص اونہیں کے لئے ہونگے یا وہ مال فے کیطرح سمجھے جاوینگے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ تحفے غنیمت میں شمار ہونگے۔ اومیں سے اومیں سے پانچواں حصہ اونکا ہے اور ایسا ہی حکم اسکا ہے کہ اگر کسی نے تحفہ بہیجا امراء مسلمین کسی ایک امیر کیطرف کیونکہ وہ تحفہ بوجہ خوف کے ہے۔ اور اگر کسی دشمن نے مرد مسلمان کے پاس تحفہ بہیجا اور وہ مسلمان سردار نہیں ہے تو اوسکے لینے کا کچھ مضائقہ نہیں وہ تحفہ خاص اوسی ایک کی ملک میں ہوگا اہل لشکر کا اومیں حصہ نہیں۔ روایت کیا اسکو محمد بن الحسن نے امام ابی حنیفہؒ سے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بادشاہ روم امیر لشکر کے پاس دار الحرب میں تحفہ بہیجے پس وہ تحفہ خصوصاً امیر لشکر کے واسطے ہوگا۔ اور ایسا ہی حکم اوسکا ہے جو عطا کیا جاوے رسول کو یعنے قاصد کو اور امام ابی حنیفہؒ سے خلاف اسکے ذکر نہیں کیا گیا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاکم کے پاس تحفہ بہیجے اور وہ تحفہ کسی وجہ سے ہو یعنے حاکم کی طرف سے کوئی شے از روی حق یا باطل اوسکو پہونچی ہو۔ پس اس صورت میں حاکم کو تحفہ لینا حرام ہے۔ کیونکہ حق پر فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ

وہ فعل کیا کہ جس سے حد واجب ہوا اور پھر وہ دارالاسلام میں داخل ہوا تو اوس کل حدود ساقط ہو نگی۔ مگر قتل کی حد ساقط نہوگی۔ پس وہ اپنے مال میں سے دیت کا ضامن ہوگا۔ خواہ قتل عمد ہو یا خطاء۔

مسئلہ ۱۷۔ لشکر کے سوداگر اور مزدور وغیرہ جب لڑائی کے وقت حاضر ہوں اور وہ مقاتلہ کریں تو اون کے لئے حصہ ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ رح اور مالک رح فرماتے ہیں کہ اون کے لئے حصہ نہیں ہے جبتک کہ وہ نہ لڑیں اور امام شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اونکو حصہ دیا جائیگا اگرچہ وہ قتال کریں اور بقول دیگر امام شافعی رح یہ ہے کہ اونکو حصہ نہیں دیا جاویگا۔ اگرچہ وہ قتال کریں۔

مسئلہ ۱۸۔ جہاد میں نائب بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے برابر ہے کہ مزدوری یا اُجرت یا تبرع کے ساتھ ہو اور مستنیب پر جہاد متعین ہو یا نہو۔ امام مالک رح فرماتے ہیں کہ نائب بنانا صحیح ہے۔ جبکہ ہو ساتھ جُعل یعنے مزدوری کے اور جہاد نائب پر متعین نہیں ہے۔ مثل غلام اور لونڈی کے۔

مسئلہ ۱۹۔ امام مالک رح فرماتے ہیں کہ ثغور میں یعنی شہر کے رخنوں سے خوف کی جگہ میں مزدوریاں دینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور گذرے ہیں لوگ اسپر زمانہ عمر رضی اللہ عنہ میں کہ قاعدین نے خارج کی طرف سَو دینار بھیجے ہیں یعنی خوف کی جگہ سوراخ سے نکلنے والیکو سَو دینار دئے ہیں +

مسئلہ ۲۰۔ کسی غنیمت کنندہ کو بالاتفاق ائمہ جائز نہیں ہے کہ قبل قسمت قبضہ میں آئی ہوئی لونڈی سے وطی کرے۔ اور اگر اوس نے وطی کرلی تو اوسپر حد ہوگی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسپر حد نہیں ہے بلکہ کچھ سزا دی جاویگی۔ اور اولاد کا نسب ثابت نہوگا۔ بلکہ وہ مملوک ہوگا۔ بلکہ غنیمت میں واپس کیا جاویگا اور اوسکو معاف ہے جو کچھ اوس سے صادر ہوا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ وہ زانی ہے حد ماری جاویگی۔ اور امام شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اوسپر حد نہیں ہے اور ثابت ہوگا ولد کا نسب اور حریت اور اُسپر لازم ہوگی اوس لونڈی کی قیمت اور مہر واپس کیا جاویگا غنیمت میں۔ اور وہ لونڈی اُمِّ ولد ہوگی یا نہیں؟ امام احمد رح کے نزدیک اُمِّ ولد ہوجاویگی۔ اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں اصح اون میں کا یہ ہے کہ اُمِّ ولد ہوگی۔

مسئلہ ۲۱۔ ایک جماعت کشتی میں ہے اور کشتی میں آگ لگ گئی تو کیا جائز ہے کہ وے اپنی جانونکو

امام احمدؒ سے یہ ہے کہ وہ تمام مال مسلمانوں کے واسطے ہے اوسمیں سے خمس نہیں نکالا جاویگا بلکہ تمام مال مصالح مسلمین کے لئے ہوگا۔ اور امام مالک کے نزدیک کل یہ مال فے ہے تقسیم نہیں کیا جاویگا۔ امام بقدر حاجت اپنی لیکر باقی کل مال کو مصالح مسلمین میں صرف کرے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچواں حصہ نکالا جاویگا۔ یہ خمس رسول اللہ صلعم کے واسطے تہا۔ اور وہ جو بعد رسول اللہ صلعم کے کرتے ہیں اوسمیں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ وہ مصالح مسلمین کے لئے ہے۔ دوئم یہ کہ لڑائی کرنیوالوں کے لئے۔ اور کس مال سے خمس نکالا جاوے اسمیں بھی امام شافعیؒ سے دو قول ہیں۔ قول جدید یہ ہے کہ تمام مال میں خمس نکالا جاوے اسی موجب ایک روایت امام احمد سے ہے اور قول قدیم یہ ہے کہ خمس نہیں نکالا جاوے مگر اوس مال میں سے کہ جسکو مشرک بوجہ خوف و دہشت چھوڑکر بہاگ گئے ہوں۔

باب الجزیہ

مسئلہ ۱۔ بالاتفاق ائمہ جزیہ مقرر کیا جاتا ہے اہل کتاب پر (اور وہ یہود و نصاری ہیں) اور مجوس پر پس بت پرستوں سے مطلق نہیں لیا جاوے مجوس اہل کتاب ہیں یا نہیں اور ان کے لئے شبہ کتاب کا ہے یا نہیں امام ابی حنیفہؒ اور مالک اور احمد فرماتے ہیں کہ مجوس اہل کتاب نہیں۔ سوائے اسکے نہیں کہ اونکے لئے کتاب کا شبہ ہے اور امام شافعی سے دونوں قول ہیں اور جو لوگ نہ اہل کتاب ہیں اور نہ جنکے لئے شبہ کتاب کا ہے مثلاً بت پرست عرب اور عجم کے اون سے جزیہ لیا جاوے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ عجمیوں سے لیا جاویگا اور عربوں سے نہ لیا جاوے اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ ہر ایک کافر سے لیا جاوے۔ خواہ عربی ہو یا عجمی مگر خاصکر مشرکین قریش سے نہ لیا جاوے اور بقول امام شافعیؒ اور اظہر روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ جزیہ بت پرستوں سے مطلق قبول نکیا جاوے۔

مسئلہ ۲۔ جزیہ کے مقدار میں اختلاف ہے بقول امام ابی حنیفہؒ اور ایک روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ جزیہ کم اور زیادہ مقدر ہے پس فقیر معتمل پر یعنی وہ فقیر جو کچھ کسب کرتا ہے اوسپر بارہ

نے اوسپر لازم کیا تھا۔ پس حق پر مزدوری لینا حرام ہے اور باطل پر لینا بھی حرام ہے کسواسطے کہ باطل پر اُجرت حرام ہے پس اگر ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اپنی ولایت میں سے بطریق تفضل یا شکرانہ تحفہ بھیجے پس وہ قبول نکیا جاوے اور اگر قبول کر لیا جاوے تو وہ تحفہ شامل صدقات کیا جاوے گا اوسکی طرف سے۔ اور میرے نزدیک سوائے اسکے گنجائش نہیں ہے لیکن اسپر وہ بدلہ دیا جاوے۔ بقدر اوسکی گنجائش کے اور اگر تحفہ ایسے شخص کی طرف سے ہو کہ اس حاکم کی حکومت اوسپر نہیں ہے اور وہ شخص اوس شہر میں بھی نہیں ہے کہ جسپر حاکم کی حکومت ہے اور وہ تحفہ کسی احسان کے شکریہ میں ہے تو اس صورت میں بہتر ہے کہ اوسکو قبول کر لیوے اور کر دیوے اوسکو واسطے اہل ولایت کے یا اوسکو چھوڑ دیوے اور نہیں لیوے نیکی پر عوض پس اگر اوسکو لیکر اپنا مال کر لیا تو اوسپر حرام نہیں ہے اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ جسکے لئے تحفہ بھیجا جاوے وہ مختص نہیں ہے بلکہ وہ تحفہ غنیمت میں شمار ہوگا۔ اور اسمیں پانچواں حصہ حاکم کا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ تحفہ مختص ہے امام کے لئے۔

مسئلہ ۲۴۔ اگر زید کا حق مال غنیمت میں ہے اور اوس نے قبل حفاظت اوسمیں سے ناگاہ لے لیا۔ تو بالاتفاق آئمہ اوسکا ہاتھ نہیں کاٹا جاویگا۔ اور اگر اوسمیں اوسکا حق نہیں ہے تو اوسکا اسباب جلایا جاوے اور حصے سے محروم کیا جاوے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اوسکا اسباب نہ جلایا جاوے۔ اور حصہ سے محروم نکیا جاوے اور امام احمدؒ کے نزدیک اوسکا سامان جو اوسکے ساتھ ہے جلایا جاویگا مگر قرآن شریف اور وہ شے جسمیں روح ہے یعنے حیوان اور وہ شے جو جنگ کے لئے سپر ہو مثلاً ہتیار جنگ۔ یہ ایک روایت ہے اور حصہ سے محروم رکھتے ہیں۔ امام احمدؒ سے دونوں طرح روایت ہے محروم رکھا جاویگا اور نہیں بھی رکھا جاویگا۔

مسئلہ ۲۵۔ مال فے اوسکو کہتے ہیں جو مشرک سے لیا جاوے بسبب اوسکے کفر کے بدون لڑائی کے مانند جزیہ کے جو لیا گیا اون سے اُن کی ذات کا اور اُجرت زمین کی جسکو خراج کہتے ہیں یا وہ شے جو انہوں نے چھوڑ دی اور ڈر کر بھاگ گئے۔ اور مال مرتد جبکہ وہ قتل کیا گیا حالت ردت میں اور مال کافر جو مر گیا بدون وارث کے۔ اور وہ جو لیا جاتا ہے اون سے عشر جب کفار مسلمانوں کے شہر میں مختلف ہو جاویں یا صلح کئے جاویں اوپر اوسکے پس مال فے سے پانچواں حصہ نکالا جاویگا یا نہیں۔ بقول امام ابی حنیفہؒ اور منصوص

مسئلہ ۵ - اگر کسی پر جزیہ واجب ہوا - اور اس نے ادا کرنے سے پیشتر اسلام قبول کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ رح و مالک رح و احمد رح اوس سے بہ سبب اسلام جزیہ ساقط ہو جاویگا اور اسی طرح کسی پر دو سال کا جزیہ تھا اور اوسنے قبل ادا کرنیکے اسلام قبول کیا تو بہی دونوں سال کا جزیہ اوس سے ساقط ہوگا - اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ بعد سال کے اسلام لانا جزیہ کو ساقط نہیں کرتا کیونکہ جزیہ دار کی اُجرت ہے بالتحقیق وہ واجب ہوگا - اور اگر ایک سال کا تداخل دوسرے سال میں ہوا - اور ہنوز سال اوّل کا جزیہ ادا نکیا تو بہ سبب تداخل سالگذشتہ کا جزیہ ساقط ہوگا یا دونو سال کا واجب ہوگا ؟ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک سال اول کا جزیہ بوجہ تداخل ساقط ہوجاویگا اور بقول امام شافعی رح اور احمد رح ساقط نہوگا - بلکہ دونوں سال کا جزیہ واجب ہوگا -

مسئلہ ۶ - بالاتفاق ائمہ جزیہ مقرر نہیں کیا جاویگا اہل کتاب کی عورتوں پر اور اونکے لڑکوں پر تاوقتیکہ جوان نہوں اور اون کے غلاموں پر اور مجنون اور اندھے اور شیخ فانی اور اہل صوامع پر بہی جزیہ مقرر نہیں کیا جاویگا - اسیطرح ابن ہبیرہ نے فرمایا ہے - ولیکن رافعی فرماتے ہیں کہ اونکی عقد جزیہ میں دو طریقے ہیں ایک اونمیں سے یہ ہے کہ جسکو ایک جماعت نے وارد کیا ہے وہ طریقۃ البناء کہلاتا ہے یعنی جسکی بناء جواز قتل کے خلاف ہو اگر ہم جواز قتل عورتوں کا کہیں پس اون پر جزیہ مقرر کیا جاویگا اور اگر ہم جواز قتل عورتوں کے قائل نہوں پس اونپر جزیہ مقرر نکیا جاویگا - الحاقاً ساتھ نساء اور صبیان کے اور دوسرا طریقہ کہ جسکو طریقۃ القطع کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جزیہ مقرر کیا جاویگا کیونکہ جزیہ کری الدار یعنے بجائے کرایہ مکان کے ہے پس اسمیں ارباب عذر وغیرہ برابر ہیں اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ جزیہ کیوں نہیں لگایا جاوے حالانکہ وہ منصوص ہے اور نووی فرماتے ہیں کہ مذہب یہی ہے کہ وہ واجب ہے زمن[۱] - اور شیخ[۲] اور ہرم[۳] اور اعمی اور راہب اور مزدور پر اور روضہ میں بظاہر انکے کلام سے طریقۃ القطع کی ترجیح ہے اور طریقۃ البناء کی تضعیف اور بنی تغلب[ع] کی عورتوں اور لڑکوں سے لینے میں اختلاف ہے - امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک انکی عورتوں سے لیا جاوے جو اون کے مردوں سے لیا جاوے اور اونکے لڑکوں

---

۱ وہ معذور جو پاؤں سے نہیں چل سکتا ہو - ہاتھوں کے بل چلتا ہو - ۲ بوڑھا - ۳ پیر کہن سال یعنے نہایت بوڑھا - ۱۲ ع بنی تغلب ایک قوم تہی مشرکین سے کہ حضرت عمر رض کے عہد میں اون سے جزیہ طلب کیا گیا تو انہوں نے جزیہ دینے سے انکار کیا - اور زکوۃ کو دوگنا دینا منظور کیا - اور اسپر اون سے صلح ہوگئی ۱۲

درہم اور متوسط پر چوبیس درہم اور دولتمند پر اڑتالیس[1] درہم ہیں اور دوسری روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ جزیہ امام کی رائے کے سپرد ہے مقدر نہیں ہے تیسری روایت یہ ہے کہ جزیہ جو اقل ہے وہ مقدر ہے نہ اکثر۔ اور چوتھی روایت یہ کہ جزیہ خاصکر اہل یمن کے حقمیں ایک دینار مقدرہ ہے اور اُن کے سوائے اور وں میں نہیں کیونکہ حدیث اہل یمن میں وارد ہوئی ہے اور مشہور قول امام مالکؒ سے یہ ہے کہ دولتمند اور فقیر سب پر چار دینار یا چالیس درہم مقدر ہیں دونوں کے درمیان کچھ فرق نہیں۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دینار واجب ہے۔ اسمیں غنی اور فقیر اور متوسط برابر ہیں۔

مسئلہ ۳ - جو فقیر کسب نہیں کرتا ہے اور نہ اوسکے پاس کوئی شے ہے پس امام ابی حنیفہ رح و مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک اوسپر جزیہ نہیں اوس کچھ نہ لیا جاویگا اور امام شافعیؒ سے اوس فقیر کے جزیہ کے بارہ میں کہ جسکے پاس کچھ نہیں ہے اور نہ ادا کرنے پر قادر ہے دو قول ہیں ایک یہ کہ اہل اسلام کے شہروں میں سے نکالدیا جاوے۔ دوئم یہ کہ ٹھہرایا جاوے اور نہ نکالا جاوے اور جب ٹھیرایا جاوے اس صورت میں چند قول ہیں۔ اول یہ کہ اوس سے کچھ نہیں لیا جاوے۔ دوئم یہ کہ اوسپر جزیہ واجب ہے۔ بالعوض جزیہ کے اوسکا ذمہ ہوگا جاوے اور جب دولتمند ہو جاوے تو اوس سے طلب کیا جاوے۔ اور سوئم یہ کہ اگر ایک سال اوسپر گذر گیا اور اوسنے ادا نہیں کیا تو دار الحرب میں لاحق کر دیا جاویگا۔

مسئلہ ۴ - ذمی جب مر جاوے اور اُسپر جزیہ باقی ہو بمذہب امام ابی حنیفہؒ اور احمدؒ اوس سے جزیہ بسبب مرنے کے ساقط ہو جاویگا۔ اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ساقط نہوگا۔ جزیہ سال تمام ہونے پر واجب ہوگا۔ یا سال کے شروع ہی میں واجب ہوگا۔ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک سال کے اول میں واجب ہوگا۔ اور بعد عقد ذمہ اوس سے مطالبہ کر سکتے ہیں اور بقول مشہور امام مالکؒ اور بمذہب امام شافعیؒ اور احمدؒ یہ ہے کہ سال تمام ہونے پر جزیہ واجب ہوگا اور بعد عقد ذمہ جبتک ایکسال نگذرے مطالبہ نہیں کر سکتے اگر درمیان سال کے مر گیا تو امام ابی حنیفہ رح اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اوس سے جزیہ ساقط ہو گیا اور بمذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ اوسکے مال میں سے اوسقدر جزیہ لیا جاویگا کہ جتنا سال میں سے گذرا۔

---

[1] یہ مقدار جزیہ ایک سال کے لئے ہے ۱۲ منہ

مسئلہ ١٠- جب ذمی جزیہ نہ دیوے یا حاکم اسلام حکم اجرا کرے - اور وہ تعمیل حکم نہ کرے تو مذہب امام مالک اور شافعیؒ اور احمدؒ عہد ٹوٹ جاویگا - لیکن اگر اونکے مددگار ہوں اور وہ اپنے مددگاروں کی وجہ سے ہمسے لڑائی اور جنگ کریں اور دار الحرب میں لاحق ہو جاویں تو عہد ٹوٹ جاویگا -

مسئلہ ١١- اگر کسی ذمی نے وہ فعل کیا کہ جسکا ترک کرنا اوسکو واجب تھا اور اس سے رکنا ضرور تھا یعنی وہ چیز کہ جسمیں مسلمانوں کا نقصان یا بعض اہل اسلام کا نقصان جان و مال ہو اور اس قسم کی آٹھ اشیاء ہیں - اول اجتماع قتال مسلمین پر - دویم مسلمہ عورت سے زنا کرنا - سویم مسلمہ عورت کے پاس باسم نکاح پہونچنا - چہارم مسلمان کو اپنے دین سے برگشتہ کرنا - پنجم - راہزنی کرنا مسلمانوں پر - ششم مشرکوں کے پاس جاسوسی کرنا - ہفتم کفار کی مدد کرنا مسلمانوں پر بدلالت پس مسلمانوں کی خبریں مشرکوں کی طرف لکھنا - ہشتم کسی مسلمان یا مسلمہ کو عمداً قتل کرنا ان آٹھوں اشیاء کے ساتھ نقض عہد ہو گا یا نہیں ؟ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ان آٹھوں سے اور امرین مذکورین سابق سے عہد نہیں ٹوٹیگا مگر جبکہ ذمی مددگار کفار کے ہو جاویں اور کسی جگہ پر غلبہ کریں اور ہم سے لڑائی کریں اور دار الحرب سے لاحق ہو جاویں پس اس صورت میں عہد ٹوٹ جائیگا اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ جب ذمی مسلمانوں کو قتل کریگا تو اوسکا عہد ٹوٹ جائیگا بعقد ذمہ میں اسکے ترک پر شرط کی ہو یا نہ کی ہو اگر ماسوا اسکے باقی سات باتوں کو کیا اور عقد ذمہ میں ان سے رکنے کی شرط نہیں تہی تو نقض عہد نہیں ہوگا - اور اگر شرط کی تہی پس اسمیں اصحاب امام شافعی رح سے دو وجہیں ہیں ایک اون میں سے یہ ہے کہ عہد ٹوٹ جاویگا اور یہی راجح ہے - دوئم یہ کہ نہیں ٹوٹیگا اور امام مالک رح نے فرمایا کہ نہیں ٹوٹیگا عہد اوسکا بسبب زنا کرنے مسلمہ کے ساتھ اور نہ ساتھ پہونچنے نکاح اور ماسوا اسکے جو کریگا عہد ٹوٹ جائیگا لیکن قطع طریق یعنے رہزنی میں نہیں ٹوٹیگا - اور ابن قاسم جو اصحاب امام مالک رح سے ہیں فرماتے ہیں کہ اوسکا عہد بسبب اسکے ٹوٹ جائیگا اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں اظہر اونمیں سے یہی ہے کہ عہد ذمی کا ٹوٹ جائیگا آٹھوں اشیاء مذکورہ کے کرنیسے شرط کی ہو یا نہ کی ہو - اور دویم یہ ہے کہ نہیں ٹوٹیگا لیکن جب جزیہ نہ دیوے اور ہمارے اجراء احکام کو منع کرے یا ایک دونوں میں سے کسی ایک کو کرے پس عہد ٹوٹ جائیگا -

سے نہ لیا جاوے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اون کے لڑکوں اور عورتوں سے بالکل نہ لیا جاوے بلکہ بنی تغلب اس بارہ میں مثل غیر جزیہ دہندوں کے ہیں اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انکی عورتوں اور لڑکوں کل سے لیا جاوے جیسا کہ اونکے مردوں سے لیا جاوے۔

مسئلہ ۷۔ اتفاق ائمہ اسپر ہے کہ جب مشرکین سے کوئی عہد کیا گیا تو ان سے وفا کرنا چاہیے لیکن امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اونکے عہد وفا کرنہیں بقاء مصلحت شرط ہے جبکہ مصلحت مقتضی ہو عہد شکنی کو پس اونکا عہد واپس کیا جاوے یعنے اونکو اطلاع دیدی جاوے کہ باہمی عہد نہیں ہے۔ اور جب مسلمانونکے شہروں کی طرف مشرکین سے کسی عورت نے ہجرت کی اور امام نے اسکی شرط کرلی تہی کہ جو تمہارے ہیں سے مسلمان ہو کر آویگا اوسکو واپس کردینگے تو بالاتفاق وہ عورت واپس نہ کیجاویگی اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا مہر بھی واپس نہیں کیا جاویگا اور امام شافعیؒ سے دو قول ہیں اصح یہ ہے کہ مہر واپس کیا جاویگا۔

مسئلہ ۸۔ کوئی حربی مال تجارت لیکر مسلمانوں کے شہروں میں گذرے پس مذہب امام ابی حنیفہ رح اوس سے کچھ نہیں لیا جاویگا۔ مگر جب وہ ہمسے لیتے ہوں تو لیا جاویگا۔ اور امام احمد و مالک فرماتے ہیں کہ اوس سے عشر لیا جاویگا۔ لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب اوسکا داخل ہونا امان کے ساتھ ہو اور اوسپر عشر سے زیادہ کی شرط نہیں کی گئی ہو اور اگر وقت دخول کے اوسپر عشر سے زیادہ کی شرط کی ہو تو اوس سے زیادہ لیا جاویگا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اوسپر عشر کی شرط کی ہو تو عشر لینا جائز ہے ورنہ نہیں اور بعض اصحاب امام شافعیؒ سے وہ ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ اوس سے عشر لیا جاویگا۔ اگرچہ شرط نہیں کی گئی ہے۔

مسئلہ ۹۔ اگر ذمی نے ایک شہر سے دوسرے شہر تک تجارت کی تو بقول امام مالکؒ اوس سے عشر لیا جاویگا جبکہ اوس نے تجارت کی ہو اور اگر اوس نے ایک سال میں چند مرتبہ تجارت کی تو بقول امام شافعیؒ اوس سے نہیں لیا جاویگا مگر جبکہ شرط کی ہو لیا جاویگا۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور احمدؒ نے فرمایا۔ کہ ذمی سے نصف عشر لیا جاویگا اور نزدیک امام ابی حنیفہ رح اور احمدؒ اسمیں نصاب کا اعتبار ہے پس بمذہب امام ابی حنیفہؒ اور احمدؒ نصاب اوسکا اسمیں مسلمان کے مال کے نصاب کے مانند ہے اور اس بارہ میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نصاب حربی کے واسطے پانچ دینار اور ذمی کے واسطے دس ہیں۔

اگر کافر حربی اور ذمی ملک حجاز میں وطن پکڑے مثلاً مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ یا یمامہ میں اور اونکے گرد و نواح میں تو منع کیا جاویگا یا نہیں ح امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ وہ منع نکیا جاویگا۔ اور بقول ائمۂ ثلاثہ منع کیا جاویگا مگر جبکہ اونمیں سے کوئی سوداگری کو یا امام کے حکم سے داخل ہو تو نہ روکا جاوے۔ لیکن تین دن سے زیادہ قیام نکرے بعد ازاں چلا جاوے اور مسجد حرام میں کافر کا داخل ہونا امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک جائز نہیں اور ما سوا مسجد حرام کے دوسری مسجدوں میں مشرکین کا بدون اجازت امام داخل ہونا جائز ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ مشرکین کا مسجد میں داخل ہونا بدون اجازت مسلمین جائز نہیں ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک مشرکین کو مسجد میں داخل ہونا کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۵۔ اور بالاتفاق ائمہ کنیسہ اور بیعہ کا احداث یعنے بنانا دار الاسلام کے شہروں میں جائز نہیں ہے اور قریب شہروں کے احداث کنیسہ اور بیعہ کا جائز ہے یا نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور امام ابی حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اگر وہ جگہ شہر سے باندازہ ایک میل یا میل سے کم ہو جائز نہیں ہے اور اگر اس سے زیادہ دور ہے تو جائز ہے اور اگر دار الاسلام کنائس اور بیعہ سے کوئی شے پراگندہ ہو گئی۔ یا گر پڑی تو اوسکی تجدید بنا اور درستی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ رح اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک جائز ہے۔ لیکن امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک اسمیں یہ شرط ہے کہ اگر یہ کنیسہ ایسی زمین میں ہے جو صلحاً فتح کی گئی ہے تو جائز ہے اور اگر وہ زمین غلبتہً فتح کی گئی ہے تو وہاں جائز نہیں ہے اور امام احمد کی اظہر روایت سے یہ ہے کہ جسکو بعض اصحاب امام احمد اور ایک جماعت نے اعلام شافعیہ سے مانند ابی سعید اصطخری و ابی علی بن ابی ہریرہ نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ اونکے لئے مطلقاً جائز نہیں ہے ترمیم اوسکی جو شکستہ اور ٹوٹ گیا ہے اور تجدید بنا۔ اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ جائز ہے درست کرنا شکستہ کا اور نہیں جائز ہے تجدید بنا اوسکی جو بالکل خراب ہو گیا ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ علی الاطلاق اسکا جواز ہے۔

کتاب الاقضیہ یعنے احکام قضا کے بیان میں

مسئلہ ۱۔ امام مالک اور شافعی اور احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص اہل اجتہاد سے نہو عہدۂ قضا اوسکے

مسئلہ ۱۲۔ اگر کسی نے اونمیں سے وہ کام کیا کہ جسمیں اہل اسلام پر ذلت اور ننگ ہو اور وہ چند چیزیں ہیں۔ اللہ عزوجل کا ذکر اوسکے ساتھ کرنا جو اوسکی بزرگی اور پاکی کے لائق نہو۔ یا ذکر قرآن شریف۔ یا ذکر دین متین۔ یا ذکر رسول اللہ صلعم کا ایسے الفاظ کے ساتھ کرے جو لائق اور سزاوار اونکے نہوں پس ایسے کام سے عہد ٹوٹ جاویگا یا نہیں۔ امام احمد رح نے فرمایا کہ اس سے عہد ٹوٹ جائیگا برابر ہے کہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو اور امام مالک رح نے فرمایا کہ جب گالی دی اللہ تعالیٰ کو یا اوسکے رسول کو یا اوسکے دین کو یا اوسکی کتاب کو ساتھ غیر اوس چیز کے کہ کافر ہو جاویں بسبب اوسکے عہد ذمی کا ٹوٹ جاویگا۔ شرط کی ہو یا کی ہو اسکے ترک کی اور فرمایا اکثر اصحاب امام شافعی رح نے حکم اسکا حکم اوس چیز کا ہے کہ جسمیں مسلمانوں کا ضرر ہو اور وہ اشیا سبعہ ہیں جو اوپر کے مسئلہ میں مذکور ہولیں اور اگر شرط عقد میں اون سے باز رہنا نہو تو عہد نہیں ٹوٹیگا بسبب اوسکے اور اگر شرط کیا پس دو وجہیں ہیں۔ ابو اسحاق مروزی نے فرمایا۔ کہ حکم اسکا اشیا ثلاثہ سابقہ کا ہے اور وہ یہ ہے کہ التزام جزیہ اور التزام احکام مسلمین سے منع کرے اور قتال مسلمین پر اجتماع ذمیوں کا ہو۔ اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اونمیں سے کسی شے کے ساتھ عقد نہیں ٹوٹیگا۔ مگر امرین سابقین کے ساتھ عہد ٹوٹ جائیگا جبکہ ہو واسطے اونکے منفعت اور اوسکے ساتھ قادر ہوں محاربہ پر یا دار الحرب میں لاحق ہوں۔

مسئلہ ۱۳۔ امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ جب عہد ذمی کا ٹوٹ جاوے تو ذمی کو قتل کرنا جائز ہے جبکہ اوسپر قادر ہو اور مشہور قول امام مالک رح یہ ہے کہ قتل کیا جاوے اور قید کیا جاوے جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے بنی ابی الحقیق کے ساتھ کیا تہا۔ اور اظہر قولین امام شافعی رح سے اور بقول امام احمد رح یہ ہے کہ جسکا عہد ٹوٹ جاوے اوسکو اون لوگوں میں نہیں لوٹایا جاوے کہ جنہیں سے وہ آیا تہا۔ بلکہ امام کو اختیار ہے کہ اوسکو غلام بناوے یا قتل کرے۔

مسئلہ ۱۴۔ کافر حرم میں داخل ہونے سے منع کیا جاویگا یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک جائز ہے کافر کا حرم میں داخل ہونا اقامت کرنا مسافر کے طور پر لیکن وہاں وطن نہ پکڑے اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح کے نزدیک وہ منع کیا جاویگا اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک ایک کافر کا کعبہ شریف کیطرف داخل ہونا جائز ہے

اور حاکم حنفی المذہب ہے جانتا ہے کہ امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ نے اتفاق کیا ہے اس توکیل کے جواز
پر اور امام ابوحنیفہ رح نے اس سے منع کیا ہے پس وہ شخص عدول کرے اوس چیز اور حکم سے کہ جسپر تنہا
امام ابوحنیفہ رح گئے ہیں طرف اوسکے کہ ائمہ ثلاثہ کا اتباع ہوا ہے اور جو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا وہ دلیل سے
ثابت نہیں ہوا اور اونکا اجتہاد بھی اوسکی جانب نہیں پہونچا پس بالتحقیق اسحالت میں خالف ہوا
اللہ عزوجل سے کہ اوس شخص نے اتباع اپنی خواہش کا کیا اور وہ اون لوگوں میں سے نہیں ہے کہ جو قول کو
سنتے ہیں اور تابع ہوتے ہیں اور اختیار کرتے ہیں احسن قول کو۔ اور ایسے ہی اگر قاضی مالکی مذہب کا ہے
اور دو آدمی جھگڑا لائے اوسکے پاس کتے کے جوٹھے میں پس حکم کیا ساتھ طہارت اوسکی کے باوجود علم اسبات
کے کہ کل فقہا نے اوسکی نجاست کا حکم دیا ہے۔ اور ایسے ہی اگر قاضی شافعی المذہب ہے اور اوسکے پاس
دو آدمی جھگڑا لائے۔ متروک التسمیہ عمداً اون میں سے ایک نے ایک کی نسبت یہ کہا کہ اوسنے مجھکو
بکری ذبح شدہ کی بیع سے منع کیا ہے اور دوسرے نے جواب دیا کہ میں نے اسکو مردار ہونیکے بیع سے منع کیا
ہے پس اوس قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا باوجودیکہ جانتا ہے کہ تحقیق ائمہ ثلاثہ اسکے خلاف
ہیں اور اسیطور پر اگر قاضی حنبلی مذہب ہے اور اوسکے پاس دو آدمی جھگڑا لائے ایک نے کہا کہ اسپر میرا مال
ہے دوسرے نے کہا کہ میرے پر اسکا مال تھا میں نے ادا کر دیا پس اوسنے حکم دیا بری ہونیکا حالانکہ اوسکو
علم اسبات کا ہے کہ ائمہ ثلاثہ اسکے خلاف میں ہیں پس یہ اور دیگر امثال اوسکے میرے نزدیک اوس قبیل
سے ہے کہ اتباع اکثرین کیطرف متوجہ کرتا ہے[۱]۔ اور اقرب طرف اخلاص اور ارجح فی العمل ہے مقتضی اوسکا یہ ہے
کہ ولایت حکام کی ہمارے اسوقت میں صحیح ہے بالتحقیق ائمہ نے اسلام کے رخنوں کو بند کر دیا کہ جسکا بند کرنا
فرض کفایہ تھا اور اگر میں چھوڑ دیتا میں اس قول کو اور نہ ذکر کرتا میں اوسکا اور چلتا میں اوس طریقہ پر جسپر اور فقہا
گئے ہیں اور ہر ایک اپنی تصنیف کردہ کتاب میں یا اپنے کہے ہوئے کلام میں ذکر کرتا ہے کہ قاضی ہونا صحیح نہیں
مگر اوس شخص کو کہ جسکو اجتہاد حاصل ہو پھر شرط اجتہاد بیان کرتے ہیں البتہ اس صورت میں تنگی حاصل ہوگی

---

[۱] مترجم کا التماس ہے کہ اتباع اکثرین کی طرف متوجہ ہونا علامہ مؤلف نے بیان فرمایا ہے بہتر ہے مگر بعض خاص
صورتوں میں یہ قاعدہ نہیں ہے ۱۲ منہ

سپرد کرنا جائز نہیں ہے مثل اوس شخص کے جو طریقہ احکام کو نہ جانتا ہو اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حکومت اوس شخص کی جو مجتہد نہیں ہے جائز ہے اور بعض اصحاب امام ابی حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اجتہاد شرط نہیں ہے اور ولایت عامی کی اجازت ہے اور کہتے ہیں کہ وہ تقلید کریگا اور حکم کریگا ۔ اور بعض اصحاب نے فرمایا کہ اجتہاد شرط ہے۔ اور کتاب الافصاح میں ابن ہبیرہ نے فرمایا ہے کہ صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جس شخص نے اجتہاد کو شرط کیا ہے مراد اوسکی اوس حال سے ہے کہ جو قبل استقرار مذاہب اربعہ کے ہے اور اجماع امت اسبات پر ہو چکا ہے کہ ہر واحد کو جائز ہے عمل اوسکے ساتھ اسواسطے کہ ہر مذہب مذاہب اربعہ سے مستند ہے سنت رسول اللہ کی طرف پس قاضی اسوقت اگرچہ اہل اجتہاد سے نہو اور نہ کوشش کرے طلب احادیث میں اور تحقیق طرق میں لیکن پہچانتا ہو لغت کو جو ناطق ہو شریعت رسول اللہ پر تاکہ نہ محتاج ہو معرفت اوسکی سے کہ جسکی طرف احتیاج ہے قضایا میں سوائے اسکے شروط اجتہاد کے اون سے فارغ ہوگئیں بوجہ ائمہ مجتہدین کے اور آرام پالیا بسبب ائمہ کے اور منحصر ہوگیا حق اونکے قول میں اور علوم جمع ہوگئے اور انتہا کو پہونچا وہ امر کہ جسمیں حق ظاہر ہوگیا اور واجب ہے قاضی پر یہ بات کہ اپنے فیصلوں میں حکم کرے اوس چیز کے ساتھ جو اوسنے حاصل کیا اماموں سے یا اماموں میں سے کسی ایک امام سے پس بالتحقیق وہ حکم اوسکا جو امام سے حاصل کرکے کہا بمنزلہ اجتہاد اوسکے کے ہوگیا ۔ اور جب اماموں کا اختلاف نکلے تو حتی الامکان اتفاق کیطرف متوجہ ہو بہوشیاری اور عقلمندی کے ساتھ عمل کرنیوالا ہو اوسکے پر اور اسیطرح جب قصد کیا مقام خلاف میں تو اختیار وہ کرے کہ جسپر اکثر ہوں اور عمل اوسپر کرنا چاہیے جو جمہور نے کہا نہ اوسپر کہ جو ایک نے کہا کیونکہ دانائی کیساتھ پکڑنیوالا اپنے عمل کیواسطے ہوئے حالانکہ بقول الواحد عمل کرنا جائز ہے لیکن مؤلف کہتا ہے کہ میں مکروہ جانتا ہوں اوس شخص کے واسطے کہ جس نے اونمیں سے ایک مذہب کو پکڑ لیا یا اختیار کرلیا یا پیدا ہوا ایک ایسے شہر میں کہ جہاں بجز مذہب امام واحد مذہب معروف نہیں ہیں یا اوسکا باپ یا مرشد منجملہ مذاہب اماموں کے کسی ایک امام کے مذہب پر ہے پس اوس شخص نے مجبوراً ایک مذہب تیار کرلیا حتی کہ اوسکے پاس وہ جھگڑے والے آئے اور جس مقدمہ میں منازعت کرتے تھے ۔ وہ مقدمہ اس قبیل سے تھا کہ جسمیں فقہاء ثلاثہ نے اپنے حکم کے موافق حکم کیا ہے مثلاً وکیل بدون رضامندی خصم کے

اپنے علم سے حکم نکرے برابر ہے حقوق اللہ عزوجل سے ہو یا حقوق آدمیوں سے اور اصح مذہب امام شافعیؒ سے یہی ہے کہ بسبب اپنے علم کے حکم کرے لیکن اللہ عزوجل کی حدود میں اپنے علم سے حکم نکرے۔

مسئلہ ۶ ۔ قاضی کو خرید فروخت میں اپنے واسطے متولی ہونا امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے طریقہ ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے کسیکو وکیل کردیوے۔

مسئلہ ۷ ۔ جب قاضی کسی فریق مقدمہ کی زبان نہ سمجھتا ہو بسبب اختلاف زبان تو قاضی کے لئے ضرور ہے کہ کسی مترجم کو مقرر کرے جو اوسکی زبان کا ترجمہ کرکے سمجھا دیوے کسی شخص کی تعریف یعنی شناخت اور تادیت رسالت اور جرح اور تعدیل میں کتنے شخصونکی گواہی درکار ہے امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک اور ایک روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ کسی شخص کی تعریف یعنے پہچاننے میں اور تادیت رسالت اور جرح اور تعدیل میں ایک شخص کی شہادت قبول کیجاویگی بلکہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی بھی گواہی سمیں قبول کیجاویگی اور بقول امام شافعیؒ اور دوسری روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ اس بارہ میں دو آدمیوں سے کم کی گواہی قبول نہ کیجاویگی اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دو کا ہونا ضروری ہے۔ اگر جھگڑنے والے اقرار مال میں ہیں تو اسمیں دو عورتوں اور ایک مرد کی گواہی قبول کیجاویگی۔ اور اگر مقدمہ متعلق ہو احکام ابدان کے ساتھ تو دو مردوں کی گواہی لیجاویگی کم کی نہیں لی جاویگی۔

مسئلہ ۸ ۔ جب قاضی اپنے نفس کو معزول کرے عہدۂ قضا سے تو معزول ہو سکتا ہے یا نہیں؟ محققین اصحاب امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ قاضی نے اپنے کو معزول کیا اگر وہ متعین نہیں ہے تو معزول ہو جاویگا اور اگر اوسپر متعین ہے تو معزول نہوگا بوجہ اظہر۔ اور ماوردی فرماتے ہیں کہ اگر معزول کرے اپنے نفس کو بسبب عذر کے تو جائز ہے اور اگر بدون سبب کے معزول کرے تو جائز نہیں ہے لیکن بعد اطلاع امام کے اور استعفا دینے کے معزول ہو سکتا ہے جبکہ امام استعفا قبول کرلیوے اسواسطے کہ قاضی کو کام سپرد کیا ہے اور اوسکا ضائع کرنا اوسپر حرام ہے اور امام کو لازم ہے کہ اوسکا استعفا قبول کرلیوے جبکہ دوسرا قاضی ملجاوے۔ اور جبتک امام استعفا قبول نکرے اگرچہ قاضی نے استعفا پیش کردیا ہو معزول نہیں ہوگا۔ اور اگر قاضی نے کہا کہ میں نے اپنے کو معزول کردیا پس وہ معزول نہیں ہوگا۔ کیونکہ عزل امام کی طرف سے ہوگا وہ قاضی اپنے نفس کو قبولیت نہیں رکھتا اسلئے وہ اپنے قول سے معزول نہیں ہوگا۔

اور آدمیوں کا حرج ہوگا۔ پس اسوقت اگر شروط اجتہاد غالب ہوں تو اکثر قاضیوں میں یہ شروط مفقود ہونگی اور یہ مشکل حالہ اور متناقض کہنا ہے گویا تعطیل ہے واسطے حکام کے اور حکم کے دروازہ کو بند کرتا ہے اور یہ غیر مسلم ہے بلکہ صحیح مسئلہ میں یہ ہے کہ ولایت حکام جائز ہے انکو تعیین انکی صحیح ہیں اور نافذ ہیں واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲ ۔ ولایت قضا عورت کی صحیح ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہے اور عورت قاضیہ ہو سکتی ہے ہر ایک شے میں اور اوسکی قضاء میں عورتوں کی شہادت قبول کیجاویگی اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک عورتونکی شہادت کل شے میں قبول قبول کیجاویگی مگر حدود اور جراح میں قبول نہ کیجائیگی اور وہ حکم کریگی ہر ایک شے میں لیکن حدود اور جراح میں حکم نہیں کر سکتی اور ابن جریر الطبری فرماتے ہیں کہ عورت کا قاضیہ ہونا کل شے میں صحیح ہے اور بالاتفاق ائمہ غلام کو قاضی کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۳ ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء فرض کفایہ ہے اور واجب ہے قضا اس شخص پر کہ جسپر اسمیں دخول متعین ہو جبکہ دوسرا نہ پایا جاوے اور اظہر روایتیں امام احمد سے یہ ہے کہ قضا فرض کفایہ نہیں اور نہ متعین ہوگا دخول اس بارہ میں اگرچہ دوسرا نہ پایا جاوے اور اگر کسی نے رشوت دیکر حاصل کی تو وہ قاضی نہ ہوگا بالاتفاق۔

مسئلہ ۴ ۔ مسجد میں قضا مکروہ ہے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں قضا مکروہ نہیں بلکہ سنت ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے مگر جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوا اور کوئی مقدمہ پیش ہوا۔ پس اوسمیں حکم کیا جاویگا۔

مسئلہ ۵ ۔ بالاجماع قاضی بغیر علم اپنے حکم نہیں کریگا۔ کیا قاضی کو اپنے علم کے ساتھ حکم دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک یہ ہے کہ جب حاکم نے مشاہدہ کیا افعال موجبہ للحدود کا قبل قضا اور بعد قضا نہیں حکم کریگا۔ اوسمیں بسبب اپنے علم کے۔ اور جب حقوق الناس سے معلوم کریگا تو اوسمیں اپنے علم کے سبب حکم کریگا جو اوسکو قبل قضا اور بعد قضا معلوم ہوا۔ اور امام مالک اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہرگز

اوسکی عدالت میں تو قبول کیا جاویگا جرح اوسکا مطلقاً اور اگر وہ عالم اوس چیز کا نہیں جو موجب جرح کا ہو پس نہیں قبول کیا جاویگا مگر ساتھ بیان کرنے سبب کے - اور عورتونکی جرح اور تعدیل قبول کیجاویگی یا نہیں ؟ امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک عورتونکی جرح اور تعدیل قبول کیجاویگی اور یقول امام مالک اور اشہر روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ عورتونکا تعدیل اور جرح میں دخل نہیں ہے - اور جب تزکیہ اور صفائی کرنیوالے نے کہا کہ فلان عادل ہے پسند ہے امام ابی حنیفہؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اسقدر کہنا کافی ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کافی نہیں ہے یہانتک کہ کہے کہ وہ عادل ہے پسند ہے واسطے میرے اور اوپر میرے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب صفائی کرنیوالا جانتا ہو اسباب عدالت کو تو قبول کیا جاویگا قول اوسکا عادل ہے پسند ہے اور نہیں احتیاج ہے طرف قول اوسکی کے واسطے میرے اور اوپر میرے -

مسئلہ ۱۱ - امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک غائب پر حکم نہیں کیا جایگا مگر جب کہ اوسکا قائمقام حاضر ہو جیسے وکیل یا وصی اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک غائب پر حکم کیا جاویگا مطلقاً اور جب حکم کیا جاوے کسی انسان کے لئے بسبب حق غائب پر یا صبی یا مجنون پر آیا اوسکو قسم دلوانیکی احتیاج ہو گی یا نہیں امام شافعی رح کے نزدیک دو وجہیں ہیں اصح یہ ہے کہ قسم دلوائی جاویگی - اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قسم دلوانی کچھ ضرور نہیں -

مسئلہ ۱۲ - قاضی کی تحریر قاضی کے پاس شہر میں حدود اور قصاص اور نکاح اور طلاق اور خلع میں بالاتفاق غیر مقبول ہے مگر امام مالکؒ کے نزدیک قاضی کی تحریر کل امور مذکورہ میں قبول کیجاویگی اور بالاتفاق کتاب القاضی الی القاضی حقوق مالیہ میں قبول کرنا جائز ہے اور کتاب یعنے خط قاضی کا کس صفت کے ساتھ پہونچنا چاہئے - کہ جو قبول کیا جاوے اسمیں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رح اور شافعی رح اور احمد فرماتے ہیں کہ قبول نہیں کیا جاوے جبتک کہ دو شخص گواہی ندیویں کہ تحریر قاضی کی ہمارے سامنے فلان نے پڑھی یا پڑھی گئی اوسکے اوپر ہمارے روبرو - اور امام مالکؒ سے اسمیں دو روایتیں ہیں ایک روایت موافق قول جماعت کے ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دو شخصونکا یہ کہنا کافی ہوگا کہ یہ کتاب قاضی کی ہے - پس امام مالک کے نزدیک یہ گواہی ہو جاویگی اور اسی موجب قول امام ابی یوسف کا ہے اور اگر دو قاضی ایک

مسئلہ ۹ - اگر قاضی نے فسق کیا اور بعد کو توبہ کی اور اوسکا حال اچھا ہو گیا تو قضاوت بدون تجدید ولایت عود کریگی یا نہیں اسبارہ میں اصحاب فرماتے ہیں کہ اسمیں دو وجہیں ہیں اصح اونمیں سے یہی ہے کہ قضا عود نکریگی بخلاف جنون اور بیہوشی کے کیونکہ جنون اور بیہوشی میں اصح یہی ہے کہ عود کریگی اور کتاب اشراف میں ہروی فرماتے ہیں کہ اگر قاضی نے فسق کیا اور معزول ہو گیا اور بعد از ان توبہ کی پس حاکم ہو جاویگا اسپر امام شافعیؒ نے تصریح فرمائی ہے اسواسطے کہ یہ دروازہ احکام کو بند کرتا ہے کیونکہ انسان اُن امور کی وجہ سے جو اوسکے متعلق ہیں گناہ سے نہیں بچ سکتا - پس وہ محتاج ہوگا امام کے مطالعہ کیطرف پس واسطے حاجت کے جائز کہا اور قاضی فرماتے ہیں کہ اگر قاضی میں فسق حادث ہوا اور اوسپر اصرار کیا پس معزول ہو جاویگا اور اگر گناہ دور کرنے میں توبہ اور ندامت کے ساتھ جلدی کی تو معزول نہیں ہوگا - کیونکہ وہ معزول نہیں ہے اور بیہودہ گوئی انسان کی ایک بات ہے ایسا شخص کم ہے جو بچے - لیکن وہ شخص جو معصوم ہو -

مسئلہ ۱۰ - جو شخص عدالت باطنہ کے ساتھ مشہور نہیں ہے اوسکی شہادت مسموع ہوگی یا نہیں اسمیں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حاکم حدود اور قصاص میں قول واحد سے عدالت باطنہ سے سوال کریگا - اور ما سوا حدود اور قصاص کے حاکم سوال نکرے مگر جبکہ خصم گواہ میں طعن کرے پس جب طعن کرے سوال کرے - اور جب طعن نکرے سوال نکرے اور شہادت کی سماعت کرے اور گواہوں کی عدالت اونکی ظاہر حالت پر کافی ہے اور بقول امام مالکؒ اور شافعیؒ اور ایک روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ حاکم اکتفا نکرے ظاہر عدالت پر یہانتک کہ پہچانی جاوے عدالت باطنہ برابر ہے کہ خصم طعن کرے یا نکرے اور گواہی حد میں ہو یا غیر حد میں اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ جسکو بعض اصحاب اون کے نے پسند کیا ہے کہ حاکم گواہوں کے ظاہر اسلام پر اکتفا کرے سوا ان کے سوال کرے علی الاطلاق - اگر کسی نے دعویٰ کیا جرح مطلق کے ساتھ عدالت میں یعنے عادل ہو نہیں تو قبول کیا جاویگا یا نہیں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک قبول کیا جاویگا اور مذہب امام شافعیؒ اور مشہور روایات امام احمد سے یہ ہے کہ نہیں قبول کیا جاویگا تاوقتیکہ نہ معین کرے سبب کو - اور امام مالک فرماتے ہیں - کہ اگر جرح کرنیوالا عالم ہو بوجوہ جرح کا کہ ظاہر آ جرح واجب ہے

تو قول قاضی قبول کیا جاویگا یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ رح اور احمد رح کے نزدیک قول قاضی کا قبول کیا جاویگا اور حق اور حد کو پورا کرایا جاویگا اور امام مالک رح کے نزدیک اوسکا قول قبول نہیں کیا جایگا جبکہ اوسکے ساتھ دو عادل یا ایک عادل شہادت نہ دیوے اور امام شافعی رح کے نزدیک دو قول ہیں اونمیں سے ایک موافق مذہب امام ابی حنیفہ رح ہے اور یہی اصح ہے اور ثانی موافق مذہب امام مالک رح کے ہے۔ اور اگر قاضی نے بعد معزول ہونیکے کہا کہ مینے اپنے عہد حکومت میں اسطرح حکم کیا تہا تو قبول کیا جائیگا یا نہیں۔ مذہب امام ابی حنیفہ رح اور امام مالک رح اور شافعی رح نہیں قبول کیا جاویگا اور امام احمد رح کے نزدیک اوسکا قول قبول کیا جاویگا۔

مسئلہ ۱۶۔ حاکم کا حکم کسی امر کو اوس چیز سے خارج نہیں کرتا ہے جو باطن میں اوس پر ہے اور حکم حاکم ظاہر میں نافذ ہوگا۔ جبکہ مدعی نے کسی آدمی پر حق کا دعوے کیا اور دو گواہ اوس حق کے قائم کئے اور حاکم نے اون دونوں کی گواہی پر حکم کیا اگر گواہی اون دونوں نے حق اور سچ دی تو وہ شے ظاہر میں اور باطن میں حکم حاکم کے ساتھ مشہود لہ کے لئے حلال ہو گی اور اگر گواہوں نے گواہی مکر اور جھوٹ کے ساتھ دے تو وہ شے حکم حاکم کے ساتھ ظاہر میں مشہود لہ کے لئے ثابت ہو جاویگی اور باطن میں اوسکے درمیان اور اللہ عز و جل کے درمیان وہ شے ملک مشہود علیہ کی ہے جسطرح کہ تہی خواہ وہ شے فروج سے ہو یا اموال میں سے یہ قول امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد کا ہے اور امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ جب حکم حاکم دربات عقد یا فسخ کے ہوگا تو وہ امر پہر جاویگا اوس طرف کہ جسپر وہ تہا۔ اور وہ حکم ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاویگا۔

مسئلہ ۱۷۔ جب حاکم نے اپنے اجتہاد سے حکم دیدیا اور بعد ازان ظاہر ہوا کہ اجتہاد خلاف حق تہا۔ تو بالاتفاق اوس حکم اول کو نہیں توڑے اور اسیطرح اوسکے پاس کسی غیر کا حکم پہنچا اور اوسنے اوسکو نہیں دیکھا پس اوس حکم غیر کو نہیں توڑے (فرع) مثلاً کسی نے اوسکی طرف وصیت کی اور اوسکو معلوم نہیں کہ وصیت کی پس بالاتفاق وہ وصی ہوگا بخلاف وکیل اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک خبر واحد کے ساتھ وکالت ثابت ہو گی اور وکیل کی معزولی ثابت نہیں ہوگی۔ مگر ساتھ عادل کے یا دو شخص لے

شہر میں باہم کتابت کریں قبول کیجاویگی یا نہیں۔ اسمیں اصحاب امام ابی حنیفہ رح کا اختلاف ہے۔ طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ کتاب قبول کیجاویگی اور بیہقی فرماتے ہیں کہ طحاوی نے جو حکایت بیان کی ہے وہ مذہب امام ابی یوسف کا ہے اور مذہب امام ابی حنیفہ رح کا یہ ہے کہ وہ قبول نہیں کیجاویگی اور میرے نزدیک یہی اظہر ہے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ نہیں قبول کیجاویگی اور گواہی کے اعادہ کی احتیاج ہوگی دوسرے کے پاس بالتحقیق۔ البتہ ایسی کتاب چھوٹے شہروں میں جو بڑے شہر کے متعلق ہیں جنکو بلدان نائیہ کہتے ہیں قبول کیجاویگی

مسئلہ ۱۴۳۔ جب دو آدمی ایک شخص کو جو اہل اجتہاد سے ہو حکم یعنے پنچ مقرر کریں اور اقرار کریں کہ ہم تیرے حکم پر رضامند ہیں پس ہمارے مقدمہ میں حکم کر یعنے فیصلہ کر پس اس اقرار سے اون دونوں پر حکم لازم لازم ہوگا یا نہیں۔ امام مالکؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اوسکا حکم دونوں کو لازم ہوگا اور رضامندی دونوں کی معتبر نہیں ہوگی۔ اور حاکم شہر کو اوسکا حکم توڑنا جائز نہیں اگرچہ مخالف ہو رائے اوسکی غیر کی رائے کے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ لازم ہوگا اونکو حکم اوسکا اگر قاضی شہر کی رائے کے موافق حکم اوسکا ہو نافذ کریگا اور جاری کریگا اوسکو قاضی شہر جبکہ مقدمہ اوسکے پاس پہنچے گا۔ اور اگر حاکم شہر کی رائے کے موافق اوسکا حکم نہیں ہے۔ پس حاکم کو اختیار ہے کہ اوسکو باطل کر دیوے اگرچہ اماموں کا اختلاف ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو قول ہیں ایک یہ کہ لازم ہوگا اونکو حکم اوسکا دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں لازم ہوگا۔ مگر دونوں کی رضامندی کے ساتھ بلکہ یہ حکم اوس سے مثل فتوے کے ہوگا۔ اختلاف مسئلہ تحکیم میں یہی ہے جو بیان ہوا الجز اسکے نہیں کہ معاملات اموال میں مقدمہ پنچایت کیطرف عود کریگا۔ اور لعان اور نکاح اور قذف اور قصاص اور حدود میں بالاجماع تحکیم جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۴۴۔ اور اگر حاکم اپنے حکم کو جو اوسنے دیا تہا بھول گیا اور دو گواہوں نے شہادت دی کہ ایسا حکم دیا تہا تو وہ شہادت قبول کیجاویگی یا نہیں؟ امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک اونکی شہادت قبول کیجاویگی اور وہی حکم دیا جائیگا اور امام ابی حنیفہ رح اور شافعیؒ کے نزدیک اونکی شہادت قبول نہ کیجاویگی اور حاکم اونکے قول کیطرف متوجہ نہوگا۔ یہانتک کہ قاضی کو یاد آوے کہ یہ حکم دیا تہا۔

مسئلہ ۱۴۵۔ اگر قاضی نے کہا کہ میں نے اپنی حکومت میں فلان شخص پر حکم کیا تہا واسطے کسی حق یا حد کے

کر جہیں رباانداً زا جاری ہو اور جوشخص بیع کہتا ہے وہ اوسکو منع کرتا ہے۔

مسئلہ ۲۔ اگر احد الشریکین سے کسی نے تقسیم چاہی اوراسمیں دوسرے شریک کا نقصان ہے تو تقسیم کرائی جاویگی یا نہیں۔ امام ابی حنیفہ رہ کے یہ ہے کہ اگر دونوں شریک سے ایک نے تقسیم چاہی اور وہ بسبب تقسیم نقصان پہونچانے والا ہے تو تقسیم نہیں کیجاویگی اور اگر طالب تقسیم نفع دینے والا ہے تو جاونمیں سے انکار کرتا ہے اوسپر جبر کیا جاویگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ تقسیم سے انکار کرنے والے پر ہر حالت میں جبر کیا جاویگا اور اصحاب امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جب طالب تقسیم نقصان پہونچانا چاہتا ہے تو اوسمیں دو وجہیں ہیں اصح اونمیں سے یہی ہے کہ جبر کیا جاوے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اوس شئے مشترکہ کی تقسیم نہیں کیجاویگی بلکہ اوسکو بیع کرکے اوسکا ثمن یعنے قیمت حصوں تقسیم کیجاوے۔

مسئلہ ۳۔ اور اُجرت قاسم کی یعنی تقسیم کنندہ کی تقسیم کرانیوالوں سے باندازاون کی تعداد کے لیجاوے یا بقدر حصوں کے اون سے لی جاوے۔ بقول امام ابی حنیفہ رہ اور منجملہ روایتوں کے ایک روایت امام مالکؒ سے یہ ہے کہ اُجرت علی قدر رؤس المقتسمین لی جاوے اور دوسری روایت امام مالکؒ سے اور بقول امام شافعیؒ اور احمدؒ یہ ہے کہ حصوں کے حساب سے لیجاوے اور اُجرت خاصکر طالب تقسیم پر ہے یا مطلوب منہ پر۔ امام ابوحنیفہ رہ فرماتے ہیں کہ اُجرت خاصکر طالب پر ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور اصحاب امام احمد فرماتے ہیں کہ اوسکی اُجرت سب پر ہے۔

مسئلہ ۴۔ جب ایک جماعت کے درمیان غلام ہیں اور اوس جماعت میں سے کسی ایک نے تقسیم چاہی تو تقسیم صحیح ہوگی یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ رہ فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے اور باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ تقسیم صحیح ہوگی۔ جیسا کہ تمام حیوانات تقسیم کئے جاتے ہیں ساتھ تعدیل اور قرعہ کے اگر ذات اور صفات ایک سان ہوں۔

باب الدعاوی والبینات

مسئلہ ۱۔ جب ایک آدمی نے حاضر ہوکر دوسرے آدمی پر دعوے کیا اور مدعی علیہ کی حاضری

مستور الحال سے اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ دونوں باتوں میں دو عادل کی شرط کی گئی ہے اور اگر قاضی معزول نے زید سے کہا کہ مینے تیرے پر ہزار روپیہ فلان شخص کے ثابت کر کے حکم دیا تہا اور زید نے کہ تو نے ظلم سے حکم دیکر روپیہ لیا تہا یا اسیطرح قاضی معزول نے یوں کہا کہ مینے ہاتھ کاٹنے کا حکم فلان حق میں کیا تہا اور وہ کہے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم ناحق ظلم سے دیا تہا تو اس صورت میں قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جبکہ زید کو یہ اقرار ہو کہ یہ حکم قاضی نے حالت قضا میں کیا تہا۔

باب القسمت

مسئلہ ۱۔ اگر چند شریک بدون تقسیم اوس چیز کے کہ جو تقسیم قبول کر سکتی ہے نقصان پاتے ہیں تو بالاتفاق اوسکا تقسیم کرنا جائز ہے اور بذریعہ بیع ہوگی یا افراز یعنے اپنے حق کا جدا کر لینا اسمیں اماموں کا اختلاف ہے اصحاب امام ابی حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ تقسیم اوس چیز کی جو متفاوت ہو مانند ثیاب اور عقار بمعنی بیع ہوگی اور مرابحۃ اوسکی بیع جائز نہیں ہوگی اور وہ چیز جو متفاوت نہیں ہے جیسے مکیلات اور موزونات اور معدودات کہ اونمیں تفاوت نہیں ہے مثلاً اخروٹ اور انڈے پس اسمیں تقسیم بمعنے افراز ہے۔ یعنے اپنے حق کو جدا کر لینا اور حق کا امتیاز ہوگا یہانتک کہ ہر واحد کو اپنا حصہ مرابحۃً فروخت کرنا جائز ہوگا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اگر برابر ہوں ذوات اور صفات تو تقسیم افراز ہوگی اور اگر مختلف ہوں تو تقسیم بیع ہوگی اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں ایک یہ کہ تقسیم بیع ہوگی اور قول ثانی یہ ہے کہ افراز ہوگی اور مذہب امام شافعی رح سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تقسیم تین قسم ہے اول تقسیم بالاجزاء مانند مثلی اور دار متفق الابنیہ اور زمین مشتبہۃ الاجزاء پس جمع ہو نیکے برابر کر کے قرعہ ڈالا جاوے قسم دوسری تقسیم بالتعدیل ہے مثلاً زمین کہ اوسکے اجزاء کی قیمت مختلف ہو باعتبار قوت پیداوار اور قرب پانی کے۔ اور قسم تیسری بالرد ہے مثلاً ایک جانب درخت اور چاہ ہو کہ اوسکی تقسیم غیر ممکن ہو پس جو شخص اوس چاہ اور درخت کو لیگا وہ اوسکے حصہ دار کو اوسکے حصہ کی قیمت دا پس کریگا پس ایسی صورت میں تقسیم رد اور تعدیل بیع ہے اور تقسیم بالاجزاء افراز ہے اور امام احمد رح فرماتے ہیں کہ تقسیم افراز ہے موافق قول اوسکے جو تقسیم کو افراز کہتا ہے اوسکے نزدیک تقسیم پہلو نکی جائز ہے

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مدعی کو حلف دیا جاویگا اور یہی اصح مذہب امام شافعیؒ سے ہے اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ حلف دیا جاوے دوسری یہ کہ حلف نہ دیا جاوے گا۔ اور جب حاضر ہر دو عادل کی گواہی سے حق ثابت ہو جاوے تو بالاتفاق اوسکے ساتھ حکم کرے اور نہیں حلف دیا جاوے مدعی اپنے دو گواہوں کے ساتھ۔

مسئلہ ۳۔ اگر ایک آدمی مرگیا اور اوسنے دو لڑکے چھوڑے ایک مسلمان اور ایک نصرانی اور ہر ایک لڑکے نے دعوے کیا کہ وہ میرے دین پر مرگیا اور میں اوسکا وارث ہوں اور اوسپر گواہ قائم کئے اور وہ شخص نصرانی مشہور تہا اور گواہوں نے گواہی دی کہ تحقیق وہ مرگیا اور آخر کلام اوسکا اسلام ہے اور دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ تحقیق وہ مرگیا اور آخر کلام اوسکا کفر تھا۔ پس دونوں کی گواہی متعارض ہوئی۔ اس صورت میں گواہ ساقط ہو جاوینگے۔ پس منجملہ قولین کے ایک قول امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ یہ دعوے ایسا ہوگا کہ گویا اوسکے گواہ نہیں ہیں پس حلف دیا جاویگا نصرانی اور حکم دیا جاویگا اوسکے واسطے اور بقول ثانی دونوں سے عمل طلب کیا جاویگا اور قرعہ ڈالا جاویگا دونوں کے درمیان اور اگر نہ مشہور ہو دین اوسکا اسمیں دو قول ہیں۔ پس اگر کہیں ہم دونوں ساقط ہو جاویں گے اور رجوع کیا جاویگا اوسکی طرف کہ جسکے ہاتھ میں مال ہے اور اگر کہیں ہم عمل طلب کئے جاویں اور دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا جاوے پس قرعہ ڈالا جاویگا اور اگر کہیں ہم وقف کیا جاوے پس وقف کیا جاویگا جبتک کہ نہ منکشف ہو۔ اور کہیں ہم کہ تقسیم کیا جاوے پس تقسیم کرایا جاویگا اور یہ منصوص ہے اور وہ کل مسائل میں غسل دیا جاویگا اور نماز پڑہائی جاویگی اوسپر اور دفن کیا جاویگا مسلمانوں کے مقبروں میں اور امام احمدؒ اور ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تمام مسائل میں مقدم کئے جاویں گواہ اسلام کے۔

مسئلہ ۴۔ دو آدمی تنازع کریں ایک دیوار کا اپنی ملک میں ہونے کا اور غیر متصل ہو ہر ایک کے مکان کے ساتھ اتصال جنائی کا پس آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ دیوار دونوں کے درمیان کرائی جاویگی۔ اگرچہ بعض سے کسی ایکسی کی کڑیاں دیوار پر ہوں اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر ایک میں سے ایکسی کی کڑیاں دیوار پر ہوں تو وہی مقدم کیا جاویگا دوسری پر۔

مسئلہ ۵۔ ایک آدمی کے قبضہ میں غلام عاقل اور بالغ ہے اور اوسنے دعوے کیا کہ میرا غلام ہے

اوس شہر سے کہ جسمیں حاکم ہو اوس مقام میں چاہیے کہ جہاں وہ مدعی ہے تو بالاتفاق اوسکا ایسا سوال قبول نہیں کیا جاویگا۔ اور جبکہ مدعا علیہ ایسے گاؤں میں ہے کہ جہاں حاکم نہیں ہے اسمیں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ جس شہر میں حاکم ہو وہاں سے مدعا علیہ کا حاضر ہونا بصورت عدم صحت دعوے لازم نہیں ہے۔ لیکن درمیان دونوں کے اسقدر مسافت ہو کہ لوٹ کر اوسی دن اپنے شہر کی طرف آجاوے تو مدعا علیہ کو حاکم طلب کرلیوے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ حاکم مدعا علیہ کو حاضر کریگا قریب ہو مسافت یا بعید۔

مسئلہ ۲۔ باتفاق ائمہ شخص حاضر کا دعوے اور اوسکے گواہ غائب پر حاکم سنیگا۔ اور غائب پر حکم کرنیمیں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ حاکم غائب پر حکم نہیں کرے اور اوس شخص پر بھی حکم نکرے جو قبل حکم اور بعد گواہ قائم کرنیکے بھاگ جاوے لیکن تین آدمی قاضی اوسکے دروازہ پر بھیجیگا کہ وہ اوسکو فیصلہ کی جگہہ میں طلب کریں پس اگر وہ آیا فیصلہ کردیا جاوے اور اگر وہ نہ آیا تو اوسپر دروازہ اوسکا کھول دیا جاویگا اور امام ابی یوسفؒ سے روایت کی گئی ہے کہ تحقیق حکم کیا جاویگا اوسپر اور امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک غائب پر کسی حالت میں حکم نہیں کیا جاویگا۔ مگر جبکہ حکم متعلق ہو حاضر کے ساتھ مثل اسکے کہ غائب وکیل یا وصی ہو یا جماعت شریک ہو کسی چیز میں پس کوئی دعوے کرے کسی ایک پر اونمیں سے اور وہ حاضر ہوا پس حکم کیا جاویگا اوسپر اور غائب پر اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حاضر کے واسطے غائب پر حکم کیا جائیگا جبکہ حاضر گواہ قائم کرے اور سوال کرے حکم واسطے اوسکے۔ اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ مطلقاً غائب پر حکم کیا جائیگا جبکہ مدعی کیطرف سے گواہ قائم ہوجاویں اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک اونمیں سے یہ ہے کہ مطلقاً غائب پر حکم کرنا جائز ہے موافق مذہب امام شافعی اور ایسے ہی اس صورت میں کہ جب شخص حاضر گواہی قائم ہوگئی اور وہ شخص جسکی طرف سے گواہی قائم ہوئی مجلس حکم میں حاضر نہو تو اوسمیں بھی اسی طرح اماموں کا اختلاف ہے۔ اور جو غائب کے حاکم پر قائل ہیں اونکا صورت مندرجۂ ذیل میں اختلاف ہے مثلاً غائب پر یا صبی یا مجنون پر گواہی قائم کی گئی۔ توکیا مدعی سے باوجود گواہ قائم کرنیکے حلف لیا جاویگا یا گواہی پر بغیر حلف طلب کرنیکے حکم دیا جاویگا صورت مذکورۂ بالا میں

اور وہ مکان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جاویگا اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دونوں حلف لینگے۔ اور اوسکو تقسیم کرینگے اور اگر اونمیں سے ایک نے حلف لیا۔ اور دوسرے نے حلف سے انکار کیا تو حالف کے حق میں حکم دیا جاویگا۔ اور منکر کے حق میں حکم نہیں دیا جاویگا اور اگر دونوں نے قسم سے انکار کیا۔ تو امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں کے درمیان تقسیم کیا جاوے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ توقف کیا جاوے یہانتک کہ ظاہر ہو جاوے حال اور امام شافعیؒ سے دو قول ہیں ایک یہ کہ دونوں معًا ساقط ہو جاوینگے جیسے گویا گواہ نہیں ہیں۔ دوسرا یہ کہ ساقط ہو جاوینگے پھر اسمیں کیا کیا جاوے اس بارہ میں تین قول ہیں ایک یہ کہ تقسیم کرنا چاہئیے۔ دوسرا یہ کہ قرعہ ڈالا جاوے۔ تیسرا یہ کہ توقف کرنا چاہئیے۔ اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ معًا ساقط ہو جاوینگے۔ دوسری یہ کہ ساقط نہیں ہونگے۔ دونوں کے درمیان تقسیم کیا جاوے۔

مسئلہ ۸ ۔ دو آدمیوں نے ایک شے کا دعوےٰ کیا اور وہ شے ایک تیسرے آدمی کے ہاتھ میں ہے اور اون دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں یا اوس شے کا واسطے ایک کے اقرار کیا لاعلی التعین یعنے خاص شخص کے واسطے اقرار نہیں کیا۔ فقط یوں کہا کہ دونوں مدعیوں میں سے یہ شے کسی ایک کی ہے تو امام ابی حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اگر دونوں مدعی اوسکے لینے پر آپسمیں صلح کار اور راضی ہیں پس وہ شے اون دونوں کے واسطے ہیں اور اگر دونوں آپسمیں صلح کار اور رضامند نہیں ہیں اور نہ معین کیا انمیں سے کسی کو حلف دیا جاویگا واسطے اون دونوں کے بالیقین اسطرحپر کہ تحقیق یہ شخص اوسکا مالک نہیں ہے پس جب حلف کر لیا۔ دونوں کے واسطے تو وہ شے دونوں کے واسطے نہیں ہے اور اگر اوسنے دونوں کے واسطے قسم سے انکار کر لیا پس اوس سے وہ شے لیجاویگی یا اوسکی قیمت لیجاویگی اور امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں۔ کہ موقوف رکھا جاویگا حکم یہانتک کہ مستحق ظاہر ہو یا دونوں صلح کر لیں اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا جاویگا۔ پس جسکا قرعہ نکلے وہ حلف کریگا اور مستحق ہوگا اور اگر کسی شخص نے دعوےٰ کیا کہ میں نے فلان عورت سے نکاح صحیح کیا تو بمذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالک اوسکا دعوےٰ سُنا جاویگا بدون ذکر شرط صحت کے اور امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اوسکا دعوےٰ حاکم نہیں سُنیگا تاوقتیکہ نہ ذکر کرے اون شرائط کو کہ جنکا صحت نکاح کے لیئے ہونا ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ نکاح کیا میں نے اوس عورت سے ساتھ

اور اُسنے اوسکی تکذیب کی کہ میں غلام نہیں ہوں پس قول قول مکذب کا ہے اوسکی قسم کے ساتھ کہ میں حر ہوں اور اگر غلام طفل صغیر ہا ہے کہ اوسکو تمیز نہیں ہا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا کہ جسکا قبضہ ہے اور اگر دعوے کیا کسی شخص نے اوسکے نسب کا تو نہیں قبول کیا جاویگا مگر گواہوں کے ساتھ یہ کل متفق علیہ ہیں درمیان ائمہ کے اور اگر غلام مراہق ہا ہو یعنے قریب بلوغ کے ہا ہو تو اصحاب امام شافعیؒ سے دو قول ہیں ایک مانند بالغ کے دویم مانند صغیر کے۔

مسئلہ ۶ - اتفاق ائمہ کا اسپر ہے کہ گواہ اوپر مدعی کے ہیں اور قسم اوپر منکر کے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرا کوئی گواہ نہیں یا یوں کہا کہ میرے جسقدر گواہ ہیں کل مکار ہیں بعد ازاں گواہ قائم کئے تو مذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالکؒ اور شافعیؒ گواہ قبول کئے جاوینگے۔ اور امام احمدؒ کے نزدیک قبول نہیں کئے جاوینگے۔ اور گواہ خارج کے اولی ہیں یا صاحب قبضہ کے اولی ہیں اسمیں قول امام ابی حنیفہ رح اور منجملہ دو روایتوں کے ایک روایت امام احمد سے یہ ہے کہ گواہ خارج کے اولی ہیں گواہ صاحب قبضہ سے اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ صاحب قبضہ کے گواہ اولے ہیں گواہ خارج سے اور گواہ خارج کے مقدم ہونگے اوپر گواہ صاحب قبضہ کے علے الاطلاق یا امر مخصوص میں امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ گواہ خارج کے مقدم ہیں صاحب قبضہ کے گواہ پر ملک مطلق میں اور جبکہ منسوب ہو طرف سبب کے کہ مکرر نہیں ہوتا جیسے بُننا کپڑوں میں ایسے کہ نہیں بُنا جاتا مگر ایک مرتبہ اور بیچ ایسے کہ مکرر نہیں ہوتے پس ایسی صورت میں گواہ صاحب قبضہ کے مقدم کئے جاوینگے اوسوقت اور تاریخ ملائی جاوے اور صاحب قبضہ اسبق ہو تاریخ میں پس تحقیق صاحب قبضہ مقدم کیا جاویگا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گواہ صاحب قبضہ کے مقدم ہونگے مطلقاً اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ گواہ خارج کے مقدم ہونگے مطلقاً۔ اور دوسری روایت موافق مذہب امام ابی حنیفہ کے ہے۔

مسئلہ ۷ - جب دونوں گواہ متعارض ہوں اور ایک اونمیں سے عدالت میں اشہر ہو تو اوسکو ترجیح دیجاویگی یا نہیں ہو امام ابی حنیفہؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اوسکو ترجیح نہیں دیجاویگی اور امام مالکؒ فرماتے ہیں اوسکو ترجیح دیجاویگی بوجہ اسکے اور اگر ایک شخص نے ایک مکان کا دعوے کیا اور وہ مکان دوسرے کے قبضہ میں ہے اگر دو گواہ متعارض ہوں تو امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک گواہ اس صورت میں ساقط نہیں ہونگے

وفات جو اونمیں سے باقی رہے اوسکی ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز کہ اُن دونوں میں جسکے لائق ہو پس وہ واسطے مرد کے ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعد قسم کے وہ مال دونوں کا ہوگا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ متنازع فیہ اوس قبیل سے ہو کہ لائق مردوں کے ہو مثلاً چادر اور عمامہ پس اوسمیں قول مرد کا معتبر ہوگا۔ اگر وہ شے ایسی ہے کہ لائق عورتوں کے ہے جیسا کہ مقنع اور وقایات یعنے روپوش پس اوسمیں عورت کا قول معتبر ہوگا۔ اور وہ مال دونوں کے مصلحت کے لائق ہے پس بعد وفات دونوں کے درمیان ہوگا۔ پھر اوسکے درمیان فرق نہیں ہے کہ اونکا قبضہ طریق مشاہدہ سے ہو یا بطریق حکم اور اسیطور حکم دونوں کے ورثہ کے اختلاف یا ایکے اون دونوں میں سے کہ ورثہ دوسرے کا ہے پس قول قول باقی کا ہے یعنے اون دونوں میں سے جو باقی رہنے اوسکا قول معتبر ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قول عورت کا معتبر ہے اوس چیز میں کہ جسکے ساتھ عادت جاری ہے تحقیق اوس جیسی عورت کے سامان کا اندازہ کیا جاویگا۔

مسئلہ ۱۳۔ اگر زید کا قرضہ کسی دوسرے شخص کے ذمہ ہے اور اوس نے قرضے کے دینے سے انکار کیا اور زید نے اوس کے مال پر قدرت پائی تو کیا زید کو جائز ہے کہ بقدر اپنے قرضہ کے اوسکے مال سے بدون اجازت اوسکے لے لیوے یا نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اوسکو جائز ہے کہ بدون اجازت اوسکے جنس مال اپنی سے لے لیوے اور امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ اگر اوسکے قرضہ کے سوا اوس پر اور کسی کا قرض نہیں پس زید کو جائز ہے کہ بدون اجازت اوسکے باندازہ اپنی قرضہ کے لے لیوے اور اگر اوسکے قرضہ کے سوا اور شخصوں کا بھی اوس پر قرض ہے پس حصوں میں سے باندازہ اپنے حصہ کے پورا کر لیوے اور باقی بچا ہوا واپس پھیر دیوے اور دوسری روایت موافق مذہب امام احمدؒ کے ہے اور وہ یہ ہے کہ البتہ بدون اجازت اوسکے نہ لیوے خواہ اقرار کرنیوالا ہو یا منع کرنیوالا۔ اور برابر ہے کہ اوسکے لئے اوسکے حق پر گواہ ہوں یا نہوں خواہ وہ مال جنس حق اوسکے سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ مطلقاً بدون اجازت اوسکے لے لیوے اور اسیطرح اگر اوسکے اوپر گواہ ہوں اور حاکم نے حق لینے پر قادر کر دیا۔ پس صحیح مذہب امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ لینا جائز ہے اور اگرچہ اقرار کرنیوالا ہو قرضہ کا۔ مگر بسبب غلبہ کے منع کرتا ہے حق کو۔ پس اوسکو بدون اجازت لینا جائز ہے جبکہ قادر ہو جاوے اوسکے مال پر۔

ولی مرشد کے اور دو گواہوں عادل کے ساتھ رضامندی عورت کے اگرچہ باکرہ ہو۔

مسئلہ ۹۔ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک مدعی پر قسم رد نہیں کیجاویگی اور حکم کر دیا جاویگا مدعا علیہ پر قسم کے انکار کے سبب سے اوس چیز میں کہ ثابت ہو ساتھ ایک گواہ اور قسم کے اور ایک شاہد اور دو عورتوں کے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رد کیجاویگی قسم مدعی پر اور حکم کیا جاویگا مدعی علیہ پر بسبب انکار قسم تمام اشیا میں۔

مسئلہ ۱۰۔ آیا قسم زمان اور مکان کے ساتھ مغلظ کیجاویگی یا نہیں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک مغلظ نہیں کیجاویگی اور امام مالک رح اور شافعی رح فرماتے ہیں کہ مغلظ کیجاویگی اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔ دونوں مذہبوں کے مانند۔

مسئلہ ۱۱۔ اگر دو شخصوں نے غلام کبیر کا دعوے کیا اور اوسنے اقرار کیا کہ میں غلام ان دونوں میں سے ایک کا ہوں۔ تو امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک اوسکا اقرار قبول نہیں کیا جاویگا ایکسے کے واسطے جبکہ مدعی دو ہیں اور اگر مدعی اوسکا ایک ہے تو اوسکا اقرار قبول کیا جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اوسکا اقرار قبول کیا جاویگا دونوں حال میں۔ اور مذہب امام مالک رح اور احمد رح کا یہ ہے کہ بالتحقیق اوسکا اقرار قبول نہیں کیا جاویگا۔ ایکسے کے واسطے اگر مدعی دو ہیں اور اگر مدعی ایک ہے پس دونوں روایتیں ہیں۔ اور اگر دو عادل نے گواہی دی ایک شخص پر کہ اوس نے اپنا غلام آزاد کر دیا پس غلام نے انکار کیا۔ تو امام حنیفہؒ کے نزدیک اونکی شہادت صحیح نہیں ہوگی۔ بوجہ انکار غلام کے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ غلام کی آزادی کا حکم کیا جاویگا۔

مسئلہ ۱۲۔ اگر خاوند اور بی بی اوس گھر کے اسباب میں اختلاف کرتے ہوں کہ جسمیں دونوں رہتے ہیں اور دونوں کا قبضہ اوسپر ثابت ہے اور کوئی گواہ نہیں تو مذہب امام ابی حنیفہ رح جسپر دونوں کا قبضہ مشاہد ہے پس وہ دونوں کے واسطے ہے اور وہ چیز کہ دونوں کے قبضہ میں بطریق حکم کے ہو پس جو لائق مرد و نکے ہے وہ مرد کا ہے اوسمیں خاوند کا قول معتبر ہوگا۔ اور جو چیز کہ لائق عورتوں کے ہے پس وہ عورت کی ہے اوسمیں قول عورت کا معتبر ہے اور جو شئے کہ دونوں کے لائق ہے پس وہ خاوند کی زندگی میں خاوند کی ہے اور بعد

مسئلہ ۳ - امام ابی حنیفہ رہ کے نزدیک استہلال طفل یعنے وقت تولد بچے کا چلانا دو مرد کی گواہی سے یا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ ثبوت ارث ہے اور اوسپر نماز پڑہنی اور غسل کے حق کے واسطے ایک عورت کی گواہی قبول کیجاویگی - اور امام مالک رح کے نزدیک اسمیں دو عورتوں کی گواہی قبول کیجاویگی اور امام شافعی رح کے نزدیک اسمیں شہادت عورات منفردات یعنے فقط عورتونکی قبول کیجاویگی لیکن اوسکے اصل میں چار عورتیں شرط کی گئی ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ استہلال طفل میں ایک عورت کی گواہی قبول کیجاویگی -

مسئلہ ۴ - رضاعت کتنے گواہوں سے ثابت ہوگی؟ امام ابی حنیفہ کے نزدیک دودہ پلانے میں گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتونکی قبول کیجاویگی اسمیں فقط عورات منفردات کی گواہی یعنے اونکے ساتھ گواہی میں کوئی مرد شریک نہو تو قبول نہیں کیجاویگی اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک فقط تنہا عورتوں کی گواہی قبول کیجاویگی - مگر بقول مشہور امام مالک رح یہ ہے کہ شہادت دو عورتونکی شرط کی گئی ہے اور بقول امام شافعی رح چار عورتونکی شرط کیگئی ہے اور امام مالک رح سے ایک روایت یوں بہی ہے کہ ایک عورت کی گواہی اسمیں قبول کیجاویگی جبکہ وہ بات پڑوسیوں میں ظاہر ہوجاوے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ فقط عورتونکی قبول کیجاویگی - اور مشہور قول امام احمد سے یہ بھی ہے کہ اسمیں ایک عورت کافی ہے -

مسئلہ ۵ - لڑکے کی شہادت قبول کیجاوے یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ رہ اور شافعی رح اور احمد کے کے نزدیک لڑکوں کی شہادت قبول نہیں کیجاویگی - اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ زخم میں قبول کیجاویگی جبکہ وہ مجتمع ہوں امر مباح میں قبل متفرق ہونے اونکے کے اور یہی ایک روایت امام احمد رح سے ہے اور روایت ثالثہ امام احمد سے یہ ہے کہ لڑکے کی شہادت ہر شے میں قبول کیجاویگی -

مسئلہ ۶ - محدود فی القذف کی شہادت قبول کیجاویگی یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ رہ کے نزدیک محدود فی القذف کی شہادت نہیں قبول کیجاویگی اگرچہ اوسنے توبہ کرلی - اور وہ توبہ بعد حد کی ہو - اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد فرماتے ہیں کہ اوسکی شہادت قبول کیجاویگی جبکہ اوسنے توبہ کرلی ہے برابر ہے کہ توبہ اوسنے قبل حد کے کی ہو یا بعد حد کے - مگر امام مالک رح نے توبہ کے ساتھ شرط لگائی ہے کہ جب اوس نے توبہ کی تو قبول

باب الشہادت

مسئلہ ۱ - بالاتفاق ائمہ نکاح میں شہادت شرط ہے اور تمام عقود مثل بیع کے اوسمیں شہادت شرط نہیں اور اسبات پر اتفاق ہے کہ قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ گواہوں کو تلقین کرے یا سکھاوے بلکہ جو وہ کہیں اوسکو سُنے گا۔ اور ایک مرد اور دو عورتوں کے گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک جب دعوے کریگا تو ثابت ہوجاویگا اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نہیں ثابت ہوگا۔ اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں اظہر اونمیں سے یہی ہے کہ ثابت نہوگا اور دو غلاموں کی شہادت سے نکاح ثابت ہوجاویگا۔ یا نہیں امام احمدؒ کے نزدیک ثابت ہوجاویگا اور دو اندھوں کی سے امام ابی حنیفہ رح احمدؒ کے نزدیک نکاح منعقد ہوجاویگا اور اصحاب امام شافعی رحمہ کا اسمیں اختلاف ہے۔ اور مختار یہی ہے کہ گواہی بیع میں مستحب ہے واجب نہیں اور داؤد سے منقول ہے کہ گواہی بیع میں معتبر ہے۔

مسئلہ ۲ - عورتیں قبول نہیں کیجاویگی حدود اور قصاص میں اور اون امور میں تنہا قبول کیجاویگی کہ جنپر مرد خبردار نہوں مانند ولادت اور دودھ پلانے کے اور وہ اشیا کہ پوشیدہ رہتی ہوں مردوں پر غالباً اور اون چیزوں میں کہ جنمیں مرد اکثر غالب اور واقف ہوتے ہیں مثل نکاح اور طلاق اور عتق اور مثل اسکے پس مذہب امام ابی حنیفہؒ اس صورت میں عورتونکی شہادت قبول کیجاویگی خواہ وہ تنہا ہوں یا مردوں کے ساتھ ہوں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسمیں عورتوں کی گواہی نہیں قبول کیجاویگی بلکہ امام مالک رح کے نزدیک قبول کیجاویگی غیر مال میں اور ان عیوب میں کہ جو عورتوں کے ساتھ متعلق ہوتے اور ان مواضع میں کہ نہ خبردار ہوں اون پر عورتوں کے سوا اور یہی مذہب امام شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے اور گواہی میں کتنی عورتیں معتبر ہیں بقول امام ابی حنیفہ رح اور منجملہ روایتونکے اشہر روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ ایک عورت کی گواہی قبول کیجاویگی اور بقول امام مالکؒ اور دوسری روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ دو عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کیجاویگی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چار عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کیجاویگی۔

اور اجارہ اور اقرار مثل اوسکے برابر ہے کہ تحمل انکا اندھا ہو یا البصیر اور پہر اندھا ہو گیا ہو اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ تین اشیا میں قبول کیجاویگی کہ جسمیں طریقہ اوسکا ہے۔ اول استفاضہ میں یعنے جسکی خبر فاش ہو گئی ہو۔ دوم ترجمہ میں۔ سوم موت میں اور نہیں قبول کیجاویگی گواہی اوسکی ضبط میں یعنے نگاہ رکھنے میں یہانتک کہ متعلق ہو انسان کے ساتھ کہ اندھے نے اوسکا اقرار سنا بعد ازاں نہ چھوڑے اوسکو ہاتھ اپنے سے یہانتک کہ شہادت اوسپر ادا کرے اور اسکے سوا اور میں نہیں قبول کیجاویگی۔

مسئلہ ۹۔ اور گونگے کی گواہی امام ابی حنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک مقبول نہیں اگرچہ اوسکے اشارے سمجھے جاویں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قبول کیجاویگی۔ اگر اشارہ اوسکا سمجھ میں آوے۔ اور اصحاب امام شافعیؒ اس بارہ میں مختلف ہیں بعض فرماتے ہیں کہ اگر اوسکا اشارہ سمجھا جاوے قبول کیجاویگی اور بعض فرماتے ہیں کہ قبول نہیں کیجاویگی۔ اور یہی اصح ہے

مسئلہ ۱۰۔ غلام کی گواہی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک علی الاطلاق غیر مقبول ہے۔ اور مشہور مذہب امام احمدؒ سے یہ ہے کہ قبول کیجاویگی۔ ماسوا حدود اور قصاص کے اگر غلام اپنی حالت غلامی میں شہادت کا متحمل ہوا اور بعد آزاد کرنیکے اوسنے گواہی ادا کی۔ تو مذہب امام ابی حنیفہ رح اور شافعیؒ اوسکی گواہی قبول کیجاویگی۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر غلام کی گواہی حالت غلامی میں ردکیگئی تو آزاد کرنیکے بعد قبول نہیں کیجاویگی۔ اور اسیطرح اگر کافر حالت کفر میں اور لڑکا قبل بلوغ کے شہادت کا متحمل ہوا۔ تو بالاتفاق اوسکا حکم غلام کے گواہی کے مانند ہے جیسا کہ ہمنے اوپر بیان کیا۔

مسئلہ ۱۱۔ شہادت بالاستفاضہ یعنے جسکی خبر منتشر ہو گئی ہو اوسمیں گواہی دینا جائز ہے پانچ چیزوں میں امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک وہ یہ ہیں۔ نکاح۔ دخول۔ نسب۔ موت۔ ولایت قضا۔ اور صحیح مذہب امام شافعی رح سے جواز اسکا آٹھ چیزوں میں ہے۔ نکاح۔ نسب۔ موت۔ ولایت قضا۔ ملک۔ عتق۔ وقف۔ ولا۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نو چیزمیں اسکا جواز ہے آٹھ اشیاء موافق مذہب امام شافعیؒ میں اور نویں دخول میں۔ کیا شہادت بالاملاک قبضہ کی جہت سے دینا جائز ہے۔ مثلاً اگر زید کے قبضہ

نہیں کیجاویگی شہادت اوسکی مثل اوس حد میں کہ قائم کیگئی اوسکے اوپر۔ اور افعال نیک کا ظہور اور معصیت سے باز رہنا شروط توبہ سے سنت ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اوسپر افعال نیک کا ظہور توبہ کے واسطے شرط کیا گیا ہے اور تقرب اللہ تعالیٰ کیطرف عبادت کے ساتھ بدون حد کے سنت ہے نہ غیر اوسکے میں اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ فقط توبہ کافی ہے اصلاح عمل اور معصیت سے باز رہنا شرط نہیں ہے اور توبہ کسطرح کیجاوے اوسکی تعریف کیونکر ہے اس بارہ میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صفت توبہ یہ ہے کہ وہ کہے کہ قذف باطل ہے حرام کیگئی ہے اور میں اوسکی طرف عود نہیں کرونگا جو مینے کہا ہے اور امام مالکؒ اور احمدؒ اسطرح فرماتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولد الزنا کی شہادت زنا میں اور غیر زنا میں قبول کیجاویگی اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ولد الزنا کی شہادت زنا میں قبول نہیں کیجاویگی۔

مسئلہ ۷ ۔ شطرنج کھیلنا کیسا ہے بالاتفاق ائمہ شطرنج کھیلنا مکروہ ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ حرام ہے اور اگر کھیلنے میں کثرت کرے تو اوسکی شہادت مردود ہوگی۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب عوض پر نہو حرام نہیں ہے اور نہ باز رہے بسبب اوسکے فرض نماز سے اور نہ کلام کرے اوپر اوسکے ہلکے پن کے اور خفت کے ساتھ۔ اور نبیذ میں کیا حکم ہے امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے۔ نبیذ پینا مباح ہے اور اوسکے سبب سے شہادت مردود نہوگی جبتک کہ نشہ نہ لاوے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حرام ہے اوسکے پینے سے فسق کرتا ہے اور اوسکے سبب سے شہادت مردود ہوگی اور امام احمدؒ سے دونوں طرح روایت ہے۔ موافق مذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالک کے۔

مسئلہ ۸ ۔ اندھے کی شہادت قبول کیجاویگی یا نہیں؟ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک شہادت ہرگز قبول نہیں کیجاویگی[ل] ۔ اور امام مالکؒ اور احمد فرماتے ہیں کہ قبول کیجاویگی اوس چیز میں کہ جس طریقہ میں سنی جاتی ہے جیسے نسب اور موت اور ملک مطلق میں اور وقف اور عتق اور تمام عقود مثل نکاح اور بیع اور صلح

ل ۔ دو اندھوں کی گواہی سے امام ابی حنیفہ رح اور احمدؒ کے نزدیک نکاح منعقد ہوجاویگا ۔ چنانچہ اسی کتاب کے مسئلہ نمبر اول باب الشہادت میں بھی ذکر آچکا ہے کیونکہ شرط نکاح میں عاقدین کے لفظ سُننا ہے اور یہ امر اندھوں سے ثابت ہے ۱۲ منہ

حکم نہیں کیاجاویگا ایک شاہد اور یمین کے ساتھ اور امام احمد رح سے دو روایتیں ہیں ایک موافق قول جماعت کے اور دوسری یہ کہ حلف دیاجاویگا مع شاہد اوسکی کے اور اوسکے لئے اس سببسے حکم کیاجاویگا اور کیا اموال اور حقوق اموال میں دو عورتوں کی گواہی کے ساتھ اور قسم کے ساتھ حکم کیاجاویگا یانہیں؟ بقول امام مالکؒ بسبب اسکے حکم کیاجاویگا اور بقول امام شافعیؒ اور احمد نہیں حکم دیاجاویگا جب حاکم نے ایک گواہ اور یمین کے ساتھ حکم کیا اور بعد ازاں رجوع کیا گواہ نے تو امام شافعی رح نے فرمایا کہ گواہ سے نصف مال کا تاوان لیاجاویگا اور امام مالکؒ اور احمدؒ نے فرمایا کہ گواہ سے کل مال کا تاوان لیاجاویگا۔

مسئلہ ۱۴۔ دشمن کی شہادت دشمن پر قبول کیجاویگی یانہیں؟ امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ قبول کیجاویگی جبکہ درمیان دونوں کے عداوت ایسی نہو کہ جو فسق کیطرف خارج ہو اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ مطلقاً قبول نہیں کیجاویگی۔ اور باپ کی گواہی اوسکے بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی گواہی اوسکے باپکے واسطے قبول کیجاویگی یانہیں؟ بقول ائمہ ثلاثہ شہادت والدین کیطرف سے واسطے بیٹا بیٹی کے اور شہادت بیٹا بیٹی کی واسطے ماں باپ کے بعید ہوں یا قریب ہوں نہیں قبول کیجاویگی اور امام احمدؒ سے تین روایتیں ہیں ایک مانند مذہب جماعت کے۔ دوئم یہ کہ قبول کیجاویگی۔ شہادت بیٹے کے واسطے اپنے باپ کے اور نہیں قبول کیجاویگی شہادت باپ کی اپنے بیٹے کے واسطے۔ اور تیسری روایت یہ ہے کہ قبول کیجاویگی ہر ایک کی ان دونوں میں واسطے صاحب اپنے کے جبتک نہ کھینچے اوسکی طرف غالب نفع میں۔ اور شہادت ہر واحد کے اونمیں سے اوپر صاحب اپنے کے مقبول ہے سب کے نزدیک مگر امام شافعی سے جو روایت کیگئی ہے وہ یہ ہے کہ نہیں قبول کیجاویگی بیٹے کی اوپر باپ اپنے کے قصاص اور حدود میں بسبب متہم ہونے اوسکے کے میراث میں۔

مسئلہ ۱۵۔ بھائی کی شہادت بھائی کے واسطے اور دوست کی گواہی دوست کے واسطے قبول کیجاویگی یانہیں امام ابوحنیفہ رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ قبول کیجاویگی اور امام مالک رح فرماتے ہیں کہ نہیں قبول کیجاویگی۔ اور احد الزوجین کی شہادت دوسرے کے لئے مقبول ہوگی یانہیں۔ ائمہ ثلاثہ

میں مدت دراز سے املاک کو دیکھے۔ کہ زید اوسمیں تصرف کرتا ہے پس مذہب امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ [illegible]
کے ساتھ اوسکی گواہی دینا جائز ہے۔ اور کیا جائز ہے کہ اوسکی لئے شہادت بالملک دیوے یا نہیں اس بارہ
میں دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ ابی سعید اصطخری سے روایت ہے کہ اس بارہ میں شہادت بالاستفاضہ دینا
جائز ہے اسی طرح امام احمدؒ سے روایت کیگئی ہے اور وجہ ثانی یہ ہے کہ اسحق مروزی سے منقول ہے۔
کہ بالتحقیق جائز نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ شہادت فے الملک استفاضہ کے ساتھ دینا
جائز ہے اور جائز ہے بوجہ ثبوت قبضہ کے اور ایسے ہی امام احمدؒ سے روایت کیگئی ہے اور امام مالکؒ کے
نزدیک گواہی دینا قبضہ میں خصوصاً تھوڑی مدت میں جائز ہے ملک میں جائز نہیں۔ پس اگر مدت دراز
ہے مثل دس برس کے یا زیادہ کے تو اوس سے ملک قطع کیجاویگی بشرطیکہ مدعی حاضر ہو اور وقت جبکہ مدعاعلیہ
اوس ملک میں تصرف کرتا ہو اور جائز رکہا ہو مدعی نے تصرف مدعاعلیہ کا لیکن اگر مدعی رشتہ دار ہو یا
خوف کرتا ہو سلطان سے اگر اوسکو عارض ہو جاوے اس صورت میں اوس سے ملک قطع نہ کیجاویگی۔

مسئلہ ۱۲۔ شہادت اہل ذمہ کی بعض اونکے کی اوپر بعض کے قبول کیجاویگی۔ یا نہیں؟
بمذہب امام ابی حنیفہ رح قبول کیجاویگی شہادت اہل ذمہ کی ذمی کے حق میں۔ اور امام مالکؒ اور شافعی رح
فرماتے ہیں کہ نہیں قبول کیجاویگی۔ اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں موافق مذہبین کے۔ اور ذمیونکی
گواہی مسلمانوں پر وصیت میں اور سفر میں خصوصاً جبکہ نہ پائے جاویں غیر اون کے قبول کیجاویگی یا
نہیں ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نہیں قبول کیجاویگی اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قبول کیجاویگی اور حلف
دئے جاوینگے۔ وہ دونوں ساتھ اللہ کے باوجود شہادت کے اسطرح کہ نہیں خیانت کی اور نہ تغیر کیا
اور نہ بدلا کیا اور تحقیق یہ شہادت وصیت آدمی کے واسطے ہے۔

مسئلہ ۱۳۔ بالاتفاق ائمہ حکم کرنا صحیح نہیں ساتھ ایک شاہد اور یمین کے ماسوا اموال اور
حقوق اموال میں کہ کیا ایک شاہد اور یمین کے ساتھ حکم کرنا صحیح ہے یا نہیں بقول امام مالکؒ اور شافعیؒ
اور احمدؒ صحیح ہے اور بقول امام ابی حنیفہ رح صحیح نہیں ہے۔ اور عتق یعنے آزاد کرنیمیں ایک گواہ اور یمین
کے ساتھ حکم کرسکتے ہیں یا نہیں۔ اس بارہ میں امام ابی حنیفہ رح اور مالکؒ اور شافعی رح فرماتے ہیں کہ

بیان کیگئی کہ بالتحقیق گواہان فرع کی شہادت قبول نہیں کیجاویگی مگر بعد گواہان اصل کے اور گواہان فرع میں عورتوں کا ہونا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ اور گواہان فرع کی تعداد میں اختلاف ہے بمذہب امام ابی حنیفہ رح اور احمد رح اور مالک رح شہادت دو آدمیونکی کافی ہے ہر واحد ان دونوں میں سے اصلی گواہوں کی ایک گواہ پر کافی ہوگا۔ اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں ایک اونمیں سے موافق قول جماعت کے ہے اور وہی اصح ہے اور ثانی یہ ہے کہ احتیاج اسکی ہے کہ چار ہوں۔ پس گواہان اصل کے ہر گواہ پر دو گواہ ہوں۔ اور جب گواہ فرع کے تزکیہ کریں گواہان اصل کا یا عادل کہیں اون دونوں کو اور تعریف کریں اون دونوں پر اور نہیں ذکر کریں نام اون دونوں کا اور نہ نسب اون دونوں کا تو قاضی کو چاہئے کہ گواہان اصل پر اون کی گواہی قبول نکرے اور یہی کہا ائمہ اربعہ نے اور تمام فقہا نے اور روایت کیگئی ابن جریر طبری سے کہ تحقیق اوسنے اجازت دی اسکی مثل اسکے کہ دونوں کہیں کہ گواہی دیتے ہیں ہم اوپر شہادت اوسکی کے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا واسطے فلان بن فلان کے ساتھ ہزار درہم کے۔

مسئلہ ۲۰۔ جب دو گواہوں نے گواہی دی ساتھ مال کے بعد ازاں اون دونوں نے رجوع کیا بعد حکم کے ساتھ اوسکے پس بمذہب امام ابی حنیفہ رح اور مالک رح اور بقول قدیم امام شافعی رح یہ ہے کہ اون دونوں گواہوں پر تاوان ہے اور بقول جدید امام شافعی رح اون دونوں گواہوں پر کچھ نہیں ہے اور اتفاق ائمہ اسپر ہے کہ حاکم نے جو حکم دونوں کی گواہی پر اوس مال میں کیا ہے اوسکو نہ توڑے گا۔ اور جبکہ وہ دونوں گواہ قبل حکم کے رجوع کر جاویں تو اون کی شہادت کے ساتھ حکم نہیں کیا جاویگا اور جب دو فاسقوں کی گواہی کے ساتھ حکم کیا اور حکم کے بعد اونکا حال معلوم ہوا۔ تو بمذہب امام ابی حنیفہ رح حاکم اپنے حکم کو نہیں توڑے۔ اور امام مالک رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اپنے حکم کو توڑ دے۔ اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں ایک یہ کہ توڑیگا دوسرا یہ کہ نہیں توڑیگا۔

مسئلہ ۲۱۔ جھوٹے گواہونکی سزا میں اختلاف ہے امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک یہ ہے

کے نزدیک غیر مقبول ہوگی۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک مقبول ہوگی۔

مسئلہ ۱۶۔ اہل ہوا اور اہل بدعت کی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رح اور شافعی رح کے نزدیک قبول کیجاویگی جبکہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرنیوالے ہوں۔ لیکن فرقۂ خطابیہ جو روافض سے ہیں اونکی قبول نہیں کیجاویگی پس اگروہ تصدیق کرتے ہوں اوس شخص کی کہ جسنے حلف کیا ہے اونکے نزدیک تحقیق واسطے اوسکے فلاں پر اسقدر ہیں پس وہ گواہ ہوجاویں گے واسطے اوسکے ساتھ اوسکے اور امام مالک رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ اونکی شہادت علے الاطلاق قبول نہیں کیجاویگی۔

مسئلہ ۱۷۔ بَدَوِی یعنے جنگلی شخص کی شہادت قروی پر یعنے گاؤں والے پر جبکہ بدوی عادل ہو مقبول ہوگی یا نہیں امام ابوحنیفہ رح اور شافعی رح کے نزدیک ہر شئے میں قبول کیجائیگی۔ اور امام احمد رح فرماتے ہیں کہ مطلقاً نہیں قبول کیجاویگی اور امام مالک رح کے نزدیک خاصکر زخم اور قتل میں قبول کیجاویگی اور ماسوا اوسکے اون حقوق میں کہ ممکن ہو اوسمیں گواہی دینا حاضر ہوکر۔ مگر یہ کہ تحمل گواہی کا جنگل میں ہو۔

مسئلہ ۱۸۔ جس شخص پر گواہی متعین ہوگئی اوسکو گواہی پر اُجرت لینا جائز نہیں ہے اور جسپر متعین نہیں ہوئی اوسکو اُجرت لینا جائز ہے مگر ایک وجہ پر مذہب امام شافعی رح سے جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۹۔ شہادت پر شہادت قبول کیجاویگی یا نہیں؟ بقول مشہور امام مالک رح یہ ہے کہ ہر شئے میں حقوق اللہ عزوجل و حقوق الناس میں جائز ہے خواہ مال میں ہو یا حد میں یا قصاص میں اور امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک قبول کیجاویگی حقوق الناس میں سوا قصاص کے اور حقوق اللہ عزوجل میں نہیں قبول کیجاویگی۔ مثل حدود کے اور بقول واحد امام شافعی رح حقوق الناس میں قبول کیجاویگی اور یا حقوق اللہ عزوجل میں قبول کیجاویگی مثل حد زنا۔ و سرقہ۔ و شراب۔ اسمیں دو قول ہیں اظہر اونمیں کا یہ ہے کہ قبول کیجاویگی اور بالاتفاق ائمہ اصل گواہ کی موجودگی میں فرع کی گواہی نہیں قبول کیجاویگی۔ لیکن اگر اصل گواہ معذور ہو بسبب مرض کے یا اسقدر دوری کے کہ اوسکی نماز میں قصر کرنی ہوتی ہے مگر امام احمد رح

مسئلہ ۲- اور اگر کسی نے اپنے غلاموں کو اپنی مرض میں آزاد کیا اور اوسکے پاس سوا
اون کے اور کچھ مال نہیں ہے اور وارثوں نے تمام عتق جائز نہیں رکھا تو امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں
کہ ہر واحد میں سے ثلث اوسکا آزاد ہوگا - اور سعی کراویگا باقی میں - اور امام مالک اور شافعی رح اور احمد رح
فرماتے ہیں کہ آزاد ہوگا ثلث قرعہ کے ساتھ - اور اگر کسی نے اپنے غلاموں میں سے غیر معین کو آزاد
آزاد کر دیا پس بقول امام ابی حنیفہ رح اور شافعی رح یہ ہے کہ جسکو چاہے خارج کر دے اور امام مالک رح اور احمد رح
فرماتے ہیں کہ قرعہ کے ساتھ اون میں سے ایک کو خارج کرے اور اگر کسی نے غلام کو مرض موت میں آزاد
کیا اور اوسکے پاس سوا اوسکے اور کوئی مال نہیں ہے اور اوسکے اوپر قرضہ ہے کہ مستغرق ہوگیا غلام کو
پس مذہب امام ابی حنیفہ رح غلام اپنی قیمت میں سعی کریگا جب وہ ادا کر دیگا آزاد ہو جاویگا اور مذہب
امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح یہ ہے کہ عتق نافذ نہیں ہوگا -

مسئلہ ۳- اگر کسی نے اپنے غلام کو جو عمر میں اوس سے بڑا ہے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو مذہب
امام ابی حنیفہ رح وہ آزاد ہو جاویگا اور نسب ثابت نہیں ہوگا - اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے
ہیں کہ اوس کلمہ کے ساتھ وہ آزاد نہیں ہوگا - اور اگر ایسا ہی کلمہ اوس غلام کو کہا کہ جو عمر میں اوس سے چھوٹا ہے
جب بھی وہ آزاد نہیں ہوگا - لیکن ایک قول امام شافعی رح سے جسکو بعض اصحاب امام شافعی رح نے صحیح
کہا ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر ارادہ ایسے کلمہ سے اوس غلام کے اکرام کا تھا پس وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اور
اگر یوں کہا کہ یہ واسطے اللہ تعالی کے ہے اور اس لفظ سے آزادی کی نیت کی پس امام ابو حنیفہ رح فرماتے
ہیں کہ ایسے کہنے سے وہ آزاد نہیں ہوگا - اور امام مالک رح اور شافعی رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ آزاد
ہو جاویگا -

مسئلہ ۴- جو شخص اپنے ماں باپ کا یا اپنی اولاد کا یا اپنے اجداد کا یا جدات کا خواہ وے
قریب ہوں یا بعید مالک ہوا تو امام مالک رح کے نزدیک وہ اپنے نفس ملک سے اوپر آزاد ہو جاوینگے
اور اسی طرح امام مالک رح کے نزدیک جب مالک ہوگا اپنی بہن یا بھائی کا کہ وہ ماں کیجانب سے ہو یا
باپ کیجانب سے ہو آزاد ہو جاویگا اور امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ یہ اوپر آزاد ہو جاوینگے اور کل

کہ جو گواہ جھوٹا اور مکار ہو اوس پر کچھ تعزیر نہیں ہے بلکہ اوسکی قوم میں کھڑا کیا جاوے گا اور قوم سے کہا جاویگا کہ یہ گواہ جھوٹا اور فریبی ہے۔ اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ تعزیر دیا جاویگا اور وہ اپنی قوم میں کھڑا کیا جاویگا تاکہ وہ پہچان لیویں کہ یہ گواہ جھوٹا اور مکار ہے اور امام مالکؒ نے اسقدر زیادہ کرکے فرمایا ہے کہ مشہور کیا جاویگا جامع مسجدوں میں اور بازاروں اور مجامع میں۔

کتاب العتق

مسئلہ ا۔ اتفاق اسپر ہے کہ عتق یعنے آزاد کرنا اعظم قربات مندوب الیہا سے ہے پس اگر کسی نے اپنا حصہ غلام مشترک سے آزاد کیا اور آزاد کنندہ دولتمند ہے تو امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک وہ غلام تمام اوسپر آزاد ہو جاویگا۔ اور آزاد کنندہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا اور اگر وہ تنگدست ہو تو فقط اوسکا حصہ آزاد ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اوسکا حصہ آزاد ہوگا۔ اور اوسکے شریک کو اختیار ہے درمیان اسکے کہ وہ اپنے حصہ کو آزاد کردے یا غلام سے کوشش کراوے یا اپنے شریک کی جو آزاد کنندہ ہے اوس سے ضمانت لے اگر وہ دولتمند ہو۔ اور اگر وہ تنگدست ہو تو اختیار ہے کہ آزاد کردے یا کوشش کراوے یعنے محنت کراکر اپنے حصہ کی قیمت وصول کرلے۔ اور شریک کو ضامن کرنیکا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر ایک غلام تین شخصوں کی ملکیت میں مشترک ہو اسطرح پر کہ ایک شخص کا نصف حصہ ہے اور دوسرے کا ثلث حصہ ہے اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہے پس آزاد کیا صاحب نصف اور صاحب سدس نے اپنے مال کو ایک ساتھ [illegible] یا دونوں نے وکیل کردیا پس آزاد کیا دونوں حصوں مملوک کو تو بقول امام مالکؒ [illegible] وہ غلام آزاد ہوگا اور باقی شریک کے حصہ کی قیمت کے دونوں شریک [illegible] موافق [illegible] اپنے حصہ کے [illegible] ضامن ہونگے اور یہ ایک [illegible] کہ اون دونوں میں [illegible] ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ اون دونوں پر [illegible] قیمت [illegible] اپنے شریک کے حصہ کی قیمت نصف نصف [illegible] بحسب [illegible] مالک [illegible] ہے۔

یہ کہ نہیں تابع کیا جاویگا وہ اپنی ماں کے اور وہ مدبر نہیں ہوگا۔

باب الکتابت

مسئلہ ۱۔ اتفاق کیا ائمہ نے اسبات پر کہ کتابت غلام کی کہ جسکو کسب آتا ہے مستحب اور مندوب الیہا ہے بلکہ امام احمدؒ نے ایک روایت میں فرمایا کہ جب غلام اپنے سید سے درخواست کرے باندازہ اپنی قیمت کے یا زیادہ اپنی قیمت سے تو واجب ہے اور صفت یعنے تعریف کتابت کی یہ ہے کہ کہ سید اپنے غلام کو مال معین پر مکاتب کرے اور وہ کوشش کرے اوس مال کے حاصل کرنیمیں اور اپنے سید کو ادا کر دے اور جس غلام کو کسب نہیں آتا ہو تو اوسکی کتابت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں ایک اونمیں سے یہ ہے کہ مکروہ ہے اور ثانی یہ کہ مکروہ نہیں اور بالاجماع کتابت ایسی لونڈی کی کہ جسکو کسب نہیں آتا ہے مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۔ اور اصل کتابت یہ کہ مؤجلۃً ہو اور اگر حالۃً ہو صحیح ہوگی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ فرماتے ہیں کہ حالۃً اور مؤجلۃً صحیح ہوگی اور امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ حالۃً غیر صحیح اور ناجائز ہے مگر قسط وار صحیح ہے اور کم سے کم دو قسط ہوں۔ اور اگر مکاتب باز رہا پورا کرنیسے اور اوسکے قبضہ میں مال ہے پس پورا کریگا اوسقدر کہ جو اوسپر واجب ہے۔ امام ابی حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ اگر اوسکے پاس مال ہو جبر کیا جاویگا ادا کرنے پر اور اگر اوسکے پاس مال نہو تو جبر نہیں کیا جاویگا اکتساب پر یعنے کمانے پر اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ غلام کو اختیار نہیں کہ عاجز کرے اپنے نفس کو باوجود قدرت کے کمانے پر پس جبر کیا جاویگا اکتساب پر بلکہ سید کو اختیار ہے کہ فسخ کرے۔

مسئلہ ۳۔ اور جب سید اپنے غلام کو مکاتب کرے مال پر اور وہ مال سے کوئی شے لایا تو اوس میں سے تہوڑا سا غلام کو واپس بموجب قول تعالیٰ دینا کیسا ہے چنانچہ قال اللہ تعالیٰ ـ وَاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰىكُمْ کیا اسطرح دینا مستحب ہے یا واجب؟ امام ابوحنیفہ رح اور مالکؒ فرماتے ہیں کہ تہوڑا سا اوسمیں سے واپس غلام کو دینا مستحب ہے۔ اور امام شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ واجب ہے۔ آیہ کریمہ سے۔ اور جنہوں نے اسکو واجب سمجھا ہے انہوں نے اسمیں اختلاف کیا ہے

ذی رحم محرم نسب کی جہت سے اگرچہ عورت ہو کہ من نفسہ اوسکے واسطے اوس سے نکاح جائز نہیں ہے اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی اصل کا باپ کی جہت سے ہو یا ماں کی جہت سے ہو مالک ہو یا اپنی فرع کا اگرچہ نیچے تک ہو۔ مذکر ہو یا مؤنث تو اوسپر آزاد ہو جاوینگے۔ برابر ہے کہ متفق ہوں۔ ولد اور والد یا مختلف ہوں اور برابر ہے کہ وہ اوسکا قہرًا مالک ہوا ہو ساتھ ارث کے۔ یا اختیارًا مانند خرید یا ہبہ کے۔ اور داؤد فرماتے ہیں کہ رشتہ داری قرابت کے ساتھ آزادگی نہیں ہے اور نہیں لازم ہے آزادگی مذکورین کی۔

باب التدبیر

مسئلہ ا۔ جب سید نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے میرے مرنے کے بعد تو بالاتفاق ائمہ غلام مدبر آزاد ہو جاویگا۔ اپنے سید کے مرنے کے ساتھ اور غلام مدبر کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ جب اوسکی تدبیر مطلق ہو بیع جائز نہیں ہے اور جبکہ تدبیر مقید ہو ساتھ شرط کے مانند رجوع کے سفر خاص سے یا شفا مرض معین سے پس اوسکی بیع جائز ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ حالت زندگی میں اوسکی بیع جائز نہیں ہے اور بعد موت کے اوسکی بیع جائز ہے اگر سید پر قرض ہو اور اگر اوسپر قرض ہو۔ اور اگر اوسپر قرض نہو اور خارج ہو جاوے ثلث سے آزاد ہو جاویگا تمام اوسکا اور اگر وہ متحمل ثلث کا نہیں ہے تو آزاد ہو جاویگا اوسقدر کہ جتنے کا متحمل ہے۔ اور اون کے نزدیک مطلق اور مقید میں کچھ فرق نہیں اور امام شافعی رح فرماتے ہیں کہ علے الاطلاق اوسکی بیع جائز ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک اونمیں سے موافق مذہب امام شافعی رح کے اور دوسری روایت یہ ہے کہ جائز ہے بیع اوسکی اس شرط پر کہ سید پر قرض ہو۔ اور اولاد مدبرہ کے لئے کیا حکم ہے امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک اوسکا حکم اوسکی ماں کے حکم کے موافق ہے مگر یہ کہ فرق کیا جاویگا مقید اور مطلق میں جیسا کہ اوپر گذرا۔ اور امام مالک رح اور احمد رح فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہے لیکن تدبیر مطلق اور مقید میں اونکے نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں ایک مانند مذہب امام مالک رح اور احمد رح کے اور دوسرا

اگر لونڈی کو خریدا اور وہ اوس سے حاملہ ہے پس امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک وہ ام ولد ہو جاویگی اور امام شافعیؒ اور احمد رح فرماتے ہیں کہ ام ولد نہو گی اور امام مالکؒ سے منقول روایتیں ہیں کہ ایک روایت میں فرمایا کہ ام ولد ہو جاویگی اور دوسری روایت میں فرمایا کہ ام ولد نہو گی۔ اور اگر اپنے بیٹے کی لونڈی سے اولاد طلب کی تو امام ابی حنیفہ رح اور مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک ام ولد ہو جاویگی اور امام شافعی رح سے دو قول ہیں ایک یہ کہ ام ولد نہیں ہو گی۔ دوسرا یہ کہ ام ولد ہو جاویگی۔ پھر کیا باپ کو بیٹے کے واسطے اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ رح اور مالکؒ فرماتے ہیں کہ خصوصاً باپ بیٹے کے واسطے اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اوسکی مہر کا اور ضمان قیمت ولد میں دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ نہیں ضامن ہوگا۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اوسکی قیمت لازم نہیں ہو گی اور نہ قیمت ولد کی اور نہ اوسکا مہر لازم ہوگا۔ اور کیا سید کیواسطے اپنے ام ولد کا اجارہ ہے یا نہیں۔ امام ابی حنیفہ رح اور شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ سید کیلئے اپنے ام ولد کا اجارہ ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اوسکے لئے یہ جائز نہیں ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ خاتمہ

اس واہب العطیات کا شکر ہزار ہزار ہے کہ کتاب رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ کا ترجمہ اپنے فضل و کرم سے تمام کرا دیا اور اپنے لطف و کرم و احسان سے آسانی کے ساتھ ترجمہ میں الہام فرما کر ایسی اعانت فرمائی کہ جس سے تمام کرنے پر قدرت حاصل ہوئی اور اوسکی جناب کبریائی میں جیسا سوال کیا تھا ویسا ہی اوسنے توفیق بخشکر عطا فرمایا۔ اسلئے بارگاہ ایزدی میں دعا نہایت انکساری اور ادب سے ہے کہ اسکا نفع عام فرما اور تمام مسلمین کو عطا فرما اور مجھکو اون لوگوں میں کر دے کہ جن پر تیرا انعام اور فضل ہوا ہے۔ تو محسن ہے کہ اپنے عاجز بندوں پر بلا عوض رحم فرماتا ہے اور مراد بر لاتا ہے۔ میرے گناہوں کو بطفیل حبیب معاف فرما۔ آمین ثم آمین۔ تمام شد بتاریخ ۲۹ صفر ۱۳۲۰ ہجری یوم جمعہ۔ الفقیر مسکین ابن محمد شمس الدین احمد خادم سید علاء الدین صاحب سلمہ و حفظہ اللہ تعالیٰ +

———※———

کہ اوسکا کسیقدر اندازہ ہے یا نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسمیں کوئی اندازہ مقرر نہیں اور بعض اصحاب امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو سید پسند کرے وہی ہے اور بعض اصحاب امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اوسکا اندازہ حاکم اپنے اجتہاد سے کرے مثل متعہ کے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ مقدر ہے اور وہ یہ ہے کہ ساقط کردے مکاتب سے چوتھائی کتابت کا یا دیدے چوتھائی اوسکی کا جو قبضہ کیا اوس سے۔

مسئلہ ۴ ۔ امام ابی حنیفہ رح اور مالکؒ کے نزدیک رقبہ مکاتب کی بیع جائز نہیں لیکن امام مالکؒ نے بیع مال مکاتب کی اجازت دی ہے اور وہ قرض مؤجل ہے ساتھ ثمن حال کے اگر عین ہے۔ پس ساتھ عرض کے ہے اور اگر عرض ہے تو ساتھ عین کے ہے اور امام شافعیؒ سے دو قول ہیں قول جدید اونمیں سے یہ ہے کہ ناجائز ہے اور امام احمد رح فرماتے ہیں کہ رقبہ مکاتب کی بیع جائز ہے اور اوسکی بیع کتابت کے سبب فسخ نہوگی۔ پس قائم ہوجاویگا مشتری اوسمیں مقام سید اول کے۔ اور جب کہا کہ مینے تجھکو مکاتب کیا ہزار درہم پر پس امام ابی حنیفہ رح اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک جب وہ ہزار درہم ادا کردیگا آزاد ہوگا اور نہیں احتیاج ہوگی طرف اس قول کے کہ کہے کہ اگر ادا کردے تو میری طرف سے پس تو آزاد ہے یا نیت کرے عتق کی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا قول کہنا ضرور ہے اور اگر مکاتب کیا لونڈی کو اور عقد کتابت میں اوس سے وطی کرنیکی شرط کی تو امام ابی حنیفہ رح اور مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ایسی شرط جائز نہیں اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے۔

باب امہات الاولاد

مسئلہ ۱ ۔ بالاتفاق آئمہ اربعہ امہات اولاد کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ مذہب سلف اور خلف فقہاء امصار سے ہے لیکن بعض صحابہ سے منقول ہے اور داؤد فرماتے ہیں کہ امہات اولاد کی بیع جائز ہے اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے اولاد ہوگئی اور بعد ازاں اوسکا مالک ہوگیا تو امام ابی حنیفہ رح کے نزدیک وہ ام ولد ہوجاویگی۔ اور امام مالکؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ ام ولد نہوگی۔ اور اوسکے واسطے جائز ہوگی بیع اوسکی۔ اور اوسکے مرنے کے بعد آزاد نہوگی اور

نہ بے حکم تیرے یہ ذرہ اڑے — بجز حکم تیرے نہ پتا ہلے
تری سلطنت کو نہیں ہے زوال — تری ذات عالی میں ہے سب کمال
میں سائل ہوں شاہا بشکل گدا — اٹھاتا ہوں ہاتھوں کو بہر دعا
گنہگار ہوں میں خطاوار ہوں — جو چاہے سزا دے سزاوار ہوں
نہ طاعت عبادت مرے پاس ہے — کہ لا تقنطو پہ مجھے آس ہے
طفیل محمد رسول خدا — پڑھوں لاکھ بار اونپہ صل علے (دبل)
جو ہیں اون کے آل وصحابہ تمام — خدا کی ہو رحمت انہوں پہ مدام
وہ نور خدا ہیں نذیر و بشیر — یہ راہ ہدایت کے مہر منیر
جو کی عرض میں نے بصد التجا — قبول اوسکو فرما تو اے کبریا
ہے سرکار تیری غنی بے نیاز — نوازش ہو بندہ پہ بندہ نواز
یہ ہے شمس تیرا جو ادنٰے غلام — رہے نور عرفاں سے روشن مدام

فقط

قطعہ تاریخ از نتیجہ طبع گوہربار جناب مولوی سید قادر علی صاحب متخلص بہ شوق ہیڈ مولوی دربار اسکول پرتاب گڈھ راجپوتانہ

بفضل خداوند شمس و قمر — شدہ ختم ایں نسخہ نامور
مضامین بہ قانون فقہ تمام — بیان ہمہ دین خیر البشر
مسائل بہ ترتیب نیکو تمام — بیان شمسئی خوش سبر مختصر
چناں خوش نوشتہ بحکم رسول — کہ تحسین نمودند اہل ہنر

مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ

کہاں سے خدایا وہ لاؤں زبان | کروں حمد تیری میں جس سے بیان
زباں میں وہ نطق و فصاحت نہیں | بیاں میں معانی بلاغت نہیں
کہاں منہ یہ میرا کہ کھولوں زبان | حقیقت میں ہوں بندۂ ناتوان
غلاموں سے تیرے ہوں ادنےٰ غلام | تو مالک ہے ارض و سما لا کلام
جو چاہا قلم نے کہ میں کچھ لکھوں | زبانِ بریدہ ہوئی سرنگون
ستائش کروں کیا حقیقت مری | کہ لا احصی فرما چکے جب نبیؐ
کروں شکر تیرا میں کیا کیا ادا | کہ بےحد ہے احسان اے کبریا
تو مادر پدر سے زیادہ... کریم | بلاشک تو ہی ہے غفور الرحیم
پکاروں میں وقت مصیبت تجھے | تیری دستگیری ہے کافی مجھے
سیہ کار ہوں سر بسر اے خدا | مجھے لطف سے اپنے بیجو بچا
ستایا ہے حرص و ہوا نے مجھے | یہ فریاد لایا ہوں مولا مرے
میں جاؤں کہاں تیرے در کے سوا | اسی در پہ ہے سب کی حاجت روا
الٰہی مجھے اپنے در کے سوا | کسی اور در پہ نہ ہرگز پھرا
دو عالم میں رکھیو مری آبرو | کہ جس جا میں جاؤں رہوں سرخ رو
یہ طاقت تجھی کو ہے اے کبریا | شہنشاہِ کشور کو کر دے گدا
گدا کو جو چاہے تو کر دے امیر | ہے بس ذاتِ اقدس تیری بے نظیر
جو خشکی میں چاہے تو دریا کرے | جو دریا میں چاہے تو صحرا کرے
اگر چاہے پانی میں آتش لگے | جو آتش میں چاہے گلستان بنے

دیگر

سراپا یہ کتاب ایسی کہ جس میں
شگفتہ غنچۂ احکام واجب
منور ہیں مضامین اس کے بالکل
نہ پائے فیض کیوں ہر شخص اس سے

عیاں حکم مذاہب اربعہ ہے
شریعت کے چمن میں پھلا ہے
ضیا لفظوں کی معنے سے [illegible] ہے
کہ باب رحمت خالق کھلا ہے

جو پوچھی شمس نے تاریخ اسکی[1]
کہا ہاتف نے خورشید فقہ ہے
۱۳۳۰ھ

[1] اصل میں لفظ فقہ بسکون قاف ہے مگر یہاں ضرورتاً متحرک کیا گیا ۱۲

مسائل اماماں اربعہ تمام — نوشتہ فقیہانہ آن سر بسر

منور ازو مومناں را قلوب — شد از فیض او کل جہاں بہرہ ور

زیادہ چرا ہست طول سخن — عیاں را بیاں نیست حاجت مگر

جزائے عمل نیک خالق دہاد — سدا سایۂ لطف حق زیب سر

چو شد شوق تاریخ گفتہ ملک — سنِ او - کتاب فقہ معتبر

۱۳۰۲ھ

قطعہ تاریخ

فضل خالق سے کتاب ایسی یہ نایاب لکھی ہے — جسکے مضمون پہ ہر اک شخص کی جھک جاتی ہے گردن

جلوہ حسن ازل ایسا کسی گل میں کہاں ہے — یوں زباں سے صفت اوسکی کو بیاں کرتی ہے سوسن

عشق میں خوف تجھے کب ہے کسی رنج و محن کا — آتش شوق سے جل جائے سبھی رنج کا خرمن

سیر کی گلشن مضموں کی زہے فکر رسا نے — فکر تاریخ میں جولاں ہوا جب طبع کا توسن

ہاتف غیب سے آئی یہ صدا لکھ تو ابھی شمس — کیا ہی بستان جہاں میں ہوا شمس الفقہ روشن

٦١٩ ٠ ٢

دیگر

میں لکھ چکا ہوں شرح ایسی [illegible] — ہیں [illegible] میں چار اماموں کے برملا

جب [illegible] عالموں میں کی ہاتھ [illegible] — ہوئے [illegible] ہیں اور نیا باغ دین لگا

ہیں شامل کل مسائل فرمان احمدی — بلبل [illegible] چہچہے ہیں سب اہل جان فدا

اسوقت کیوں نہ رحمت حق کا نزول ہو — تحریر مسئلہ کی کروں جب قلم اٹھا

فضل و کرم سے تیرے ہوا ختم ترجمہ — بس [illegible] کہ ہو مقبول اے خدا

تحریر سال کی مجھے آیا خیال [illegible] — جلد آ کے غیب سے مجھے ہاتف نے دی صدا

[illegible] شمس [illegible] مجھے تاریخ [illegible] — [illegible] خورشید حق نما

۱۳۰۲ھ

تاریخ بنی عثمان

یہ سلطنت ترکی کی مفصل اور مدلل صحیح تاریخ ہے جو کہ بعض مشہور انگریزی کتابوں سے اور ترکی سلاطین کی تاریخ شامل کی گئی ہے یہ کتاب ایک معتبر مسلمان مصنف کی عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ اور اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے ترکوں کی بحری تاریخ کو مفصل بیان کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ ترکی بحری بیڑے نے کیا کیا عظیم الشان فتوحات حاصل کی ہیں اور سلطنت ترکی کے ابتک کے مفصل حالات صفحات میں درج کئے ہیں۔ اور کل ترک سلاطین کے رنگین تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ تاریخ آل عثمان ہے اور سلسلہ تاریخ ہائے عالم اسلام کی پہلی جلد ہے۔ قیمت مجلد للعہ

تاریخ الجزائر

سلسلہ تاریخہائے اسلام میں یہ کتاب بھی شامل ہے۔ سلطنۃ الجزائر ایک زمانہ میں ساحل بحیرہ روم پر نہایت پرشوکت اسلامی بحری طاقت ہو چکی ہے نقارہ اور ناولا غیری بجا چکی تھی۔ عربی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۱ر

عرب و اہل عرب

پادری زویمر صاحب کی کتاب اریبیا سرڈیل آف اسلام کا ترجمہ ہے جسمیں زمانہ حال کے عرب اور اہل عرب کے مفصل جغرافیائی تاریخی اور معاشرتی وغیرہ حالات درج کئے گئے ہیں کہیں کہیں پادری صاحب کے حواشی میں اصلاح کی گئی ہے۔ نفس معدن کے لحاظ سے زمانہ حال کے اہل عرب کے حالات۔ اس سے بہتر کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکتے قیمت ۔ ۔ ۔ عہ

فتح قسطنطنیہ

اسلام کی پرشوکت تاریخ کا ایک نہایت قابل دید واقعہ ہے کہ کسطرح قیصران روم کا پایہ تخت قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح نے فتح کیا۔ رومی قیصر قسطنطین نے اپنے شہر کو بچانے کے لئے کیا کیا جان توڑ کوششیں کیں۔ یہانتک کہ وہ بھی کشتیوں کے ڈھیر میں رہ گیا۔ اس زمانہ کی ترکی فوج۔ ترکوں کے جنگی اور بحری سامان دنیا میں سب سے بڑی ترکی توپ۔ ترکی بیڑہ کے خشکی سے گذرنے اور ایک لمبے چوڑے محاصرہ کے بعد قسطنطنیہ کے فتح کرنے کے نہایت عجیب حالات وغیرہ مع تصاویر قیمت ۔ ۔ عمر

امام اول علی ابن ابی طالب

کتاب دوازدہ امام کا حصہ اول مصنفہ فاضل اجل مولوی احمد مکرم عباسی صاحب چریاکوٹی جسمیں حضرت علی کی پاک اور حیرتناک زندگی کے قابل دید حالات اور آپ کے بے نظیر ذاتی اوصاف و اکتسابات تفصیل کیساتھ درج کئے ہیں ۲۴۰ صفحہ قیمت ۔ ۔ ۱۲ر

حالات ایران

حصہ اول و دوم امیر جان ملکم صاحب بہادر سفیر انگلستان متعینہ دربار ایران مصنف فارسی تاریخ ملکم نے ملک ایران کے نہایت دلچسپ حالات اس کتاب میں قلمبند کئے ہیں ۔ ۴۰۴ صفحے قیمت ہر دو جلد عکہ